# راجپوری سے کوٹلی منگرالاں تک

پال راجگان وادی کشمیر، لاہور وملتان، بھمبر، راجوری، پونچھ اور راجگان کوٹلی

مع

کشمیر النسل راجپوت

(ابتدائی شجرہ جات ہندو پاک و ریاست جموں کشمیر میں آباد راٹھور، ڈار، بٹ، ماگرے، لون، نارمہ، تھکیال، سلہریا، جنجوعہ، بینس و وینس، کھکھہ اور بالخصوص ''منگرال'')

تحقیق و تحریر


راجہ سرفراز احمد خان منگرال

بی ایس سی، بی ایڈ، ایم بی اے (امریکہ)

نام کتاب: راجپوری سے کوٹلی منگرالاں تک
(پال راجگان وادی کشمیر، لاہور وملتان، بھمبر، راجوری، پونچھ اور راجگان کوٹلی)

مصنف: راجہ سرفراز احمد خان منگرال

پرنٹر: برائیٹ سن پرنٹرز مری روڈ راولپنڈی

خصوصی معاونت: راجہ نذیر احمد خان، شاہین کالونی نیو شکریال، راولپنڈی

کمپوزنگ: عمران ریاض

ترتیب وتزئین: راجہ رفاقت بشیر منگرال عرف راجہ رفیع خان

ٹائیٹل ڈیزائن: دی ڈیزائن کلب، سرکلر روڈ راولپنڈی

تاریخ اشاعت: اگست 2016ء، بھادوں 2073 بکرمی

تعداد: ایک ہزار-1000

قیمت: 1500 روپے، (ڈالر 30، پونڈ 20)

پتہ مصنف: بالٹی مور، میری لینڈ، امریکہ

ملنے کا پتہ: 1۔ راجہ شہریار بشیر خان، (NRSP) CRO، نزد جی پی او، دین سٹریٹ، کوٹلی شہر 03009518618
2۔ شاہین بک ڈپو کوٹلی

پتہ مصنف برائے خط وکتابت: 1312 Seling Ave, Baltimore MD, 21237 USA

EMAIL; mangral@live.com Ph: 001-443-5548718

# ﴿انتساب﴾

راجہ سخی دلیر خان فاتح راجوری و لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان فاتح کوٹلی
لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان، عظیم شہداء کشمیر اور غازیوں کے نام

# فہرست مضامین

# پیش لفظ

قوم منگرال راجپوت ریاست جموں وکشمیر پاکستان کے بہت سے علاقوں میں سکونت پذیر ہے۔اس قوم کی ایک بھاری اکثریت برطانیہ، کینیڈا، یورپ اور امریکہ میں بھی آباد ہو چکی ہے۔منگرال راجپوت آزاد کشمیر کے علاقے وادی سہنسہ کوٹلی سے نمایاں ہو کر ابھرے۔ یہ علاقہ تاریخی دستاویزات میں کوٹلی منگرالاں کے نام سے درج ہوا۔اس قوم کی اصل جڑ علاقہ راجوری سے منسلک ہے۔علاقہ راجوری قدیم زمانہ میں راجپوری کے نام سے منسوب ومعروف رہا جو دراصل ریاست اُنس کے دارالحکومت کا نام تھا۔راجپوری کا نام وادی کشمیر کے ہندو پال راجگان کے جداعلیٰ راجہ اکھ پال نے 345 قبل مسیح میں ریاست انس کی بنیاد رکھتے ہوئے رکھا۔قوم منگرال راجپوت کا نسب اور خون کا رشتہ وتعلق علاقہ راجوری کے قدیم ہندو پال راجگان سے ہے۔اسی ہندو پال راجگان کے خاندان کے ایک راجکمار راجہ منگر پال کی اولاد اپنے اس جدامجد کے نام سے منسوب ہو کر منگرال راجپوت کہلائی اور بعدازاں وادی سہنسہ اور اس کے گردونواح کے علاقہ جات پر قابض ہو کر علاقہ کی حکمران رہی اور پھر اسی قوم سے منسوب ہو کر پورے علاقہ کا نام کوٹلی منگرالاں پڑ گیا۔

راجہ منگر پال دراصل راجوری کے آخری حکمران راجہ امنا پال کا بیٹا تھا۔راجہ امنا پال نے راجوری پر 1172ء تا 1217ء حکمرانی کی۔ یہ راجوری کے پہلے باقاعدہ حکمران راجہ پرتھوی پال کی پانچویں پشت میں شمار ہوتا ہے جس نے علاقہ راجوی پر 968ء تا 1022ء حکمرانی کی۔ راجہ پرتھوی پال کابل اور پنجاب کے حکمران راجہ جے پال کا چھوٹا حقیقی بھائی تھا۔راجہ جے پال نے کابل، لاہور اور ملتان پر 958ء تا 1003ء ایک زبردست راجپوت حکمران کی حیثیت سے حکومت کی اور شمالی ہندوستان کی آزادی کے لیے نہ صرف خود بلکہ اس کی اولاد نے سلطان سبکتگین اور اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی سے متعدد بار مقابلے کئے اور خونی جنگیں لڑیں۔

کشمیر وپنجاب کے ہندو پال راجگان اور حکمرانوں کا جداعلیٰ راجہ اکھ پال تھا جو کشمیر کا 347 قبل مسیح میں حکمران ہو گزرا ہے۔اسی راجہ اکھ پال نے 345 قبل مسیح میں کشمیر کے جنوب میں ایک اور ریاست انس کی بنیاد بھی رکھی اور اس ریاست کے دارالحکومت کا نام راجپوری رکھا جو بعد ازاں راجوری کہلایا۔راجہ اکھ پال نے ریاست انس کی حکمرانی اپنے بھائی راجہ کتھے نند کو دی۔اس کے بعد اسی راجہ اکھ پال نے 342 قبل مسیح میں قصبہ اکھنور اور قلعہ اکھنور کی بنیادیں استوار کیں اور دونوں مقام اسی کے نام سے منسوب ومشہور ہیں۔اس نے علاقہ اکھنور پر اپنے سب سے چھوٹے بھائی راجہ نرثانی کو حکمران بنایا بعدازاں یہی راجہ نرثانی بانی قبیلہ نارمہ راجپوت کہلایا۔

راجہ اکھ پال کی اولاد نے کشمیر اور مالوہ کے بعد راجوری، پونچھ لوہرکوٹ، بھمبر، کابل تا ملتان اور موجودہ کوٹلی اور اس کے گردونواح پر کئی صدیوں کو محیط اپنی حکمرانی قائم کی۔

ہندوستان کے مشہور حکمران راجہ پورس، راجہ ابھی سارا، راجہ بکرماجیت نارمہ، راجہ سمندر پال جوگی، راجہ رام دیو راٹھور اور راجہ بھوج دیو نارمہ اول وغیرہ اسی راجہ اکھ پال کی اولاد سے ہی ہیں، جبکہ راجہ گاگندرا (بانی شہر گندھارا موجودہ اٹک نیز اس نے راجہ بہار کی بیٹی مورا سے شادی کی تھی اور اولاد موریا کہلائی) کی اولاد میں سے راجہ چندر گپت موریا اور راجہ اشوک وغیرہ بھی ہندوستان کے عظیم حکمرانوں میں شامل ہیں۔راجہ گاگندرا دراصل راجہ اکھ پال کے جداعلیٰ کاشر یا کاشی کے بڑے بھائی دہر کی اولاد میں سے تھا۔

کشمیر کے حکمران راجہ اکھ پال کی اولاد دراولاد سے کئی ایک راجپوت اقوام معرض وجود میں آئیں۔ان راجپوت اقوام میں راٹھور، نارمہ، بینس وونیس، سلہریا، جنجوعہ، گھمن و باجوہ (پنجاب میں یہ اقوام گھمن و باجوہ جاٹ طبقہ میں شمار ہوتے ہیں)، کھکھ وتیزیال، تھکیال اور منگرال وغیرہ سرفہرست ہیں۔ یہ اقوام اپنے اپنے علاقہ جات میں مشہور و معروف ہیں۔

قوم منگرال راجپوت کا جد امجد راجکمار راجہ منگر پال راجوری کے پہلے باقاعدہ حکمران راجہ پرتھوی پال کی آٹھویں اور راجہ اکھ پال کی ستائیسویں پشت میں آتا ہے۔

قوم منگرال راجپوت پر اس سے قبل متعدد تاریخی کتب لکھی جا چکی ہیں۔ ہر مصنف نے ایک اچھی کاوش کی۔ کتاب ''راجپوری سے کوٹلی منگرالاں تک'' دنیا کی قدیم و جدید تاریخ اور سائنسی حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے قوم منگرال سے متعلق تاریخی واقعات و حالات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک سعی کی گئی ہے تاکہ قوم منگرال کے ساتھ ساتھ اس علاقہ کے دیگر راجپوت اقوام بھی تاریخ سے روشناس اور مستفید ہوسکیں۔ انشاء اللہ یہ کاوش مستقبل کے مورخ، محقق اور طالب علم کے لیے ایک تاریخی معلومات کے علاوہ مزید تحقیق کے نئے دروازے بھی کھولے گی۔ میں نے اس تحقیق کی ابتداء 1985ء سے شروع کی اور آج 2016ء میں یہ پایہ تکمیل پہنچی۔

تعمیری تنقید اور اغلاط کی نشاندہی قابل تحسین و آفرین ہوگی۔ باوجود محنت شاقہ کے غلطی ہوسکتی ہے۔

**راجہ سرفراز احمد خان منگرال، بالٹی مور امریکہ**

1312, Seling Ave,

Baltimore MD, 21237 USA

Ph: 001-443-554-8718

email: mangral@live.com

# ﴿تمہید﴾

موضع پنڈی سبھر وال میر پور سے 1967ء کے آخر یا 1968ء کے آغاز میں ہمارا گھرانہ 105۔ کٹڑی احاطہ آتمارام، 45 جی ٹی روڈ لاہور منتقل ہو گیا تھا جہاں راقم الحروف کے سب سے بڑے بھائی ریاض احمد خان کاروبار کے سلسلے میں پہلے ہی سے رہائش پذیر تھے۔ ایم سی بوائز پرائمری سکول کوچہ محمدی میں جماعت دوم میں داخل ہو کر پڑھائی کی ابتداء کی۔ پھر گورنمنٹ پاک ماڈل ہائی سکول سلطان پورہ لاہور میں جماعت ششم میں داخل ہوا۔ ساتویں اور آٹھویں جماعتوں میں تھا تو اپنے خاندان اور قوم منگرال کے بارے میں جاننے کا شوق، اشتیاق اور جستجو پیدا ہوئی۔ گھر میں اپنے خاندان اور قوم منگرال کا ذکر چلتا رہتا تھا۔

ہمارے خاندان کی زیادہ رشتہ داری قبیلہ مغل، نارمہ، گکھڑ اور قریشی وغیرہ سے ہے اور ان میں مغل برادری میں قدرے زیادہ ہے۔ قوم منگرال کے بارے میں ہماری معلومات زیادہ نہ تھیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمارا خاندان کوئی سات پشتوں سے اپنی منگرال قوم سے علیحدہ ہو کر دیگر قبائل کے ساتھ رہ رہا تھا۔ ہمارے اس منگرال خاندان کے ایک جدامجد راجہ شیر علی خان کے بیٹے راجہ ولی داد خان (ساکن بڑالی کوٹلی منگرالاں) یہاں سے کسی انقلاب کی وجہ سے نقل مکانی کر کے دبروٹ (راجوری) میں جا بسے تھے جس کی تفصیل کتاب ہٰذا میں درج ہے۔ اپنی اصل سے یہ دوری اور خاندانی پس منظر کے بارے میں معلومات کے فقدان نے ایک چیلنج کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس ضمن میں معلوماتی و علمی مشکلات کا سامنا رہا مگر جستجو اور تحقیق جاری رکھی۔ سب سے پہلے اپنے ذاتی کنبہ کے بارے میں معلومات خاندان کے کئی عمر رسیدہ بزرگوں سے حاصل کیں۔ معلومات کی اس تگ و دو میں پتہ چلا کہ راقم کے دادا میاں فیر ز الدین کے چھوٹے بھائی منشی رکن الدین نہ صرف اپنے منگرال خاندان کے بارے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ انھوں نے اپنا شجرہ تحقیق کر کے مرتب بھی کیا تھا جو راقم کو 1985ء میں میسر آیا۔ یوں تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

1977ء یا 1978ء میں راقم کو راولپنڈی اپنے ایک خالہ زاد بھائی نائب صوبیدار محمد عارف کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ میز پر پڑے ہوئے ایک رسالہ پر نظر پڑی تو حسب عادت اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ یہ رسالہ نوید سحر تھا جس کا اجراء گورنمنٹ کالج کوٹلی سے ہوا تھا اور یہ شمارہ 1969ء سے 1970ء کے دوران کا تھا۔ میرے یہ خالہ زاد بھائی اسی ادارہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو ان کو یہ رسالہ پڑھنے کو دیا گیا تھا۔ اس رسالہ میں ایک مضمون ''کوتلی سے کوٹلی تک'' موجود تھا جس کو ساگر کشمیری صاحب نے تحریر کیا تھا۔ اس مضمون میں قوم منگرال اور کوٹلی پر ان کی حکمرانی کا ذکر مستند حوالوں سے موجود تھا۔ اس مضمون نے میرے علم میں خاصا اضافہ کیا اور قوم منگرال پر تحقیق کے نئے دروازے کھول دیے۔

جون 1981ء میں ہمارا خاندان لاہور سے موضع ڈھورنال نئی آبادی نزد رنگ پور میر پور میں نقل مکانی کر آیا۔ نقل مکانی کی وجہ نزدیک ہی موضع پنڈی سبھر وال میں قریبی رشتہ داری تھی اور رشتہ داری کا یہ دائرہ لاہور سے میر پور اور کوٹلی تا نکیال تھا۔ راقم کو اس نقل مکانی سے اپنی تحقیق میں بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ قوم منگرال اور اس کی سرکردہ شخصیات سے روابط بڑھے اور معلومات لینے میں خاصی آسانی پیدا ہو گئی۔ یہاں پروفیسر احمد الدین مغل کی وساطت سے تاریخ مغلیہ کے مصنف محمد الیاس مرزا ساکن لاہور سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ مغلیہ خاندان پر ان کی تحقیق قابل تحسین ہے

جس نے پڑھنے پر متاثر کیا۔ یہ معزز شخصیت دو بار میری مہمان بنی۔ ان کے تحقیقی کام کو پڑھ کر راقم کو اپنے منگرال قبیلہ کی تاریخ رقم کرنے کا مزید حوصلہ ملا۔

10 مئی 1985ء میں راقم کو اپنے ایک خالہ زاد بھائی رشید منگرال پوسٹ ماسٹر کے ہمراہ منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن راولپنڈی کے منعقدہ ایک اجلاس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کے منگرالوں نے ہماری اچھی آؤ بھگت کی اور اس میں راقم کو اظہار خیالات کا موقع بھی ملا۔ یہیں پر ''ہست و بود'' کے مصنف ''میاں اعجاز نبی مرحوم'' سے ملاقات ہوئی۔ منگرال قوم کے اس اجلاس اور میاں اعجاز نبی مرحوم کی کتاب جو 1977ء میں شائع ہوئی، نے راقم کے علم میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ تحقیق کے لیے مزید کئی دروازے کھول دیے اور ایک نئی امنگ نے جنم لیا۔ اس اجلاس میں جن منگرال شخصیات سے ملاقات ہوئی ان سے رابطہ رہا مگر ان میں سے کچھ دنیا فانی سے رخصت ہو چکے البتہ ان کے نام اور کام اب بھی زندہ ہیں اور رہیں گے خصوصاً میاں اعجاز نبی مرحوم مصنف کتاب ''ہست و بود''، مرحوم راجہ صوفی مسکین خان سرپرست اعلیٰ تنظیم، حاجی راجہ مقبول منگرال مرحوم صدر تنظیم، جنرل سیکریٹری راجہ محمد عجب منگرال اور خزانچی تنظیم راجہ مقصود منگرال۔ اسی اجلاس میں گاؤں ماندلہ بھارہ کہو اسلام آباد کے ایک بھائی راجہ یاسین اقبال خان سے بھی ملاقات ہوئی جن کی مہمان نوازی آج بھی ایسی ہے جیسی پہلے دن تھی۔

منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن راولپنڈی (رجسٹرڈ) دراصل پاکستان و آزاد کشمیر کی پہلی باقاعدہ تنظیم قائم ہوئی جس کی بنیادیں رکھنے والوں میں راجہ مقبول خان منگرال، راجہ عجب خان منگرال، راجہ صوفی مسکین خان منگرال اور راجہ مقصود منگرال شامل تھے۔ اس پہلی منگرال تنظیم کے عہدہ داران کی تفصیل یوں ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ صدر تنظیم حاجی راجہ مقبول | 2۔ جنرل سیکریٹری راجہ محمد عجب | 3۔ سینئر نائب صدر راجہ غلام ربانی |
| 4۔ نائب صدر راجہ محمد اشرف | 5۔ جوائنٹ سیکریٹری راجہ لیاقت حسین | 6۔ خزانچی راجہ محمد مقصود |
| 7۔ پراپیگنڈہ سیکریٹری راجہ محمد شبیر | 8۔ پریس سیکریٹری راجہ احمد علی منگرال | 9۔ سرپرست اعلیٰ حاجی صوفی راجہ مسکین خان |

اس تنظیم کی رکنیت 10 مئی 1985ء میں ملی اور اس سے رابطہ راقم کے امریکہ آنے تک رہا۔ امریکہ کی مصروف زندگی کے باوجود اپنے تحقیقی کام اور ذمہ داری میں کوئی روگردانی نہ کی اور اس کو جاری رکھا۔

2010ء میں محمد سوار خان منگرال کی کتاب ''تاریخ منگرال راجپوت'' کی اشاعت کے بعد پروفیسر راجہ نوید احمد خان سے ملاقات ہوئی۔ پروفیسر صاحب بھی تاریخ منگرال راجپوت لکھنے کے خواہاں تھے جس کی راقم نے بھرپور حمایت کی اور ماشاءاللہ وہ کامیاب ہوئے اور 2012ء میں ان کی تصنیف منظر عام پر آئی۔ ان کا کتاب لکھنے کے علاوہ سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قوم منگرال کو سہنسہ میں ایک مقام پر لا کھڑا کر دیا تھا جس کا خواب راقم نے بھی دیکھ رکھا تھا۔ بہرحال اس کارنامہ کا سہرا راجہ نوید احمد خان کے سر ہے۔

امریکہ آنے سے قبل جن صاحبان نے راقم کو تاریخ ''راجپوری سے کوٹلی منگرالاں تک'' کے مرتب کرنے میں جہاں تک ممکن ہو سکا معلومات فراہم کیں یا ذریعہ بنے ان میں راجہ ایوب فلوش، راجہ عظیم خان سابق اسسٹنٹ کمشنر، فاتح راجوری راجہ سخی دلیر خان مرحوم، راجہ عبدالکریم منگرال دھڑہ پنگ پیراں، مستری حسن الدین دھنواں، خالد محمود کھوکھر ایڈووکیٹ اور خالد کاشمیری وغیرہ شامل ہیں۔ میں ان کا دلی مشکور و ممنون ہوں۔ قوم منگرال راجپوت کا ابتدائی شجرہ، راجوری اور وادی کشمیر کے پال راجگان اور ریاست انس کی ابتدائی تاریخی معلومات ڈاکٹر محمد صادق ملک مرحوم کی کتاب ''تواریخ

ملکاں جموں وکشمیر مع تواریخ ترک ملک راجگان'' سے حاصل ہوئیں۔ یہ تحقیقی کتاب محمد طارق جاوید آف ڈھل قاضیاں باغ نے ارسال کی تھی۔ جس پر راقم ان صاحب کا بھی شکر گزار ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق ملک مرحوم سے بذریعہ ٹیلی فون رابطہ ہوا اور کوٹلی میں مورخہ 9 نومبر 2014ء کو ان سے ملاقات ہوئی اور میزبانی کا شرف نصیب ہوا۔

Wikipedia پر قوم منگرال کے بارے میں مضمون لکھنے کی وجہ سے راجہ فیاض اللہ خان منگرال آف براٹلہ (مقیم لندن) سے رابطہ ہوا۔ انھوں نے قوم ''منگرال'' پر ایک Website تخلیق کی تو راقم نے کافی معلومات upload کیں جس سے منگرال قوم Globally متعارف ہوئی اور پھر تعارف کے ایک لمبے چوڑے سلسلے کا آغاز ہو گیا۔ اسی دوران راجہ نذیر احمد مقیم راولپنڈی سے ای میل کے ذریعہ رابطہ ہوا۔ پھر اس سفر میں راجہ نذیر احمد خان وہ واحد جاندار، پرخلوص، ہمدرد اور بے لوث معاون خصوصی رہے جن کا راقم دلی طور پر مشکور و ممنون ہے۔ ان کی مقصد کے حصول کے لیے خلوص اور تڑپ قابل تحسین و آفرین ہے، اس اعلیٰ کردار پر راقم ان کو سلام پیش کرتا ہے وہ نہ صرف ہمیشہ مجھے کام پر اکساتے رہے بلکہ ہر وقت ہر لمحہ کتاب پبلش ہونے تک، سانسوں کی طرح میرے اور کتاب کے ساتھ رہے۔ ان کو قوم منگرال راجپوت کا کوآڈینیٹر کہا جائے تو صحیح ہوگا۔

راجہ سرفراز احمد خان منگرال، بالٹی مور امریکہ



راجہ سرفراز احمد خان منگرال

# ﴾راجہ سرفراز احمد خان منگرال﴿

راجہ سرفراز احمد خان منگرال 22 ستمبر 1960ء موضع بھروتی پراوہ تحصیل مینڈھر ضلع پونچھ ریاست جموں وکشمیر میں پیدا ہوئے۔ علاقہ پراوہ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں بھارت کے قبضہ میں چلا گیا اس جنگ سے قبل یہ علاقہ آزاد ریاست جموں کشمیر میں شامل تھا۔ آپ کا خاندان پہلی بار 1947ء کی جنگ آزادی کے دوران ہجرت کرکے پاکستان میں پنجاب کے شہر لاہور میں سکونت پذیر ہوا۔ امن بحال ہونے پر آپ کا خاندان واپس اپنے آبائی علاقہ پراوہ میں آکر دوبارہ آباد ہو گیا۔ 1961ء میں چند ایسے واقعات رونما ہوئے کہ اس خاندان کو ایک بار پھر آزاد کشمیر میں ہجرت کرنا پڑی۔ اس بار ہجرت کی ایک بڑی وجہ آپ کے والد ماسٹر محمد شفیع خان کا ایک سابقہ فوجی ہونا تھا۔ ماسٹر صاحب برٹش آرمی کی طرف سے دوسری عالمگیر جنگ میں حصہ لے چکے تھے۔ برٹش آرمی میں وہ رومن انگلش کے استاد بھی تھے۔ ماسٹر محمد شفیع خان 1945ء میں آرمی میں بھرتی ہونے سے قبل علاقہ پراوہ وتھکیالہ مینڈھر کے ڈوگرہ اسمبلی ممبر سردار فتح محمد خان کریلوی کے ساتھ بحیثیت سیکریٹری کے کام کیا کرتے تھے اور بعد میں جنگ آزادی کے دوران زیر کمان وہدایت سردار فتح محمد خان کریلوی علاقہ میں مجاہدین کو فوجی تربیت بھی دیتے رہے۔ ماسٹر صاحب نے علاقہ کے مختلف مدارس میں پڑھایا۔ موضع دتوٹ نکیال میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو بعد ازاں باقاعدہ سرکاری مدرسہ بنا جو اب ایک کالج کی حیثیت سے طالب علموں کی پیاس بجھائے گا۔ علاقہ میں ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے اور ان میں کئی ایک نامور شخصیات بھی شامل ہیں۔ ماسٹر سردار حفیظ مرحوم اور سردار سکندر حیات خان سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے اس علاقہ میں وہ اپنے والد میاں فیر زالدین اور چچا منشی رکن الدین کی طرح ایک اچھی شہرت کے حامل تھے۔

راجہ سرفراز احمد خان منگرال کی والدہ محترمہ کا تعلق نارمہ راجپوت سے ہے۔ یہ نارمہ فیملی وادی کھوئی رٹہ کوٹلی منگرالاں سے کسی انقلاب کی وجہ سے نقل مکانی کرکے موضع دھیری ارلیوٹ، راجوری میں آباد ہو گئی تھی اور 1947ء کی جنگ آزادی میں ہجرت کرکے موجودہ کوٹلی میں پھر سے آباد ہو گئی۔ آپ کی زوجہ کا تعلق بھی اسی نارمہ راجپوت خاندان سے ہے۔ آپ کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ مہر النساء منگرال، زیب النساء منگرال، راجہ گلفراز احمد خان منگرال، راجہ اعجاز احمد خان منگرال، راجہ شیراز احمد خان منگرال اور پوتے کا نام فیروز احمد خان منگرال (بن گلفراز احمد خان منگرال) ہے۔ جبکہ آپکی پوتی اعیوشا اعجاز منگرال قضائے الٰہی سے وفات پا چکی ہے۔

آپ نے میٹرک گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول سلطان پورہ، لاہور سے پاس کی۔ ایف ایس سی (پری میڈیکل) گورنمنٹ ایم اے او کالج لاہور سے کی۔ بی ایس سی (پری میڈیکل) اور بی ایڈ کی ڈگریاں آزاد جموں کشمیر یونیورسٹی سے حاصل کیں اور 1986ء میں محکمہ تعلیم میں بطور معلم بھرتی ہو گئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول چک گہیاں ضلع میر پور سے بطور سینئر بیالوجی مدرس (Senior Biology Teacher) اپنی خدمات کا آغاز کیا اور گیارہ برس تک اسی ادارہ میں آپ نہ صرف ناظم امتحانات (Controller of Examinations) رہے بلکہ ادارہ کی ترقیاتی کمیٹی کے چیئر مین بھی تھے۔ آزاد جموں کشمیر تعلیمی بورڈ میر پور کی طرف سے متعدد بار پریکٹیکل سائنس سپرٹینڈنٹ مقرر ہوئے اور حیاتیات اور کیمیاء کے پرچہ جات کی نمبر اندازی کے ممتحن بھی مقرر ہوئے۔ نیز آزاد حکومت ریاست جموں کشمیر کی جانب سے کئی بار عام اور مقامی الیکشن میں پریزائڈنگ

آفیسر (Presiding Officer)، معاون پریزائڈنگ آفیسر اور پولنگ آفیسر کے طور پر اپنے فرائض ادا کیے۔ آپ کتب بینی کا شوق رکھتے ہیں۔ تاریخی کتب کا مطالعہ آپ کی ترجیحات میں شامل ہے۔ آپ نے پاک و ہند پر کئی ایک مسودوں کو مرتب کیا۔ مسئلہ کشمیر پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جو مقامی اخبار میں شائع ہوا۔ کئی ایک مضمون Wikipedia پر لکھے خصوصاً منگرال راجپوت پر ایک تاریخی مضمون بھی upload کیا۔ ایک کتابچہ Tenses for Young Learners اپنے ایک ساتھی ملک وقاص الرحمان کے ساتھ مل کر جاری کیا جس کو بہت پسند کیا گیا۔

آپ کو 1997ء میں DV/97 کے تحت امریکہ جانے کا موقع ملا۔ محکمہ تعلیم سے طویل رخصت لے کر امریکہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہاں Pizza Business سے منسلک ہو کر نئے سرے سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ Manager سے Owner Manager بنے اور اسی کاروبار میں ایک Specialist ہونے کی شہرت حاصل کی۔ بعد ازاں PAPA JOHNS INC., USA سے منسلک ہو گئے۔

کاروبار کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم کو بھی جاری رکھا اور امریکہ کی ریاست Delaware کے Goldey-Beacom College سے MBA کی ڈگری 2010ء میں حاصل کی۔ تا حال کنبہ کے ساتھ بالٹی مور امریکہ ہی میں قیام پذیر ہیں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو اچھی صحت دے اور کتاب کے حوالے سے جو کام آپ کر چکے اس کا اجر دے کہ آپ نے قوم کو چند صفحوں میں پرو کر اکٹھا کرنے کی سعی کی ہے۔

پروفیسر راجہ نوید احمد خان (اسپین)
نگئی سرساہ، کوٹلی آزاد کشمیر

# ﴿تبصرہ﴾

راجہ سرفراز احمد خان منگرال کی تحریر اور تحقیق پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا۔ انھوں نے جس علمی روایت کی پاسداری کرتے ہوئے یہ کتاب رقم کی ہے وہ فی زمانہ نایاب ہے۔ اب تو عام طور پر یونیورسٹیوں کی نام نہاد تحقیق رہ گئی ہے جس کا مقصد ایک ڈگری کا حصول ہوتا ہے اور جس کے لیے محقق صاحب کی کوشش ہوتی ہے کہ کوئی آسان نسخہ ہاتھ میں آجائے لیکن اپنی ذاتی دلچسپی اور شوق کے پیش نظر کتب کے ایک وسیع ذخیرے کو کھنگالنا اور اس سے مواد اخذ کرنا پھر اسے ترتیب دے کر اپنا نقطہ نظر براہ راست بغیر کوئی لگی لپٹی رکھے بیان کر دینا خالص فضلاء کا اختصاص رہا ہے۔ راجہ سرفراز احمد خان منگرال نے ان کی روش اپناتے ہوئے جو مرحلہ سر کیا ہے وہ ہر حوالہ سے معتبر اور مستند ہے۔

میں تاریخ کا قاری نہیں ہوں بلکہ ادب کا طالب علم ہوں اس لیے ان کے اخذ کردہ نتائج پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی بجائے ان کی محنت و مشقت کو قابل تحسین اور قابل آفرین کہنے پر اکتفاء کروں گا۔ راجہ صاحب نے حضرت آدمؑ سے لے کر اپنی قوم منگرال راجپوت کے موجودہ افراد تک تاریخ انسانی کے مختلف ادوار کو یوں بیان کیا ہے کہ جیسے وہ ان زمانوں میں روحانی طور پر خود سفر کرتے رہے ہوں۔ اس ساری تحقیق میں ان کا نقطہ نظر اور اسلوب بھی نظر آئے گا۔ انھوں نے آنکھیں بند کر کے ہر بات پر سر تسلیم خم نہیں کیا بلکہ ایک کسوٹی مقرر کی اور اس کے مطابق جو رائے بہتر لگی اسے قبول کیا ہے۔

علم کسی کی ذاتی جاگیر نہیں کہ دوسروں کو اس میں داخلے سے روکا جا سکے یہ تو ہر اہل نظر کے لیے کھلا میدان ہے۔ وہ جس رخ چاہے اپنے فرس خیال اور اشہب تحقیق کو دوڑا سکتا ہے۔ راجہ صاحب نے اپنی مٹی، اپنی برادری اور اپنے اسلاف کا حق ادا کر دیا ہے۔ میں اس میں اقتباسات درج کر دوں تو ایک تحصیل حاصل والا معاملہ ہوگا اور دوسرا مضمون طویل ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ پوری کتاب پڑھیں اور جائزہ لیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا متن کس حد تک تصدیق و توثیق کرتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ پاک راجہ سرفراز احمد خان منگرال کو ان کی اس محنت شاقہ کا صلہ دے اور ان کی یہ کاوش قبول عام حاصل کرے۔ یقیناً یہ کتاب آئندہ نسلوں کے لئے ایک گراں قدر تحفہ ہے۔

والسلام

شہاب صفدر، ڈاکٹر

اسسٹنٹ پروفیسر، اسلام آباد

# زمین کی تخلیق اوراس پر انسانی زندگی

زمین کی تخلیق اوراس پر زندگی کی ابتداء کے بارے میں قطعی اور یقینی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ زمین شناسوں کی اکثریت درج ذیل نتائج پر متفق ہے۔

1۔ شروع میں ارض وسماء کا ہیولیٰ ایک تھا اور یہ خلاء میں دھواں کی طرح اڑ رہا تھا، نہ جانے کیا ہوا کہ اس دھواں میں چکر چلنے لگے، ذروں نے کروں کی شکل اختیار کر لی۔ یہ کرُے ایک دوسرے سے دور ہٹنے لگے اور بہت دور جا کر یہ اپنے اپنے محور اور ایک مرکز کے گرد گھومنا شروع ہو گئے۔

2۔ ''سر جیمز'' (1877ء تا 1946ء) کہتے ہیں کہ ہماری زمین کسی ستارے کی کشش سے جو سورج کے قریب سے گزرا تھا، سورج ہی سے نکلی تھی۔ یہ پہلے آگ کا گولہ تھی جب ہزاروں سال کے بعد اس کی سطح ٹھنڈی ہو گئی تو اردگرد کے بخارات پانی بن کر برس پڑے اور یوں سمندر تعمیر ہو گیا۔

3۔ جب پانی زمین کے ذروں میں داخل ہو کر بطن کے ابلتے ہوئے لاوے تک پہنچا تو اندر کے پتھر بھاپ کے زور سے باہر آ کر پہاڑ بن گئے اور اس بوجھ سے زمین اسی طرح متوازن ہو گئی جیسے ڈولتی ہوئی کشتی میں ریت کی بوریاں یا پتھر رکھ دئے جائیں۔ نیز اندرونی عناصر کے باہر آ جانے سے بیرونی سطح روئیدگی کے قابل ہو گئی۔

4۔ ساحلی دلدلوں پر طویل زمانے تک سورج کے چمکنے سے دلدلوں میں ایک جاندار ذرہ پیدا ہو گیا جسے ماہرین حیاتیات آٹو ٹراف (AUTOTROPHIC) کہتے ہیں جو ایک خلیہ (CELL) سے بنا تھا۔ قصرِ حیات کی پہلی خشت یہی تھا۔

5۔ جب قیامت کے زلزلے سے پہاڑ اڑ جائیں گے اور ستارے پاش پاش ہو جائیں گے تو ارض وسماء کا ہیولیٰ (مادہ) پھر دھواں کی طرح خلاء میں اڑنے لگے گا۔

تخلیق کے ان مدارج کا ذکر قرآن مجید میں کچھ یوں ہوا ہے؛

(1) اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَاط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (ط) سورہ انبیاء ----30

ترجمہ: کیا کافر اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ آغاز میں ارض وسماء کا ہیولیٰ ایک تھا پھر ہم نے اسے الگ الگ کیا اور زندگی کا آغاز کیا، کیا وہ اب بھی نہیں مانتے؟

(2) ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْکَرْهًاط قَالَتَآ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ° فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (ط)

سورہ حم سجدہ 12-11

ترجمہ: پھر اللہ نے آسمان بنانے کا ارادہ کیا، اس وقت آسمان کا مواد دھواں بن کر خلاء میں اُڑ رہا تھا، اللہ نے ارض وسماء سے کہا کہ خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے، اور اپنے فرائض سنبھالو، کہنے لگے ہم آپ کا حکم خوشی سے بجا لائیں گے پھر اللہ نے دو دن میں سات آسمان بنا ڈالے اور ہر آسمان کو

اس کا لائحہ عمل سمجھا دیا۔

اسی طرح سے بارشوں سے زمین میں زلزلے آنا اور زمین کا روئیدگی کے لیے تیار ہو جانے کی بات بیان ہوئی؛

(3) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (ط)

سورة حم سجده .... 39

ترجمہ: خدائی نشانات میں سے ایک یہ ہے کہ زمین خاموش اور بے جان سی نظر آتی تھی ہم نے اس پر بارش برسائی تو وہ ہلنے اور پھولنے لگی۔

اور زمین کو متوازن رکھنے کے لیے پہاڑوں کی تعمیر کا حوالہ اس طرح سے ملتا ہے؛

(4) وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ (ط) سورة انبياء.... 31

ترجمہ: ہم نے زمین کو ہچکولوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس پر پہاڑ ڈالے۔

اسی طرح واحد الخلیہ نامیہ (امیبا) کا ذکر کچھ یوں کیا؛

(5) خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةً (ط) سورة زمر .... 6

ترجمہ: ہم نے تم کو ایک ایسے جاندار نامیہ سے پیدا کیا ہے، جو ہر لحاظ سے ایک ہے۔

یہ نامیہ سمندر اور اس کی دلدلوں میں پیدا ہوا تھا۔

(6) اَنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (ط) سورة صافات.... 6

ترجمہ: ہم نے انھیں لیسدار دلدل سے پیدا کیا۔

(7) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (ط) سورة نور .... 45

ترجمہ: اللہ نے تمام جاندار پانی سے پیدا کئے۔

پھر زلزلہ وقیامت کی وجہ سے ارض وسماء پھر ذرات میں تبدیل ہو کر دھویں کی طرح خلاء میں اڑنے لگیں گے۔

(8) فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (ط) سورة الدخان.... 10

ترجمہ: اس دن کا انتظار کرو جب خلاء میں دھواں نمودار ہوگا۔

(9) وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقُّ (ط) سورة سبا.... 6

ترجمہ: اہل علم دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ اللہ نے تم پر نازل کیا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہزاروں سال کی تحقیق وتلاش کے باوجود ماہرین وحکماء کسی حتمی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ ماہرین ارض کا اندازہ یہ ہے کہ زمین کی عمر تین اور پانچ ارب سال کے درمیان ہے۔ شمالی آئرلینڈ کے ایک آرچ بشپ ''جیمز اشر'' (USHER 1581-1656) نے طویل تحقیق کے بعد اعلان کیا تھا کہ زمین کی تخلیق 22 اکتوبر 4004 قبل مسیح ہوئی تھی۔ زمین کی یہ وہی عمر ہے جس کا ذکر تورات کے باب پیدائش میں ہے۔ ایک پادری خواہ کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو، کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو بائیبل کے متصادم ہوتی ہو۔ بہر حال سائنس دانوں نے اس اعلان سے اتفاق نہیں کیا اور کہا

کہ زمین کے مختلف تغیرات، پہاڑوں کی تعمیر اور سمندروں کی تخلیق پر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سال صرف ہوئے ہیں۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں اسکاٹ لینڈ کے ایک جیالوجسٹ ''جیمز ہٹن'(JAMES HUTTON) نے ایک کتاب THEORY OF THE EARTH میں زمین کی عمر کئی ملین سال بتائی۔ چٹانوں کی ہیئت، زمین کے قشر، سمندر میں مقدار نمک اور یورینیم سے ماہرین نے اندازہ لگایا کہ زمین کی عمر کم از کم ساڑھے تین ارب سال ہے۔

''سر جیمز جینز'' کے مطابق شروع میں زمین کا درجہ حرارت وہی تھا جو سورج کا ہے پھر رفتہ رفتہ زمین ٹھنڈی ہونے لگی اور اب تک ہو رہی ہے، جب یہ گرم تھی تو پھیلی ہوئی تھی اور اس کا حجم زیادہ تھا، ٹھنڈی ہو جانے کے بعد یہ سکڑنے لگی اور سکڑتی چلی جا رہی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا(ط) سورۃ رعد...41

ترجمہ: کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اطراف (باہر) سے سکیڑتے ہوئے لا رہے ہیں۔

قرآن مجید میں زمین کی تخلیق اور اس پر انسانی زندگی کی ابتداء کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی ان حقائق سے انسانیت کو آگاہ کر دیا تھا۔ آج کی سائنس نے بھی قرآن مجید کی سچائی کو ثابت کیا ہے کہ یہ ایک آسمانی مقدس کتاب ہے اور اس کی ہر بات قدرتی اور خدائی ہے۔

انسانی زندگی سے متعلق مختلف ممالک کے نظریات الگ الگ ہیں جو محض طفلانہ خیالات ہی لگتے ہیں۔ کیلیفورنیا امریکہ کے ہندیانِ احمر (RED INDIANS) کہتے ہیں کہ وہ بھیڑیوں کی اولادیں ہیں اور ان کے آباؤ اجداد چوپائے تھے جو آہستہ آہستہ انسان کی خصوصیات حاصل کرتے گئے اور بالآخر انسان بن گئے۔ امریکہ کے قدیم باشندوں کے بعض دوسرے قبیلے اپنا اپنا موروثِ اعلیٰ دوسرے جانوروں مثال کے طور پر مچھلیوں، پرندوں اور چوپاؤں کو ظاہر کرتے ہیں اور انہی کے نام سے موسوم ہیں۔

تاتار کے ترکوں اور منگولوں کے بعض خاندانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ چوپاؤں کی اولاد ہیں۔ افریقہ کے قبائل اپنے آپ کو لکڑ بگڑ، نیو گنی کے لوگ مچھلی، سفید طوطے اور دوسرے جانوروں سے ظاہر کرتے ہیں۔ ملایا کے بعض قدیم باشندے لنگور قسم کے جانور کی اولاد بتاتے ہیں۔ اسی طرح ہند اور دیگر ممالک کے قبائل اپنے آباؤ اجداد کے متعلق عجیب و غریب روایات بیان کرتے ہیں۔

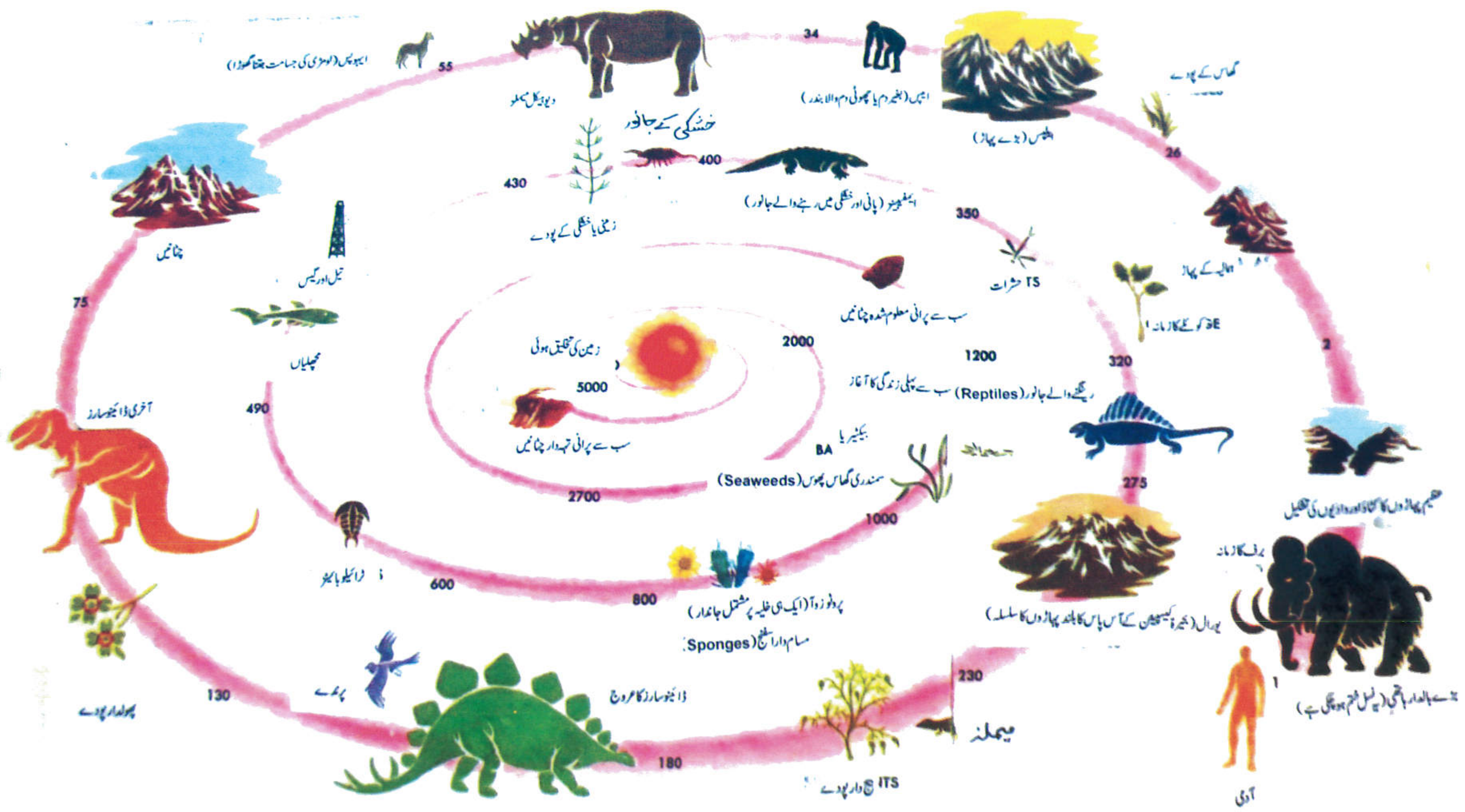
ڈارون کی تھیوری یہ ہے کہ انسان بندر سے ترقی کر کے بنا ہے چنانچہ یہ تھیوری مقبول ترین سائنسی تھیوری ہے جبکہ مذہب اس کی مخالفت کرتا ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے نقطہ نظر سے انسان کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور ان کی نسل میں سے ایک شخص حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر ایک عالمگیر طوفان آیا جس نے تمام منکرین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور بقول بعضے چالیس اور بقول بعضے نوے ایمانداروں کو ایک کشتی میں بٹھا کر طوفان سے پار کیا گیا۔

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر اس طرح ہے'' کہ اللہ پاک کے حکم سے سنی ہوئی مٹی لے کر پہلے آدم کا پتلا بنایا گیا، پھر اس پتلے کے اندر روح پھونکی گئی اور فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کے آگے سجدہ ریز ہوں۔'' یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ آدم کو اپنی شان معلوم ہو جائے اور وہ یہ بات جان لیں کہ اللہ نے انھیں اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے اور اپنا خلیفہ یعنی نائب بنایا ہے۔ آدمؑ کا لقب ''ابوالبشر'' ہے جس کا

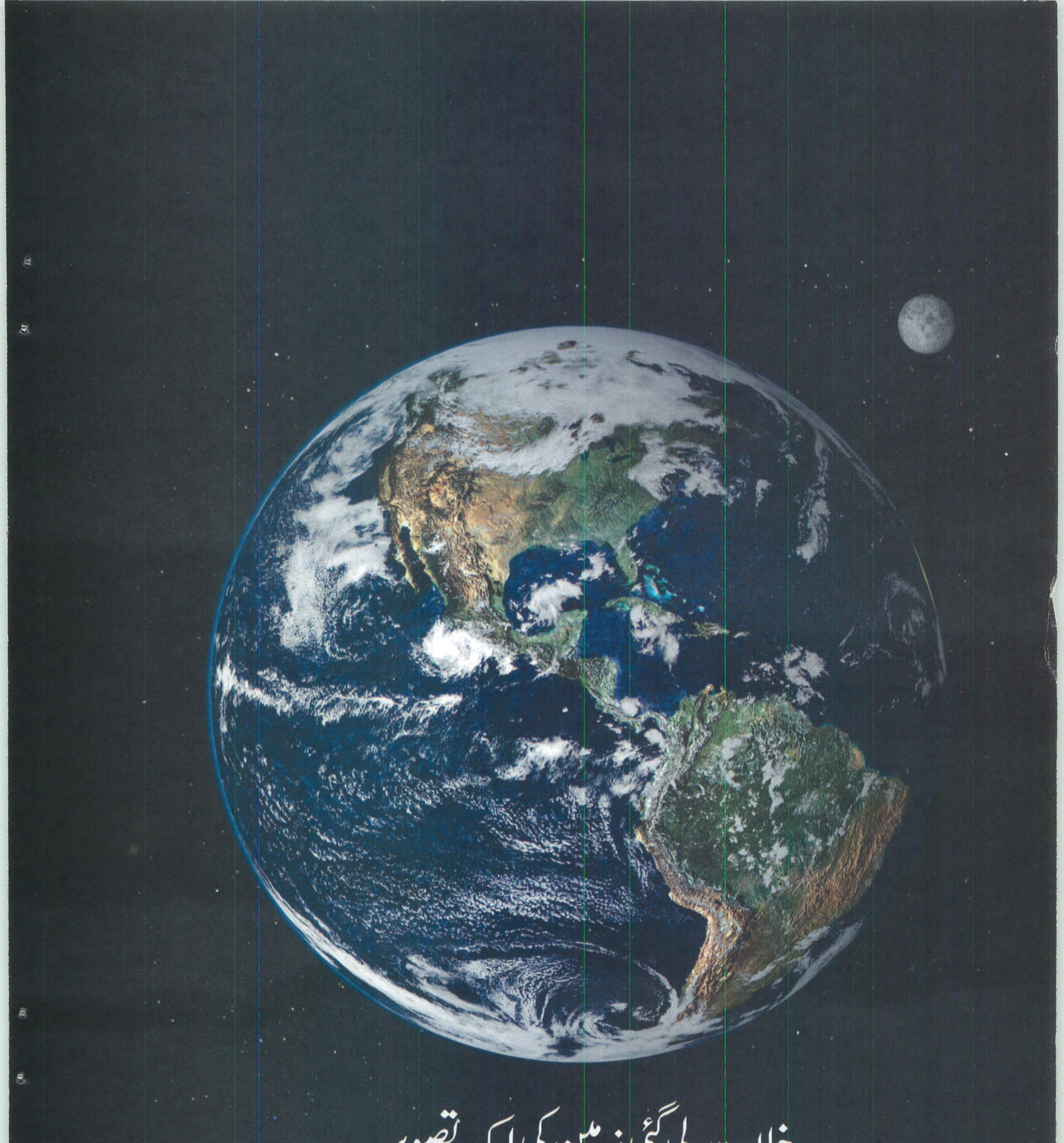
مطلب ہے انسانوں کا باپ۔ آدمؑ 930 سال زندہ رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام آپ کی وفات کے 1050 سال بعد پیدا ہوئے۔

## چکرزمانہ (Spiral of Time)

زمین کی تاریخ نظام شمسی کی تخلیق کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور یہ نظام شمسی زمانے کے چکر کے مرکز میں واقع ہوا ہے۔ یہاں جو اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں وہ دراصل لاکھوں برس قبل رونما ہونے والے واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ جغرافیائی اعداد وشمار صرف دو ارب سال پہلے ہونے والے واقعات کو ہی محیط ہیں۔ اگر انسانی زندگی کے چھ ہزار سال کو زمانے کے چکر کے ایک حصہ (Segment) پر ایک انچ کے برابر ظاہر کیا جائے تو چکردار زمانہ (Spiral of Time) کی سکیل پر کل لمبائی پندرہ میل ہوگی۔




(Spiral of Time) چکرزمانہ



خلا سے لی گئی زمین کی ایک تصویر

# زمین اور انسان کی تخلیق پر سائنسی تجزیہ

زمانہ قدیم سے لے کر 500ء تک دنیا کے مختلف حصوں اور علاقوں میں بہت سی تہذیبوں نے ترقی کی منازل طے کر لی تھیں۔اس میں سے کچھ تہذیبیں اپنی تھوڑی عمر میں ہی زوال پذیر ہوگئیں تھیں اور ان میں سے کچھ تہذیبوں کے اندر کئی صدیوں تک کوئی تغیر و بدل نہیں ہوا تھا۔زمانہ قدیم کی ان تہذیبوں نے اپنے وجود کے مختلف اقسام کے ٹھوس نشانات ، علامات اور کھنڈرات کی باقیات کو چھوڑا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ ان تہذیبوں کی روزمرہ زندگی کی ایک مکمل تصویر کشی کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

ماہر فلکیات سر جیمز جینز (Sir James Jeans) نے اپنی کتاب ''The Universe Around Us'' میں مندرجہ ذیل اہم معلومات رقم کیں ہیں!

| | | |
|---|---|---|
| 1۔ | زمین کی عمر | تقریباً 3,000,000,000 سال (تین ارب سال) |
| 2۔ | زمین میں زندگی کی عمر | تقریباً 300,000,000 سال (تین کروڑ سال) |
| 3۔ | زمین پر انسان کی عمر | تقریباً 300,000 سال (تین لاکھ سال) |
| 4۔ | علم فلکیات کی عمر | تقریباً 3,000 (تین ہزار سال) |
| 5۔ | دور بینی علم فلکیات کی عمر | تقریباً 300 (تین سو سال) |

ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم تہذیبوں کے مقامات کو کھود کر ان میں سے برآمد شدہ اشیاء پر سائنسی تحقیقات کیں اور تاریخی نتائج مرتب کئے۔کھدائی کے دوران ملنے والی اشیاء میں اوزار، ہتھیار، ریڑھیاں، کپڑے، زیورات، عمارات کی بنیادیں اور مٹی سے بنائے گئے برتن وغیرہ شامل ہیں۔جیسا کہ ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم ایرانی بادشاہ کے استعمال میں رہنے والا ایک سونے کا بنا ہوا پیالہ (Cup) دریافت کیا ہے جو 400 قبل مسیح کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ماہرین آثار قدیمہ نے ملک ڈنمارک میں کھدائی کے دوران ایک انسانی جسم جو پتھر کی شکل (Fossil) اختیار کر چکا تھا، دریافت کیا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ انسانی جسم ایک عورت کا ہے جو 95ء کے زمانہ سے تعلق رکھتی تھی۔قدیم انسان کے دانت اور ہڈیوں سے اس زمانہ کے حالات و واقعات کے بارے میں اہم معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں اور اسی طرح لکڑی کی قدامت کا اندازہ اس کے اندر موجود گول دائروں (Tree rings) کی تعداد کے ذریعے ہوسکتا ہے جسے Dendrochronology کہا جاتا ہے۔

1800ء میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم زمانہ کے لوگوں کے زیر استعمال رہنے والے اوزاروں اور ہتھیاروں کو مدنظر رکھتے ہوئے زمانہ قدیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1۔پتھر کا زمانہ (Stone Age)    2۔کانسی کا زمانہ (Bronze Age)    3۔لوہے کا زمانہ (Iron Age)

## پتھر کا زمانہ(Stone Age)

پتھر کا زمانہ وہ ہے جب انسان نے اپنے استعمال کی اشیاء یعنی اوزار اور ہتھیار پتھر سے بنانے شروع کیے اس دنیا میں سب سے پہلے انسان نے کوئی دو لاکھ پچاس ہزار سال پہلے افریقہ میں پتھر سے ہتھیار اور اوزار بنانے سیکھ لیے تھے، پتھر کا زمانہ 3300 قبل مسیح میں اختتام کو پہنچا اور پھر کانسی کا زمانہ مشرق میں شروع ہوا۔

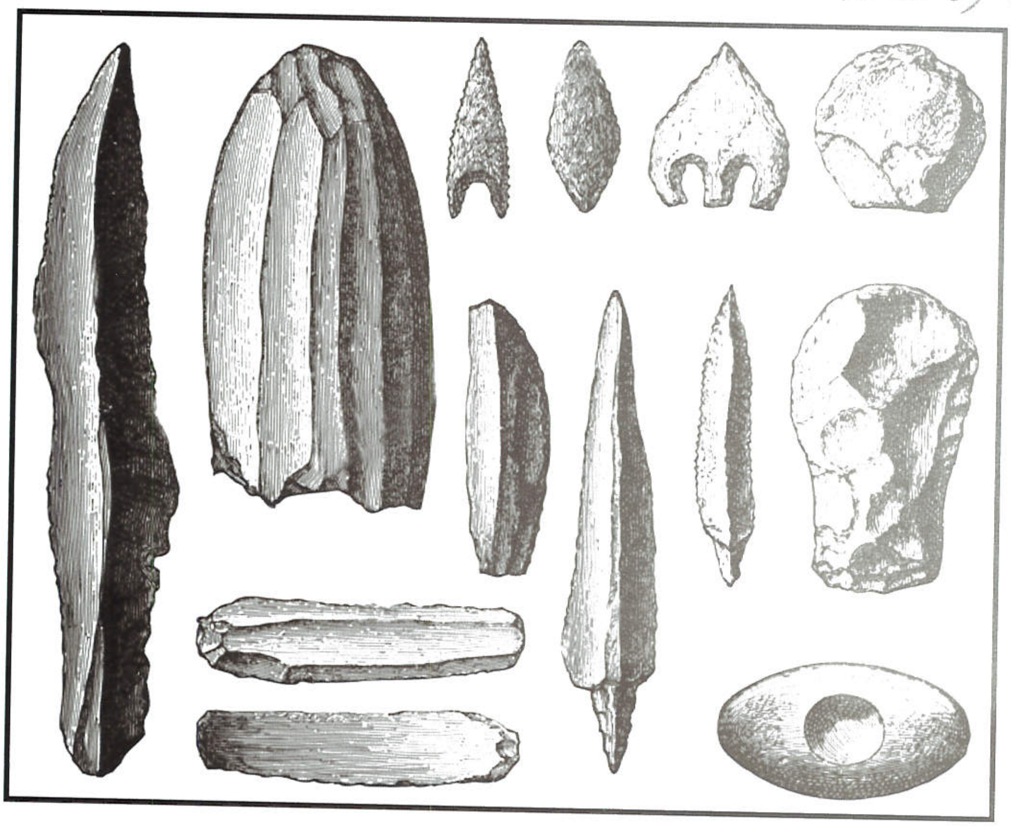
## کانسی کا زمانہ(Bronze Age)

اس زمانے میں انسان نے تانبہ اور ٹن دھاتوں کو ملا کر کانسی (Bronze) کی دھات بنائی جس سے انسان مزید ترقی کی طرف گامزن ہوا۔ کانسی کا استعمال سب سے پہلے ایران کے علاقے سوسا (Susa)، لورستان (Luristan) اور عراق کے علاقہ میسوپوٹیمیا میں کوئی چوتھی صدی قبل مسیح کے آخر میں شروع ہوا۔

## لوہے کا زمانہ(Iron Age)

لوہے کا زمانہ دراصل انسانی ترقی کا زمانہ ہے۔ لوہے کا استعمال بارھویں صدی قبل مسیح میں مشرق میں ہوا۔ یعنی اس کا استعمال قدیم ایران، قدیم ہند، قدیم یونان اور اناطولیا (Anatolia) میں 1380 قبل مسیح میں سب سے پہلے Hittites لوگوں نے کیا تھا۔ لوہے کی دریافت اور استعمال نے انسان کو نہایت ترقی یافتہ عہد سے ہمکنار کیا۔ حِتّیتی دراصل پہلے انڈو یورپین آرین ہیں۔

پتھر کا زمانہ





کانسی کا زمانہ


لوہے کا زمانہ

# کرہ ارض پر انسان کی آبادکاری اور قدیم تہذیبوں کا ارتقاء

ماہرین حیاتیات نے کرہ ارض پر انسان کے ارتقاء سے متعلق جو تحقیقات کر لی ہیں ان کے مطابق انسانی باقیات (Fossils) کے ریکارڈ کی روشنی میں انتہائی ابتدائی شکل کے انسان اور ترقی یافتہ انسان کے درمیان کئی خلا اور حل طلب مسائل موجود ہیں۔ دریافت کردہ انسانی ڈھانچوں اور ملنے والی ہڈیوں پر جو تحقیق ہوئی ہے اس کے تحت کہا جاتا ہے کہ افریقہ کے ممالک کینیا اور یوگنڈا میں بوزنہ نما انسان کوئی اٹھارہ یا بیس لاکھ سال پہلے موجود تھا۔ کینیا کے مقام قلعہ ترنن (Fort Ternin) سے جو ڈھانچہ، دانت اور جبڑے کی ہڈیاں ملی ہیں یہ چودہ لاکھ سال قدیم ہیں۔ اس ابتدائی شکل کے انسان کو ماہرین نے رامپتھیکس وکیری (Rampithecus Wickeri) کا نام دیا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اوزاروں کا استعمال نہیں جانتا تھا اور نہ ہی وہ گوشت خور تھا۔

کینیا سے ہی اسی طرح کی ایک اور دریافت ہوئی ہے جو پانچ لاکھ سال پرانی ہے اور جس کو آسٹرالوپتھیکس (Australopithecus) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی دو لاکھ سال پرانا ڈھانچہ دریافت ہوا ہے جو ہوموہیبلس (Homo-Habilis) کہلاتا ہے۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس کا دماغ دیگر سے نسبتاً بڑا تھا اور اس کے رخساروں کے اندر دانت بھی تھے۔ پھر آسٹرالوپتھیکس (Australopithecus) سے ملتا جلتا ڈیڑھ لاکھ سال پرانا ڈھانچہ جو نسبتاً بھاری جسم رکھتا تھا دریافت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نسل پھر غائب ہوگئی اور اس کی جگہ ایک اور نسل گریسائل آسٹرالوپ تھکس (Gracile Austrolopthiks) نے لے لی اس کا قد چھوٹا تقریباً چار و ساڑھے چار فٹ کے قریب تھا اور وزن پچاس سے اسی پونڈ تک تھا۔ کوئی ایک لاکھ سال پہلے سیدھے کھڑے ہو کر چلنے والوں کا دور آیا، جنھیں ہوموار یکٹس (Homo-erectus) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ نسل اپنے اردگرد کے ماحول اور حالات میں رس بس گئی اور تیزی سے مشرقی ایشیا تک آباد ہوئی۔

قدیم ترین مکمل انسانی ڈھانچہ جسے لوسی (Lucy) کا نام دیا گیا ہے جو ایتھوپیا کے ایک مقام ہیڈر (Hadar) سے دریافت ہوا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کوئی تین لاکھ سال پرانا ہے۔ مگر ماہرین کے مطابق مکمل حقیقی انسان ہوموسیپین (Homo-Sapiens) یا عقل مند آدمی کوئی دو لاکھ سال پہلے ترقی یافتہ شکل میں آ گیا تھا۔ یہ ترقی یافتہ انسان آخری برف کے زمانہ (Ice Age) یعنی کوئی تیس ہزار سال پہلے اس کرہ ارض پر پھیل گیا تھا اور آٹھ ہزار سال قبل مسیح میں شکار کرنے والے انسانوں کے چند گروہ مشرق میں اپنی مستقل رہائش اختیار کر چکے تھے۔

برف کے زمانہ میں ابتدائی آبادکاروں کو اپنی زندگیاں بہتر گزارنے کے لیے سرد ترین علاقوں سے گرم علاقوں کی طرف مجبوراً نقل مکانی کرنا پڑی تھی یوں دور دراز سے بڑے پیمانے پر نقل مکانی اور آبادکاری کے سلسلوں کی ابتداء ہوئی۔ برف کے زمانہ کے دوران سمندر کا پانی نہ صرف زیادہ سے زیادہ برف کی شکل اختیار کر گیا بلکہ پانی کی سطح بھی کافی حد تک کم رہ گئی جس کے نتیجہ میں جنوبی ایشیاء اور آسٹریلیا کے درمیان سمندری سطح انتہائی کم رہ گئی تو لوگ 53 ہزار سال قبل بحری سفر کے ذریعے ایشیاء سے آسٹریلیا میں نقل مکانی کر گئے۔ اسی طرح ایشیاء اور امریکہ کے درمیان بھی خشکی کا ایک بڑا حصہ نمودار ہوا اور 35 ہزار سے 50 ہزار سال قبل ایشیاء کے کچھ آبادکار امریکہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

جب کرہ ارض کا درجہ حرارت بڑھا تو برف پگھلنا شروع ہوگئی جس سے بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سمندروں کے پانی میں نہ

صرف طغیانی برپا ہوگئی بلکہ سطح سمندر بھی بلند ہوگئی تھی۔ امریکہ اور آسٹریلیا کے علاقے سمندروں کے وسیع تر ہو جانے سے بہت دور ہو گئے۔

برف کا زمانہ جب اپنے اختتام کو پہنچا تو ایسے جانور اور پودے جو صرف سرد ماحول ہی میں زندہ رہ سکتے تھے اب وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور جن لوگوں کی غذا کا انحصار ان پودوں اور جانوروں پر تھا انھوں نے اپنی زندگی میں غذا کے حصول کے طریقوں کو بدل لیا تھا اور دیگر ذرائع اپنا لیے تھے۔

ابتدائی انسانی تہذیبیں صرف چھوٹے چھوٹے گروہوں کی آبادیاں ہوا کرتی تھیں جو ہمسایہ آبادیوں سے الگ تھلگ اور محدود قسم کی تھیں۔ ہر گروہ یا آبادی کے درمیان قدرتی ماحول زیادہ تر اہم یا حاوی ہوتا تھا۔ موت اور زندگی کے معاملات نے انسان کو مذہب کی طرف مائل کر دیا، پھر انسانی معاشرہ میں نظم وضبط اور مہارت میں اضافہ ہوتا گیا۔ کرہ ارض کے ابتدائی انسانوں میں نظم وضبط کی بنیاد زیادہ تر قوم، قبیلہ اور ذات برادری پر ہوا کرتی تھی۔

قدیم تہذیبیں جغرافیائی طور پر محدود علاقہ جات تک قائم ہوئیں تھیں۔ ان تہذیبوں نے بعد ازاں دنیا پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان میں سومر تہذیب، بابل تہذیب، اسیرین تہذیب، کلدین تہذیب، قدیم مصری تہذیب، چینی تہذیب، موہنجوڈرو اور ہڑپہ کی تہذیب شامل ہیں۔

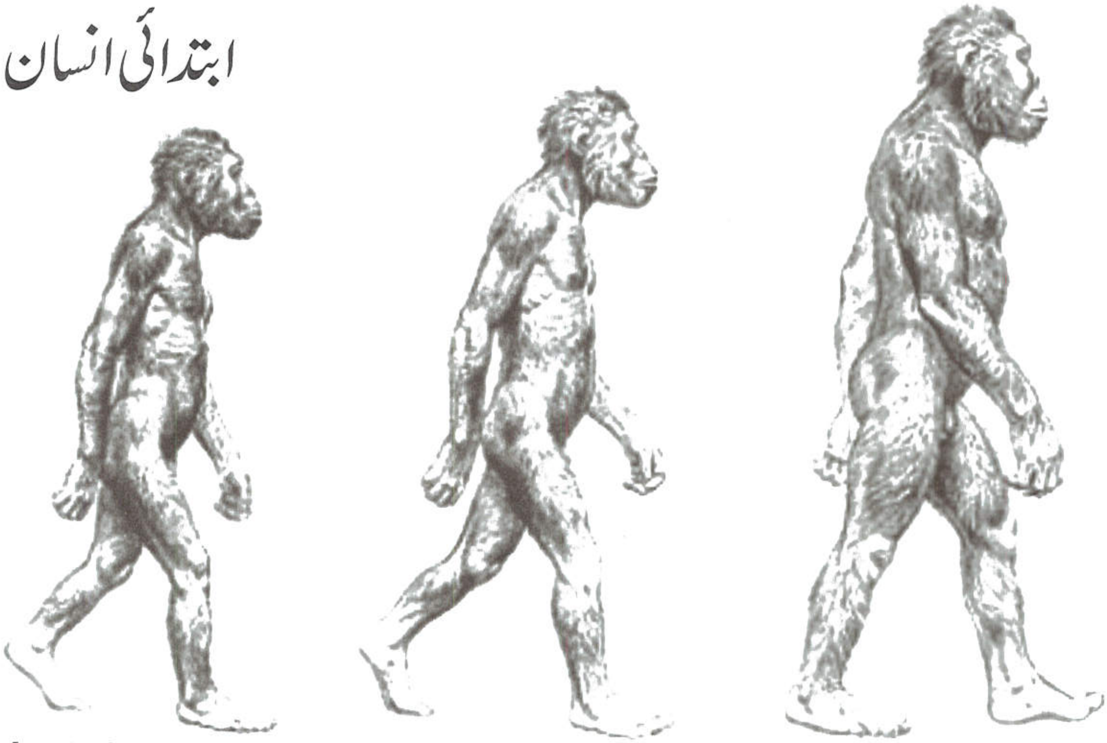
یہ تہذیبیں زیادہ تر دریاؤں کے کنارے پر اور نزدیک کی وادیوں پر آباد کی گئی تھیں۔ مصر میں دریائے نیل کی وادی سمیت خلیج فارس تک ایک زرخیز علاقہ ہے جو ایک محراب، قوس یا ایک کمان کی طرح ہے اور تاریخ میں اس علاقہ کو فرٹائل کریسن (The fertile Cresent) کہا گیا ہے۔ دراصل یہ علاقہ قدیم ترین تہذیبوں کا گہوارہ رہ چکا ہے۔ یہ اپنی زرخیزی کی وجہ سے انسانوں کے لیے ایک مستقل رہائش رکھنے کے لیے ایک مثالی جگہ تھی۔ یہاں گندم اور جو کے علاوہ اردگرد کے جنگلات میں بھیڑ اور بکریاں تک موجود تھیں۔ اس علاقہ میں انسانوں کا ایک ایسا گروہ بس گیا تھا جو اب ضرورت سے زیادہ فصلیں پیدا کر سکتا تھا۔ ان لوگوں میں سے کچھ نے زراعت کو اپنا پیشہ بنایا اور کچھ نے دستکاری اور تجارت کو اپنا لیا تھا۔ انھوں نے لکھنے اور پڑھنے کا نظام بھی ایجاد کر لیا تھا۔ یوں آبادی بڑھتی گئی گاؤں، قصبے اور شہر آباد ہوتے گئے۔ یہ شہر کئی بار تباہ و برباد ہوئے، اجڑے اور کھنڈرات میں تبدیل ہوئے مگر پھر ان کھنڈرات پر نئے شہر آباد ہوتے رہے۔ 5000 سے 10000 قبل مسیح میں جو انسانوں کا گروہ آباد ہوا تھا اس نے اس جگہ کی زرخیز اور نرم مٹی کو اوزاروں سے کھود کھود کر اپنے لئے فصلیں اگانا شروع کر دیں تھیں۔ بیجائی اور کٹائی کے لئے باقاعدہ اوزار بنا لئے تھے جن میں لکڑی کی بنی ہوئی درانتی شامل تھی۔ جنگلی بھیڑیوں کو سدھا کر پالتو بنائے گئے کتے (Dogs) جو وہ اپنے شکار اور ریوڑوں کو قابو کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح گائے، بھیڑ، بکری اور دیگر جانوروں کو بھی پالتو (Domesticated) بنا لیا گیا تھا۔

ماہرین آثار قدیمہ نے دریائے اردن کے کنارے ایک قدیم مقام 'اُرُ' میں اریحا (Jericho) کی کھدائی کے دوران اس زمانے کی تہذیب کو دریافت کیا ہے جو زراعت میں کافی ترقی کر چکی تھی۔ پہلے آبادکار اس جگہ پر 8000 سے 9000 قبل مسیح آئے جو بڑے منظم تھے۔ وہ اپنے شہروں کے اردگرد پتھر کی دیوار بناتے تھے۔ ایک اور شہر کیٹل ہویوک (Çatalhöyük) جو اس علاقہ کے شمال میں تھا اور آج کل کے ملک ترکی میں ہے یہ جگہ 7000 قبل مسیح میں آباد تھی، جس کی آبادی 6000 افراد پر مشتمل تھی۔ ان کے مکانات اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔ شہر میں گلیاں نہ تھیں بلکہ لوگ مکانات کی چھتوں میں موجود سوراخوں کے ذریعے ان میں داخل ہوتے اور باہر نکلتے تھے، ان میں زیورات کا استعمال بھی تھا۔

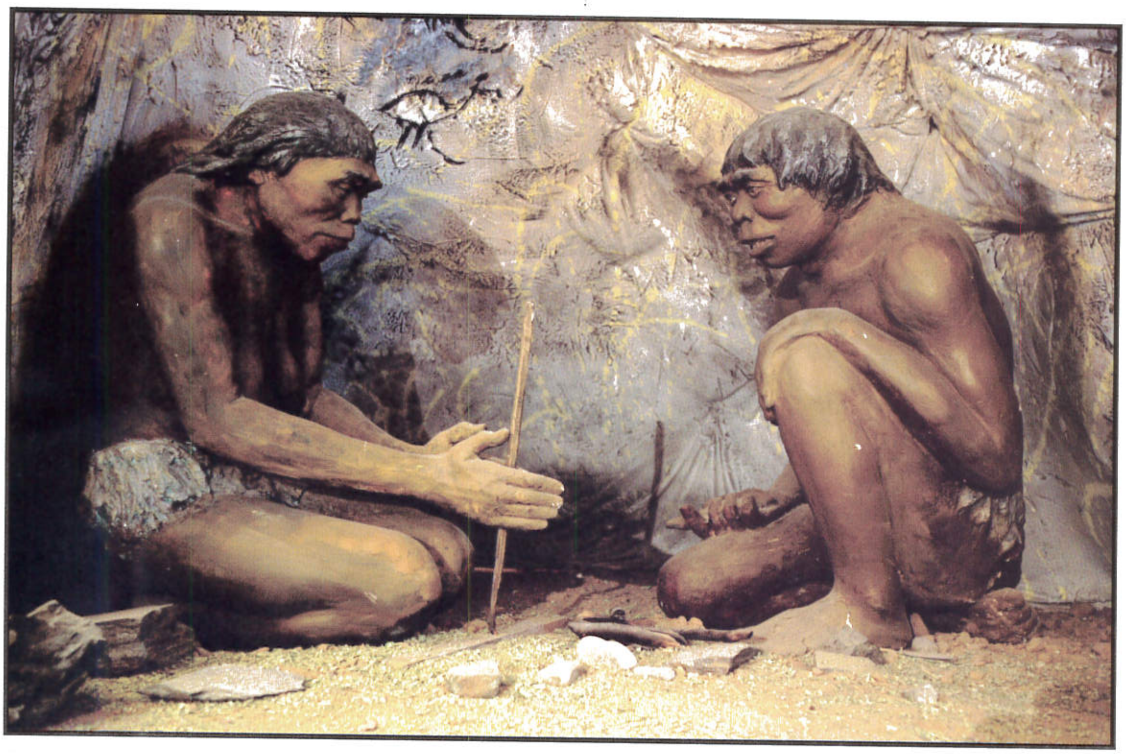
## سومر تہذیب (2000 قبل مسیح سے 5000 قبل مسیح)

سومر زوادی فرات میں آئے۔ یہ سامی النسل زبان نہیں بولتے تھے۔ ان کی وجہ سے پورے علاقے کا نام سومر پڑا۔ یہ تہذیب میسوپوٹیمیا

# ابتدائی انسان



Australopitheous Afarensis | Australopithecus fricanus | Australopithecus robustus



غار میں رہنے والا انسان


سومرین تہذیب


زمانہ 400 قبل مسیح ایران سے دریافت ہونے والا سونے کا پیالہ




یونان کے ٹولمی (Ptolemy) نے دوسری صدی قبل مسیح میں اس نقشہ کو بنایا۔ اس نقشہ کو سولہویں صدی عیسوی تک درست تسلیم کیا جاتا رہا۔ یہ نقشہ لکڑی کی تراش کر افریقہ، یورپ اور ایشیاء کے براعظم دکھائے گئے ہیں۔ جس کو 1484ء میں شائع کیا گیا تھا۔

(Mesopotamia) کے علاقہ میں آباد تھی۔میسو پوٹیمیا سے مراد دو دریاؤں کے درمیانی علاقہ ہے۔ یہ وہ زرخیز علاقہ تھا جو دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان تھا اور یہ علاقہ اب عراق میں واقع ہے۔55,000 سال قبل میں وہ لوگ یہاں آباد ہوئے جنھیں ہم سومرین (Sumerians) کہتے ہیں۔آباشی کے نظام کو بڑی ترقی دی گئی تھی۔ پانی کی آمد ورفت کے لئے نالیاں کھودی گئیں تا کہ اچھی فصلیں اگائی جا سکیں۔زراعت کی ترقی سے گاؤں کی آبادی میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور 3500 قبل مسیح میں کچھ گاؤں نے شہروں کی صورت اختیار کر لی تھی جن میں 'ار' (Ur)، اردو (Eridu)، لگاش (Lagash)، کش (Kish)، اور بابل (Babylon) شامل تھے۔ یہ شہر میسو پوٹیمیا (Mesopotamia) کے جنوبی حصہ میں واقع تھے۔ یہ حصہ کسی زمانہ میں سومر کہلاتا تھا۔ ہر شہر کا اپنا حکمران تھا اور شہر کی ساری زمینوں پر اس کا کنٹرول ہوتا تھا۔اس وسیع علاقہ کی وجہ سے ہر شہر ایک شہری ریاست (City State) کہلاتا تھا۔بعض اوقات ان شہروں کے حکمران آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور حریف بن جاتے تھے اور جنگ تک نوبت چلی جاتی تھی۔

کش (Kish) کے بادشاہ سرگون (Sargon) نے 2360 قبل مسیح میں سومر کے شمال میں اکاد (Akkad) کے شہروں کو متحد کر دیا اور پھر اس نے تمام سومرین ریاستوں کو اپنے زیر قبضہ لے کر پورے علاقہ کی پہلی میسو پوٹیمیا بادشاہت (The First Mesopotamia Empire) کی بنیاد رکھی۔تاہم 2100 قبل مسیح میں یہ 'ار' (Ur) ریاست میسو پوٹیمیا میں سب سے اہم ریاست اور شہر تھی۔

ہر شہر میں ایک شاہی محل اور اعلیٰ سرکاری عمارات ہوا کرتی تھیں جن کے درمیان ایک بڑا ٹیلا (Mound or Zigguat) ہوتا تھا جس کی چوٹی پر گرجا، مندر، شوالہ یا معبد (Temple) ہوتا تھا جس کے اندر اس دیوتا یا خدا کو رکھا جاتا تھا جو اس شہر کی حفاظت کرتا تھا۔پیشوائے دین (مرد و عورت) ان گرجاؤں یا مندروں میں اپنی خدمات سرانجام دیتے تھے اور اس کی جائداد کا سرکاری طور پر حساب مرتب کیا جاتا تھا۔شہر میں زمین اور مال مویشی وغیرہ گرجا یا مندر کی ملکیت ہوا کرتی تھیں۔3100 قبل مسیح میں ایسے ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر ان لوگوں کو لکھنے کی طرف مائل ہونا پڑا اور مٹی سے تیار کردہ تختیوں (Cuneiform Tablets) کی اختراع ہوئی۔ماہرین کو کھدائی کے دوران ملنے والی تختیوں میں وہ تختی بھی ملی جس پر مشہور زمانہ نظم رزمیہ گلگامیش (The Epic of Gilgamesh) رقم ہے جو کہ ایک بڑے طوفان سے متعلق کہانی ہے۔ یہ کہانی طوفان نوح علیہ السلام سے کافی مماثلت رکھتی ہے۔گلگامیش (Gilgamesh) ایک سمرین بادشاہ تھا جو 2600 قبل مسیح میں ہو گزرا ہے۔

سومرین (Sumrians) نے لکڑی کا پہیہ (Wooden Wheel) ایجاد کر لیا تھا۔ غالبًا اسے ظروف گری (Potery) میں استعمال کیا جاتا تھا البتہ 3000 قبل مسیح میں انھوں نے سخت لکڑی کے پہیوں سے ہتھ گاڑی تیار کر لی تھی۔اس دوران مصر، شام اور ہند تک تجارت بڑھی اور پھیلی۔انھوں نے پیائش واوزان کے پیمانے بنائے اور زراعت وآبپاشی کا نظام بھی معرض وجود میں آیا۔

## بابل کی تہذیب (1155 قبل مسیح تا 2000 قبل مسیح)

'ار' (Ur) ریاست 2000 قبل مسیح میں میسو پوٹیمیا کے علاقے میں اپنی امارت، طاقت اور اہمیت کے لحاظ سے انتہائی بلندیوں پر تھی۔اس ریاست کا بادشاہ ''اورنامو'' (Ur-Nammu) تھا۔اس ریاست میں شہر اروک (Uruk) بھی شامل تھا۔بابل کا عروج 1800 قبل مسیح میں اس وقت شروع ہوا جب 'ار' (Ur) والوں اور وادی سندھ کی تہذیب کے درمیان تجارت بالکل ختم ہوگئی چونکہ یہ تہذیب کسی خاص سبب صفحہ ہستی سے

مٹ چکی تھی اور اُر (Ur) والوں کی امارت اور اہمیت زوال پذیری کی طرف گامزان ہو گئی تھی۔ بادشاہ سوموآبوم (Sumuabum) نے 1881 قبل مسیح تا 1894 قبل مسیح میں بابل کی آزادی کا اعلان کر دیا تھا اور یہ بادشاہت اس کی نسل میں تین سو سال تک جاری رہی۔

بابل کے چھٹے بادشاہ حمورابی (Hammurabi the Great) نے (1792 قبل مسیح میں بادشاہ بنا اور وہ ایک باصلاحیت اور قابل راہنما تھا) اپنی مضبوط فوج کے ذریعے بابل کے تمام علاقوں کو اپنے زیر قابو کر لیا تھا اور سومر، اکاد، ایسن ایلم، لارسا اور دریائے فرات کے کنارے پر موجود بادشاہت ماری کو بھی اپنی بابل کی باشاہی میں شامل کر لیا تھا۔ حمورابی نے بابل کو خوب ترقی دی اور اسے امن اور خوشحالی کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ اس نے فارس والوں کے ساتھ تجارت کو فروغ دیا۔ اس زمانے میں پیشوائے دین کی طاقت زوال پذیر ہو گئی تھی۔

حمورابی دوسرے حکمرانوں کی طرح اپنے آپ کو خدا یا دیوتا نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے لوگوں کو نئے قوانین دیئے جو کہ تعداد میں 282 تھے۔ حمورابی نے 1750 قبل مسیح میں انتقال کیا۔ اس کے بعد کمزور حکمران آئے جس سے ان کی بادشاہت 1595 قبل مسیح میں اس وقت زوال پذیر ہو گئی تھی جب ختیتی کے بادشاہ (The Hittite King) مرسیلس (Mursilis) نے حملہ کیا تھا۔ اس حملے کے بعد کاسیان (Kassite) نے 1155 قبل مسیح تک بابل کی شہری ریاست پر حکمرانی کی۔

## ختیتی بادشاہت (2000 قبل مسیح تا 1200 قبل مسیح)

ایشائے کوچک (Asia Minor) کے علاقہ اناطولیا (Anatolia) میں یہ لوگ 2000 قبل مسیح کے شروع میں شمال مشرق کی طرف سے نمودار ہوئے اور 1750 قبل مسیح میں اس علاقے کے تمام بڑے شہروں پر قابض ہو گئے۔ یہ لوگ کئی قبائل پر مشتمل تھے جو چھ قسم کی زبانیں بولتے تھے۔ ان زبانوں میں نیشتی (Neshites) سب سے اہم زبان تھی کیونکہ ان کی تاریخ تختیوں پر اسی زبان میں رقم ہے۔ یہ لوگ انڈو یورپین زبان بولنے والے قبائل میں شمار کیے جاتے ہیں جو بحر اوقیانوس (Atantic Sea) سے ہند (India) تک پھیل گئے تھے اور یہ سب ایک ہی زبان بولتے تھے۔ یہ لوہے کا استعمال جانتے تھے، گھوڑے اور جنگی رتھ کے ساتھ ساتھ لوہے کے جنگی ہتھیار بھی رکھتے تھے۔

ان لوگوں نے 1600 قبل مسیح میں حتوشش (Hattushash) کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ انھوں نے 1200 قبل مسیح میں بابل میسوپوٹیمیا اور شمالی شام کو فتح کر لیا تھا۔ پھر ان لوگوں نے مصر کو فتح کرنے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ ان کو جنوبی یورپ کے علاقہ تھریس (Thrace) سے آنے والوں نے شکست دے دی تھی۔ بعد ازاں یہ لوگ 1400 قبل مسیح میں عروج پر تھے۔

## اسیرین تہذیب (2000 قبل مسیح)

یہ آرمیک (Aramaik) زبان بولنے والے لوگ تھے جو آخر کار شمالی میسوپوٹیمیا پر غالب آ گئے تھے۔ 2000 قبل مسیح میں یہ لوگ دریائے دجلہ کی وادی میں آباد ہو چکے تھے اور انھوں نے شہر اشر (Ashur) کو اپنا دارالریاست بنا لیا تھا۔ یہ شہر 1800 قبل مسیح میں میسوپوٹیمیا کی سلطنت کا ایک حصہ بنا لیا گیا تھا لیکن جلد ہی اس نے اپنی آزادی بحال کر لی تھی۔ دریائے دجلہ کے کنارے ایک بڑا شہر نینواہ (Nineveh) کو تقریباً 1300 قبل مسیح میں اسیرین ریاست کا حصہ بنا لیا گیا تھا اور ریاست کا یہ پھیلاؤ بادشاہ ادادنیری اول (Adadnirari-I) کی زیر حکمرانی جاری رہا جس نے 1298 قبل مسیح تک حکومت کی تھی اور اس کے بعد آنے والے تمام بادشاہوں کا طرز حکمرانی آمرانہ ہونے کی وجہ سے ان کی سلطنت کے خلاف رعایا نے اکثر بغاوتیں شروع کر دیں۔ تقریباً 1100 قبل مسیح میں دوسرے آرمینیا کے لوگوں نے اسیریا پر تسلط قائم کر لیا تھا مگر


بابل کی تہذیب
حمورابی


حتیتی بادشاہت


اسیرین ریاست

ایک سو سال بعد 'اشر دان دوم' (Ashurdan-II) نے 'آرمینیا' والوں کو مار بھگایا اور اسریا کو مزید وسعت دیتے ہوئے 650 قبل مسیح میں خلیج فارس سے شام تک کا علاقہ قبضہ میں کر لیا تھا۔ جبکہ بابل اور مصر کے کافی علاقہ پر بھی اپنا تسلط قائم کر لیا تھا۔ اشر بنی پال (Ashurbanipal) اسیرین ریاست کا آخری بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے محل واقعہ نینوا (Nineveh) میں آرٹ گیلری اور ایک بہت بڑی لائبریری (Library) قائم کی تھی۔ اس کی وفات کے بعد یہ ریاست زوال پذیر ہونا شروع ہوگئی اور 609 قبل مسیح میں اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

## کلدانی اور ریاست بابل (626 قبل مسیح تا 539 قبل مسیح)

یہ لوگوں کا ایک ایسا قبیلہ تھا جو 1100 قبل مسیح بابل اور اسیریا میں علاقہ کی ذرخیزی اور امارت کی کشش کی وجہ سے ہجرت کر کے آئے اور پہلے 'ار' (Ur) کے اردگرد آباد ہوئے اور پھر ان میں سے بہت سے لوگ بابل میں بھی سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ان کی تعداد اور طاقت میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ انھوں نے بابل میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان کا پہلا بادشاہ نیبو چاڈ نیزار۔ دوم (Nebuchadnezzar-II) تھا جس نے 605 قبل مسیح تا 562 قبل مسیح تک حکومت کی۔ یہ ایک جنگجو بادشاہ تھا جس نے باقاعدہ فوجی مہمات بھر پا کیں اور ایک دفعہ مصر کے خلاف بھی فوج کشی کی۔ اس نے مادیوں (Medes) کی مدد سے شام، فونیقا، جودھا اور اسیریا کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا حصہ بنا لیا تھا۔ اس نے یروشلم کا بھی بہت سارا علاقہ قبضہ میں لے لیا اور شہر میں تباہی مچا دی تھی۔ اس نے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو بابل میں جلاوطن کر کے غلام بنا لیا تھا۔ البتہ نیبو چاڈ نیزار۔ دوم (Nebuchadnezzar-II) نے اپنی بادشاہت کے شہروں کو بڑی ترقی دی خصوصی طور پر بابل کو زیادہ محفوظ بنایا۔ اس نے نہ صرف ایک محل بنوایا بلکہ دیوتا ماردیوک (Marduk) کے لئے ایک گرجا بھی بنوایا اور شہر کے اردگرد ایک نئی دیوار کو تعمیر کروایا جس کے بڑے دروازہ کا نام دیوی اشتر (Ishtar) کے نام پر رکھا نیز اس نے بابل میں زمین سے بلندی پر لٹکتے ہوئے باغات بھی بنوائے۔ اس شہر بابل کے بارے میں یونانی مورخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے کافی تفصیل لکھی ہے۔

نیبو چاڈ نیزار۔ دوم (Nebuchadnezzar-II) کی موت کے بعد 562 قبل مسیح میں اس کا بیٹا ماردوک اول (Marduk-I) بادشاہ بنا جو تین سال بعد ہی قتل ہو گیا تھا۔ تین سال میں دو باشاہوں کے بعد بابل کی اس بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، اس کے بعد ایک شامی شہزادے نے 539 قبل مسیح تک بابل پر اپنا قبضہ رکھا مگر اس کے بعد بابل کو فارس کی بادشاہت میں شامل کر لیا گیا تھا۔

## قدیم مصری تہذیب (3130 قبل مسیح تا 3100 قبل مسیح)

وسط جولائی سے اکتوبر تک دریائے نیل کی طغیانی سے دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ مٹی کہ تہیں بن جاتی تھیں جس نے صحرہ کو ایک زرخیز زمین میں تبدیل کر دیا تھا جہاں فصلوں کو اُگایا جا سکتا تھا۔ اسی دریا کی طغیانی نے مصر کی قدیم تہذیب کو جنم دیا تھا۔ 3000 قبل مسیح میں دریائے نیل کے کنارے پر موجود آبادیوں نے دو الگ الگ ریاستوں میں ترقی کر لی تھی۔

1832 قبل مسیح میں فرعونوں کے اٹھارویں شاہی خاندان نے پورے مصر پر اپنی حکمرانی قائم کر لی تھی۔ ان میں سے رامیسس دوم (Rameses-II) بہت مشہور حکمران تھا۔ ان حکمرانوں نے مخروطی مینار (Pyramids) کی تعمیر کی جو آج بھی قائم ہیں نیز مردہ انسانوں کی ممی (Mammy) بھی تیار کیں جاتی تھیں۔

## مشرقِ بعید میں چینی تہذیب (دریائے زرد کی تہذیب)

6000 قبل مسیح کے قریب وادی ہانگہی (Haung He River) میں لوگ یہاں آباد ہوئے اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ہانگجو بے (Hangzhou Bay) کے علاقے میں لوگوں نے 5000 قبل مسیح میں چاول کی فصل اگانا شروع کردی تھی۔

6700 قبل مسیح کے قریب یہاں کے راہنماؤں نے ایک بڑے علاقے پر حکمرانی کا آغاز کیا۔ آخر کار مختلف شاہی خاندانوں نے اس ملک کو متحد کر لیا۔ ریشم کی تجارت نے چینیوں کو دوسرے لوگوں سے متعارف کروادیا خصوصاً جاپان اور کوریا کے لوگوں سے تجارت کی جاتی تھی۔ یوں 2700 قبل مسیح تک مندرجہ ذیل شاہی خاندانوں نے حکمرانی کی:

1۔ شانگ خاندان (The Shang Dynasty) 2100 قبل مسیح تا 1122 قبل مسیح

اس خاندان کے زمانہ میں کانسی کا استعمال بہت زیادہ تھا۔ بہت سے قصبے اور شہر تعمیر ہوئے۔ لوگ زیادہ تر زمینوں پر کام کرتے تھے۔ کسانوں کو فوج میں بھی بھرتی کیا جاتا تھا۔ غلام رکھنے کا رواج تھا اور ان کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا تھا۔

2۔ چاؤ خاندان (The Zhou Dynasty) 1122 قبل مسیح تا 221 قبل مسیح

ان کے دور میں زیادہ تر ترقی نہ ہوئی۔ زراعت و کانسی کا استعمال جاری رہا۔ بعدازاں لوہے کا استعمال بھی کیا گیا۔ ان کے دور میں شرفاء کافی امیر اور طاقتور ہوتے تھے۔

3۔ چن خاندان (The Qin Dynasty) 221 قبل مسیح تا 206 قبل مسیح

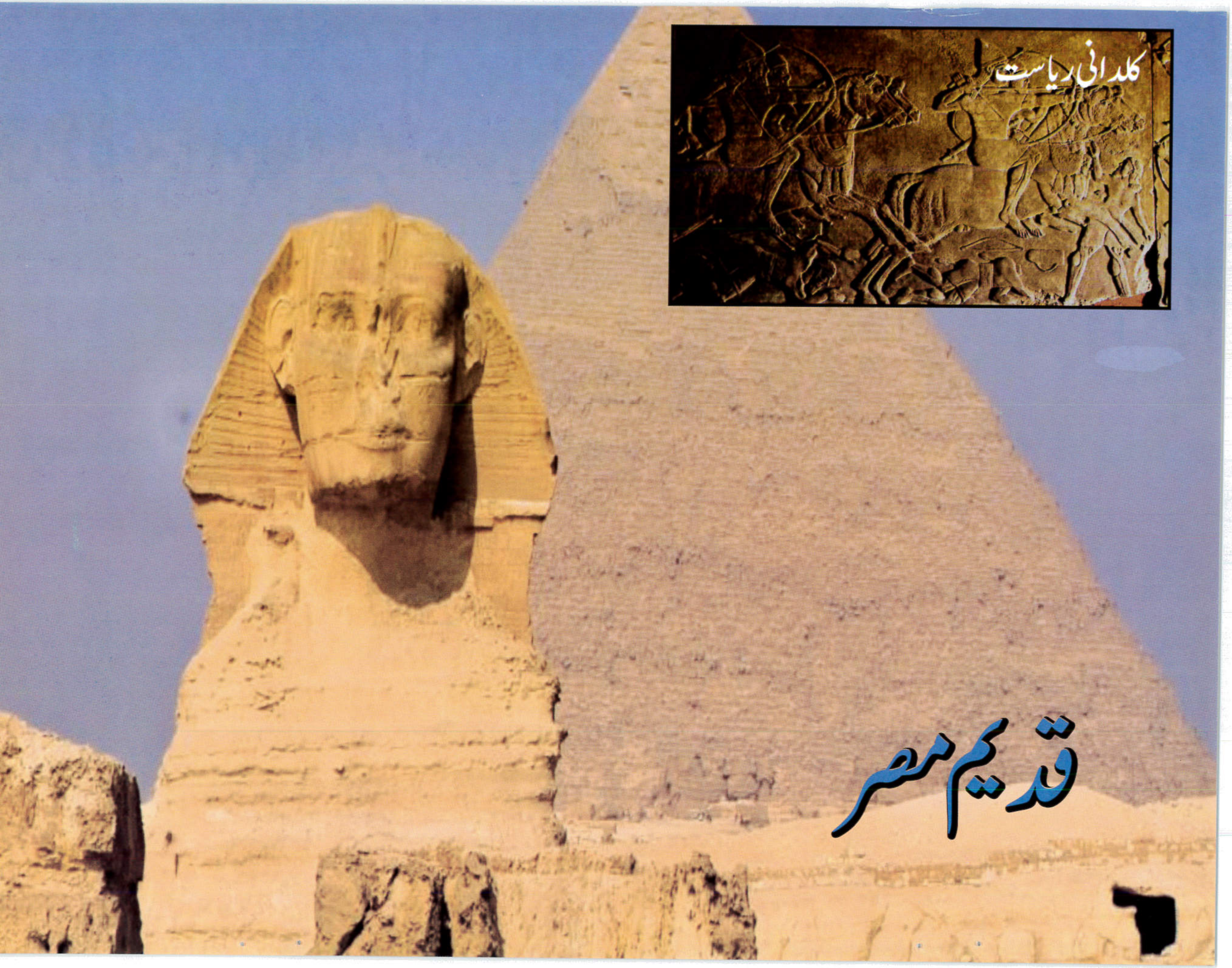
چن خاندان کے زمانہ میں دیوار چین دوسری بار تعمیر ہوئی۔ اس خاندان نے اصلاحات نافذ کیں۔ کسان اس خاندان کو براہ راست ٹیکس دیتے تھے۔ اچھا انتظام چلانے کے لیے علاقوں کو تقسیم کیا گیا۔ نہریں بنائی گئیں۔ پیائش اور اوزان کا نظام ترتیب دیا گیا اور سکہ جاری کیا گیا۔

4۔ ہان خاندان (The Han Dynasty) 206 قبل مسیح تا 220ء

انھوں نے اپنی سلطنت کو وسط ایشیاء تک وسعت دی اور مردم شماری کی گئی۔ سائنسی ایجادات ہوئیں اور لوہے کے ہتھیار بنائے گئے۔

5۔ یو اور شو خاندان (The Wie and Shu Dynasties) 220ء تا 618ء

ان کے زمانے میں ملک دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور چین نے اپنی ترقی جاری رکھی۔



کلدانی ریاست
قدیم مصر

# قدیم چینی تہذیب



# وادی سندھ اور ہندوستان

برصغیر میں کھیتی باڑی وادی سندھ کی مغربی پہاڑیوں میں تقریباً 6500 قبل مسیح میں شروع ہوئی، بعد میں وادی گنگا میں چاول کی فصل اگائی گئی۔ ہر سال دریاؤں میں طغیانی کی وجہ سے زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہوتا گیا، جس سے نہ صرف بہت سے فصلیں اگانا ممکن ہوگیا بلکہ 2500 قبل مسیح میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ جیسے کئی شہر آباد ہوگئے۔

ہمالیہ کے پہاڑ شمال مشرق کی طرف ایک قدرتی رکاوٹ ہونے کی وجہ سے، شمال مغرب کی طرف سے نہ صرف حملہ آور بلکہ نئے خیالات وغیرہ کی بھی چڑھائی ہوئی۔ 1500 قبل مسیح میں یہ حملہ آور جن میں آرین (Aryans) بھی شامل تھے، وادی سندھ اور وادی گنگا کی طرف حملہ آور ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنی تجارت کو ملک چین اور ملک روم تک پھیلایا۔ موریا حکومت کا دارالحکومت ''پاٹلی پترا'' میں اہل فارس اثر انداز تھے، جبکہ اسی دوران ہندوستان بذات خود بدھ مت کے پھیلنے سے دوسرے ثقافتوں سے متاثر ہوا۔

## موہنجوداڑو اور ہڑپہ (2500 قبل مسیح تا 1500 قبل مسیح)

وادی سندھ کے لوگوں نے 2500 قبل مسیح میں قصبات تعمیر کرنا شروع کیے، ان میں موہنجوداڑو اور ہڑپہ سب سے بڑے تھے اس کے علاوہ سو کے قریب اور شہر بھی تھے۔ موہنجوداڑو اور ہڑپہ میں باقاعدہ گلیاں تھیں جو کام کرنے والے لوگوں کے مکانات، بڑی سرکاری عمارات اور گوداموں کے ساتھ بنائی گئیں تھیں۔ مکانات اینٹوں سے بنائے گئے تھے جو لکڑی کی آگ والے تندور میں پکائی گئی تھیں۔ یہ مکانات بہت سے کمروں، صحن، کنواں اور غسل خانوں پر مشتمل ہوا کرتے تھے ہر قصبہ کے درمیان ایک قلعہ بنایا جاتا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر تجارت اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ یہ زیادہ تر جو، گندم، خربوزے اور کھجوروں کی فصلیں اُگایا کرتے تھے۔ اس علاقہ کے جانوروں میں ہاتھی، بھینس اور گینڈے پائے جاتے تھے۔

وادی سندھ کے لوگوں نے سب سے پہلے کپاس سے کپڑے کو تیار کیا۔ ظروف سازی کے لیے پہیہ کا استعمال کیا۔ ہتھیار اور اوزار پتھر یا کانسی سے بنائے جاتے تھے۔ یہ ہتھیار زیادہ تر شکار کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ وزن اور پیمائش کے لیے ایک معیاری نظام موجود تھا۔ خشکی کے راستوں سے بدخشاں اور فارس تک تجارت ہوتی تھی اور بحری تجارت سمندر کے ذریعہ سے خلیج فارس اور میسوپوٹیمیا سے تھی۔ وادی سندھ کی یہ تہذیب تقریباً 1500 قبل مسیح تک پھلی پھولی اور پھر یہ تہذیب نہ معلوم کیوں اچانک ختم ہوگئی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یا تو دریائے سندھ کا راستہ تبدیل کرنا تھی یا وہ آرین تھے جن کے حملوں کی یہ لوگ تاب نہ لا سکے تھے۔

## آرین قبائل ہندوستان میں (1500 قبل مسیح تا 400 قبل مسیح)

آرین (Aryans) خانہ بدوش گلہ بان یا چرواہا تھے، جن کا وطن جنوبی روس کا لق ودق میدان تھا اور یہ 1800 قبل مسیح کے قریب یہاں کے رہائشی تھے۔ ان لوگوں نے جنوب مغرب کی طرف ہجرت کی۔ یہاں اناطولیا، فارس اور کوہ ہندوکش سے ہوتے ہوئے وادی سندھ میں ٹھیک اس وقت داخل ہوئے جب یہاں کی تہذیب منہدم ہوچکی تھی۔

جب آرین اس وادی میں داخل ہوئے تو ان کا خاندانی نظام قبائلی تھا۔ یوں ہر قبیلہ نے ایک ایک گاؤں آباد کرنا شروع کر دیا۔ ان کے گھر

بانس کی لکڑی اور مٹی وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔شروع میں انکی دولت مخصوص مویشی ہوا کرتے تھے اس لئے دوسروں کے ریوڑ پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ وادی گنگا تک پھیل گئے۔ادھر انھوں نے زمین پر ہل چلانا اور فصلیں اُگانا شروع کر دیں یعنی چاول اور گندم کے ساتھ ساتھ جانوروں کو بھی پالنا شروع کر دیا۔آرین ایک سخت قسم کے موسم سے یہاں آباد ہوئے تھے اس لیے وہ یہاں کے باشندوں سے جسمانی طور پر مضبوط تھے۔آرین جنگ وجدل، رتھ دوڑ، جواء کھیلنا اور کھانے میں زیادہ تر گوشت اور شراب نوشی سے خوب لطف اندوز ہوتے تھے۔انھوں نے اپنے معاشرے کو چار طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا

1۔برہمن (پیشوائے دین)   2۔کھشتری یا شتری (شرفاء اور سپاہی)   3۔ویش (کسان اور تاجر)

4۔شودر (ان کا کام پہلے تین طبقات کی خدمت تھا)

ان چاروں طبقوں کے بعد غیر آرین کا شمار آتا تھا جن کی زمین ومکانوں پر آریاؤں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ان آرین نے 600 قبل مسیح تک شمالی ہندوستان میں سولہ بادشاہتوں کی بنیاد رکھی تھی۔ان کی تفصیل ہمیں مہابھارت رامائن نظموں میں ملتی ہے جو تیرہویں صدی عیسوی میں لکھیں گئیں تھیں۔


موہنجوداڑو (سندھ)


ہڑپہ (پنجاب)

# طوفان نوح علیہ السلام

ہر قوم میں ایک تباہ کن طوفان یا سیلاب کی روایت ملتی ہے۔ یہ سیلاب یا تو چاند کی کشش سے اٹھتے ہیں یا کوئی دُمدار ستارہ زمین کے قریب آ کر پانی کو اپنی طرف کھینچتا ہے یا کچھ دیر کے لیے زمین کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور پانی قطبین کی طرف بھاگ نکلتا ہے۔ چینی روایات میں مذکور ہے کہ شہنشاہ ''یا ہو'' کے زمانے میں اتنا بڑا طوفان آیا کہ پہاڑ ڈُوب گئے، صحراہ سمندر میں تبدیل ہو گئے اور پانی چین کی سرزمین میں داخل ہو گیا۔ جنوبی امریکہ کی ریاست پیرو کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ سمندر کی چنگھاڑتی ہوئی لہریں خشکی پر چڑھ آئیں تھیں اور ساری زمین کی ہیئت وصورت بدل گئی تھی۔ اوکلاہوما کے رہنے والے سرخ انڈین بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ زمین پر تاریکی چھا گئی، کافی دنوں کے بعد شمال میں روشنی نظر آئی، یہ دراصل سمندر کی کوہ پیکر موجیں تھیں جو لحظہ بہ لحظہ قریب آ رہی تھیں۔

عہد نامہ قدیم کی عبرانی تفسیر ''مدرش'' میں بحیرہ قلزم کے اس راستے کے متعلق جہاں سے بنی اسرائیل گزرے تھے، لکھا ہے کہ سمندر کا پانی راستے کے دونوں جانب سولہ سو میل اونچی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا تھا اور ساری دنیا اسے دیکھ رہی تھی۔ انیسویں صدی کے حکماء کہتے ہیں کی بعض مقامات پر ایسی بڑی بڑی گول چٹانیں نظر آتی ہیں جن کے ہم جنس پتھر گردونواح میں کہیں نہیں دکھائی دیتے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی سیلاب میں بہہ کر آئیں تھیں۔

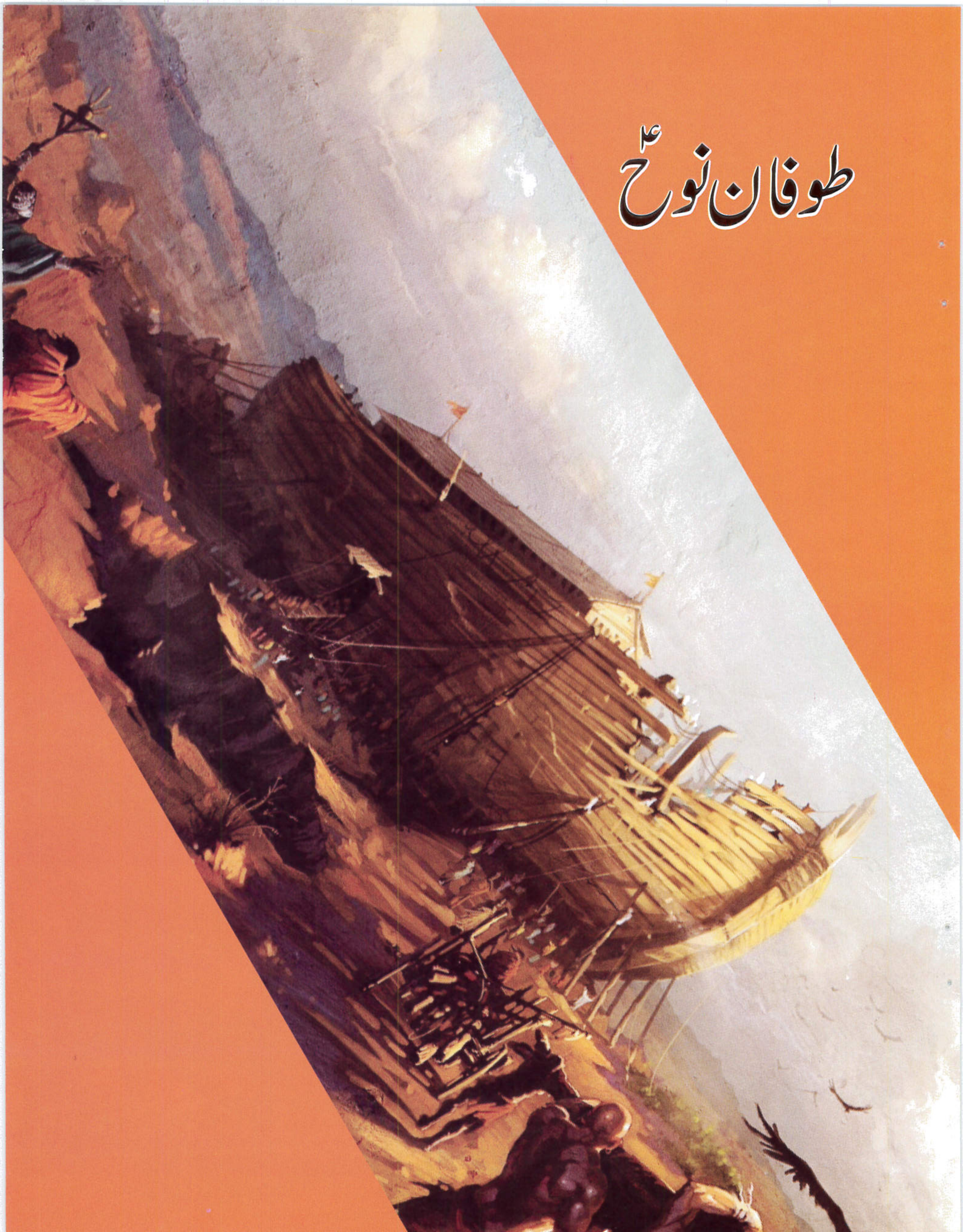
تبت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دُمدار ستارہ زمین کے قریب سے گزرا جس سے سمندر میں اتنی بلند لہریں اٹھیں کہ تبت کی سطح مرتفع ڈوب گئی۔ یونان کی تاریخ میں دو بڑے بڑے سیلابوں کا ذکر ملتا ہے، ایک ڈکالین (Deucalion) کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا گیگس۔ پہلا ساری دنیا پر آیا تھا اور دوسرا خروج کے وقت اٹلی کے صرف ایک صوبے اٹیکا میں۔ ڈکالین یونان کا ایک دیوتا تھا۔ ایک دفعہ جب دنیا ایک عظیم سیلاب کی لپیٹ میں آ گئی تو اس نے ایک کشتی بنالی، اس میں وہ اپنی بیوی سمیت سوار ہو گیا اور بچ گیا۔

ہندوستانی مورخین بھی ایک عالمگیر طوفان کو تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عوام کی بداعمالیوں کے باعث خدا کا غضب ایک عالمگیر طوفان کی شکل میں نمودار ہوا، بیوست منو کو خدا نے حکم دیا کہ ایک کشتی بنا کر اس میں ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا رکھ دے چنانچہ نیک اعمال لوگوں کو اس طوفان سے نجات ملی۔

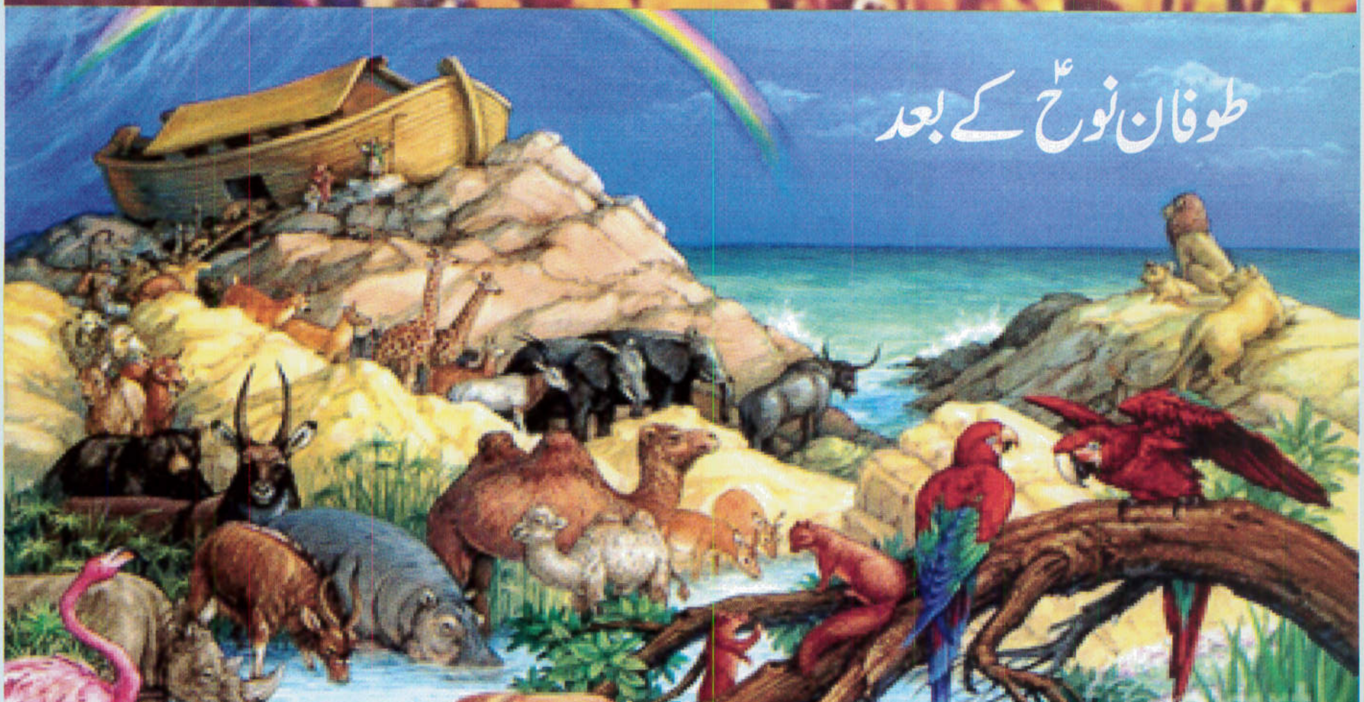
یہودی، عیسائی اور اسلامی کتب مذہبی اس طوفان کو حضرت نوح علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں جن کا نام ہندوؤں کی پرانی کتب میں بیوست منو رکھا ہے، نام کا یہ اختلاف تاریخی طور پر چنداں اہمیت نہیں رکھتا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر منو کا حرف میم (م) حذف کر دیا جائے تو 'نو' (نوح) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مصنف کرالا راجپوت صفحہ نمبر 30 پر لکھتے ہیں کہ ''اس وقت جو پرانے شجرے میرے سامنے زیر بحث ہیں یہ سب ایک ہی موروث اعلیٰ برہما بن سری نارائن جی پر ختم ہوتے ہیں''۔ بقول مصنف ''راجور صفحہ 128 ''اہل ہنود پہلا انسان مرد، سوامی سمجو بنتو اور عورت ست روپا بتلاتے ہیں۔'' قرآن مجید فرقان حمید میں طوفان نوح علیہ السلام کی تفصیل کچھ یوں بیان ہوئی ہے۔

ہم نے نوحؑ کو وحی بھیجی کہ ان لوگوں کے سوا جو پہلے ہی تم پر ایمان لا چکے ہیں اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ سو ان کے اس رویے سے ہمت نہ ہارو۔ ہماری ہدایت کے مطابق ہمارے آنکھوں کے سامنے ایک کشتی تیار کرو اور میرے پاس ظالموں کی سفارش مت کرو کہ میں انھیں غرق کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، چنانچہ نوحؑ نے کشتی بنانا شروع کی۔ اس قوم کے سردار جب بھی اس کے پاس سے گزرتے تو اس کا مذاق اڑاتے۔ نوحؑ جواب دیتے کہ تم آج مذاق اڑالو، کل ہماری باری ہے۔ تمھیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ پھر جب ہمارا حکم آیا اور پانی بطن زمین سے اچھل اچھل کر باہر آنے لگا تو ہم نے نوحؑ کو کہا کہ کشتی میں ہر جاندار کے دو دو جوڑے بھر لو، ساتھ اہل خانہ اور اہل ایمان کو بھی سوار کر لو، سوائے ان کے جنھیں ہم غرق کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ایمان والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر نوحؑ نے کہا آؤ سب اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا اور رکنا اللہ کے نام سے ہو گا۔ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔ جب کشتی کوہ پیکر موجوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی تو نوحؑ نے اپنے بیٹے کو جو الگ کھڑا تھا آواز دی کہ آؤ ہمارے ساتھ اور کافر مت بنو، کہنے لگا کہ میں سیلاب سے بچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ نوحؑ نے کہا آج اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ پھر ایک موج نے اسے لپیٹ لیا اور وہ ڈوب گیا۔ کچھ عرصے کے بعد ہم نے زمین سے کہا کہ پانی جذب کر لو، گھٹاؤں سے کہا کہ تھم جاؤ۔ پھر پانی جذب ہو گیا۔ ہماری بات پوری ہو گئی۔ کشتی کوہ جودی (ارمینیہ) میں جا ٹکی اور ظالم ذلت و ملعنت کا شکار ہوئے۔ (سورۃ ہود۔۔۔36 تا 46)

# طوفانِ نوحؑ




کشتی نوحؑ


طوفان نوحؑ کے بعد

# پسران نوحؑ علیہ السلام

حضرت نوحؑ کے پسران (سام، یافث اور حام) جن کی اپنی اپنی شخصی خصوصیات اور عادات تھیں، دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے والد کے حکم سے نقل مکانی کر گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ سام، یافث اور حام کی اولاد در اولاد سے دنیا کی مختلف نسلوں کا ظہور ہوا اور پھر یہ متعدد اقوام وقبائل میں تقسیم ہو گئیں۔

سام سے سامی النسل (Semetc Race) لوگ پیدا ہوئے، حام سے حامی النسل (Hamitic Race) اور یافث سے یافثی النسل (Japhetic Race) کے لوگ آریا پیدا ہوئے۔ ان تینوں بیٹوں اوران کی اولاد میں جو خصوصیات و عادات منتقل ہوئیں انھیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

| سام (Shem) | یافث (Japhet) | حام (Ham) |
|---|---|---|
| ۱۔ سام کے معنی بلند رتبہ آدمی کے ہیں | ۱۔ یافث کے معنی حسین وخوبصورت اور روشن کے ہیں | ۱۔ حام کے لغوی معنی سیاہ فام کے ہیں |
| ۲۔ نوحؑ کے بڑے بیٹے تھے | ۲۔ آپ نوحؑ کے دوسرے بیٹے تھے | ۲۔ آپ نوحؑ کے تیسرے بیٹے تھے |
| ۳۔ آپ کی پیدائش کے وقت نوحؑ کی عمر 500 سال تھی، جب ان کے ہاں مشکوئے نبوت میں اولین فرزند سام پیدا ہوئے | ۳۔ تاریخ میں یافث کو ابوالترک (ترک کا باپ) اور ابوالملوک (بادشاہوں کا باپ) کہا جاتا ہے | ۳۔ نافرمانی کی وجہ سے نوحؑ نے بددعا دی تھی |
| ۴۔ سام کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہا | ۴۔ نوحؑ نے اسے بھی اپنی دعا سے نوازا | ۴۔ حام حامی النسل یعنی سیاہ فام اقوام کا جدامجد ہے |
| ۵۔ نوحؑ نے سام کو اپنی دعا سے نوازا | ۵۔ یافت یا فثی النسل یعنی آریائی نسل کا جدامجد ہے | ۵۔ اس کے ہاں کثرت اولاد تھی |
| ۶۔ سام، سامی النسل کا جدامجد ہے (یہودی وعرب) | ۶۔ یافث کی اولاد میں طبعاً سختی کا عنصر پایا جاتا ہے | ۶۔ اس کی اولاد دنیا کے جنوبی حصہ میں آباد ہوئی اور زیادہ تر افریقہ کو اپنا مسکن بنایا |
| ۷۔ مورخین سام کی اولاد کا اصل وطن مشرق وسطی یعنی علاقہ عرب کو قرار دیتے ہیں اور عرب کے تمام قبائل سام ہی کی اولاد سے ہیں | ۷۔ ترکستان کی تمام اقوام اسی کی اولاد ہیں، جو زیادہ تر ایشیاء اور یورپ میں آباد ہیں۔ آریائی لوگوں کا ابتدائی وطن وسط ایشیاء تھا جہاں سے وہ یورپ اور ہندوستان کو نقل مکانی کر گئے۔ آریا، ہن اور منگول لوگ دراصل یافث ہی کی اولاد ہیں۔ | ۷۔ حام کے بیٹے حبش اور ہند بڑے مشہور ہوئے ہیں |
| ۸۔ سام کے فرزندوں کی تعداد 99 تھی، جن میں ارشد، ارفحشد، کئے، ند، ارم اور عاد وغیرہ زیادہ مشہور تھے | | ۸۔ حام کا بیٹا ہند اپنی اولاد سمیت برصغیر ہندو پاک کی طرف آیا اور پھر کثرت اولاد کے باعث اس علاقے کا نام ہندوستان مشہور ہوا |
| | | نوٹ: ایک سائنسی اندازے کے مطابق لاکھوں برس قبل افریقہ اور برصغیر پاک وہند آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کوئی سمندر حائل نہ تھا۔ اس بات کی تصدیق اس طرح سے بھی ہوتی ہے کہ ہندوستان میں قدیم سے ہی کالے رنگ کی وحشی اقوام آباد تھیں، جو افریقی اقوام سے ملتی جلتی ہیں۔ |

# پسران نوحؑ کی آبادکاری

قرآن مجید میں ہے

وَجَعَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الۡبَاقِيۡنَ ط

ترجمعہ: ہم نے نوحؑ ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔ سورۃ الصافات ۔77

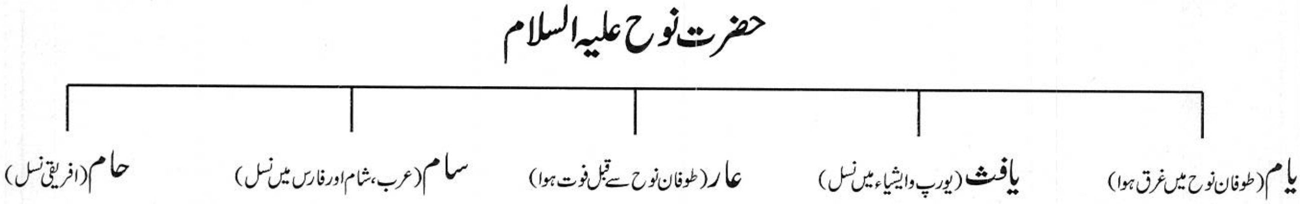
اس لیے حضرت نوحؑ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

طوفان نوحؑ کے بعد حضرت نوحؑ کے تین بیٹے سام، حام اور یافث ہی بچے۔ ان تینوں کی اولاد در اولاد نے دنیا کے اطراف میں آباد کاری کی۔ کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھا جائے تو جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 درجے اور نصف 60 درجے بنتا ہے۔ جب 60 کو 80 درجے شمالی سے تفریق کریں تو 20 درجے رہ جاتے ہیں اور جب 60 درجے سے 40 درجے کو تفریق کریں تو بھی 20 درجے رہ جاتے ہیں۔ جبکہ مکہ معظّمہ ساڑھے اکیس درجے پر آباد ہے۔ اسی لیے کرہ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔

1۔ مکہ کا نام لغات کی کتابوں میں ناف زمین درج کیا جاتا ہے۔

2۔ ملک عرب 15 درجے سے 35 درجے عرض بلد شمالی پر واقع ہے اور انہی خطوط کے اندر دنیا کی مشہور نسلیں اس طرح سے مقیم ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغربی میں نسل حام یعنی حبشی اور امریکہ کے اصل باشندے ریڈ انڈینز۔ جب کل اقوام میں تبلیغ کا پہنچنا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اسی لیے قرآن مجید میں ہے کہ ''ہم نے تمھیں درمیانی امت بنایا ہے تاکہ اقوام کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔

سام کی اولاد عرب و یورپ، حام کی اولاد افریقہ و امریکہ اور یافث کی اولاد ایشیاء و یورپ میں تین ابتدائی بڑی نسلوں کی صورت میں موجود ہے۔ البتہ دنیا کی تہذیبوں پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی دو ہی اقوام ہیں ایک عرب اور دوسری ترک۔ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی طور پر نوحؑ کے بیٹے ایک ساتھ رہتے تھے، پھر یہ گروہوں کی صورت اختیار کر گئے اور پھر یہ لوگ مشرق سے جنوبی میسوپوٹیمیا کے میدان کی طرف بڑھے۔



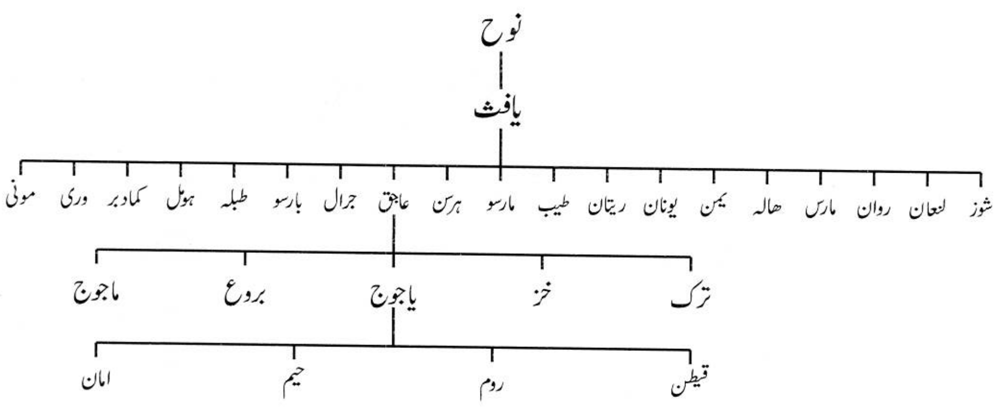

یافث کے 14، سام کے 26 اور حام کے 30 بیٹے تھے۔ 70 بیٹوں سے 70 اقوام پیدا ہوئیں۔ دنیا کے تمام لوگ ان کی اولاد میں سے ہیں جنھوں نے طوفان نوحؑ کے بعد پہلی تہذیب کی بنیاد بابل میں رکھی تھی۔

تاریخ فرشتہ جلد اول، تصنیف محمد قاسم فرشتہ، مترجم عبدالحئی خواجہ ایم، اے میں صفحہ نمبر 59 تا60 پر رقم ہے کہ سام حضرت نوح علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے اور جانشین تھے۔ان کے فرزندوں کی تعداد ننانوے 99 تھی جن میں سے ارشد، ارفخشد، کیئے، نود، ارم، قبطہ، عاد، محطان مشہور ہیں۔عرب کے تمام قبیلے انہی کی نسل سے ہیں۔ارفخشد کا دوسرا بیٹا کیمورث شاہان عجم کا مورث اعلی ہے۔کیمورث کے چھ بیٹے تھے۔سیامک، عراق، فارس، شام، نور اور دمعان۔بڑا بیٹا سیامک باپ کا جانشین تھا۔سیامک کے بڑے بیٹے کا نام ہوشنگ تھا۔

حضرت نوحؑ کے دوسرے بیٹے یافث اپنے والد محترم کے ایما پر مشرق اور شمال کی طرف گئے اور وہیں آباد ہو گئے۔اس کے بہت سے بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے سب سے زیادہ مشہور بیٹا ترک نام کا ہے۔ترکستان کی تمام قومیں یعنی مغل، ازبک، ترکمانی اور ایران کے وردما کے ترکمانی اسی کی اولاد میں سے ہیں۔یافث کے دوسرے بیٹے کا نام چین تھا۔ملک چین کا نام اسی کے نام پر ہے۔تیسرے بیٹے کا نام آدریس ہے۔اس کی اولاد شمالی ملکوں کی سرحد پر بحرظلمات تک آباد ہوئی۔اہل تاجیک، غور، سقلاب اسی کی نسل سے ہیں۔

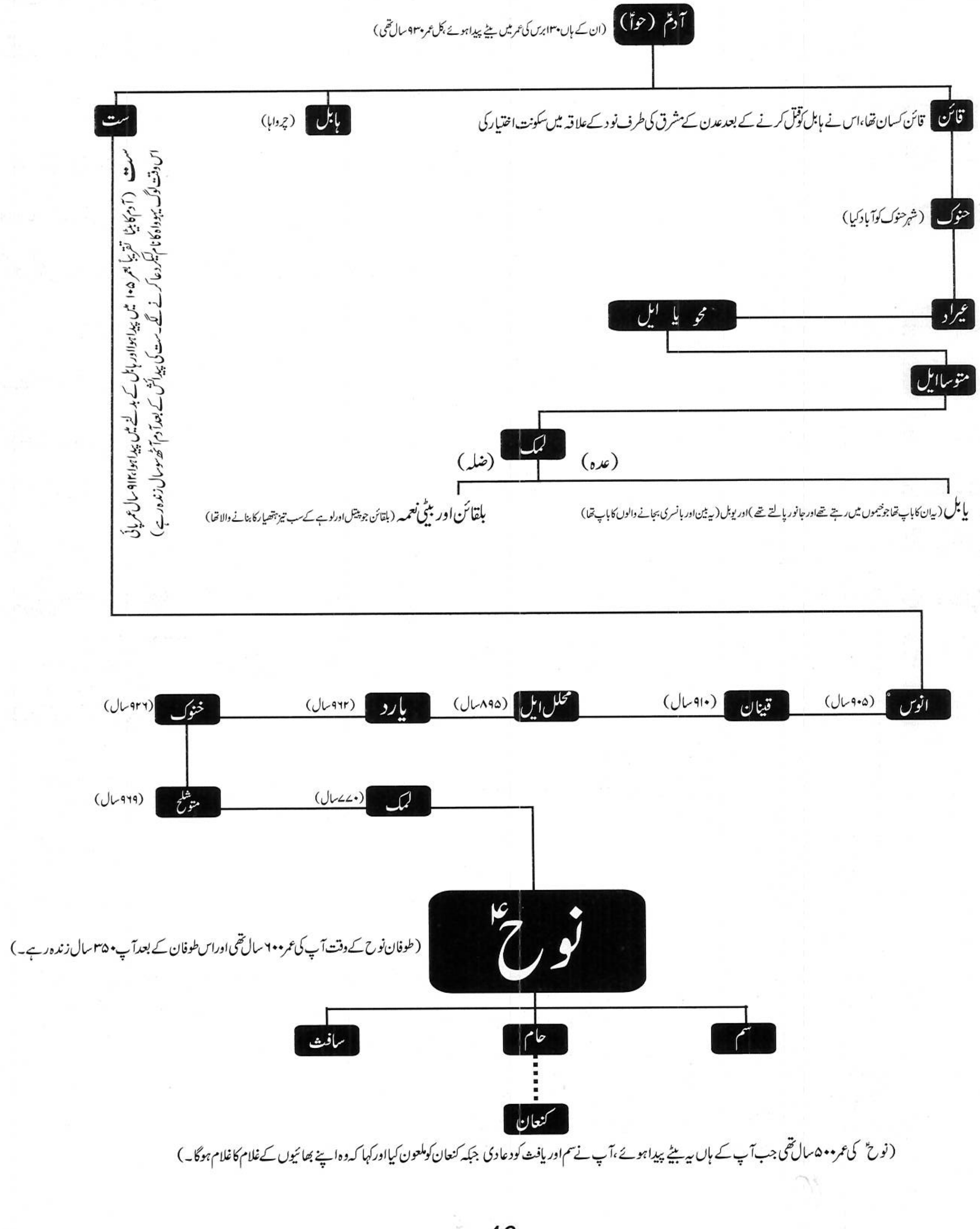
حضرت نوحؑ کا تیسرا بیٹا حام والد کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصے کی طرف گیا اور اس کو آباد و خوشحال کیا۔حام کے چھ بیٹے تھے۔جن کے نام یہ ہیں۔ہند، سندھ، حبش، افرنج، ہروز اور بویہ۔حام کے سب سے زیادہ مشہور بیٹے ہند نے ملک ہندوستان کو اپنایا۔ہند کے چار بیٹے ہوئے۔پورب، بنگ، دکن اور نہروال۔ہند کے بیٹے دکن کے گھر تین لڑکے ہوئے۔ایک کا نام مرہٹ دوسرے کا نام کنہڑا اور تیسرے کا نام تلنگ تھا۔ہند کے بیٹے نہروال کے بھی تین بیٹے تھے۔بھروج، کنباج اور مالراج تینوں کے نام پر شہر آباد ہیں۔ہند کے تیسرے بیٹے بنگ کے گھر میں بہت سی اولاد ہوئی۔جنھوں نے ملک بنگالہ آباد کیا۔چوتھے بیٹے پورب کے ہاں جو کے ہند کا سب سے بڑا بیٹا تھا بیالیس بیٹے پیدا ہوئے اور کچھ عرصہ میں اس کی اولاد خوب بڑھ گئی کہ انھوں نے ملک کے انتظام کے لئے اپنے خاندان میں سے ایک کشن نامی کو اپنا سردارِ زماں بنایا۔ہندوستان میں پہلے جس نے حکومت کی وہ کشن ہے۔راجہ کشن کے زمانے میں ہند کے بیٹے بنگ کی نسل سے ایک دانشور اور عاقل برھمن پیدا ہوا جسے کشن نے اپنا وزیر بنایا۔

طبقات ناصری میں یافث بن حضرت نوحؑ سے آگے شجرہ کچھ اس طرح سے ملتا ہے

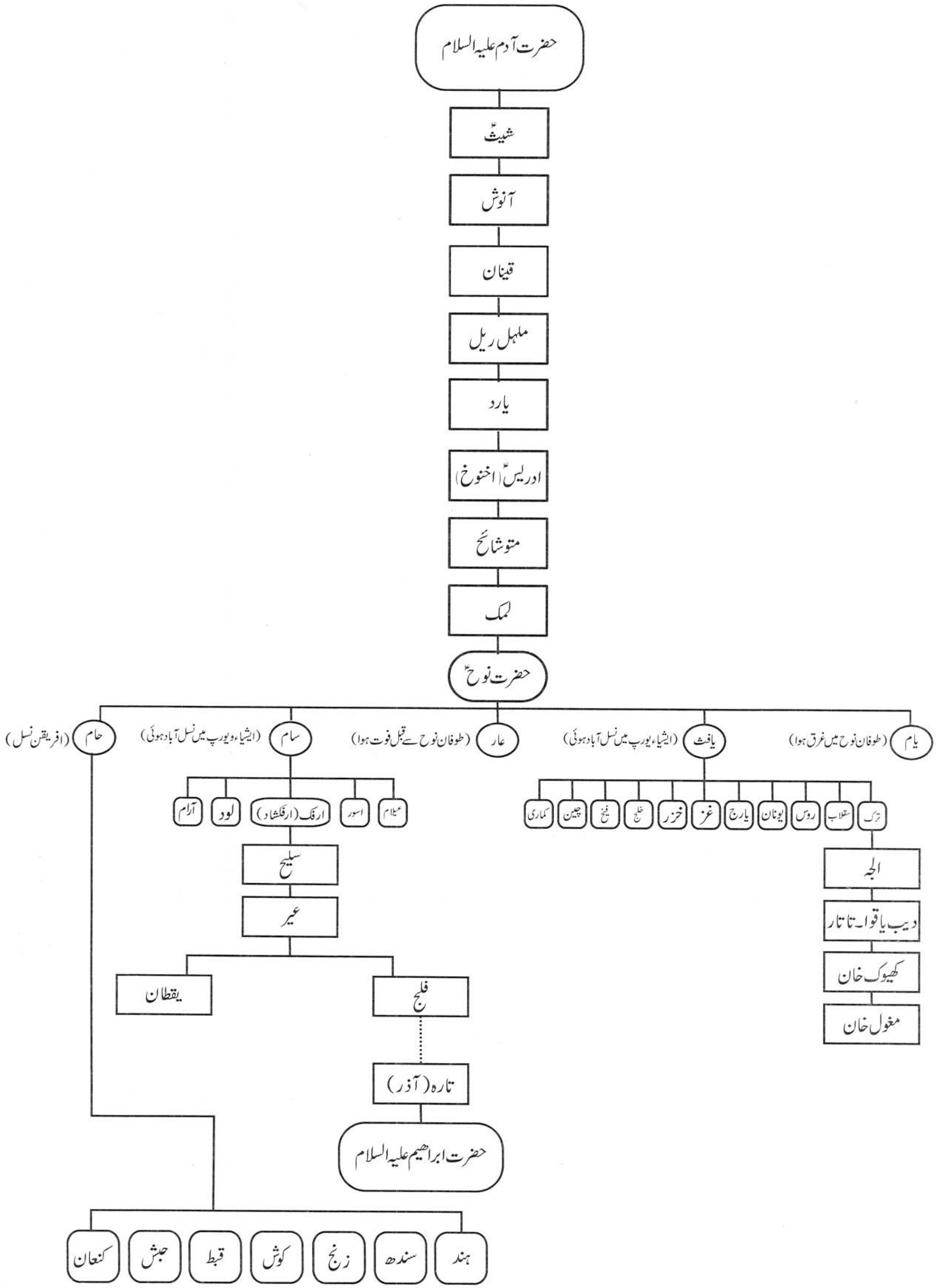


# آدم علیہ السلام سے پسران نوحؑ تک کا شجرہ نسب

کتاب پیدائش پرانا اور نیا عہد نامہ، صفحہ نمبر ۶ اور صفحہ نمبر ۷ پر نوحؑ کا شجرہ کچھ یوں رقم کیا گیا ہے۔

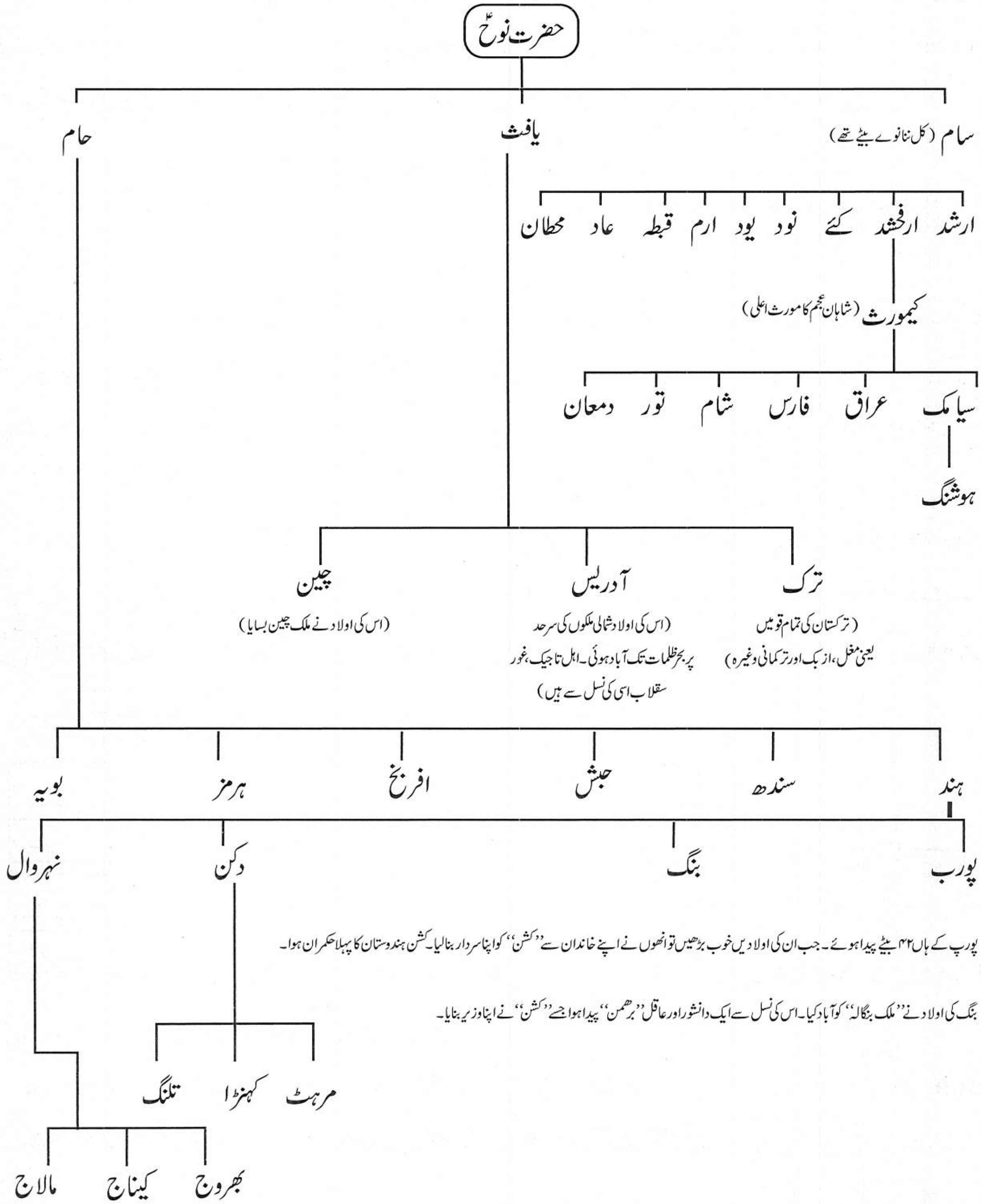



(نوحؑ کی عمر ۵۰۰ سال تھی جب آپ کے ہاں یہ بیٹے پیدا ہوئے، آپ نے سم اور یافث کو دعا دی جبکہ کنعان کو ملعون کیا اور کہا کہ وہ اپنے بھائیوں کے غلام کا غلام ہوگا۔)



حضرت آدم علیہ السلام
شیثؑ
آنوش
قینان
ملہل ریل
یارد
ادریسؑ (اخنوخ)
متوشائخ
لمک
حضرت نوحؑ
یام (طوفان نوح میں غرق ہوا)
یافث (ایشیاء یورپ میں نسل آباد ہوئی)
عار (طوفان نوح سے قبل فوت ہوا)
سام (ایشیاء و یورپ میں نسل آباد ہوئی)
حام (افریقن نسل)
ترک
سقلاب
روس
یونان
یارج
غز
خزر
خلج
فیخ
چین
کماری
الجہ
دیب یاقوا۔ تاتار
کھیوک خان
مغول خان
عیلام
اسور
ارفک (ارفکشاد)
لود
آرام
سلیخ
عیر
فلج
یقطان
تارہ (آذر)
حضرت ابراھیم علیہ السلام
ہند
سندھ
زنج
کوش
قبط
حبش
کنعان

# شجرہ نسب ''اولاد نوحؑ'' از تاریخ فرشتہ



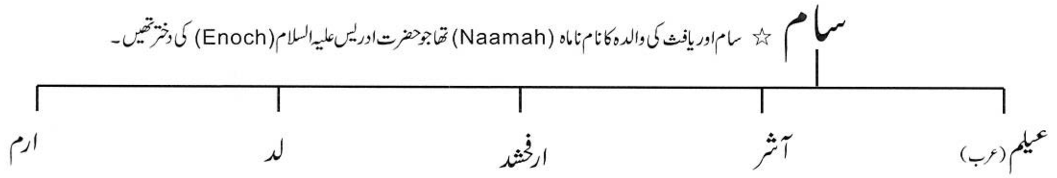

پورپ کے ہاں ۴۲ بیٹے پیدا ہوئے۔ جب ان کی اولادیں خوب بڑھیں تو انھوں نے اپنے خاندان سے ''کشن'' کو اپنا سردار بنالیا۔ کشن ہندوستان کا پہلا حکمران ہوا۔

بنگ کی اولاد نے ''ملک بنگالہ'' کو آباد کیا۔ اس کی نسل سے ایک دانشور اور عاقل ''برہمن'' پیدا ہوا جسے ''کشن'' نے اپنا وزیر بنایا۔

# اولادسام

مورخین کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ سام کی زیادہ تر اولاد مشرق وسطیٰ (Middle East) میں آباد ہوئی اور یہ کہ ان کی تفصیل اچھی طرح سے دستاویزات میں محفوظ رہ گئی۔اس کی اولاد میں یہودی اور وہ اقوام شامل ہیں جنھیں سامی النسل (Sehmetic or Semitic Race) کہا گیا ہے یعنی عرب وغیرہ۔ان کے پانچ بیٹوں کی اولاد در اولاد نے ایشیاء کے مختلف علاقوں میں سکونت اختیار کر لی۔

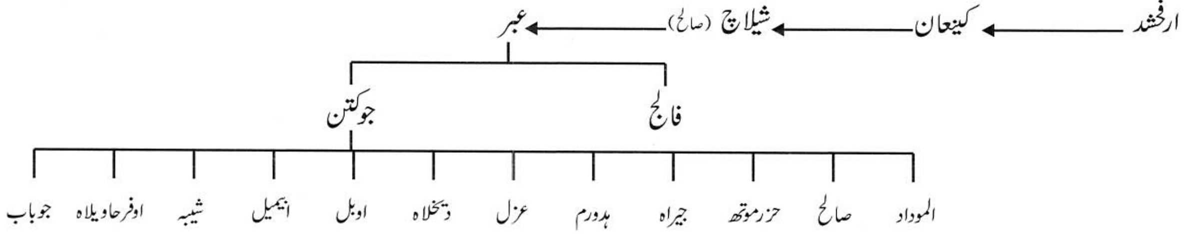
☆ سام اور یافث کی والدہ کا نام ناماہ (Naamah) تھا جو حضرت ادریس علیہ السلام (Enoch) کی دختر تھیں۔




1۔عیلم (Elam):اس کی اولاد (عیلامی وفارس) نے وہ بادشاہی قائم کی جس کا دارالحکومت سوسا (Susa) تھا اور یہ جگہ خوزستان میں تھی جو کہ آج کل کے ایران میں شامل ہے۔اس کے مشہور بیٹے ششان، ماچل اور ہورمون وغیرہ تھے۔ یہ لوگ مشرق سے بحیرہ روم (Mediterranean Sea) کے مغرب تک پھیلے اور یہ پہلے لوگ تھے جو جنوبی میسپوٹیمیا (Mesopotamia) میں داخل ہوئے۔

2۔آشر (Assur) اس کی اولاد آسرین اور شمالی عراقی ہیں۔اس کے مشہور بیٹے میروس اور موکیل ہیں۔

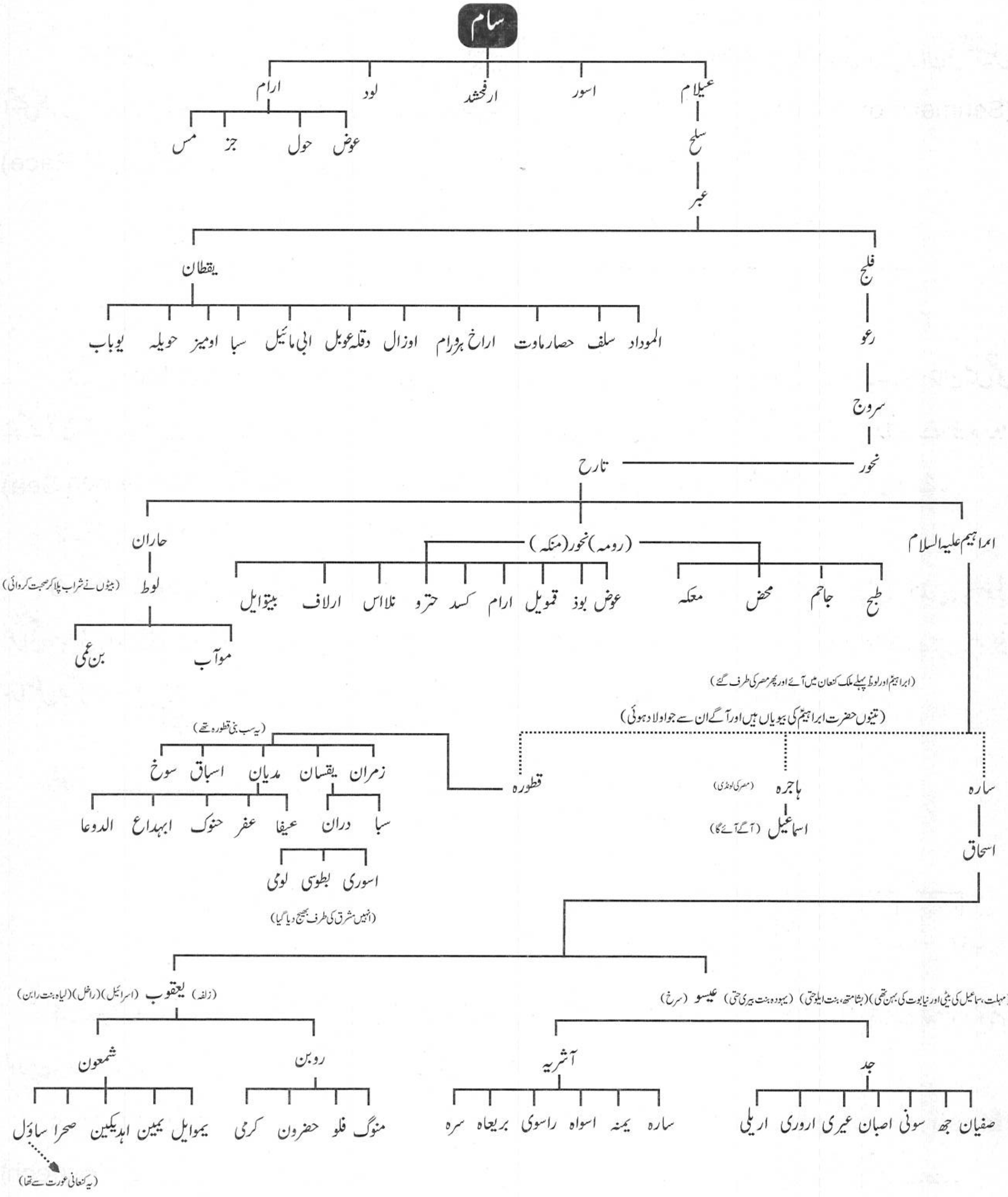
3۔ارفخشد (Arphaxad or Arpachshad) اس کے مشہور بیٹے شیلاچ، انار اور اشکول تھے۔اس کی اولاد میں کلڈین یا جنوبی عراقی، عبرانی یا اسرائیلی یا یہودی، عربی یا بدین، اردن یا موبی یا فلسطین وغیرہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ارفخشد کی اولاد سے ہیں۔عبرانی دراصل عبر کی اولاد ہیں۔عبر کی چھ نسلوں بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ان کے دو بیٹے اسماعیل واسحاق تھے۔

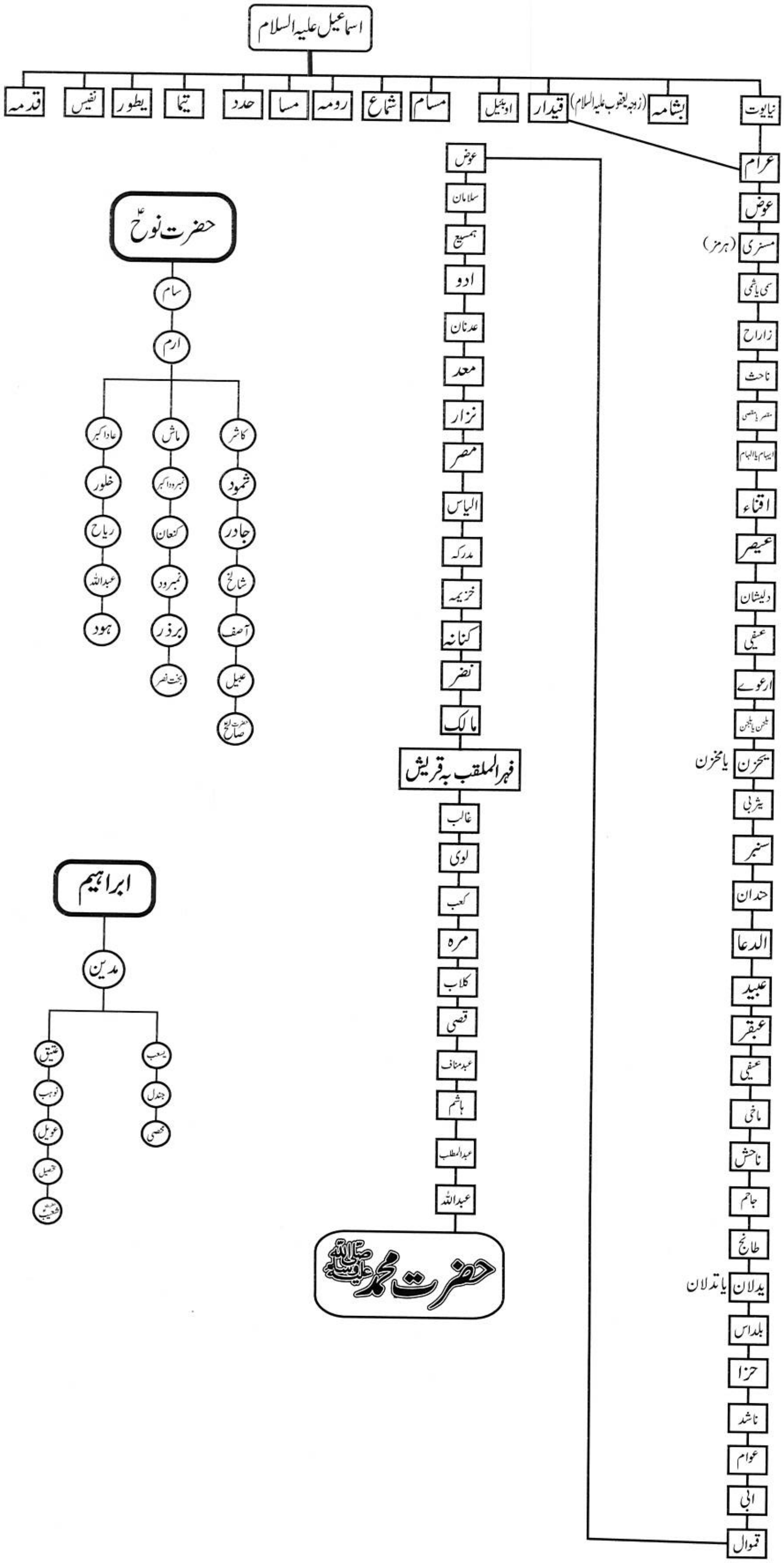



4۔لد (Lud) پیٹھور (Pethor) اور بیزیون (Bizayon) اس کے مشہور بیٹے تھے۔ایشیاء کوچک اور شمالی افریقہ کے لدم، لوبم، لودین، لدو، لدیز، چیز وغیرہ کے گروہوں کا تعلق انہی سے ہے۔

5۔ارم (Aram) اس کے مشہور بیٹوں کے نام عز (Uz)، چل (Chul)، گتھر (Gather) اور ماش (Mash or Meshech) تھے۔ارمین یا سیرن (شامی) اور لبنان وغیرہ کے لوگ جو ایشیاء، مشرق وسطی اور شمالی افرقہ میں آباد ہیں ان کا تعلق انھی سے ہے۔

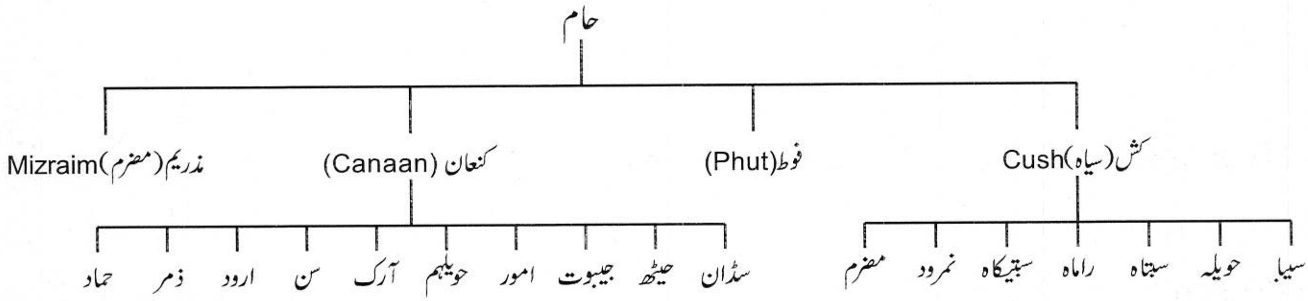
''سام'' جوتمام''بنی عبر'' کاباپ اور ''یافث'' کا بڑا بھائی تھا۔ ان کی عمر۱۰۰برس کی تھی جب ''طوفان نوحؑ'' کے دوسال بعد 'ارفحشد' پیدا ہوا۔



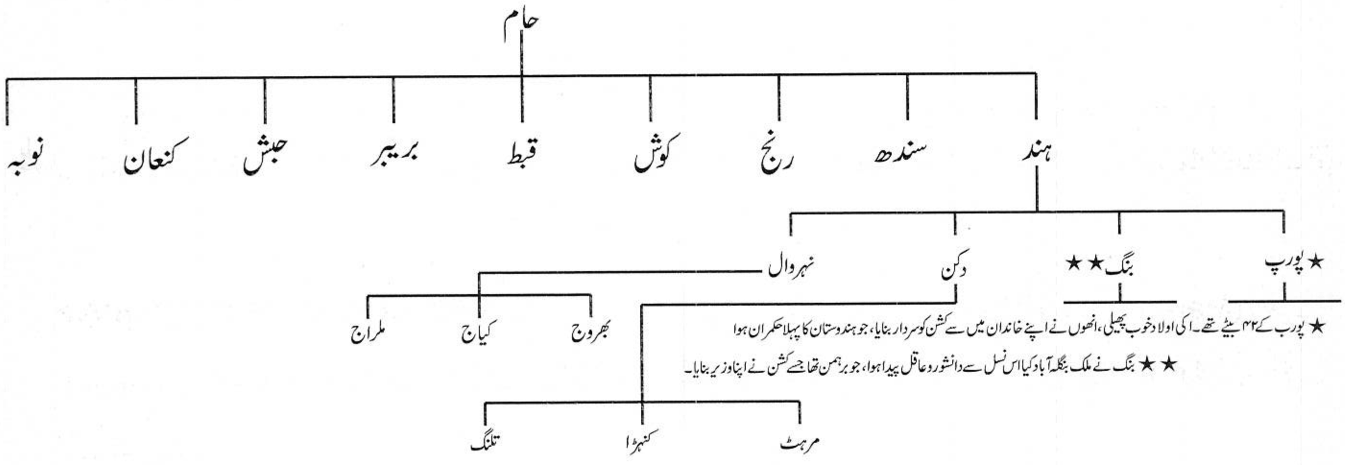

اسماعیل علیہ السلام
نبایوت
بشامہ (زوجہ یعقوب علیہ السلام)
قیدار
اوبئیل
مسام
شماع
رومہ
مسا
حدد
تیما
یطور
نفیس
قدمہ
عرام
عوض
مسزی (ہرمز)
سمی یا شمی
زاراح
ناحث
مقصر یا مقصی
اقناء
عیصر
دلیشان
عسفی
ارعوے
یحزن یا مخزن
یثربی
سنبر
حمدان
الدعا
عبید
عبقر
عیفی
ماخی
ناحش
جاحم
طابخ
یدلان یا تدلان
بلداس
حزا
ناشد
عوام
ابی
قموال
عوض
سلامان
ہمیسع
ادو
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر الملقب بہ قریش
غالب
لوی
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبدمناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ
حضرت محمد ﷺ
حضرت نوحؑ
سام
ارم
کاشر
ثمود
جادر
شالخ
آصف
عبیل
صالح
ماش
نمرود اکبر
کنعان
نمرود
برذر
بخت نصر
عاد اکبر
خلور
ریاح
عبداللہ
ہود
ابراہیم
مدین
یسعب
جندل
محصی
عتیق
توبب
عویل
تحصیل
شعیب

# اولادحام (Ham)

حام کی والدہ کا نام نماہ(Namah) تھا جو لامخ (Lamach) کی بیٹی تھیں۔ ان کی اولاد زیادہ تر براعظم افریقہ میں ہوئی۔ یہ Negriod, Australoid اور Mongoloid لوگوں کا جداعلی ہے۔ اس کے 32 بیٹے تھے، جن میں سے 4 نا معلوم جگہوں پر، 23 مشروق وسطیٰ میں اور 5 افریقہ میں آباد ہوئے۔ ماہرین آثار قدیمہ ظاہر کرتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں بائبل کے وقتوں میں لوگوں کا کوئی ایسا گروہ آباد نہ تھا جو حبشی یا سیاہ(Negriod) رنگت رکھتا ہو۔ البتہ یہ لوگ گندمی، سرخ اور سفید رنگت کے حامل تھے۔ نوحؑ کے شجرہ میں حام کی اولاد بالکل الگ تھلگ خصوصیت کی حامل لگتی ہے۔ حبش اور یوروبا(Yoroba) کی اولادیں جو سیاہ جلد رکھتی ہیں، اپنا نسب حام سے ملاتی ہیں۔




تاریخ فرشتہ میں درج کیا گیا شجرہ کچھ یوں ہے




★ پورب کے ۴۲ بیٹے تھے۔ اکی اولاد خوب پھیلی، انھوں نے اپنے خاندان میں سے کشن کو سردار بنایا، جو ہندوستان کا پہلا حکمران ہوا

★★ بنگ نے ملک بنگلہ آباد کیا اس نسل سے دانشور و عاقل پیدا ہوا، جو برہمن تھا جسے کشن نے اپنا وزیر بنایا۔

# اولاد یافث (Jepheth/Dipheth(Caucasoid)

یافث کے معنی کھلا، کشادہ حسین وخوبصورت اور روشن کے ہیں۔نوحؑ کے دوسرے بیٹے تھے،تاریخ میں یافث کوابوالترک (ترک کا باپ) اور ابو الملوک (بادشاہوں کا باپ) بھی کہتے ہیں۔نوحؑ نے آپ کو اپنی دعا سے نوازا۔ یافث کو اولاد میں طبعاً سختی کا عنصر پایا جاتا ہے۔اس کی اولاد تورس (Taurus) اور امانس (Amanus) کے پہاڑوں میں پہلے پہل آباد ہوئے اور ایشیاء میں دریائے تینس (دون)، یورپ میں Cadiz تک گئے۔

یافث

گومر (Gomer)　　مے گاگ (Magog)　　مادائی (madai)　　جاواں (Javan)　　مشیخ (Meshech)　　تیراس (Tiras)

گومر (Gomer)

اشکناز (Ashkenaz)　　رفاد (Riphath)　　توگرما (Togarmah)

گوتھ (Goth)، گال (Galls)، ترک (Turks)، جٹز (Jutes)، فرانک (Franks)، جرمن (Germans)، ڈچ (Dutch)، آسٹرین (Austrians)، سوس (Swiss)، اینگلز (Angles)، سیکسن (Saxons)، برٹن (Britons) اور آئرش (Irish) وغیرہ بھی انہی سے متعلق ہیں۔

مے گاگ (Magog) یعنی (Land of God)

ایلیچنف (Elichanaf)　　لوبل (Lubal)　　بعاد (Baath)　　جوباد (Jobhath)　　فاتحوچٹا (Fathochta)

جوج (Gog)، ماجوج (Magug)، ساکا (Saka)، سیتھیا (Scythia)، سلاو (Slavs)، رس (Ros)، مگریا ماگر (Magar)، مگیار (Magyar)، ہنگرین (Hungarians)، ہن (Hun)، آوار (Avars)، تاتار (Tartars) اور آرمینین (Armenians) وغیرہ بھی انہی سے ہیں۔

### مادائی (Madai)

- اکون(Achon)
- ذیلو(Zeelo)
- کذونی(Chazoni)
- لوتالسو (Lotalso)
- میگالا (Megala)

میگالا کی اولاد در اولاد سے میڈز(Medes)، آرین(Aryans)، اہل فارس(Pesians)، ایکیمین(Achaemenians)، کیسپیئن(Caspians)، ایرانی کرد پٹھان اور ہزارہ کے علاوہ وسط ایشیاء کے لوگ ہیں۔

### جاواں (Javan)

- ایلیشاہ(Alishah)
- کیتم (Kittim)
- دودانم(Dodanim)

ہیلن(Hellenes)، یونانی(Greece)، سپارٹن(Spartans)، مقدونین (Macedonians)، سائپرین (Cyprians)، لاطینی (Latins)، اٹالین(Italics)، رومن (Romans)، سسلی(Sicillians) اور پرتگال (Portugese) وغیرہ بھی انہی سے متعلق ہیں۔

### توبل (Tubal)

- ارفی (Ariphi)
- کیسید(Kesed)
- تاری(Taari)

سپینش (Spanish)، سابرتبال، سوبرا اور سائبرین(Siberians) وغیرہ بھی انہی میں سے ہیں

### میشیخ (Meshech)

- دیدان (Dedon)
- زرون (Zaron)
- شیباچنیاسو (Shebashnialso)

موسخی(Moskhi)، موساہ(Mosah)، موشر (Mosher)، ماسکو(Maskow)، مسکا(Muska)، مشی (Mishi)،

وغیرہ بھی انہی سے متعلق ہیں۔ ہندو یورپ Indo-European لوگوں کا شمار یافث کی اولاد در اولاد سے ہے۔ اسی طرح ساری Ciltic Race کا تعلق یافث کے بیٹے گومر سے ہے۔ گال (Gauls) نے روم کو فتح کیا اور آخر کار انھیں یونان میں دھکیل دیا گیا جہان سے یہ ایشیائے کوچک کے شمال مرکزی علاقہ اناطولیا (Anatolia) میں نقل مکانی کر گئے، اور آزاد بادشاہت قائم کی اور علاقہ کا نام گلاشیا / Galatia) (Gaulatia پڑ گیا۔ ایک یہودی مورخ فلیوس جسفس (Flavius Josephus) نے 93 عیسوی میں لکھا ہے کہ گلاشیا والے پہلے گومری (Gomerites) کہلاتے تھے۔

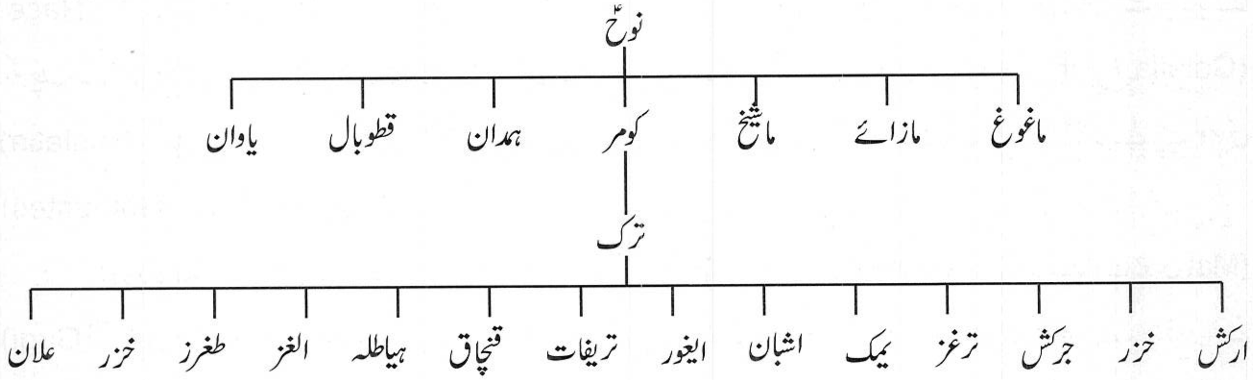
جوج (Gog) کے بارے میں ابتدائی اور پہلا حوالہ نویں صدی قبل مسیح میں آسیرین (Assyrians) کے کتبہ سے مت جوجی Mat) (Gugi یعنی جوجی کا ملک ملتا ہے۔ علماء کا خیال ہے کہ یاجوج ماجوج کے نام سے علاقہ کا نام کاکسس (Caucasus) نکلا ہے۔ یونانیوں نے کاکسس (Caucasus) کا لفظ Gog-Chasan سے لیا۔ کاکسس (Caucasu) سے عام طور پر وہ علاقہ ہے جو بحیرہ اسود اور بحیرہ کیسپیئن کے درمیان ہے۔ ماجوج قوم کو یونانیوں نے سیتھین لکھا ہے۔ یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے اس علاقہ اور لوگوں کے بارے میں ایک تفصیل لکھی ہے۔

سائیتھین یافث کے بیٹے اشکیناز (Ashkenaz) کی اولاد ہیں جن کا ذکر آسیرین (Assyrians) کے ریکارڈ میں Askuza or Ishkuzai آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی قبل مسیح میں Askuza شمال کے طرف سے بغاوت کی وجہ بن رہا ہے۔ بعد میں ہیروڈوٹس نے انھیں سکائی تھائی (Scythians) لکھا ہے۔

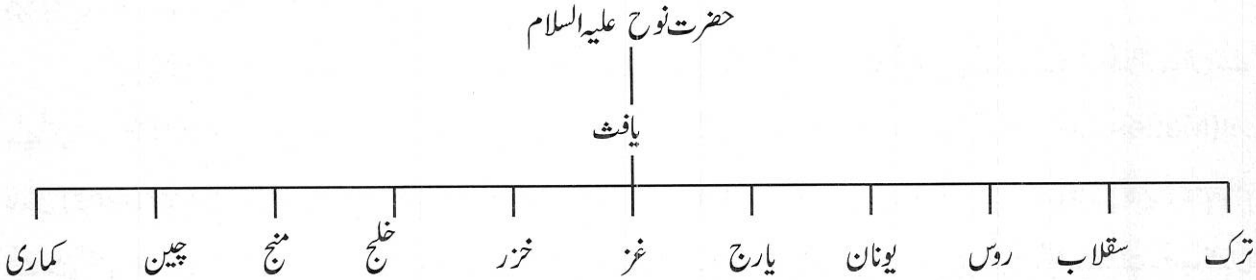
آرین (Aryans)، پہلے پہل حضرت عیسیٰؑ سے کوئی ایک ہزار سال قبل تاریخ میں ابھرے جنھوں نے نہ صرف ہند بلکہ اہل بابل کے لیے بھی خطرہ کھڑا کیا۔ مورخین ایک قدیم آرین بادشاہ کا حوالہ دیتے ہیں جس کا نام سائیگرس (Cyaxeres) تھا اور وہ میڈز (Medes) اور فارس (Persians) پر بادشاہت کرتا تھا۔ میڈز (Medes) اور فارس (Persians) دراصل ایک ہی قوم سے تھے۔ فارس کا پرانا نام سام کے بیٹے عیلم Elam کے نام پر تھا۔ عیلم کے اولاد اور فارس والے ملتے جلتے ہیں۔ ان دونوں کا تعلق یاچ کے بیٹے مدائی اور علیم سے ہے۔ اب فارس والے ایرانی کہلاتے ہیں اور ایران کا لفظ دراصل Aryan ہی سے نکلا ہے۔ یہ سب انڈو یورپین زبان بولتے ہیں۔ بعد میں منگولی تہذیب نے ان پر گہرہ اثر ڈالا جوان کے کردار اور افکار سے واضع ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یافث کی اولاد دو گروہوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک گروہ موجودہ ہند اور وسط ایشیاء کی طرف بڑھا جبکہ دوسرا یورپ کی طرف چلا گیا۔ انڈو یورپین زبان ان دونوں گروہوں کی ابتدائی زبان ہے جو یورپ، مشرق کے قریب، اناطولیا اور کاکسس میں آباد ہوئے تھے۔ دونوں گروہوں نے اپنا نسب اور جد اعلی یافث ہی کو قرار دیا ہے۔ قدیم زمانے سے ہی آرین Aryans اپنے اس جد کو جپشٹا یعنی Djaptatischta کہتے تھے جسکا مطلب نسل کا سردار ہے۔ یونانی یافث کو Japetos، مشرقی ہند والے جیا جپتی Jyapeti or pra-japati، جبکہ رومن والے ju-pater or jupiter کہتے ہیں۔

کتاب مغل قبائل میں صفحہ نمبر34 پر ایک شجرہ ملاحظہ ہو




ترغز یا غرما اہل خزر کا، اشبان صقالیہ کا، ریفات فرنچ کا، طغر غرتا تاریوں کا، الغز سلجوقیوں کا، ہیاطلہ خلجیوں کا، اور خزر ترکمانوں کا موروث اعلیٰ ہے۔ چنگیز خان بورچچین والوں کی اولاد سے تھا جن کی آنکھیں بھوری ہوتی تھیں۔



# نسل (Race)

Race is a class or kind of individuals with common characteristics, interests, appearances, or habits if derived from a common ancestor.

انسانی نسل سے مراد یہ ہے کہ طبعی علم الانسان اور عمرانیات کا ایک تصور جس کی رو سے انسانوں کو، جلد کی رنگت، بالوں کی ساخت، آنکھوں کی رنگت، ناک کی ساخت، سر کی بناوٹ اور قد وقامت کی بنا پر مختلف گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے علم تشریح الابدان کے ایک ماہر جرمن بلومن باخ (1752-1842) نے جلد کی رنگت کی بنا پر انسانی نسل کو مندرذیل پانچ مختلف نسلوں میں تقسیم کرنے کی سعی کی؛

1۔کاکیشی (سفید) 2۔منگول (زرد) 3 ۔ملائی (بھوری) 4۔ایھتوپین یا حبشی (سیاہ) 5۔امریکی انڈین (سرخ)

انسانی نسلوں میں امتیاز کے لئے انسان کی جسمانی خصوصیات، جغرافیائی تقسیم اور رسم ورواج کے اختلاف کو عموماً نظر میں رکھا جاتا ہے۔ البتہ انسان کی جسمانی خصوصیات کو خصوصاً زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ انسان میں کھوپڑی کی شکل وصورت، چہرے کے زاویے، جلد کی رنگت، بالوں کا رنگ، چہرے کے خدوخال، ہڈیوں کی بناوٹ، اور لمبائی وچوڑائی دو انسانی نسلوں کے درمیان تفریق مستند وجوہ سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے جدید تحقیقات کی روشنی میں انسانی نسلیں کچھ یوں ہیں۔

1۔قفقازی (یورپی اور سفید اقوام) 2۔افریقی (سیاہ اقوام) 3۔منگول (ایشیائی یا زرد اقوام)

4۔ملائی (پولی نیشی یا بھوری اقوام) 5۔امریکی (سرخ اقوام)

بعض محقق امریکی اور ملائی اقوام کو بھی منگول اقوام کی شاخیں سمجھتے ہیں۔

ہر نسل کی اقوام کے خدوخال، چہرے کے زاویے اور آنکھوں کی رنگت، دوسری نسل کی اقوام سے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ یعنی ہر نسل کی اپنی جسمانی ولسانی انفرادیت ہوتی ہے جو دونسلوں کے درمیان پہچان کا باعث ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انسان کے ساتھ دوقسم کی تاثیریں کارفرما ہوتی ہیں۔ ایک تخم تاثیر اور دوسری مجلس تاثیر۔ تخم تاثیر کا تعلق انسان کے خاندان اور آباؤاجداد سے ہوتا ہے جبکہ مجلس تاثیر کا تعلق اس کے اردگرد کے ماحول اور لوگ ہوتے ہیں۔ ان دونوں تاثیروں میں سے مجلس تاثیر کے اثرات انسان پر زیادہ ہوتے ہیں۔

# قرآن وحدیث کی روشنی میں قوم وقبیلہ

قومیت اور برادری کی تشکیل کی وجہ مختلف اقوام وقبائل کی باہمی شناخت، پہچان اور تعارف ہے۔ انسان اپنی انسانیت کے لحاظ سے نیچ ہے نہ اونچ۔ خدا نے انسانیت میں سب کو برابر بنایا ہے۔ لہٰذا پیدائش اور خلقت کے اعتبار سے یا نسب کے لحاظ سے ان کے درمیان درجات قائم کرنا خدا تعالیٰ کی فطرت کے خلاف بغاوت ہے اور دین اسلام کے تحت یہ فرض بن جاتا ہے کہ اس بغاوت کو مٹا کر انسانیت کو اس لعنت سے پاک کیا جائے۔

قرآن پاک میں سورۃ الحجرات میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْباً وَ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ج
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ج اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (ط)

ترجمہ: اے لوگو۔ تحقیق پیدا کیا ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنایا تم کو کنبے اور قبیلے، تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک سب سے اچھا وہ ہے جو تم میں سے پرہیز گار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ سورۃ الحجرات۔۔۔13

اسلام تسلیم کرتا ہے کہ انسانوں کے باہمی تعارف اور باہمی رشتوں کے تعلق کی بنا پر وہ چھوٹے چھوٹے کنبے، بڑے بڑے خاندانوں اور اس سے بھی زیادہ وسیع برادریوں میں منقسم ہیں۔ اپنی نسل، خاندان اور قوم پر بے جا فخر، کسی دوسرے خاندان، قوم، کنبہ یا نسل کے فرد یا افراد کو نسلی عصبیت کی وجہ سے کمتر یا اپنے سے حقیر جاننا تقویٰ اور پرہیز گاری کے منافی ہے۔ بلندی اور برتری نسب اور ذات پات سے نصیب نہیں ہوتی بلکہ اعمال کے خوبی اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اصول دین کے متعلق جو خطبہ دیا تھا اس میں اعلان فرما دیا تھا کہ نہ کسی عرب کو عجمی پر برتری ہے اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر۔ برتری اور کمتری کا معیار صرف تقویٰ، طہارت اور اعمال کی خوبیوں پر موقوف ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے، اور چاہئے کہ قومیں اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں، ورنہ تو وہ اللہ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ بے وقعت ہو جائیں گی، پھر فرمایا۔۔۔۔ اپنے نسبوں کو اس قدر جاننا چاہئے کہ جس سے آپس میں صلہ رحمی کر سکو۔

قبائل (برادری) کا وجود منشاء خداوندی کے عین مطابق ہے۔ قبائل کی پہچان رکھنا جائز اور حکم خداوندی کے مطابق درست ہے، لیکن قومی تعصب یا قوم پرستی، غرور اور گھمنڈ جائز نہیں۔ اپنے حسب ونسب سے متعلق تحقیق اور جاننا نہایت ضروری ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"اپنے نسب سے خارج ہونے والا لعنتی ہے اور کسی نسب میں داخل ہونے والا بھی لعنتی ہے۔"

حضرت عمر فاروق ؓ روایت کرتے ہیں کہ تم اپنے نسب سیکھا کرو، تا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کو پہچان لو اور اس طرح اپنے رشتہ داروں اور اقرباء سے مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کرنے لگو گے۔ (حدیث ترمذی)

حسب ونسب کی پہچان نہ صرف انفرادیت کے لیے ضروری ہے بلکہ یہی انفرادیت ہی اجتماعیت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ انفرادیت نہیں تو پھر اجتماعیت بھی کچھ نہیں۔ لہٰذا یہ دونوں پہلو لازم وملزوم ہیں۔ اپنے حسب ونسب، اپنے قبیلے اور خاندان کے متعلق جاننے اور علم حاصل کرنے کی اسلام نے ہرگز مخالفت نہیں کی۔ اسلام تو دین فطرت ہے اور مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے۔ حسب ونسب کا پہلو بھی انسانی زندگی سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ فطری طور پر ہر انسان اپنے آباؤ اجداد سے متعلق ضرور دلچسپی رکھتا ہے اور انسان کی یہ دلچسپی ایک مثبت اور فطری پہلو ہے نہ کہ منفی اور غیر فطری۔ نسل اور قوم کی برتری اولاد آدم میں شروع سے چلتی آئی ہے۔ ایسی قومیں بھی کرّہ ارض پر گزری ہیں جنھوں نے لڑنے کے بجائے امن کو پسند کیا ہے۔ مگر لڑائی کے بغیر امن ان کو راس نہ آیا اور وہ دوسرے قوموں کی غلام بن گئیں۔

یہ حقیقت ہے کہ حسب ونسب پر بے جا فخر، تکبر اور غرور منفی پہلو ہے۔ چونکہ بروز محشر حسب ونسب، قوم ونسل، بخشش کا ہرگز معیار نہیں ہوگا۔ اس حقیقت کے بارے میں قرآن مجید نے سورۃ الحجرات میں واضح اعلان کر دیا ہے۔ یہ تو محض پہچان اور تعارف کی غرض ہے۔ بخشش کا معیار تو تقویٰ اور پرہیزگاری کو ہی قرار دے دیا گیا ہے۔ دوسری طرف مذہب اسلام میں حسب ونسب کی ایک خاص شرعی اور سماجی حیثیت اور اہمیت ہے۔ دراصل نسب کے معاملہ میں اسلام نسبتاً سخت پہلو رکھتا ہے۔ نکاح کا فلسفہ بھی یہی ہے کہ نسب کی حفاظت ہو۔ اور بیوی اور اس کی بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی بود وباش کی ذمہ داری بھی پوری ہو۔ اسی لئے اپنی ولدیت اور قوم کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ یہی انفرادیت اور پہچان ہوتی ہے۔ اور قوم دراصل باپ ہی کو ظاہر کرتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قوم اور برادری کی نہ صرف مخالفت کرتے ہیں بلکہ سرے سے ہی قوم اور برادری کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو قوم اور برادری کو منفی پہلو میں لیتے ہیں۔ یعنی کچھ اپنی قوم وبرادری پر بے جا فخر اور گھمنڈ کرتے ہیں اور دیگر اقوام اور برادریوں کو کمتر اور حقیر جانتے ہیں۔ ایک طرف تو قوم وبرادری کو تعصب کے معنی میں لیا جاتا ہے تو دوسرے طرف قوم اور برادری کو حد درجہ سے بڑھ کر دوسری قوم وبرادری سے تعصب اور تفریق اور طبقاتی سلوک ہی رواں رکھا جاتا ہے۔ جو کے قرین انصاف نہیں۔

روایت ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ عصبیت کیا ہے۔ کیا آدمی کا اپنی قوم سے محبت کرنا، عصبیت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، عصبیت یہ ہے کہ آدمی ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دے۔ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو مہاجرین کی آمد سے مدینہ کی معاشرتی زندگی میں کچھ مسائل پیدا ہو گئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مہاجرین کے قیام وطعام کا بندوبست اس طرح کیا کہ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ نتیجتاً مواخات کے یہ بھائی ایک دوسرے کے ترکہ کے وارث بھی ٹھہرے تھے۔ مگر بعد ازاں قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ (ط) سورۃ الاحزاب ....6

ترجمہ: قرابت دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک برادری اور رشتہ داری کے تعلقات، وراثت اور حسن سلوک کے سلسلہ میں دوسرے تعلقات سے زیادہ اہم سمجھے گئے ہیں۔ مشہور مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جس قوم میں عصبیت سے متعلق جذبات اور احساسات جتنے شدید ہوتے ہونگے اس قوم کی بقا کی ہی یہ بری ضمانت ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُو ا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ط سورۃ الرعد....11

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہں بدلتا جب تک خود اس کو بدلنے کا خیال پیدا نہ ہو۔

لہذٰا قوم کو زندہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے حسب ونسب اور آباؤ اجداد کے بارے میں علم ہو اور اپنے حسب ونسب کی اہمیت کو اجاگر رکھا جائے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی اولاد بنے اور جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھرو، پس جو کوئی اپنے باپ دادوں سے پھرا، اس نے کفر کیا۔

قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنے حسب ونسب، قوم ونسل کہ پہچان اور تعارف نہایت ہی ضروری ہے۔ پہچان اور تعارف کی حدتک قوم ونسل، کنبہ وقبائل اور خاندان کے امتیاز کو قائم رکھنا جائز ہے۔

اسباب کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فوقیت ہرگز نہیں دی گئی البتہ چنداں خصوصیات جو کے انفرادی نوعیت کی ہوتی ہیں ہر نسل میں ضرور ہوتیں ہیں جو کے محض ایک پہچان کے لیے ہوتی ہیں، ایک دوسرے سے تعارف کی غرض سے ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ راقم الحروف کی نظر میں کوئی اور فلسفہ تقسیم قبائل وشعوب نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس پر چودہ سو برس پہلے ہی سورۃ الحجرات میں فیصلہ دے دیا تھا۔

**لفظ قوم اور اس کا اطلاق**

مصنف کرالا راجپوت صفحہ نمبر 42 پر لکھتے ہیں کہ ''سرزمین پاک وہند میں لفظ قوم ایک عجیب قسم کا مخمصہ بنا ہوا ہے۔ ملک کے ہوشیار چالاک اور مکار سیاست دان یا خود غرض لوگ لفظ قوم کو اپنے اپنے ڈھب کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔''

سابقہ مشتہرہ زراعت پیشہ لوگوں کی قومیت کاغذات سرکاری وغیرہ میں جاٹ، راجپوٹ، سید، مغل، پٹھان، قریشی اور ان قوموں کے ماتحت سندھو، چیمہ، گمن، کھڑ، ٹوانہ، نون، اعوان، جنجوعہ، ککڑ، تیزیال، بلدیال، فاروقی، صدیقی، ہاشمی، حسنی اور حسینی وغیرہ الگ اور پیشہ کے نام پر غلط العام مشہور اوقوام نائی، دھوبی، موچی، سقہ، کمہار، لوہار، ترکھان (بڑھی)، تیلی، قصاب اور درزی وغیرہ کی الگ قومیں تصور کی جاتی ہیں۔ کل جو جنگ و جدل کرتے وقت ایک قوم تھی آج مال غنیمت (حاصل کردہ حقوق) کی تقسیم کے وقت اول الذکر قومیں ان کے مورثان اعلیٰ کے نام پر اور ثانی الذکر لوگوں کی قومیں ان کے پیشوں کے نام سے بلائی اور درج کی جاتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کو کمیں تصور کر کے تمام حقوق انسانی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے جن پانچ چیزوں یعنی کھانے کے لیے روٹی، پہننے کے لیے کپڑا، رہنے سہنے کے لیے مکان، باعزت بیٹھنے کے لیے مجلس میں وقار مقام، بلائے جانے کے لیے باعزت لفظ کی ہر انسان کو ضرورت ہوتی ہے، ان کے دروازے ان لوگوں پر بند کر دیے جاتے ہیں۔

اسی طرح جہاں اوالذکر اقوام کے لیے چوہدری صاحب، راجہ صاحب، خان صاحب، مرزا صاحب، شاہ صاحب وغیرہ جیسے پر از وقار الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہاں ثانی الذکر کو کمین کہہ کر پکارا جاتا ہے، جس کے معنی کمینہ کے ہیں۔ احتجاج پر لفظ کمین کی بجائے معین مقرر کر دیا جس کی معنی مددگار کے ہیں۔ یہ نیا لفظ جو کمین سے ملتا جلتا تھا تجویز کر کے مکار سیاست دانوں نے غریبوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کی۔ اگر پیشہ ور لوگ ہل، درانتی، کرپہ، آلات کشادرزی بنانے، حجامت کرنے، کپڑے دھونے یا سینے، روئی دھننے، تیل نکالنے کا کام کرنے، پانی بھرنے، نسب بیان کرنے کے باعث معین کہلا سکتے ہیں تو زمیندار اقوام، زمین جوتنے، ہر قسم کا اناج، پھل سبزیاں، ترکاریاں اگانے میں دوسرے کے معین کہلا سکتے

ہیں۔ دنیا تقسیم کار کا مجموعہ ہے۔ سوسائٹی کا ہر انسان دیوار کی اینٹ کی طرح ایک دوسرے کا مددگار ہے۔

جن پانچ ضروریات زندگی کا ہونا ہر انسان کے لیے ضروری ہے ان سے طبقاتی اقوام کو جبراً محروم رکھا جاتا ہے۔ جو لوگ کل ایک قوم مسلمان، مذہب کے نام پر تھے، آج جبکہ پیشہ کے نام پر مشہور قوموں کے غلام بنائے رکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، دو قوموں یعنی زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ، ساؤ (شریف) اور کمین میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی نائی، موچی، درزی، جلاہا، وغیرہ کا پیشہ کرنے والا کہے کہ میں بھٹی، کھوکھر یا چوہان ہوں تو چوہدریت خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور اگر کوئی نسب دان (میراثی) کا پیشہ کرنے والا اپنے آپ کو قریشی کہنے کی جرات کرتا ہے تو سیدوں اور قریشیوں (ملاؤں) کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتا ہے اور مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔ گویا یہ جاننے کے باوجود کہ کسی کا پیشہ اس کی قوم نہیں ہوتی اور یہ کہ ہر پیشہ کرنے والا کوئی نہ کوئی قوم ضرور رکھتا ہے۔ ملک میں لفظ قوم تین مختلف طریقوں پر استعمال ہوتا ہے اول مذہب کے نام پر دوم پیشہ کے نام پر تیسرا امورِ شان اعلیٰ کے نام پر۔

اگر مذہب کے نام پر قوم بن سکتی ہے تو تمام پاکستانیوں کی قوم مذہب کے نام پر اور تمام مسلمانوں کی قوم مسلمان لکھی جانی چاہئے اور اگر کسی سیاسی مصلحت کی بنا پر ایسا نہیں کیا جا سکتا تو زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی مسلمان ایک قوم ہے کا نعرہ لگا کر غریبوں اور طبقاتی اقوام کو استعمال نہ کیا جائے۔

اگر پیشہ کسی کی قوم ہو سکتی ہے تو جو پیشہ کوئی شخص کرتا ہے وہی ان کی قوم قرار دی جائے۔ یعنی کاشت کرنے والوں کی قوم کاشت کار، ملازموں کی قوم ملازم تاجروں کی قوم تاجر، ڈاکوؤں کی قوم ڈاکو، لیڈروں کی قوم لیڈر، دھوکہ بازوں اور غریبوں کو تباہ کرنے والوں کی جلاد، وکلاء کی وکیل دستکاری کا پیشہ کرنے والوں کی قوم دستکاری کے نام پر درج کی جایا کرے۔ لیکن یہ اصول اور دستور حد سے زیادہ بیہودہ ہے کہ جس کسی شخص کے خاندان میں کوئی پیشہ کیا تھا اس کی قوم اسی پیشہ کے نام پر قرار دی جائے۔ خواہ اس پیشہ سے اسے دور کی نسبت بھی نہ ہو اور اگر مشتہرہ زراعت پیشہ قوموں میں سے کوئی شخص بہرہ، خانساماں، کوچوان وغیرہ پیشوں کے اختیار کرنے کے باوجود ان کی قومیت ڈھونڈ، سدھن، تیزیال، کھکھ، جاٹ اور راجپوت رہ سکتی ہے تو حکومت کو کوئی حق نہیں کہ وہ موجودہ وقت میں پیشہ کے نام پر مشہور ایسے لوگوں کی قومیں درج کرے جو اس پیشہ کو نہ کرتے ہوں۔

غرض یہ کہ لفظ قوم کے استعمال کا کوئی ایک طریقہ اور اصول قائم اور وضع کرنا چاہئے۔ لفظ قوم آج عوام کی نظروں میں ہی مخمصہ نہیں بنا بلکہ آج سے کئی سال قبل اس لفظ کا مفہوم صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی عدالت چیف کورٹ بھی نہیں سمجھ سکی۔ چنانچہ مسٹر جسٹس لال چند اور مسٹر جسٹس کنگسٹن، ججان چیف کورٹ پنجاب بمقدمہ علی محمد وغیرہ اپیلانٹ بنام شاماں وغیرہ۔ رسپانڈنٹ بتاریخ 22 فروری 1907ء فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

> لفظ قوم کی ایکٹ شفع یا کسی دیگر ایکٹ میں اس کو زراعت پیشہ تمیز کرنے واسطے کہیں تعریف نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ امر ابٹسن و میکلیگن و مسٹر ایچ اے روز کی رپورٹ ہائے مردم شماری 1818ء، 1891ء، 1901ء میں یا کسی دیگر مستند کتاب کے دیکھنے سے جو ہمیں مل سکی ہے، صاف کہا گیا ہے کہ بعض مصنفین نے لفظ قوم کو ایک مفہوم اور بعض دیگر مفہوم میں لیتے ہیں۔
> (پنجاب ریکارڈ 1908ء، مقدمہ نمبری 112)

پنجاب کی سب سے بڑی عدالت چیف کورٹ کے دو جج صاحبان بھی لفظ قوم کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے، حالانکہ اس لفظ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ لفظ قوم کا تعلق نسل اور باپ سے ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس امر پر روشنی ڈالی جائے کہ قوم پیشہ سے بنتی ہے یا مذہب سے یا مورثان اعلیٰ کے نام پر۔ کیونکہ قوموں کی تاریخ سمجھنے کے لیے لفظ قوم کی اصلیت اور حقیقت کا جاننا ضروری ہے اور مقدم بھی۔

### مذہب اور قوم

چند ایک دلائل دے کر ثابت کیا جائے گا کہ مذہب کے نام پر قوم نہیں بنا کرتی۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو، اے میری قوم یاد کرو احسان اللہ کا او پر اپنے، جب پیدا کیا تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ۔

سورۃ اعراف میں ہے کہ موسیٰ نے کہا، اپنی قوم سے مدد مانگو اللہ سے اور صبر کرو۔

سورۃ الفرقان میں ارشاد ہے کہ قوم نوح کو غرق کیا ہم نے جب انھوں نے جھٹلایا پیغمبروں کو۔

سورۃ الشعرا میں حضرت ابراہیمؑ، سورۃ النمل میں حضرت لوطؑ، سورۃ عنکبوت میں حضرت شعیبؑ، سورۃ المومنون، سورۃ اعراف، سورۃ ہود، وغیرہ میں جہاں کہیں انبیاء کی قوم کا ذکر آیا ہے اس میں لفظ قوم سے ہر ایک کا مذہب نہیں بلکہ نسل اور نسب مراد ہے۔

حضرت نوحؑ کی جس قوم کو غرق کیا گیا تھا وہ آپ کے ہم مذہب نہیں بلکہ ہم نسل تھے۔ جنھوں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا تھا اسی طرح حضرت موسیٰؑ کی نافرمان قوم کا ذکر جو متعدد بار قرآن میں آیا ہے اس سے مراد آپ کے ہم مذہب نہیں بلکہ وہ ہم نسل تھے جو آپ کو بار بار جھٹلاتے تھے۔ اگر انبیاء کے مذہب کی بنا پر قوم ہوتی تو صرف ان کے ماننے والے پیروکاروں کو ہی قوم تسلیم کیا جاتا۔ اسی طرح انجیل کی کتاب پیدائش، کتاب گنتی، نیا عہد نامہ، کتاب اعمال میں انبیاء کی قوم سے مراد ان کے ہم نسل سے لی گئی ہے خواہ وہ ان کے مذہب کے پیروکار ہیں یا منکرین۔

قومیت کی کتاب گنتی میں بڑی تفصیل کے ساتھ لفظ قوم پر روشنی ڈالتے ہوئے متذکرہ قبیلوں اور خاندانوں کی میراث کی تقسیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ قوموں اور خاندانوں کی میراث (جدی جائیداد) کی تقسیم مذہب کی بنا پر نہیں ہوا کرتی بلکہ شجرہ نسب کی بنا پر ہوا کرتی ہے۔ جس سے مراد نسل ہوتی ہے۔

خود سرکارِ دو عالم حضرت محمد ﷺ کو جب آپ ﷺ کی قوم (ہم نسل) قریش نے حد سے زیادہ تنگ کیا تو آپ ﷺ نے بجائے بد دعا مانگنے کے فرمایا اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، یہ مجھے نہیں جانتے۔ یہاں قوم سے مراد قریش قوم کے لوگ تھے، جو آپ کے ہم نسل تھے اور ہم نسل ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کو پیغمبر نہیں مانتے تھے بلکہ طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ مذہب کے نام پر قوم نہیں ہوا کرتی ہے

### پیشہ اور قوم

جس طرح مذہب سے قوم نہیں بنتی، اسی طرح کسی کے پیشہ کو اس کی قوم قرار نہیں دیا جا سکتا، ہر انسان کا مذہب اور پیشہ تبدیل ہو سکتا ہے لیکن کسی کی قوم تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ قریشی قوم جب غیر مسلم تھی ان کی قوم قریشی تھی۔ لیکن ان میں سے جن لوگوں نے مذہب اسلام قبول کیا ان کی قوم بدستور قریشی ہے۔ اسی طرح جاٹ اور راجپوت، ہندو، مسلمان اور سکھ مذہب والوں کی گوتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔ بھٹی جب ہندو تھا بھٹی تھا، جب ان میں سے کچھ مسلمان اور کچھ سکھ بن گئے تو قوم بدستور بھٹی رہی علی ہٰذ القیاس یہی حال دوسری اقوام کا ہے۔

| نام بزرگ | پیشہ | نام بزرگ | پیشہ | |
|---|---|---|---|---|
| حضرت شعیبؑ | جلاہ، تاجر | حضرت خالد بن ولیدؓ | قصاب | حضرت آدم علیہ السلام کو ہتھوڑا اور |
| حضرت ادریسؑ | درزی | حضرت عوام بن زبیرؓ | درزی | اہرن دیے گئے، پتھر سے لوہا نکالنے کی |
| حضرت ابرہیمؑ | زراعت | حضرت امام ابوبکرؓ | موچی | تدبیر تاکہ لوہا بنا سکیں۔ |
| حضرت سلیمانؑ | پنکھے اور چٹائیاں بنانا | حضرت امام ابوحنیفہ | جلاہ | |
| حضرت نوحؑ | ترکھان (بڑھی) | حضرت ابوالخیر | بوریاباف | اماں حوا کو پشم کاتنا اور آدمؑ کو اونی کپڑا |
| حضرت صالحؑ | تاجر | حضرت ابراہیم قصار | دھوبی | بننا سکھایا۔ |
| حضرت عیسیٰؑ | رنگریز | حضرت حسین بن منصور | دھنیا | بحوالہ طبقات ناصری، مصنف |
| حضرت داودؑ | آہن گر | حضرت عامر بن رائل | جراح | منہاج سراج، جلد اول مترجم: غلام رسول مہر |
| حضرت موسیٰؑ | ایال | حضرت سعد بن وقاص | قصاب | |
| حضرت ابوبکر صدیقؓ | نسب دانی و تاجر | حضرت عقیل بن ابی طالب | نسب دان | |
| حضرت عمر فاروقؓ | نسب دانی و پانی بھرنا | حضرت عثمان بن طلحہ | درزی | لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور |
| حضرت ابواسحاق ابراہیمؓ | گوریاباف | حضرت ابوالحسن | ترکھان (بڑھی) | لوگوں کے لیے منافع ہے۔ |
| حضرت اویس قرنیؓ | ساربان | حضرت ابوطالب | عطرفروش | (القرآن) |
| | | حضرت ابوعبداللہ | درزی | |

ایک چھوٹا سا رسالہ بنام کسب انبیاء مولانا ظہورالحق عظیم آبادی کی تصنیف ہے، یہ رسالہ صرف ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے سوال: عام لوگ جو کھیتی باڑی کرنیوالوں، کپڑے سینے والوں، کپڑا بننے والوں اور حرفت کار، دیگر کام کرنے والوں پر طعن کیا کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور اصول فقہ ان کے متعلق کیا کہتی ہے؟ اس کے جواب میں مولانا مذکورہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ صرف یہ ثابت کیا ہے کہ جو مسلمان حکم الٰہی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ج کے خلاف کسی حرفت کار کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، وہ جہنمی ہے اور قرآن کی صریح مخالفت کرتا ہے۔ بلکہ بتایا ہے کہ انبیاء اور اللہ کے دیگر برگزیدہ بندوں نے اکثر حرفتی کام حلال اور طیب سمجھ کر کئے ہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ پیشہ کا تعلق حسب و نسب سے ہرگز نہیں ہوتا چونکہ قوم باپ یا آباؤاجداد کو ظاہر کرتی ہے۔ جبکہ پیشہ نہ تو باپ بن سکتا ہے اور نہ ہی آباؤاجداد۔ نیز قوم تبدیل نہیں ہو سکتی البتہ پیشہ تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔

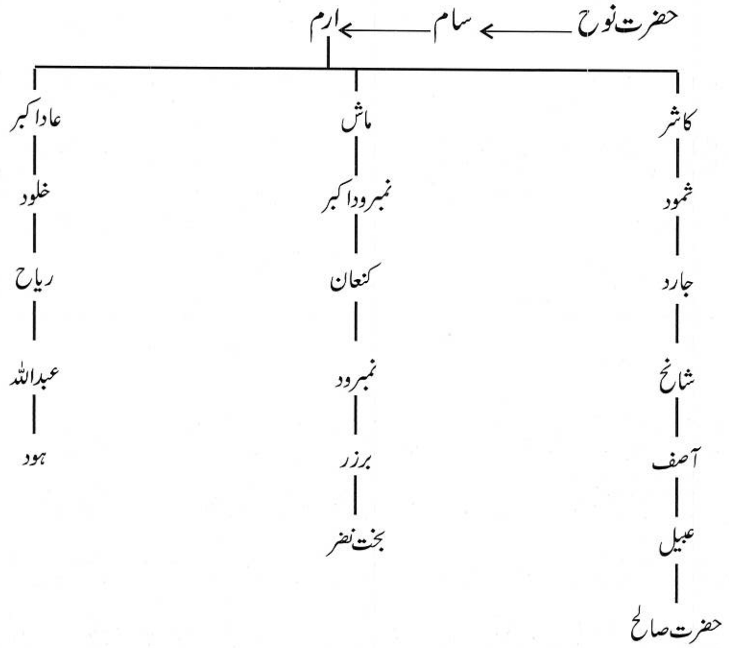
## موروث اعلیٰ اور قوم

لفظ قوم کی وجہ تسمیہ حسب ونسب ہے۔عربوں کے متفقہ فیصلے کے مطابق عرب کا مشہور خاندان عدنان (اولاد عدنان) سات طبقوں میں منقسم ہے۔نصر بن کنانہ (قریش) کے نام سے دور جا کر عدنان کا نام شجرہ میں پایا جاتا ہے۔یعنی نضر بن کنانہ بن ضزیمیہ بن مدرکہ بن الیاس بن مصر بن نزار بن سعد بن عدنان۔

جوہری نے لکھا ہے کہ یہ (عدنان) ان تمام قبائل کا باپ ہے جو اس کی طرف منسوب ہیں اور آگے اس کے کئی شعوب ہیں قبیلہ کو باپ کے نام سے پکارتے ہیں۔قبیلہ ایک باپ کی اولاد میں سے ہوتا ہے،قبیلہ کی نسبت اکثر باپ کی طرف ہوتی ہے اور بعض دفعہ ماں کے نام پر بھی بلائی جاتی ہے مثلاً بنی فاطمیہ، بنی حنیف۔

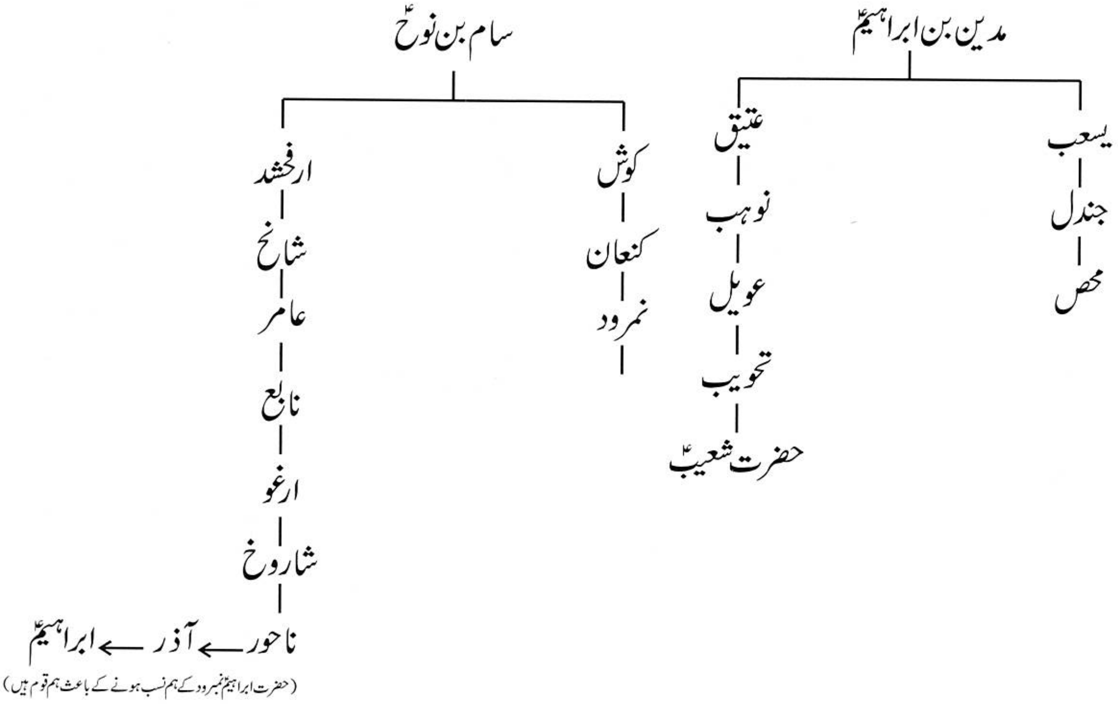
قبیلہ یا قوم کا تعلق نسب ونسل سے ہے نہ کہ مذہب اور پیشہ سے۔قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ ،حضرت ہودؑ ،حضرت صالحؑ ،حضرت لوطؑ نے جس قوم کو بار بار اپنی قوم کہہ کر نصیحت کی تھی وہی بالغ آبادی تھی جن پر لفظ قوم کا اطلاق ہوتا تھا یہ سب مورثان اعلیٰ کے نام سے خاندان مشہور تھے۔

ذیل کے شجروں اور لفظ قوم پر غور کرنے سے مزید ذہن میں قوم کا مفہوم واضح ہوگا




اس شجرہ سے یہ امر عیاں ہوتا ہے کہ حضرت ہودؑ عاد نامی ایک آدمی کی چوتھی پشت میں پیدا ہوئے گویا وہ خود قوم عاد کے ایک فرد ہیں۔لہٰذا آپ کو آپ کی ہم نسل قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تھا۔حضرت صالحؑ کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی کو بھیجا۔۔ شجرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صالح، ثمود نامی ایک آدمی کے پانچویں پشت میں پیدا ہوئے اور یہی ثمود تھا جو مورث اعلی قوم ثمود تھا۔گویا حضرت صالح اس کی نسل یعنی نسب سے ہونے کی وجہ سے ہم قوم تھے۔

حضرت شعیبؑ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اور بھیجا مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو جو مدین بن حضرت ابراہیمؑ جو بطن قنطورہ سے ہیں کی اولاد ہیں۔(مراۃ الانساب 74)




رسول اکرم ﷺ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا اے خدا میری قوم کو بخش دے، یہ مجھے اس لیے تنگ کرتے ہیں کہ مجھے جانتے نہیں۔لیکن جب غیر قریش قوم بنو ثقیف کے متعلق جنگ حنین میں دعا کرنے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ بنی ثقیف کو ہدایت کر۔اس موقعہ پر لفظ قوم ارشاد نہیں فرمایا۔کیونکہ بنی ثقیف نسب کے اعتبار سے آپ ﷺ کے ہم قوم نہ تھے۔

قوم کے متعلق یہی قاعدہ اور دستور ہندوستان میں رائج تھا۔ہندوستان کی اصطلاح میں کسی قوم کے سب سے بڑے مورو ث اعلیٰ کے نام پر بنس اور اس کے بعد کے مشہور آدمیوں کے نام پر گوترا اور اس سے پیدا شدہ شاخوں کے نام پر گوت یا ذات مشہور ہو جایا کرتی ہے۔ہر شخص کو حق ہوتا ہے کہ وہ اپنا نسب بتاتے وقت بنس، گوترا یا گوت (ذات) بتائے۔تینوں میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرنا جائز ہوتا ہے۔مثال کے طور پر راجپوتوں کے سب سے بڑے اور پرانے دو خاندانوں، سورج بنسی اور چندر بنسی مشہور ہیں۔سورج بنسی کی نسل میں سے ایک شخص جنج نامی کی اولاد جنجوعہ مشہور ہے۔(جنجوعہ آگرہ کے قریب ایک جگہ کا نام بھی ہے) جس کی نسل میں سے ایک شخص راجہ سہنسپال نامی ہوا ہے۔جس کے بائیس بیٹوں کے ناموں پر بائیس گوتیں راجپوتوں کی مشہور ہیں۔ان میں سے ہر گوت سے تعلق رکھنے والے کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قوم سہنسپال کے بیٹوں کے نام پر مشہور قومیں، وینس، گہمن، کہمان، تتلے، کنگرہ وغیرہ کہے یا اپنے آپ کو جنجوعہ یا سورج بنسی کہیں۔

لفظ بنس، سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔جس کے معنی قوم یا ذات کے ہیں۔یہ بنس، گوترا اور گوت، مورثان اعلیٰ کے نام پر ہی مشہور ہوتے ہیں۔خواہ وہ کسی مشہور آدمی کا ذاتی نام ہو یا صفاتی۔کبھی کسی مورث کی صفت یا برے نام پر بھی قوم کا نام مشہور ہو جاتا ہے۔(تاریخ اقوام کشمیر)

تقریباً تمام دنیا میں قوموں اور گوتوں کے بننے کا ایک ہی طریقہ رائج تھا۔یعنی مورثان اعلیٰ کے ناموں پر نہ صرف قوموں کے نام مشہور ہو جایا کرتے ہیں بلکہ جس علاقہ میں کوئی مورث اعلیٰ اپنی اولاد کو لے کر آباد ہو جاتا تھا اسی کے نام پر اس علاقہ کا نام بطور ملک کے مشہور ہو جایا کرتا تھا۔تفصیل ذیل ہے

| نام موروث | نام قوم | نام ملک |
|---|---|---|
| آذر بیجان بن بوذر | آذر بائیجان | آذر بائیجان |
| عراق بن خراسان بن علیم بن سام | عراقی، خراسانی | عراق، خراسان |
| مکران بن تنبال بن علم | کرمانی | کرمان |
| مکران بن تنبال | مکرانی | مکران |
| روس بن یاقث | روسی | روس |
| یونان بن یافث | یونانی | یونان |
| چین بن یافث | چینی | چین |

| | | |
|---|---|---|
| ترک بن یافث | ترک | ترکی |
| ہند بن حام | ہندی | ہند |
| سندھ بن حام | سندھی | سندھ |
| حبش بن حام | حبشی | حبش |
| مصر بن حام | مصری | مصر |
| قبط بن حام | قبطی | قبط |
| دکن | دکنی | دکن |
| نہروال | نہروال | نہروال |
| تلنگ | تلنگی | تلنگ |

اس مذکورہ بحث وتفصیل سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قوم سے مراد نہ صرف نسل بلکہ مورث اعلیٰ ہے۔کسی کی قوم سے مراد اس کی نسل اور اس کے مورث اعلیٰ یا جد امجد سے ہے نہ کہ اس کے مذہب اور پیشے سے۔ مذہب اور پیشہ تبدیل ہو سکتے ہیں۔خصوصاً پیشہ، وقت، حالات اور ضرورت کے تحت تبدیل ہوسکتا ہے۔لیکن قوم (نسل، موروث اعلیٰ، باپ) تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ چونکہ قوم کا تعلق باپ اور نسب سے ہوتا ہے۔ چاہے مذہب اور پیشہ کچھ بھی ہو، اسی طرح پیشہ کے نام مشہور اقوام کو ان کی اصل قوم یا ذات کی بجائے، ان کی قوم اور ذات پیشہ سے منسوب کر دی جاتی ہے اور یوں اہل حرفہ کو انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرہ میں مفاد پرستوں کا اہل حرفہ کے ساتھ ایک نفسیاتی حربہ ہے۔ جسے نہ تو انسانیت کا معیار کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہمارا مذہب اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ پیشہ تو ایک بے جان شے ہے، ایک بے جان شے کیا ایک باپ کا درجہ حاصل کر سکتی ہے؟ لہٰذا قوم کا تعلق، باپ، نسل مورث اعلیٰ یا جد امجد سے ہوتا ہے۔یعنی قوم سے مراد نسب ہے، پیشہ اور مذہب نہیں۔

# آرین، منگول وہن اور دیگر متفرق قبائل کی ہندوستان آمد

تاریخی شواہد کی روشنی میں اس حقیقت کو بڑی تقویت پہنچتی ہے کہ مختلف ادوار میں آرین، منگول وہن اور دیگر متفرق قبائل دراصل وسط ایشیاء سے ہی ہندوستان میں آئے تھے۔

## وسط ایشیاء (Centeral Asia) کا محل وقوع

اس کا اطلاق عموماً ان علاقوں پر ہوتا ہے جو شمال میں 30 اور 40 درجے عرض بلد اور مشرق میں 55 اور 85 درجے طول بلد کے درمیان واقع ہیں۔ وسط ایشیاء کا یہ وسیع و عریض علاقہ جو بحیرہ کیسپیئن (Caspian Sea) کے ساحل سے چین کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے اور جس کی شمال میں حدیں روسی سائبیریا کے یخ بستہ میدانوں کو جا ملتی ہیں جبکہ جنوب میں افغانستان اور ایران اور شمال میں روس سے ملتی ہیں۔ یہ علاقہ 150 سال پہلے توران (Toran) یا ماوراءالنہر (Tranoxiana) کہلاتا تھا۔ ماوراءالنہریوں کا علاقہ دریائے جیحوں کے پار ہے۔

Centeral Asia is the core region of the Asia continent and strectches from the Caspian Sea in the west to China in the east and from Afghanistan in the South to Russia in the North.

یہ سیر دریا (Syr Darya)، کار، زارافشان اور آمو (Amu) دریاؤں کی سرزمین ہے جس کے بطن میں سونے، چاندی، یورینیم گیس اور تیل کے وافر ذخائر ہیں اور جس کے میدانوں میں کپاس اگتی ہے اور باغات پھلوں سے لدے رہتے ہیں۔ یہ سرزمین ایک طرف پامیر کے برف پوش پہاڑوں کے میدانوں کو چھوتی ہے تو دوسری طرف ترکمانستان کے ریگستان کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔

زمانہ قدیم میں انسان اس علاقہ میں چالیس سے پچاس ہزار سال قبل آباد ہوا۔ 5400 قبل مسیح میں کچھ چھوٹے چھوٹے گروہوں نے اس علاقہ میں مستقل رہائش اختیار کرنا شروع کی اور انھوں نے زراعت اور ریوڑ (Herd) رکھنے کی ابتداء کی۔ کچھ نے اپنی گوشت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے گھوڑوں کو پالتو بنانا شروع کیا اور بعد میں ان گھوڑوں کو آمدورفت کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ یہ علاقہ قدیم آبادکاروں کا مسکن بنا۔ مغرب میں پہلے آبادکار جو پہچانے گئے وہ کمیرین (Cimmerians or Kimmerians)، ستھیئن (Sythians) اور مشرق میں ہیونگ نو (Hsinung-nu) تھے۔ چھٹی قبل مسیح میں ترک لوگوں نے ایک بڑی بادشاہت کی بنیاد رکھی جو دو صدیوں تک قائم رہی جس نے علاقہ میں ایک دائمی اثرات چھوڑے۔ ترک لوگوں کی اس علاقہ میں غالبیت رہی۔ وسط ایشیاء کے سب سے پرانے باشندے تاجک ہیں جو چین اور افغانستان کی سرحد پر آباد ہیں۔ یہ فارسی بولتے ہیں۔ چین کی سرحد کے ساتھ ساتھ کرغیز اور قزاق رہتے ہیں۔ مغرب میں ازبک اور ترکمان آباد ہیں، ان کی زبانیں مختلف ہیں لیکن یہ سب ترک نسل سے ہیں۔

400 سال قبل مسیح میں اس علاقے میں ان چالیس قبائل کی حکمرانی تھی جن کی سردار نہایت حسین و جمیل لیکن بے حد جنگجو اور خوددار خواتین

تھیں۔ کرغیز کا مطلب ترکی میں چالیس لڑکیاں ہیں۔ یونانی مورخوں کے ہاں بھی اس کا ذکر ہے، مثلاً ہردوتوس میں بھی ایک ایسا کتبہ ہے کہ وسط ایشیاء میں پرانے زمانے میں ایسے زنانے قبیلے رہتے تھے جن کی انگریزی میں Amazons کہتے ہیں، جو بہت جنگجو، لڑاکا اور بہت خوددار ہوتے تھے، اپنے آپ کو کسی کے سپرد نہیں کرتے تھے اور شاید انہی Amazons سے کرغیز یعنی چالیس لڑکیوں کی روایت وابستہ ہے۔ یہیں کے آباد کار بعد میں یورپ، سائبریا اور شمالی امریکہ میں جا کر آباد ہوئے۔ یوں یہی علاقہ Indo-European کی جڑ قرار پایا۔ وسط ایشیاء کی اس سرزمین سے زرتشتیوں کا قدیم ترین مذہب ابھرا اور چونکہ یہ علاقہ، جہاں سے ایک زمانہ میں شاہراہ ریشم گزرتی تھی، زبردست فوجی اور اقتصادی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ زمین ایک دوسرے سے نبرد آزما سلطنتوں کی آماجگاہ بنی اور اس پر پے در پے طالع آزماؤں اور توسیع پسندوں کے طوفانوں کی یلغار رہی ہے۔

وسط ایشیاء میں سابق سوویت یونین میں شامل جمہوریتیں کزاخستان، ازبکستان، تاجکستان، کرغزستان اور ترکمانستان ہیں۔ کل رقبہ 1,546,000 مربع میل یعنی 3,994,000 مربع کلومیٹر ہے۔

## وسط ایشیاء کے نامور مشہور قبائل

وسط ایشیاء کا یہ وسیع و عریض علاقہ دراصل زمانہ قدیم سے ہی آرین، ہن و منگول قبائل کا مسکن رہا ہے۔ مورخین و محققین اس حقیقت پر متفق ہیں کہ ان قبائل کا اصل وطن وسط ایشاء ہی ہے اور یہیں سے یہ قبائل وقتاً فوقتاً ادھر ادھر پھیلے اور خصوصاً ہندوستان کی طرف وارد ہوئے تھے۔ نیز یہ قبائل حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے یافث ((Japheth/Dipheth(Caucasoid) کی اولاد در اولاد سے ہیں۔ (تفصیل کے لیے اس کتاب کے ایک مضمون پسران نوح علیہ السلام اور ان کی انفرادی عادات و خصائل کو ملاحظہ کریں)

یہ یافثی نسل قبائل پہلے پہل آرین (Aryans)، پھر ہن (Hun) اور بعد میں منگول (Mangols) کے ناموں سے مشہور ہوئے اور منظر عام پر آئے۔

## آرین اور ان کی ہندوستان میں 1500 سے 400 قبل مسیح تک آمد

آرین ان لوگوں کا طبقہ ہے جن کا آبائی وطن وسط ایشیاء (جنوبی روس کا لق و دق میدان، خوارزم و بخارا کا خطہ) تھا۔ یہ 1800 قبل مسیح میں یہاں کے رہائشی تھے جو بنیادی طور پر خانہ بدوش گلہ بان یا چرواہے تھے۔ آرین کو اپنی برتری پر بڑا گھمنڈ تھا، اسی لیے اپنے آپ آریہ کہتے تھے۔ آریہ کے سنسکرت میں معنی اونچی ذات، شریف اور آزاد کے ہیں۔ ان لوگوں نے کوئی دو ہزار سال قبل یہاں سے جنوب مغرب کی طرف ہجرت کی اور پھر اناطولیہ، فارس اور کوہ ہندوکش سے ہوتے ہوئے وادی سندھ میں ٹھیک اس وقت داخل ہوئے جب وادی سندھ کی تہذیب منہدم ہو چکی تھی۔

سٹینلے ولپرٹ (Staneley Wolpert) نے اپنی کتاب A New History of India میں زمانہ آرین (The Aryan Age) یعنی 1500-1000 قبل مسیح کے تحت بڑی تفصیل سے آرین لوگوں کے بارے میں حقائق درج کیے۔ ان حقائق کی روشنی سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً 3000 قبل مسیح میں بحیرہ کیسپیئن اور بحیرہ اسود کے درمیان میں آباد اصل انڈو یورپین بولنے والے نیم خانہ بدوش اور وحشی قبائل نے چند قدرتی آفات کی وجہ سے نقل مکانی کی۔ ان قدرتی آفات میں طویل شدید سردی، خشک سالی اور مہلک وباء طاعون کی بیماری کی وجہ کے علاوہ منگولیہ کے منگولوں کے بار بار حملے بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے یورپ اور ہندوستان کی طرف اپنے گھوڑوں، بھیڑوں، بکریوں اور ریوڑوں

# سینٹرل ایشیاء





آرین

منگول





ہن

کے ساتھ نقل مکانی کی جو تاریخ میں ایک نئے باب کے اضافے کا باعث بنی۔

حتیتی (Hittities) دراصل وہ پہلے انڈو یورپین تھے جو لوہے کا استعمال جانتے تھے اور جو 2000 قبل مسیح میں کا کیشیا کے جنوب میں ایک علاقہ کیپاڈوشیا (Capadocia) کے خاص مقام Boghaz-koi میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ 1909ء میں اس مقام کی کھدائی کے دوران کچھ تختیاں (Tablets) ملی ہیں جن پر حتیتی بادشاہ سبلیلیو ما (Subiluliuma) کا نام درج ہے جو 1400 قبل مسیح میں حکمران تھا۔ ایک معاہدہ میں چار دیوتاؤں، اندرا، جوروونا، میکیا اور نزاتیا (Indara, Uruvana, Mittia and Nasatiya) کو گواہ رکھا گیا ہے۔ جبکہ یہ نام سنسکرت کی کتاب رگ وید (Rig Veda) میں موجود چار دیوتاؤں سے بڑی حد تک ملتے جلتے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں وید کے دیوتا اپنی جان پہچان حاصل کر چکے تھے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہائی کورٹ کے جج سر ولیم جونز (1746-1794) نے کلکتہ میں 1783ء میں سنسکرت زبان کا عملی مطالعہ کیا اور اپنے نتائج کو باقاعدہ مرتب کر کے یہ ثابت کیا کہ دراصل سنسکرت، یونانی، لاطینی اور جرمن زبانوں کا منبع ایک ہی ہے اور یہ کہ یہ انڈو یورپین فیملی کی زبانیں ہیں۔

1909ء سے قبل صرف ایک ہی طریقہ سے وید کا زمانہ اندازاً معلوم کیا جا سکتا تھا اور یہ طریقہ Max Muller's "Dead-Reckoning-Backwards" کا تھا۔ اس طریقہ میں میولر نے اس بات کا تعین کر لیا تھا کہ قدیم یونانی اور لاطینی زبانوں میں تغیر آنے میں کتنا عرصہ لگا تھا۔ چنانچہ اس نے اسی قسم کے اوقات کار کے تحت سنسکرت زبان میں ہو چکنے والی تبدیلی پر بھی تحقیق کی۔ اس تحقیق کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مقدس رگ و وید کے ادب میں تین مراحل میں تغیر و تبدل ممکن ہوا۔ پہلے مرحلہ میں رگ وید اور تین دوسرے مجموعے سمہیتا (Samhitas) یعنی سما Sama، یا جر Yajur اور ارتھرو Atharva ہیں، یہ سب شاعرانہ طرز (Archaic Poetic Texts) پر ہیں جب کہ اس کے بعد نثریہ تبصرے (Prose Commentaries) ہر ایک وید پر ہیں جس میں ویدی قربانیوں کی تیاری اور دیوتاؤں کو صحیح طور پر راضی کرنے کے طریقہ کار کو تھوڑی تفصیل میں بیان کیا گیا ہے، چونکہ اس سطح پر آرین کے ایک پیشوائے دین (Branmans) کے کردار کو سرفراز کرنا مقصود ہے۔ یہ نثری تبصرے برہمنا یعنی (Brahmanas) کہلاتے تھے۔ اس کے بعد پراسرار فلسفیانہ شاعرانہ خیالات کی بھرمار ہے جو ابتدائی بدھ مت سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔ یہاں یہ میولر اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وید کا یہ حصہ اس وقت مرتب کیا گیا جب بدھ (Bhudha) چھٹی صدی قبل مسیح خود زندہ تھا۔ "Dead-Reckoning-Backwards" کے طریقہ کار کے تحت یہ اندازہ لگایا گیا کہ دو صدی قبل یعنی آٹھویں صدی قبل مسیح میں برہمنا لکھے گئے تھے، آخری حصے کوئی 1000 قبل مسیح میں جا کر مکمل ہوئے تھے۔ اس طرح یہ لگتا ہے کہ رگ وید کوئی چار صدیاں پرانی ہے اور تقریباً 1400 قبل مسیح میں یہ رگ وید مکمل ہوئی۔

سنسکرت کا لفظ ورن (Verna) یعنی طبقہ یا جماعت (Class) کے ہیں جو ابھی تک معمولی تبدیلی سے رائج ہیں جیسے برہمن، کشتری، ویش اور شودر ہیں۔ یہ چار بڑے ہندو مذہب کے طبقات ہیں جن کی تفریق رنگ کی وجہ سے پیدا ہوئی اور یہ فرق آج بھی موجود ہے۔ یہ اپنے ساتھ ایک نئی زبان سنسکرت اور دیوتاؤں کو لائے۔ ان کے معاشرہ میں گھر کے مرد کو نہ صرف سربراہی بلکہ فرمانروائی بھی حاصل تھی آریہ معاشرہ تین طبقوں پیشوائے دین، فوجی اور عام لوگ یعنی ویش کے تحت قبائل میں منقسم تھا۔

1000 قبل مسیح میں آرین مشرق میں بہار (Bihar) تک پھیلے تو اس وقت لوہا (Iron) دریافت نہ ہوا تھا، حالانکہ بہار میں لوہے کے بڑے ذخائر ہیں جو ابھی تک زیر استعمال ہیں۔ ٹھیک اسی زمانہ میں لوہے کو حتیتی (Hattites) نے مغرب کی طرف اپنے مرکز میں دریافت کیا تھا اور ان کے ایران میں پھیلاؤ کی وجہ سے لوہے کا یہاں استعمال شروع ہو چکا تھا اور یہی لوگ ایران کی طرف سے ہندوستان میں وارد ہوئے تو ابتدائی طور پر لوہے کا استعمال شروع ہوا۔ 1950ء میں B.B. Lal نے دہلی کے مشرق میں قدیم شہر ہستنی پور (Hastinapura) کھدائی کے دوران دریافت کیا۔ یہ شہر عظیم آرین قبیلہ کا دارالحکومت تھا۔ سب سے نیچے والی تہہ سے ایسی اشیاء ملی ہیں کہ جو 1000 قبل مسیح کی ہیں اور ان میں کوئی بھی لوہے کی نہیں ہے، جبکہ اوپر کی تہہ میں لوہے کے اوزار اور ہتھیار ملے ہیں۔

آریہ لوگوں نے چار یا ساڑھے چار ہزار سال پہلے (یہ اپنے آپ کو پاک یا پوترا بھی کہتے تھے) جنوبی یورپ، عراق، ایران اور ہندوستان پر قبضہ کیا۔ ہندوستانی، ایرانی، یونانی، اور رومی وغیرہ آریہ ہی تھے۔ آریوں کا سب سے پہلا سماج ملک ایران میں قائم ہوا۔ جسے یونانی آریوں کے مشہور بادشاہ سکندر نے گرایا۔ آریہ لوگوں نے اپنے معاشرہ کو چار طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا

1۔ برہمن (پیشوائے دین)

2۔ کشتری یا شتری یا چھتری (شرفاء، صاحب سیف اور قبیلے کے سردار)

3۔ ویس یا ویش (کسان، تاجر، بڑھی، مستری، کانس اور سنار)

4۔ شودر (ان کا کام اوپر کے تینوں طبقوں کی خدمت کرنا تھا)

ان چار طبقوں کے بعد غیر آریوں کا شمار آتا تھا جن کی زمین پر آریوں کا قبضہ تھا۔ شروع میں چھوت چھات اور ذات پات میں کوئی تمیز نہ تھی۔ اوپر کے تینوں طبقوں میں آپس میں شادی بیاہ ہوتا تھا۔ چنانچہ رگ وید کا شاعر لکھتا ہے۔ میں کوی ہوں، میرا پتا بید ہے اور میری ماں چکی پستی ہے۔ اس کے باوجود آرین لوگوں نے مقامی عورتوں سے نہ صرف شادیاں کیں بلکہ مقامی لوگوں کے مذہب کو بھی اپنایا۔ مثال کے طور پر رگ وید کے مشہور رشی دری کھاتم کی ماں ممتا تا داسی تھی۔

پروفیسر بدھ پرکاش نے لسانی اور دستاویزی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ ساکا قبیلے (Saka Tribes) یہاں ہندوستان میں پہلے پہل آٹھویں اور نویں صدی قبل مسیح میں وارد ہوئے تھے۔ یہ ساکا قبائل ویسے تو آریوں ہی کی مشرقی شاخ سے تعلق رکھتے تھے، مگر ان کی تہذیب ویدک آریوں سے الگ تھلگ تھی۔ یہاں آباد ہو کر بھی چھوت چھات اور ذات پات کی تفریق کو قبول نہ کیا اور صرف برہمنوں کی روحانی قیادت کو ہی قبول کیا، حتیٰ کہ ان کے راجہ جو ٹھکرا (ٹھاکر) کہلاتے تھے۔ ساکا قبیلے چونکہ بلخ (باختر) سے آئے تھے، اس لیے آریہ انہیں بال ہیکا کہتے تھے۔ ہماری بھر، پھلوانا اور بھلا اقوام کی اصلیت یہی ہے۔ بال ہیکا کا تلفظ بدلتے بدلتے واہیکا ہو گیا۔

تمام مورخین و محققین کی بڑے مسند دلائل کے ساتھ آریوں کے قدیم وطن کے بارے میں یہ رائے ہے کہ آریوں کی آمد علاقہ (Turkistan) ترکستان سے ہے۔ یعنی بلغ، بخارا، سمرقند، یورال پہاڑ وغیرہ اور اس سے ملحقہ وسیع علاقہ جات سے ہوئی تھی۔ ان علاقوں سے آریوں کے قبائل، وقتاً فوقتاً بحیثیت فاتح قوم کے برصغیر پاک و ہند میں وارد ہوئے۔ نیز آریہ خوبصورت، لمبے تڑنگے، قد کاٹھ کے مالک تھے اور ان کے نقش پرکشش تھے۔ گھوڑ سواری کے بہت زیادہ شوقین تھے اور دلیری و بہادری میں دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

پروفیسر بدھ پرکاش کا دعویٰ ہے کہ مہابھارت دراصل ساکاؤں اور آریاؤں کے درمیان اقتدار کی جنگ تھی۔ ان کی تحقیق کے مطابق پانڈو سگے بھائی نہ تھے اور نہ ہی ان کی کوروں سے کوئی قرابت داری تھی، بلکہ یدھسٹر، ارجن، ھیم، نکل اور سہد یوسا کا قبیلے سے تھے۔ ساکاؤں کی دوسری یلغار پہلی صدی قبل مسیح میں ہوئی۔ یہ لوگ تین قبیلوں درھا، ساکا، راؤکا، مساگیائی میں بٹے ہوئے تھے۔ درھا قبیلے کے لوگ پنجاب میں آج بھی موجود ہیں۔ ان تینوں قبیلوں کے مشترکہ سردار کا نام موگا تھا۔ چنانچہ اس نسل کے لوگ پنجاب میں اب بھی موگا کہلاتے ہیں۔ ساکاؤں نے یونانیوں کو شکست دے کر گندھارا پر قبضہ کرلیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ ان کی سلطنت پنجاب، سندھ سے متھرا تک پھیل گئی تھی۔

کتاب ''تاریخ کا ایک ورق'' کے مصنف نے آریوں کے بارے میں یوں روشنی ڈالی ہے کہ یہ لوگ وجیہ اور خوبصورت تھے۔ ان کا قد طویل، جسم سڈول اور رنگ کے گورے یا گندم گوں تھے۔ ذہین وفطین تھے، لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ کپڑا بننے، مٹی اور دھات کے برتن بنانے، چمڑا رنگنے، تیر کمان اور کلہاڑے بنانے کی دستکاریوں سے آشنا تھے۔ مویشی پالنا اور کھیتی باڑی کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ جری اور بہادر تھے۔ قبیلوں اور خاندانوں کے بزرگ مل کر پنچایت کی صورت میں یا تنہا راجہ، رائے، مکیا یا آریہ کی حیثیت سے نظم ونسق بحال رکھتے تھے۔

آریہ (بزرگ ومعزز) دنیا میں نوع انسان کی مشہور ترین نسلوں میں ایک نسل ہے جو آج سے کوئی چار ہزار سال پہلے وسط ایشیاء سے آب و گیاہ اور خان ومان کی تلاش میں قافلہ در قافلہ اور قبیلہ در قبیلہ براہ راستہ افغانستان کچھ ہندو پاک کی طرف آئے اور یہاں آباد ہوگئے اور اپنے نام پر اس کا نام آریہ ورت رکھا جبکہ کچھ ایران اور یورپ کی طرف بھی گئے اور وہیں آباد ہوگئے۔

آرین لوگ گوتیں وسط ایشیاء سے ساتھ لے کر آئے۔ سنسکرت زبان انھوں نے یہاں آکر بنائی۔ منو کی ذات پات کی تقسیم بہت بعد میں معرض وجود لائی گئی۔ معاملہ کچھ اس طرح سے ہوا کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اگر ایک ہی ذات کے کچھ افراد کا شمار برہمنوں میں ہوگیا تو اسی ذات کے دوسرے لوگوں کو جنھوں نے فوجی زندگی پسند کی کشتری کا مرتبہ دیا گیا اور اسی ذات کے کھیتی باڑی یا تجارت کرنے والے اصحاب ویش گردان لیے گئے۔

پروفیسر انور بیگ اعوان نے اپنے ایک مضمون ''اسلام کی تاریخی پس منظر بعنوان پوٹھوہار'' جو کہ روزنامہ جنگ 19 اکتوبر 1985ء میں شائع ہوا، اس کے ذیلی عنوان ''آریوں کی آمد'' کے تحت رقم طراز ہیں کہ ''وادی سواں، موہنجوداڑو اور ہڑپہ یا کوٹ ڈیجی (2800 تا 2400 قبل مسیح) سے جو اوزار واشیاء برآمد ہوئی ہیں، ان میں کوئی بھی لوہے کا نہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے قدیم باشندے اپنی تمدنی اور تہذیبی سربلندی کے دور میں بھی لوہے سے ناآشنا تھے۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کی پراسرار مگر طویل خاموشی کے بعد یعنی ایک ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ یہاں سرائے کھولا (ٹیکسلا) میں ایک نئی قوم آکر سکونت پزیر ہوئی جو لوہے کے استعمال سے آشنا تھی اور ڈاکٹر برن ہارڈ کے مطابق یہ لوگ دراصل آریہ تھے۔''

ہندو پاک میں آریوں کی آمد تقریباً سات ہزار سال قبل شروع ہوئی اور عرصہ دراز تک ان کی فاتحانہ آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے پہلے آریوں کا فاتحانہ قافلہ جو ادھر پہنچا اس کا نام آسٹرکس تھا۔ اس کے بعد ان کا دوسرا زبردست قافلہ دراوڑ کے نام سے اس خطہ ارض میں فاتحانہ آیا جس نے تمام سابقہ اقوام کو غلام بنا کر اقتدار سنبھالا اور نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ انھوں نے تقریباً ایک ہزار سال تک وادی سندھ میں اپنی حکومت قائم رکھی۔

دراوڑوں کے بعد آریوں کا ایک اور قافلہ فاتحانہ پہنچا جس میں لوگوں کی ایک بھاری تعداد تھی اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اس قافلے میں تیرہ قبیلے شامل تھے اور ان کا سردار جھوج تھا۔ اس جھوج کے دو فرزند جادہ یا یادو اور پورو یا پرو خاص شہرت رکھتے تھے۔ ہندو پاک کے اکثر

راجپوت لوگ اپنا حسب ونسب جھوج کے انہی دو فرزندوں سے ملاتے ہیں۔

آریوں کے اس جھوج قبیلہ کے بعد ایک اور اور بڑا گروہ وادی سندھ میں فاتحانہ داخل ہوا جس میں تین اور قبیلے شامل تھے۔ان تینوں قبیلوں کے سرداروں کے نام درج ذیل ہیں

1۔ساکھاراؤکا 2۔موگا 3۔مسا گیتائی

## ہن(Huns)اور منگول (Mangols)

آرین(Aryans) قبائل کے ساتھ ساتھ ہن اور منگول اکثر وبیشتر مختلف ادوار میں برصغیر پر حملہ آور ہوئے۔آرین قبائل کی طرح یہ قبائل بھی حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد در اولاد میں سے ہیں۔ ان کے نسب کے بارے میں اس کتاب کے مضمون یافث (Japheth/Dipheth/Caucasoid) میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

## ہن (Huns)

حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد چین، منچوریا، وسط ایشیاء اور شمال مشرقی روس میں آباد ہوئی۔ یہ لوگ مختلف ناموں سے موسوم ہوئے۔ وہ نسل جو منگولیا وسط ایشیاء میں سکونت پذیر ہوئی اس کے کچھ قبائل ہن (Huns) کہلائے۔ یہ مزید تین گروہوں سفید ہن (While Huns)، سیاہ ہن (Black Huns) اور تاتار (Tatars) میں منقسم تھے۔

163 قبل مسیح میں ہن قبائل کی ایک شاخ یوچی نے چین سے آکر دریائے جیحوں اور سیحوں کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ان کی حکومت شان کے نام سے موسوم ہوئی۔اہل چین انھیں ینز (Yetha)، رومی ان کو ہفتالی اور ایرانی مورخین ان کو منبالی لکھتے ہیں۔مگر عام طور پر انہی کو سفید ہن کہا جاتا تھا۔503ء میں ہن اقوام کے بعض قبائل جو سائبیر کہلاتے تھے، ارمینیا اور ایشائے کوچک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ان قبائل کے نام کی نسبت سے موجودہ ایشائی روس کا نام سائبیریا پڑا۔

سیاہ ہن اقوام کا مسکن جھیل بیکال سے صحرائے گوبی تک یعنی جھیل بیکال کے قریب کوہستان کے شمالی حصہ کے اس پار تھا۔آریوں کے بعد ہن قبائل کا نام منظر عام پر ابھرا۔ یہ غیر مہذب لوگ تھے اور خانہ بدوش تھے۔کچھ لوگ پہاڑوں کی غاروں میں بھی رہتے تھے جنھیں چینی ہونگ نو کہتے تھے۔ان کا سردار کاغان کہلاتا تھا، کوہستان کے شمالی حصہ سے وہ دشت کے جنوب مشرقی دروازے سے خروج کرتے تھے۔اس راستہ کو بند کرنے کے لیے چینی شہنشاہوں نے پہاڑوں کے آر پار عظیم دیوار چین تعمیر کروائی۔ یہ دیوار 2100 قبل مسیح میں تعمیر کروائی گئی اس سے ان ہن قبائل کی بندش ہو گئی اور پھر ان کا رخ مغرب کی طرف مڑ گیا۔ یہ لوگ چراہ گاہوں کی تلاش میں اپنے ریوڑ کے لیے نقل مکانی کرتے رہتے تھے۔جس علاقے پر بھی یہ ہن قبائل حملہ آور ہوتے وہاں کے قبائل ان کے حملوں سے بچنے کے لیے اپنا علاقہ چھوڑ کر آگے چلے جاتے۔ان ہن قبائل سے شکست خوردہ دیگر قبائل جب کہیں اور جاتے تو وہاں کے قبائل کو نکال باہر کرتے۔اسی طرح سے یہ نقل مکانی کا سلسلہ جاری رہتا، کچھ وسط ایشیاء کے ہن قبائل اسی طرح سے شمالی یورپ اور مغربی یورپ تک نقل مکانی کر کے وہیں آباد ہو گئے۔ کچھ یورپی قبائل مغرب سے مشرق میں نقل مکانی کر کے سکونت پذیر ہوئے۔ یورپین قبائل میں بلغار، یوگوسلاو اور فن قابل ذکر ہیں۔اسی طرح ایران کے قبائل جو آریہ کہلاتے تھے، وسط ایشیاء، ہندوستان اور یورپ میں جرمنی تک

چلے گئے۔اس زمانہ میں زندگی میں کوئی ٹھہراؤ نہ تھا بلکہ ہن قبائل ہنگری کے میدانوں تک بھی پہنچ گئے اور جب ہن قبائل کا کاغان یا خاقان مضبوط اور طاقت ور ہو گیا تو ان کی چراگاہوں پر قبضہ کرلیا۔

ہن قبائل نے یوئے چی قبائل کو ملک بدر کر دیا اور یوئے چی نے ستھیئن قبائل کی باقیات کو تہس نہس کر ڈالا۔ یہاں تک کہ روم کی مشرقی سرحدیں اور چین کی مغربی سرحدیں متصل ہو گئیں تھی۔اس وقت چین پر ہان خاندان کی حکومت تھی۔رومۃ الکبریٰ کو تیوتائی اور گاتھ اقوام نے حملہ کر کے زیر کرلیا لیکن یہ قبیلے خود ہن حملہ آوروں کے آگے بھاگ رہے تھے جبکہ ہن اقوام چراہ گاہوں پر مغرب کی طرف بڑھ رہی تھیں۔مغرب میں اٹیلا (Attila the huns) نے وحشی اقوام کی ایک بہت بڑی سلطنت قائم کی۔

دریائے ڈینوب پر آوار قوم نے ڈیرے ڈالے اور ان کا سردار کاغان یا بایان کہلاتا تھا۔ بایان خالص ہن قوم کا لفظ ہے اور یہ آوار قوم بھی ہن قبائل میں سے تھی۔600 قبل مسیح میں مغربی تمدن میں تین اقوام، وحشی فرنگی، جرمن اور بازنطینی (قسطنطنیہ کے عیسائی) تھیں۔626 قبل مسیح میں آواروں نے قسطنطنیہ پر حملے کئے۔پھر 600 سال بعد بلغاریوں نے بازنطینی قیصر کی حکومت تباہ کر ڈالی۔کچھ بلغاری دشت میں ہی رہے، ان کے نام پر علاقہ کا دولگا ہو گیا۔کچھ بلغاری جزیرہ بلقان میں گھس آئے۔934ء میں مگیاروں (ہنگری کے باشندے) نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا۔ پھر جرمنوں نے مگیاروں کی کمر توڑ دی۔1000ء میں ایشیاء کے کچھ اور خانہ بدوش مغرب کی جانب آئے اور وہ لیپ اور فن کہلائے۔کچھ مغرب کی طرف بڑھے اور انھوں نے ابنائے بیرنگ عبور کر کے شمالی امریکہ میں سکونت اختیار کرلی جو شمالی ریڈ انڈین کے آباؤ اجداد تھے۔اس زمانے میں جنوبی چین میں ٹانگ خاندان کی حکومت تھی۔یہ ہنوں کو تاؤ کیو یعنی مضبوط یا ترک کہتے تھے۔وہ انھیں اپنا آقا جانتے تھے، کیونکہ شہسوار بننے سے قبل یہ ہن یا ترک اقوام لوہے کی کانوں میں کام کرتیں تھیں۔ترک اقوام کے اس پار شمالی جنگلوں میں ہن قبائل کی شاخ سیاہ ہن (Black Huns) نمودار ہو رہی تھی جو منگول (Mangols) یا مغل (Mughals) کہلاتی تھی۔

ہن قبائل کو مغرب کی طرف رخ کئے ہوئے ایک ہزار سال ہو چکے تھے۔یوں اقوام کا یہ مدوجذر تلاطم بے کراں میں تبدیل ہوتا رہا۔سیاہ ہنوں کے قبائل مغلستان (منگولیا) میں قابض ہو گئے تھے۔یہ منگول یا مغل بعد میں فاتح عالم کہلائے۔

یافث کی چوتھی پشت میں ایک لڑکا تاتار خان تھا جس کی اولاد تاتاری کہلائی۔ہن، منگول نسل کے وحشی لوگ جو بحیرہ کیسپیئن کے ساحل سے اٹھ کر یورپ اور ایشیاء پر آفت ناگہانی کی طرح چھا گئے تھے۔ان کا سب سے مشہور سردار اٹیلا تھا جو فخر سے کہا کرتا تھا کہ جہاں سے میں گزروں گا وہاں پر گھاس بھی پیدا نہ ہوگی۔یہ لوگ بے ریش اور چوڑے بازوں والے تھے۔ان کی چپٹی ناک اور چھوٹی سیاہ آنکھیں تھیں۔ہن جنھیں عرب حیطال کہتے ہیں، مشرقی ترکستان کے باشندے تھے۔وہ منگولی زبان بولتے تھے۔ترکوں کی طرح اپنے سردار کو خان اور بڑے سردار کو خاقان کہتے تھے۔انھوں نے وسط ایشیاء سے سفر شروع کیا۔مہر گل اور تورمان ان کے مشہور بادشاہ تھے۔مارگلہ اسلام آباد کی پہاڑیوں کو مہر گل کی وجہ سے ہی نام ملا چونکہ وہ براستہ اسلام آباد کی طرف سے ہی کشمیر پر حملہ آور ہوا تھا۔

455ء میں گپتا خاندان کے سکندر گپتا بادشاہ کے عہد میں ہنوں نے پہلی دفعہ ہندوستان پر حملہ کیا، ان کے سردار تورمان نے گپتا سلطنت کو مغلوب کر کے موجودہ پنجاب راجپوتانہ اور سندھ پر قبضہ کر کے مہاراجہ ادھراج کے لقب سے حکومت کرنے لگا۔ 502ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہر گل تخت پر بیٹھا۔اس کا پایہ تخت ساکلا (سیالکوٹ) تھا۔بعد میں کشمیر کے راجہ کو شکست دے کر حکومت قائم کی۔اس نے 540ء وفات

پائی۔ ہن قوم کے اکثر افراد نے ہندو مذہب قبول کر کے ہندوستان میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ کئی راجپوت خاندان ان ہنوں کی اولاد سے ہیں۔

آرین کی ہندوستان میں آمد سے قبل 2000 قبل مسیح میں ہن قبائل کا ہندوستان میں موجودگی کا علم ہوتا ہے، مگران سے متعلق تاریخ واضع نہیں۔ مورخین کی رائے میں یہ ہن قبائل منگولیا سے چین کے راستے گزر کر دریائے برہم پتر کی وادی سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ یہ لوگ اب ہندوستان کے قدیم ترین باشندوں میں شمار ہوتے تھے اور مگول نام سے مشہور تھے۔ وسط ایشیاء کے ہن بھی بعدازاں منگول یا مگول کہلائے۔

## منگول (Mangols)

تاریخ ایران جلد دوم از مرزا مقبول بیگ بدخشانی (1971ء) کے صفحات نمبرات 215 اور 216 پر رقم ہے۔ کہ منگول دراصل ہنوں کی نسل سے ہیں۔ ایغور یوئچی قبائل کی ایک شاخ تھے۔ منگولوں کو تاتاری بھی کہہ دیتے ہیں۔ چینی مورخین کے نزدیک ان کی تین شاخیں، سفید ہن، سیاہ ہن اور تاتار ہیں۔ ہنوں کے قبائل وسط ایشاء کے صحرائے گوبھی کے شمال سے بحیرہ بیکال تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا پیشہ ریوڑ چرانا اور گھوڑے پالنا تھا۔ یہ لوگ شمال کے حکمرانوں کی اطاعت گزار تھے جو دراصل انہی کے بھائی تھے۔ ابوالاثیر لکھتے ہیں یہ لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے۔ منگول بڑے بہادر، نڈر، منظّم، چھوٹا قد، رنگ زرد مائل سفید اور ٹھوڑی پر بال بہت کم تھے۔

400 قبل مسیح میں ان کا نام ہونگ نو (Hsiung-nu) اور ہن (Huns) ملتا ہے۔ ان کی زبان پالیو۔ ایشاٹک (Paleo-Ashiati) تھی۔ موجودہ سائبیریا کی ینسی (Yenisy) وادی کی زبان کٹ Ket ہے۔ ہونگ نو نے منگولیا میں ایک عظیم قبائلی سلطنت قائم کی۔ جبکہ چین میں ایک منظّم چن (221 قبل مسیح تا 206 قبل مسیح)، ہان (206 قبل مسیح تا 220ء) رہی۔ چین کے ساتھ جنگوں کے بعد منگولوں کا اتحاد برقرار نہ رہ سکا۔ کچھ جنوبی قبائل چین میں ضم ہو گئے۔ شمالی قبائل میں کچھ پانچویں صدی عیسوی میں اٹیلا گروہوں کی صورت میں نمودار ہوئے۔ منگولیا میں ان کی شناخت ترک یا ترکی بولنے والوں یا منگولی زبان بولنے والوں کی شکل میں ہوتی ہے۔

چینی دستاویزات کے مطابق منگولیا کے ترک جن کا مصدقہ نام توچو (Tu-Chugh) ہے، جو جان کی رعایا تھی ملک کے شمالی حصہ کی ارخون وادی میں مرکزیت قائم کر کے منگولیا کے زیر تسلط متحد ہو گئے۔ ترک ارخون سلطنت 618ء تا 907ء تک چین میں رہی۔ ارخون ترکوں کے بعد اوئی غور (Uighurs) نے حکومت سنبھالی۔

منگول (Mangols) لفظ پہلی بار تنگ خاندن کی حکومت میں نمودار ہوا، پھر معدوم ہونے کے بعد گیارہوں صدی میں (جب ختن، (Khitan) جس نے لفظ کیتھے Kathay بنا، نے منچوریا، شمالی چین اور منگولیا پر حکومت کی)، دوبارہ منظر عام پر آیا۔ ختن Khitan جنھوں نے لاؤ (Liao) خاندان کی سلطنت (907ء تا 1125ء) کی بنا رکھی، منگول ہی تھے۔ لیکن ان کا وطن منگولیا کے بجائے منچوریا تھا۔

منگول حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں یعنی حضرت نوحؑ کی چھٹی پشت سے پڑپوتے منگول خان یا مغول خان کی نسل سے تھے۔ حضرت نوحؑ کی پانچویں پشت سے النجہ خان کے لڑکے تاتار خان کی نسل سے تاتاری ہیں۔ اوائل میں لفظ مغل، منگ کرتھا، جس کے معنی بہادر لوگ یا چاندی کے لوگ ہیں۔ وہ سائبیریا کی پرانی قوم ٹنگ سائی کی نسل اور قدیم ترکوں کی نسل میں سے تھے۔ ہیروڈوٹس نے انھیں سِتھین (Sythians) لکھا ہے۔ ترک، ترکمانی اور منگول (مغول) سب ایک ہی نسل سے ہیں مگر منگول ترکوں اور ترکمانوں کی نسبت کم مہذب تھے، اور منگولیا کے وحشت زدہ علاقے میں رہنے کے باعث وہ ویسے ہی خصائل رکھتے تھے۔


Mongolia
International boundary
Province (aymag) boundary
National capital
Province (aymag) center
Railroad
Road
منگولیا
The cities of Darhan, Erdenet, and Ulaanbaatar are municipalities (hotuud) with province-level status.
0 100 200 Kilometers
0 100 200 Miles
Lambert Conformal Conic Projection, SP 47N/62N
Boundary representation is not necessarily authoritative.
RUSSIA
CHINA
KAZAKSTAN
Ulaanbaatar
UVS
HÖVSGÖL
BULGAN
SELENGE
HENTIY
DORNOD
SÜHBAATAR
DZAVHAN
ARHANGAY
TÖV
BAYAN-ÖLGIY
HOVD
GOVĬ-ALTAY
BAYANHONGOR
ÖVÖRHANGAY
DUNDGOVĬ
DORNOGOVĬ
ÖMNÖGOVĬ
Ulaangom
Ölgiy
Dund-Us
Naryn
Hatgal
Turta
Mörön
Uliastay
Tsetserleg
Tsagaan-Olom
Altay
Bayanhongor
Arvayheer
Hadasan
Bulgan
Erdenet
Darhan
Sühbaatar
Dzuunmod
Öndörhaan
Choybalsan
Baruun-Urt
Tamsagbulag
Onon
Ereentsav
Mandalgovĭ
Buyant-Uhaa
Borhoyn Tal
Dalandzadgad
Lake Baikal
Irkutsk
Ulan-Ude
Chita
Mondy
Zakamensk
Naushki
Kyzyl
Khandagayty
Abakan
Tashanta
Mangut
Solov'yevsk
Borzya
Zabaykal'sk
Manzhouli
Hailar
Yirshi
Trans-Siberian Railroad
Erenhot
Chifeng
Beijing
Tianjin
Tangshan
Bo Hai
Shijiazhuang
Taiyuan
Jinan
Zibo
Datong
Jining
Hohhot
Baotou
Huang He
Yinchuan
Xining
Saihan Toroi
Hami
Amur
Argun
Shilka
Vitim
Lena
Angara
Oka
Selenga
Ingoda
Onon
Kerulen
Yenisey
Bol'shoy Yenisey
Malyy Yenisey
Katun
Biya
Ertix He
Ulungur He
Uvs Nuur
Hövsgöl Nuur
Hulun Nuur
Orhon Gol
Tuul Gol
Egiyn Gol
Ider Gol
Dzavhan Gol
Hovd Gol
Tes Gol
Xar Moron He
Hailar He
Sanggan He
Grand Canal
(Da Yunhe)
Qinghai Hu



# سائرس

منگولیا یا چینی تا تار کا وسیع علاقہ جو صوبہ خرغز کی مشرقی سرحد سے لے کر امور تک پھیلا ہوا تھا، بہت سے وحشی قبائل کا مسکن تھا جن کے نام تو مختلف ہیں مگر یہ اس ایک ہی نسل اور قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ منگول یا تا تاری ہر قسم کا گوشت کھا لیتے، ان کی عورتیں اپنے مردوں کے دوش بدوش لڑا کرتیں، قتل و خون ریزی کے وقت ان کی نظر میں عورت اور بچوں کی کوئی تفریق نہ ہوتی، وہ گہرے اور تیز رفتار دریا اپنے تیرتے ہوئے گھوڑوں پر اہل و عیال کے ساتھ پار کر جاتے، تھکنا اور ہمت ہارنا بالکل نہ جانتے، موت کی قطعی پرواہ نہ کرتے اور رحم کے نام سے ناواقف تھے۔ خانہ بدوش منگول اپنے گھوڑوں پر اس طرح جم کر بیٹھتے تھے کہ گویا انہی کا جزو بدن بن جاتے تھے۔ یہ لوگ رکاب کے بغیر گھوڑے کی سواری کر لیا کرتے تھے اور تیر اندازی، نیزہ بازی، شمشیر زنی اور سپہ گری کے فنون کے بڑے ماہر تھے۔ جفاکش اتنے کہ موسم کی تیزی اور سختی کو خاطر میں لائے بغیر شب و روز میں سو سو میل کا سفر طے کر لیتے۔ منگول انتہائی غصیلے تھے۔

منگول چین کے شمالی علاقے منگولیا کے رہنے والے تھے، وہ تورانی نسل سے تھے۔ اصل میں منگولوں اور ترکوں کے قبائل ایک ہی نسل سے تھے۔ جو منگول مہذب ہو کر مسلمان ہو گئے، وہ ترک کہلائے اور جو وحشی اور غیر مہذب رہے، انھیں منگول کا نام دیا گیا۔ منگولیا کے علاقے ویران اور پہاڑی ہے، اس لیے منگول قبائل اونٹ، گھوڑے اور بھیڑ بکری پالتے تھے، وہ گھڑ سواری کے ماہر تھے۔

5ء میں ہونگ نو قبیلے کی ایک شاخ نے الگ ہو کر صحرائے گوبھی اور ملک چین کے درمیان کے علاقے میں رہنا شروع کیا اور آگے چل کر یہی قبیلہ ترک کہلایا۔ ترک کے معنی خود دار حکمران کے ہیں۔ مسلمان ہونے سے قبل ترکوں کے جھنڈے پر بھیڑیئے کے سر کا نشان ہوتا تھا، جسے وہ درخ تغ کہتے تھے۔ یہ نشان ان کے ایک سردار کون خاخان کی یاد تازہ کرتا تھا، جسے بھیڑیا سردار کہا جاتا تھا۔ پرانے زمانے میں ترک بہادر نوجوان کو بگاتر، شہزادیوں کو کاتون اور سرداروں کو خاخان کہتے تھے۔

وسط ایشیاء کے قبائل آرین (Aryans)، ہن (Huns)، منگول (Mangol) سیتھیئن (Sythian or Saka) اور ترک (Turk) وغیرہ پر بہت سے مورخین و محققین نے مستند شہادتوں کی روشنی میں اپنی اپنی رائے اور تحقیقات کو پیش کیا ہے مگر راقم الحروف کو تاریخ کی کسوٹی پر جو سب سے زیادہ متاثر کن تحقیقی تحریر لگی وہ نامور فاضل جناب ابوالکلام آزاد کی ہے، جو ہندوستان کے وزیر تعلیم ہو گزرے ہیں۔ ان کی اس تحقیق نے تاریخ کے کئی سربستہ رازوں سے کچھ اس انداز سے پردہ اٹھایا ہے کہ ان کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ ان کے مشاہدات و تاثرات اور تحقیقات کی روشنی سے مستفید ہوتے ہوئے، یہ بہتر ہو گا کہ وسط ایشیاء کے ان قبائل پر جناب علامہ ابوالکلام آزاد کی تحقیق کو یہاں مختصراً درج کر دیا جائے تا کہ دیگر قارئین بھی اس سے استعفادہ کر سکیں۔ جناب علامہ ابوالکلام آزاد نے کئی کتب تحریر کی ہیں، یہاں جو تاریخی حقائق پیش کئے جا رہے ہیں وہ ان کی دو مشہور کتب، ذوالقرنین اور اصحاب کہف سے اخذ کردہ ہیں۔ ابوالکلام آزاد اپنی تصانیف میں کچھ یوں رقم طراز ہیں؛

> سائرس (Cyrus) کا 1838ء میں جب مجسمہ دریافت ہوا تو یہ تاریخی حقیقت پوری دنیا پر آشکار ہوئی کہ شہنشاہ سائرس کا لقب ذوالقرنین ہی تھا اور یہ محض یہودیوں کا کوئی مذہبی تخیل نہ تھا بلکہ خود سائرس کا، یا باشندگان فارس کا مجوزہ اور پسندیدہ نام تھا۔ یہ مجسمہ اصطخر (Pasargadae) کے کھنڈرات سے دریافت ہوا۔ اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کی طرح کے پر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔ او پر خط میخی میں جو کتبہ کندہ ہے، وہ اس کے لیے کافی ہے کہ یہ سائرس کی ہی شخصیت ہے۔

559 قبل مسیح میں پارس کے ایک خاندان میں ایک نوجوان گورش پیدا ہوا، جسے یونانیوں نے سائرس، عبرانیوں نے خورس اور عربوں نے قرشاور، خیارشایا کیارشایا کیسرو کے نام سے پکارا۔ دارا نے بے ستون کے کتبے میں اپنا سلسلہ نسب ہخامنش نامی بادشاہ سے ملایا ہے، یہی ہخامنش یونانی میں Achaemenes ہوگیا۔ ہیروڈوٹس کی روایت کے مطابق یہ سائرس کا پردادا تھا یعنی اکیمی نیز سے ٹیز پیز (چائش پش) پیدا ہوا۔ اس سے کیم بی سیز (کمبوچیہ یا کیقباد) اول اور کیم بی سیز سے سائرس۔ سائرس کو پہلے پارس کے تمام امیروں نے اپنا فرمانرواں تسلیم کرلیا۔ پھر بغیر کسی خونریزی کے میڈیا کی مملکت پر فرمانرواں ہوگیا اور اس طرح دونوں مملکتوں نے مل کر ایران کی عظیم الشان شہنشاہی کی صورت اختیار کرلی۔

قرآن مجید میں ذوالقرنین کی تین مہمات کا ذکر ہے، ایک مغرب الشمس کی طرف یعنی پچھّم کی طرف، دوسری مطلع الشمس کی طرف یعنی پورپ کی طرف، تیسری ایک ایسے مقام تک جہاں کوئی وحشی قوم آباد تھی اور یاجوج ماجوج وہاں آکر لوٹ مار مچایا کرتے تھے۔

ذوالقرنین فارس اور میڈیا کا فرمانرواں بنا تو ایشیائے کوچک کے بادشاہ کروئسس نے حملہ کردیا، ایشیائے کوچک کی یہ بادشاہت جو لیڈیا (Lydia) کے نام سے مشہور ہوئی، پچھلی صدی کے اندر ابھری تھی۔ اس کا دارالحکومت سارڈیس (Sardis) تھا۔ سائرس کی تخت نشینی سے قبل میڈیا اور لیڈیا میں کئی جنگیں ہوچکی تھیں۔ بالآخر کروئسس کے باپ نے سائرس (ذوالقرنین) کے نانا اسٹیاگس (Astyages) کے باپ سے صلح کرلی اور باہمی اتحاد کے استحکام کے لیے باہمی ازدواج کا رشتہ بھی قائم ہوگیا، لیکن کروئسس نے یہ تمام عہدو پیمان اور باہمی علائق بھلا دیے۔ وہ ذوالقرنین کی عظیم مملکت کو برداشت نہ کرسکا اس نے پہلے بابل، مصر اور اسپارٹا کی مملکتوں کو اس کے خلاف ابھارا اور پھر اچانک حملہ کرکے سرحدی شہر پٹیریا (Pteria) پر قبضہ کرلیا۔ چنانچہ ذوالقرنین نے مجبوراً جوابی کاروائی کی اور ایک بھرپور طریقہ سے مقابلہ کے لیے میڈیا کے دارالحکومت ہگ متانہ (جو اب ہمدان کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اہل مغرب اسے (Esbatana) لکھتے ہیں) سے نکلا اور صرف دو جنگوں کے بعد، جو پٹیریا اور سارڈیس کے قریب واقع ہوئیں تھیں، لیڈیا کے تمام مملکت پر قابض ہوگیا۔ ہیروڈوٹس نے ان جنگوں کی بڑی دلچسپ تفصیل لکھی ہے۔

اب تمام ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیرنگیں تھا۔ وہ برابر بڑھتا گیا یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا۔ اس نے فارس سے لے کر لیڈیا تک چودہ سو میل کا فاصلہ طے کرلیا تھا، لیکن سمندر کی موجوں پر چلنے کے لیے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حد نظر تک پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا اور سورج اس کی لہروں میں ڈوب رہا تھا۔ وہ ایران سے مغرب کی طرف چلا اور مغرب الشمس کی آخری حد کو پہنچ گیا۔

دوسری لشکرکشی مشرق کی طرف تھی، چنانچہ ہیروڈوٹس اور ٹی سیاز (Ctesias) (یہ بھی ایک یونانی تھا جو 414 قبل مسیح تا 398 قبل مسیح شہنشاہان پارس کا درباری طبیب رہا) دونوں اس کی مشرقی لشکرکشی کا ذکر کرتے ہیں جو لیڈیا کی فتح کے بعد اور بابل کی فتح سے پہلے پیش آئی تھی۔ دونوں نے بیان کیا ہے کہ اس لشکرکشی کی وجہ مشرق کے بعض وحشی اور صحرہ نشین قبائل کی

سرکشی تھی۔ جبکہ قرآن مجید میں بھی ٹھیک ٹھیک یوں بیان کیا ہے جب وہ مشرق کی طرف پہنچا تو اسے ایسی قوم ملی جو سورج کے لیے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی، یعنی خانہ بدوش تھے۔ ان مورخین کی وضاحت کے مطابق بکٹر یا (Bactria) یعنی بلخ کے علاقہ کے قبائل تھے۔ نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ بکٹر یا ٹھیک ٹھیک ایران کے مشرق میں ہے۔ اس کے آگے پہاڑ ہیں اور انھوں نے راہ روک دی ہے۔ اس کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ گیڈروسیا کے وحشی قبائل نے اس کی مشرقی سرحد میں بدامنی پھیلائی تھی اور اس کو ان کی گوشمالی کے لئے نکلنا پڑا۔ گیڈروسیا سے مقصود وہی علاقہ ہے جو آج کل مکران کہلاتا ہے۔

تیسری لشکرکشی ذوالقرنین نے ایسے علاقے تک کی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یہ اس کی یقیناً شمالی مہم تھی، جس میں وہ بحرہ خزر (Caspian Sea) کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیاء (Caucasus) کے سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اسے ایک درہ ملا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ اسی راہ سے یاجوج ماجوج آ کر اس طرف کے علاقے میں تاخت وتاراج کیا کرتے تھے اور یہیں ذوالقرنین نے سد تعمیر کی۔ دنیا کے نقشہ کو بغور ملاحظہ کریں تو تمام مغربی ایشیاء کا علاقہ نیچے کی جانب ہے، اور شمال میں بحرہ خزر (Caspian Sea) ہے۔ اس سے بائیں جانب مشرق کی طرف بحرہ اسود (Black Sea) ہے۔ درمیان میں بحرہ خزر کے مغربی ساحل سے بحرہ اسود کے مشرقی ساحل تک کاکیشیاء (Caucasia) کا سلسلہ کوہ چلا گیا ہے۔ ان دونوں سمندروں اور درمیان کے سلسلہ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ہے۔ اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقوام کے قدم اس رکاوٹ کو عبور کر سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کا درہ تھا۔ ذوالقرنین نے اسے بھی بند کر دیا اور اس طرح شمال اور مغربی ایشیاء کی یہ درمیانی بھاٹک پوری طرح مقفل ہوگئی۔

اب کونسی بالکل ناسمجھ (غیر متمدن) قوم تھی جو ذوالقرنین کو ملی تھی؟ تاریخ کی روشنی نے اب صاف واضح کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں صرف دو اقوام ہی قریب قریب آباد تھیں، ایک وہ قوم تھی جو بحرخزر کے مشرقی ساحل پر آباد تھی، اسے یونانی مورخوں نے کاسپین (Caspean) کے نام سے پکارا اور اسی کے نام پر بحرخزر کا نام (Caspean Sea) پڑ گیا ہے۔ دوسری قوم بحرخزر کے مشرقی ساحل سے آگے بڑھ کر عین کاکیشیاء کے دامن میں سکونت پذیر تھی۔ یونانیوں نے اس قوم کو کولچی یا کولشی (Colchians) کے نام سے پکارا ہے اور دارا کے کتبہ اصطخر میں اس قوم کا نام کوشیہ آیا ہے۔

ذوالقرنین نے قوم یاجوج اور ماجوج کو روکنے کے لیے ہی سد یعنی دیوار کی تعمیر کی تھی۔ قوم یاجوج اور ماجوج سے مراد کون لوگ تھے؟ قرآن مجید میں اس قوم کا دو مقام پر ذکر آیا ہے ایک ذوالقرنین کے واقعہ میں اور ایک سورۃ انبیاء آیت نمبر 92 میں۔۔۔ ترجمہ: ''یہاں تک جب کھول دیے جائیں یاجوج ماجوج اور وہ ہر اونچان پر پھسلتے آئیں۔۔۔'' یاجوج اور ماجوج کا نام سب سے پہلے عہد عتیق میں آیا۔ حزقیل نبی کی کتاب میں جنھیں بخت نصر اپنے آخری حملہ بیت المقدس میں گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا اور سائرس (ذوالقرنین) کے ظہور تک زندہ رہے۔ حزقیل نبی کی پیشین گوئی کچھ یوں ہے۔ اور خداوند کا کلام مجھ تک پہنچا۔ اس نے کہا: اے آدم زاد، تو جوج کی طرف منہ کر کے اس کے برخلاف نبوت کر۔ جوج

کی طرف، جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش، مسک اور توبال کا سردار ہے۔ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ میں تیرا مخالف ہوں۔ میں تجھے پھرا دوں گا۔ تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا۔ تیرے سارے لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو جنگی پوشاک پہنے چوپھریاں اور سپریں لیے ہوئے ہیں اور سب شمشیر بکف ہیں، کھینچ نکالوں گا اور میں ان کے ساتھ فارس، کوش اور فوط کو بھی کھینچ نکالوں گا جو سپر لیے ہوئے اور خود پہنے ہوں گے، نیز جومر اور شمال بعید کی اطراف کے باشندگان تجرمہ اور ان کا سارا لشکر۔ اس کے بعد کافی تفصیل ہے مگر اس میں چار باتیں خصوصیت سے بیان ہوئی ہیں۔

1۔ یاجوج ماجوج کی طرف سے آئے گا اور لوٹ مار کرے گا۔

2۔ ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں سکونت رکھتے ہیں، تباہی آئے گی۔

3۔ اسرائیل کے شہروں میں بسنے والے بھی ماجوج کے مقابلے میں حصہ لیں گے اور ان کے بے شمار ہتھیار ان کے ہاتھ آئیں گے۔

4۔ ماجوج کی تباہی کا گورستان، مسافروں کی وادی میں بنے گا جو سمندر کے پورب میں ہے۔ ان کی لاشیں عرصے تک وہاں پڑی رہیں گی، لوگ انھیں گاڑتے رہیں گے تا کہ رہ گزر صاف ہو جائے (38 تا 39)۔

عہد عتیق کے بعد یاجوج اور ماجوج کا نام مکاشفات یوحنا میں آیا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوٹ جائے گا اور وہ ان اقوام کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی، یعنی یاجوج اور ماجوج کو گمراہ کرنے اور لڑانے کے لیے جمع کرنے لگے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا، وہ تمام زمین کی وسعتوں پر چڑھ جائے گا۔ (صفحہ 7 تا 20)

یاجوج اور ماجوج کے لیے یورپ کی زبانوں میں گاگ Gog اور مے گاگ Magog نام مشہور ہو گئے ہیں اور شارحین تورات کے ترجمہ، سپتو گنتی (Septuagint) سے اختیار کیے گئے تھے۔ تورات کے ترجمہ، سپتو گنتی (Septuagint) سے مقصود تورات کا وہ پہلا یونانی ترجمہ ہے جو اسکندریہ میں شاہی حکم سے ہوا تھا اور جس میں بہتر (72) علمائے یہود شریک ہوئے تھے (284 تا 247)۔ یاجون اور ماجوج کا یونانی تلفظ یہی ہو سکتا تھا یا یونانی میں پہلے سے یہ نام موجود تھے۔ بہرحال یونانیوں میں دونوں نام اسی طرح سے مشہور تھے۔

تمام تاریخی قرآئن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ شمال مشرقی قوم سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں، یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقتور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیح تک برابر مغرب کی طرف امنڈتا رہا، جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لیے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانا پڑی تھی، جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر (Magyar) کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیاء میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی شاخ جسے یونانیوں نے سیتھین (Sythian) کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لیے سائرس (ذوالقرنین) نے سد تعمیر کی تھی۔

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصہ اب منگولیا(Mangolia) کہلاتا ہے۔منگول لفظ کی ابتداء کے لیے ضروری ہے کہ چین کے تاریخی مصادر کا مطالعہ کریں چونکہ منگولیا کے ہمسائے میں ملک چین ہی آتا ہے۔چینی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ منگولیا دراصل قدیم میں موگ ہے جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں میگ اور مے گاگ پکارا جاتا ہوگا اور یہی عبرانی ماجوج ہوگیا۔چین کی تاریخ میں اس علاقے میں ایک اور قبیلے کا ذکر ملتا ہے جو یواچی (Yueh-chi) کہلاتا تھا۔یہی یواچی ہے جس نے مختلف اقوام کے مخارج وتلفظ سے گزر کر کوئی ایسی شکل اختیار کرلی تھی کہ عبرانی میں یاجوج ہوگیا۔

کرّہ ارضی کی بلند سطح کا وہ حصہ جو شمال مشرق میں واقع ہے اور جو آج کل منگولیا اور چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہے، تاریخ قدیم کی بے شمار اقوام کا ابتدائی گہوارہ رہ چکا ہے۔یہ نسل انسانی کا ایک ایسا سرچشمہ تھا جہاں پانی برابر ابلتا اور جمع ہوتا رہتا اور جب بہت بڑھ جاتا تو مشرق ومغرب کے طرف امنڈ نا چاہتا۔اس کے مشرق میں چین تھا، مغرب وجنوب میں مغربی اور جنوبی ایشیاء اور شمال مغرب میں یورپ۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے اقوام اور قبائل کے سیلاب امنڈتے رہے۔کچھ وسط ایشیاء میں آباد ہوگئے، کچھ آگے بڑھے اور شمالی یورپ تک پہنچ گئے۔ کچھ وسط ایشاء سے نیچے اتر گئے اور جنوبی اور مغربی ایشیاء پر قابض ہوگئے۔ یہ قبائل جو اس علاقہ سے نکلتے تھے مختلف ممالک میں سکونت پذیر ہوکر وہاں کی خصوصیات اپنا لیتے تھے اور رفتہ رفتہ ایک مقامی قوم بن جاتے تھی، لیکن ان کا وطنی سرچشمہ اپنی اصلی حالت پر باقی رہتا، یہاں تک کہ پھر قبائل کا ایک اور نیا سیلاب اٹھتا اور کسی نئے علاقے میں پہنچ کر نئی مقامی قومیت کی تخلیق کردیتا۔

منگولیا اور چینی ترکستان کے علاقے صدیوں تک اپنی اصلی وحشیانہ حالت پر باقی رہے۔لیکن جو قبائل یہاں سے نکل نکل کر مختلف ممالک میں سکونت پذیر ہوگئے انھوں نے مقامی خصوصیات اختیار کرکے تہذیب اور تمدن کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ چند صدیوں کے بعد ان کی حالت اس درجہ مختلف ہوگئی کہ ان میں اور ان کے قدیم ہم وطنوں میں کوئی بات بھی مشترک باقی نہیں رہی۔ وہ اب مہذب ہو رہے تھے مگر بدستوں وحشی تھے۔ وہ تہذیب کے صناعی ہتھیاروں سے لڑتے تھے۔ان میں زراعت، صناعت اور ذہنی ترقی ابھر رہی تھی۔منگولیا اور چینی ترکستان کے قبائل دور دراز کے ممالک میں آباد اپنے ہم نسب قبائل جو درجہ بدرجہ مہذب اور مقامی خصوصیات میں ڈھل چکے تھے، ان سب سے نا آشنا تھے۔سرد علاقوں کی صحرائی زندگی اور وحشیانہ خصائل کی خشونت نے انھیں وقت کی شائستہ اقوام کے لیے ایک خوفناک ہستی بنا دیا تھا۔قبل اس کے کہ تاریخی عہد کی صبح طلوع ہو، شمال مشرقی قبائل کی یہ مہاجرت شروع ہوچکی تھی اور اس کا سلسلہ تاریخی عہد میں بھی بدستور جاری تھا۔انھیں قبائل کا ایک ابتدائی گروہ وہ تھا جو آرین (Aryan) نسل کے نام سے مشہور ہوا۔اس کا ایک حصہ وسط ایشیاء سے یورپ کی طرف بڑھ گیا اور دوسرا نیچے اتر کر پنجاب میں آباد ہوگیا۔ایک مغرب کی طرف بڑھا اور فارس اور میڈیا اور اناطولیا میں رہائش پذیر ہوگیا، اسے اب انڈو یورپین آریا(Indo-European Aryans) کے نام سے شناخت کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ ہندوستان اور یورپ دونوں کی آریائی اقوام کے موروث اعلی تھے۔ان کا جو حصہ شمالی ہند میں بس گیا تھا اس نے اپنا نسلی خطاب برابر یاد رکھا اور اپنے کو آریا ورت کہتا رہا۔جو فارس اور میڈیا میں بسا اس نے اپنی ابتدائی

قیام گاہ کو ایریانہ کے نام سے موسوم کیا، جسے اوستا میں ایریانہ ویگو(Ariyana Vego) اور یہی ایریانہ ایران (Iran) ہو گیا۔ جو قبائل اناطولیا (ایشیائے کوچک) تک پہنچ گئے تھے، وہ غالباً ہٹی (Hattitye) یا حتیتی کے نام سے پکارے گئے، جنھیں تورات کی کتاب پیدائش میں حتی کہا گیا ہے اور مصر کے قدیم نوشتوں میں حتیتی پایا جاتا ہے۔ جو قبائل یورپ میں پہنچے، وہ گوتھ(Goth)، فرانک(Frank)، الامان(Alamanni)، ونڈال(Wandal)، ٹیوٹان (Teutan) اور ہن (Hun) کے نام سے مشہور ہوئے اور انھیں کی ایک وسیع شاخ وہ تھی جو بحرہ اسود Black) (Sea سے لے کر دریائے ڈینیوب کی بالائی وادی تک پھیل گئی اور سیتھین(Sythian) کے نام سے پکاری گئی۔ وسط ایشیاء کے مشرقی قبائل بھی جو بیکٹر یا (بلخ) پر تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے، سیتھین ہی تسلم کئے گئے ہیں اور خود ''دارا'' نے اپنے کتبہ اصطخر میں انھیں اسی نام سے پکارا ہے۔

ابتدائی آرین قبائل جو تین شاخوں میں منقسم ہو کر شمالی ہند، اناطولیا (ایشیائے کوچک) اور ایران میں بس گئیں تھیں، انھیں ایسا ماحول میسر آیا جو زراعت کے لیے موزوں تھا، اس لیے بہت جلد انھوں نے زراعتی زندگی اختیار کر لی اور پھر تہذیب و حضارت کی طرف بڑھنے لگیں۔ مگر جو شاخیں یورپ کی طرف چل نکلی، انھیں زراعتی ماحول نہ ملا، چنانچہ ان میں صحرائی زندگی کی تمام خصوصیات بدستور برقرار رہی اور صدیوں میں بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو سکی۔

گویا مذکورہ بالا قبائل کی مندرجہ ذیل تین حالتیں بن گئیں تھیں

1۔ منگولیہ کے اصل باشندے جو یک قلم وحشی اور صحرائی تھے اور ان کی یہ حالت بغیر کسی تغیر و تبدل برقرار رہی۔

2۔ بحر اسود کے شمالی ساحل اور شمالی یورپ کے قبائل جو گو اپنے مولد اصلی سے الگ ہو گئے تھے، مگر ان کی وحشیانہ خصوصیات نہیں بدلی تھیں۔

3۔ ایران، ہندوستان اور اناطولیا کے قبائل جو بتدریج شہریت و حضارت میں ترقی کرنے لگے اور پھر یہ تین قدیم تہذیبوں کے بانی ہوئے۔

بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یاجوج و ماجوج سے مقصود یہی منگولین قوم اور اس کی تمام صحرانورد اور وحشی شاخیں ہیں۔ شمال مشرق سے ان قبائل کے ابتدائی گروہ نکلے اور وسط ایشیاء میں آباد ہو گئے، پھر جنوب مغرب میں پھیلنے لگے۔

# آریہ سماج اور طبقاتی تقسیم

جب آرین کے ابتدائی گروہ قبائل کی شکل میں شمالی ہند میں وارد ہوئے تو ان کا سماج چار ذاتوں (ورن Varna) میں منقسم تھا۔ ویدک زمانے میں ان کا معاشرہ سادہ تھا مگر جوں جوں معاشرہ کا حلقہ وسیع ہوتا گیا، لوگوں کی مصروفیات زیادہ ہونے لگیں، پیشے الگ الگ ہو گئے اور ان پیشوں کی بنیاد پر آرین معاشرہ طبقات میں تبدیل ہو گیا۔

1۔ برہمن (Brahmana) 2۔ کھشتری (Kshatriyas) 3۔ ویش (Vaishya) 4۔ شودر (Shudras)

## 1۔ برہمن (Brahmana) یا پیشوائے دین

مذہبی امور کی بجا آوری کے لیے ایک الگ جماعت معرض وجود میں لائی گئی تو یہ کام جس طبقہ کے حصہ میں آیا وہ برہمن کہلائی۔ یہ ویدوں اور دوسرے مقدس کتابوں کا گہرہ مطالعہ رکھتے تھے اور مذہبی امور کے ماہر ہوتے تھے۔ برہمن پہلے پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی معاشرہ میں بہت عزت کی جاتی تھی لیکن کچھ مدت کے بعد برہمن اپنے فرائض سے تجاوز کر کے ملکی سیاست پر چھا گئے تھے۔ اس طرح مذہبی رسوم کی ادائیگی میں برہمنوں نے ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیں اور مذہبی منتروں کی عبارت کو انتہائی مشکل بنا دیا کہ عام لوگ ان کو پڑھ ہی نہ سکتے تھے۔ اس لیے مذہبی تقریب پر لوگ ان کے محتاج ہو گئے۔ بعدازاں برہمنوں نے دچھنا یا معاوضہ اس قدر بڑھا دیا کہ غریب لوگ اس رقم کے متحمل نہ ہو سکتے تھے، جس پر برہمن دولت مند بن گئے اور ان کی زندگی میں پاکیزگی نہ رہی۔ ہندو سماج میں علوم کی تعلیم و تدریس پر ان کی اجارہ داری تھی، اس لیے باپ کے بعد بیٹا ہی جانشین ہوتا خواہ کتنا ہی نالائق کیوں نہ ہو۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ برہمن کو دیوتا سمجھا جانے لگا۔

## 2۔ کھشتری (Kshatriyas) یا شتری یا چھتری یعنی سپاہی

اس طبقہ میں معاشرے کے شرفاء صاحب سیف اور قبیلے کے سردار شامل تھے۔ زیادہ تر لوگ سپاہی تھے، ان کا کام فنون جنگ سیکھنا، قوم اور ملک کے لیے دشمنوں کا مقابلہ کرنا، بیرونی حملوں سے ملک اور ریاست کو بچانا اور ریاست کا انتظام کرنا وغیرہ سب ان کے فرائض تھے۔ راجہ، فوج کے کمانڈر، سپاہی سب کھشتری ہوا کرتے تھے۔ برہمنوں کے بعد معاشرہ میں کھشتریوں کو معزز جانا جاتا تھا۔

## 3۔ ویش (Vaishya) یا ویس یعنی صنعت کار اور دستکار

یہ لوگ تاجر، کاشتکار اور کاریگر تھے۔ ہر قسم کی تجارت، کاشتکاری، آہن گر، بڑھئی اور معمار کا کام ان کے سپرد تھا۔ معاشرہ میں برہمنوں اور کھشتریوں کے بعد ان کا درجہ تھا۔

## 4۔ شودر (Shudras) یعنی خدمت گار

یہ لوگ دراصل ہندوستان کے مقامی باشندے تھے جو کہ سیاہ رنگ کے تھے، جنھیں آریوں نے شکست دے کر اپنا داسی یعنی غلام بنا دیا

تھا۔ ان کی بستیاں شہر سے باہر ہوا کرتیں تھیں تا کہ اونچی ذاتوں سے الگ رہیں۔ ان کو ناپاک اور ملیچھ سمجھا جاتا تھا۔ ان کے خلاف ہر طرح کی تفریق رواں رکھی جاتی تھی۔

ویدوں میں ایک لفظ ورن (Varna) ملتا ہے جس کے معنی رنگ (Color) کے ہیں۔ چونکہ آریا لوگ سفید رنگ کے تھے اور مقامی باشندے دراوڑ وغیرہ سیاہ فام تھے۔ قرین قیاس ہے کہ ان جلدی رنگوں کی وجہ سے آریائی تہذیب کے ابتدائی دور میں تفریق نے جنم لیا۔ بعد ازاں ہر ورن یا ذات کے لیے ایک مخصوص رنگ کی بنا ڈالی دی گئی تھی۔ برہمن کے لیے سفید، کھشتری کے لیے سرخ، ویش کے لیے بھورا یا بادامی، اور شودر کے لیے کالا یا سیاہ رنگ تعویض کر دیا گیا تھا۔ آرین کے رگ وید کے زمانہ میں ذات پات میں شدت ہرگز نہ تھی بلکہ ذات یا ورن قابل تبدیل ہوتے تھے۔ اور ان کے اختیار کرنے میں باقاعدہ لچک ہوتی تھی۔ جیسا کہ ہندوؤں کی قدیم کتب میں ثابت ہوتا ہے کہ ورن تبدیل ہوسکتا ہے۔ رگ وید میں رقم ہے۔ سب انسانوں کی ذات ایک ہے بعد میں اچھے کا نام آریہ اور جاہل وڈاکو کا نام داسیو ہے۔ (8،571)۔ منوسمرتی میں لکھا ہے کہ برہمن وہی ہے جس میں برہمنوں سے اوصاف ہوں خواہ جنم کسی ورن میں ہی کیوں نہ لیا ہو۔ (121۔28)

مہابھارت میں دشواتر کا ذکر آیا ہے کہ وہ کھشتری سے برہمن ہو گیا تھا۔ رشی مارنگ چنڈال کے گھر پیدا ہوا تھا مگر وہ برہمن بن گیا تھا۔ ان حوالہ جات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درس وتدریس اور مذہبی رسومات ادا کرنے کے سبب سے راجپوت (کھشتری) بھی برہمن بن گئے، یعنی چانڈال آبائی پیشہ کو چھوڑ کر مذہبی رسومات کی سرانجام دہی کرتا تھا تو اسے پنڈت برہمن کہا جاتا تھا، جیسے رامائن کا منصف بالیمیک جو ایک چانڈال ورن (چوہڑا) کا آدمی تھا اسے برہمن تصور کیا گیا تھا۔ ''پاکستان میں تہذیب وارتقاء'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ آریوں نے مقامی باشندوں کو غلام (داسی) بنا کر ایک نئے سماجی نظام کی بنیا رکھی۔ غلام یا داسی کی اپنی کوئی ملکیت نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ مویشیوں کی طرح آریہ قبائل کی مشترکہ ملکیت ہوتے تھے۔ اس تفریق کے باوجود آریہ لوگ اپنے مفتوحہ علاقوں کے مقامی باشندوں سے بالکل الگ تھلگ نہیں رہ سکتے تھے، چنانچہ حالات نے ان فاتح آریہ قبائل کو جلد ہی یہاں کی عورتوں سے شادی بیاہ کرنے اور کسی حد تک مقامی رسم ورواج اپنانے پر مجبور کر دیا تھا۔ مثال کے طور پر رگ وید کے مشہور رشی دری کھاتم کی ماں ممتا داسی تھی۔ ہندوستانی رواج کے تحت شودر یعنی پیشہ وروں کو حقیر خیال کیا جاتا ہے، جبکہ شودر بھی نسبی لحاظ سے ان جیسے ہی ہیں۔ جہاں تک کہ چوہڑوں (چنڈالوں) کی گوتیں بھی راجپوتوں سے ملتی ہیں، جو مذہبی پیشوانہ ملنے کے باعث اپنی اصلی حالت میں اب تک رہے اور بعد میں کچھ نے عیسائی اور بعض نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ کتاب رواج عام کے مصنف میجر وفادپ نے اس کتاب کے صفحہ نمبر 3 پر چوہڑوں کو راجپوتوں کا ہم نسب لکھا ہے۔

آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا صفحہ نمبر 34 میں لکھا ہے کہ "Dr. Smith is of opinion that much confusion has been caused by a mistranslation of manu's term, (Varana, Caste, Whereas it should be redered Class or Order or by some equivalent term)

# لفظ راجپوت اور اس کی وجہ تسمیہ

لفظ راجپوت (Rajput) ہندی زبان کے 'راج' اور 'پوت' سے مرکب ہے۔ جس کے معنی راجہ کے پوت یعنی وہ لوگ جن کے آباؤ اجداد راج پاٹ کیا کرتے تھے۔ عام اصطلاح میں اس کے معنی راجاؤں کی اولاد کے ہیں۔ چونکہ برصغیر میں حکمران قوم (Ruling Caste Family) راجپوت کے نام سے مشہور رہے۔

قدیم ہند کے مختلف صوبا جات اور ریاستوں کے چھوٹے چھوٹے سردار اور حکمران اپنے اپنے حلقہ اقتدار میں راجہ کہلاتے تھے اور ان پر اقتدار اعلیٰ کے حامل خود کو مہاراجہ کے لقب سے ملقب کرتے تھے، چونکہ یہ راجے خود کو اپنے پیش رو راجہ کا پوت کہلاتے تھے، اس لیے یوں لفظ راج پوت یعنی راجہ کا پوت یا لڑکا کی تشکیل ہوئی۔ ویسے لفظ راجپوت کا لغوی معنوی سرچشمہ منوجی کا فکری مجوزہ لفظ کشتری یا کھشتری (Kshatriyas) (آریائی معاشرہ کے شرفاء، صاحب سیف، سپاہی اور قبیلہ کے سردار وغیرہ) ہے جو قدیم زمانہ میں اس سرزمین پر بہادر اور جنگجو طبقہ یا فرقہ کے لیے مستعمل تھا۔

درحقیقت آٹھویں صدی سے قبل کی تواریخ کے اندر راجپوت کا اطلاق قوم یا ذات کی حیثیت یا معنوں کے طور پر نہیں پایا جاتا، مگر اس کے باوجود راجپوت لفظ کا استعمال سنسکرت کی قومی کتب میں ہزاروں سال پرانا چلا آتا ہے۔ واقعات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجپوت لفظ قوم یا ذات کے معنوں میں، مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں اختیار کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کھشتری کہلانے والوں کے بہت سے ایسے قبائل ابھی تک راجاؤں کی اولاد ہونے کے باوجود راجپوت نہیں کہلواتے حالانکہ حسب ونسب کی رو سے وہ راجپوت ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے دور حکومت میں لفظ راجپوت شروع شروع میں صرف شاہی خاندان کے لیے استعمال ہوتا تھا، کیونکہ نو وارد مسلمان حکمرانوں کے نزدیک راجپوت لفظ کے معنی ایسے ہی سمجھے جاتے تھے جیسے عربوں میں امیر، پٹھانوں میں خان اور مغلوں میں بیگ یا مرزا کے ہوتے ہیں اور یہ سب خطابات سرداروں کے معنی میں بولے جاتے تھے لیکن آہستہ آہستہ راجپوت لفظ قوم کے معنوں میں بھی بولا جانے لگا۔

عالموں نے کافی چھان بین اور تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے کہ ہند کے قدیم باشندوں کی تین بڑی شاخیں تھیں۔

1۔کول　　2۔دراوڑ　　3۔منگول

البتہ وسط ایشیاء سے وارد ہونے والے آریہ نسل کی لوگوں نے ہی راجہ کا خطاب حاصل کیا۔ راجپوتوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کھشتری اور مہابھارت کے سورج بنسی اور چندر بنسی راجوں کی اولاد ہیں۔ مورخین کی رائے یہ ہے کہ ساتویں صدی تک جو اقوام باہر سے ہندوستان میں آئیں انھوں نے ہندوستانی راجوں سے تعلقات قائم کر لیے اور ہندو رسوم کے پابند ہوگئیں۔ اس وقت برہمنوں کو بدھ مت کو نیچا دکھانے کی ضرورت تھی اس لیے انھوں نے ان اقوام یعنی یونانی، ساکا اور ہن وغیرہ کو کشتری ذات مان کر ہندو راج میں داخل کر لیا، چونکہ وہ راجاؤں اور سرداروں کے بیٹے پوتے تھے اس لیے راجپوت کہلائے۔ کتاب راجپوت قوم کی تاریخ میں راجپوت قوم کو ترکی الاصل یعنی (Originally Turks) تحریر کیا ہے۔ بعض مورخین راجپوتوں کو سفید ہن کی اولاد بتاتے ہیں۔


Fall of the Mughals, early to mid-18th C
1: Rajput Zamindar 3: Maratha infantryman
2: Maratha light cavalryman
3
2
1


راجپوت

نامور تاریخ پاک و ہند حصہ اول میں مصنف ایم اے عزیز راجپوتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب ہرش (606ء تا 648ء) کے بعد ملک میں ابتری پھیل گئی تو اس سے راجپوتوں نے فائدہ اٹھایا، یہ حملہ آوروں اور ہنوں کی ملی جلی نسل سے تھے اور بہادر تھے۔

مسٹر ویدصاحب مختلف تاریخی حوالوں اور دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ راجپوت اور کھشتری (چھتری) دو الگ الگ اقوام نہیں۔ تاریخ راجگان ہند کے صفحہ نمبر 32 پر مصنف مولوی نجم الغنی صاحب رامپوری لکھتے ہیں کہ آریہ ہندوؤں کی ابتدائی چار ذاتوں یعنی برہمن، چھتری، ویش اور شودر میں سے قسم دوم یعنی چھتری راجپوت کہلاتے ہیں۔ مسٹر انفسٹن صاحب سابق گورنر بمبئی اپنی کتاب تاریخ ہندوستان میں تحریر کرتے ہیں کہ حال کے جو مورخ راجپوتوں کو چھتری خیال کرنے میں تامل کرتے ہیں اور شک، ہن اور سیتھا وغیرہ نسل سے بتاتے ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ اصل لوگ اگر سیتھا نسل سے ہوں تو ہوں، لیکن راجپوت سب کے سب خالص آریہ ہندو ہیں، لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ آریہ ہندو اور سیتھا نسل والے ایک ہی نسل سے پیدا ہوئے تھے، جیسا کہ جیمز ٹاڈ صاحب بھی مانتے ہیں اور بعد ازاں اپنے اپنے مخصوصات کے سبب سے جدا جدا قومیں بن گئیں تھیں تو اس معاملہ پر گفتگو کرنے کی بالکل حاجت نہ ہوگی۔ سید محسن مرزا اور عبدالحمید نیازی صاحبان لکھتے ہیں کہ سمتھ صاحب اور دیگر مورخین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آریہ راجاؤں کی اولاد نے اپنا نیا نام بجائے کھشتری کے راجپوت رکھ لیا، مگر قدیم و جدید آریہ میں تمیز ضرور کی جا سکتی ہے۔ جبکہ پہلے اور بعد میں آنے والے آریہ لوگ بھی اسی سرزمین اور قوم سے تعلق رکھنے والے تھے جس سے آریہ قوم تعلق رکھتی تھی۔ آریوں کی یہ آمد صرف ایک دفعہ ہی ختم نہ ہوگئی تھی بلکہ یہ مختلف اوقات و ادوار میں ایک خاصے عرصے تک آتے رہے اور اپنے پرانے بھائیوں سے تعلق پیدا کرتے رہے۔ یہی وہ اختلاط ہے جس کو مورخوں نے نو وارد قوموں کو آریہ ہندوؤں میں جذب ہو کر ایک قوم بن جانا بیان کیا ہے۔ تاریخ ہند صفحات نمبر 7 تا 8 پر پروفیسر سیتا رام اور ڈاکٹر ایشوری برشاد وکیل آلہ آباد لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے باشندے مختلف زمانوں میں یہاں آئے اور پہلے سے آئے ہوئے آریوں سے تعلق پیدا کرتے رہے۔ یہاں آنے کے بعد ان میں اور آریوں میں کوئی فرق نہ رہا بلکہ سب آریہ ہی کہلائے اور ہندو مذہب اختیار کر کے بوجہ حکومت یا حکمرانی چھتری یا کھشتری وغیرہ مشہور ہوگئے۔ ہندوستان میں ان آریوں کی آمد کا سلسلہ اسی طرح صدیوں تک جاری رہا۔ مسٹر سڈن صاحب لکھتے ہیں کہ راجپوت لفظ کے معنی راجہ کے بیٹے کے ہیں۔ ان راجپوتوں میں بہت سے تو پرانے زمانے کے ان کھتری راجکماروں کی نسل سے ہیں جو پہلے آئے ہوئے آریہ تھے اور بعض ان قوموں کے راجکماروں کی اولاد میں سے ہیں جو بعد میں آئے ہوئے آریہ نسل سے ہیں۔

جیمز ٹاڈ آریہ ہندو اور سیتھا نسل کو ہم نسب تسلیم کرتا ہے، جیسا کہ اگنی کل راجپوت کی درج ذیل چار شاخیں ہیں جنھیں سیتھا نسل بھی کہا جاتا ہے۔

1۔ پرمار یا پنوار یا پنواڑ     2۔ پرہار     3۔ چوہان     4۔ سولنگی یا چالوک

موجودہ تاریخ ہند زیادہ تر منو دھرم شاستر کی بنا پر تالیف کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ برہما کے دو بیٹے تھے، اول وچھ اور دوسرا اترا۔ انھی دونوں کی اولاد نے دنیا کی حکومت کا سلسلہ قائم کیا۔ وچھ سے سورج اور اترا سے سوم یعنی چندر ما (چاند) پیدا ہوئے، جن کی اولاد نے سورج بنسی اور چندر بنسی خاندانوں کے نام سے حکومت ہند کی بنیاد رکھی۔ سورج بنسی خاندان کا پہلا نامور راجہ اکھچوا کو ہوا جس نے سلطنت اجودھیا (ہندوستان کے ایک حصہ جو کوشل کے نام سے مشہور تھا اور اس کا پایہ تخت اجودھیا تھا، اس شہر کے کھنڈرات اب فیض آباد کے قریب دریائے گھاگرا کے کنارے پائے جاتے ہیں) کی بنیاد ڈالی۔ اس کی 56 نسلوں کے بعد رام چندر ہوا اور اسی قدر اور پشتوں کے بعد راجہ سمر مشہور راجہ گزرا ہے۔ راجہ اکھچوا کو کی

لڑکی آدر چند کے بیٹے بدھ سے بیاہی گئی جس کے بطن سے ''پرورا'' نام کا لڑکا پیدا ہوا، اس نے چندر بنسی خاندان کی بنیاد ڈال کر سلطنت اودھ (الہ آباد) قائم کی۔ راجہ بھرت کے نام سے بھرت ریاست مشہور ہوئی تھی مگر اس کا پایہ تخت ہستنا پور تھا جس کو راجہ بھرت کے بیٹے راجہ ہتین نے بسایا تھا۔ راجہ بھرت کی پانچویں پشت میں راجہ چھتر لوج کے لاولد مرنے سے چندر بنسی خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا لیکن دیاس دیو (اسی نے وید مرتب کئے، مہا بھرت تصنیف کی اور پران لکھے) کی نظر عنایت سے چھتر لوج کی دورانیوں کے ہاں دھرت راشٹ (اندھا) اور پانڈو (اس کا رنگ سفید تھا) دو لڑکے الگ الگ تولد ہوئے۔ پانڈو کی دورانیاں تھیں جن کے نام کنتی اور مادری تھے۔ پانڈو راج پاٹ چھوڑ کر کوہ ہمالیہ کی طرف چلا گیا۔ رانی کنتی سے اس کے تین، بیٹے جدھشٹر، بھیم اور ارجن اور دوسری رانی مادری سے دو بیٹے توام نکل اور سہد یو پیدا ہوئے۔ یہ لڑکے ابھی جوان تھے کہ پانڈو کا انتقال ہو گیا۔ مادری تو خاوند کے ساتھ ستی ہو کر جل گئی اور کنتی پانچوں لڑکوں کو لے کر ان کے چچا دھرت راشٹ کے پاس ہستنا پور میں آ گئی۔ راجہ دھرت راشٹ نے گندھار یعنی قندھار کے راجہ کی بیٹی سے شادی کی تھی اور اس کے ہاں بہت سے بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑے کا نام ہودھن تھا۔ مہابھارت میں پانڈو کے بیٹوں کو پانڈہ اور دھرت راشٹ کی اولاد کو کورو لکھا ہے۔

راجپوت ابتداً اور نسلاً کون ہیں؟ اس ضمن میں دنیا کے مختلف مورخین نے اپنے اپنے انداز میں تحقیقات کیں ہیں اور اپنی ان تحقیقات اور نتائج کو ٹھوس، مسند اور مصدقہ دستاویزات و دلائل کی روشنی میں مرتب کرنے کی بھرپور سعی کی ہے۔ ان کی ان تھک جدوجہد اور محنت شاقہ نے ہندوستان کی تاریخ اور یہاں کے راجپوتوں سے متعلق تاریخی معلومات سے قارئین کو کافی حد تک روشناس کروا دیا ہے۔ مستقبل کا مورخ بھی لفظ راجپوت اور قوم راجپوت پر اپنی تحقیقات جاری رکھے گا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ راجپوت کا تعلق کسی قوم، گوت یا نسل سے ہے یا یہ لفظ محض ایک خطاب کے طور پر استعمال ہوتا ہے، مگر یقیناً اس سے مراد اور تعلق آریہ، ہن اور منگول یا سامی النسل (Semetic Race) یعنی یہود وعرب اور حامی النسل (Hametic Race) یعنی افریقی وحبشی سے تھا۔ یوں لفظ راجپوت کا اطلاق کسی ایک فرد یا قوم پر نہیں ہوتا بلکہ راجپوت لفظ ایک سمندر کی مانند ہے جس میں متعدد اقوام کے دریا بہتے ہیں۔

راجپوت اقوام نے قدیم سے موجود عہد تک اپنی قومی انفرادیت، کردار اور سیرت کو ہر صورت قائم و دائم رکھا ہے۔ گو تہذیب و تمدن اور اقدار میں خاصی تبدیلی واقع ہو گئی ہے مگر راجپوتوں نے اپنی تاریخ دلیری، بہادری اور خون سے رقم کی ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں راجپوتوں کو اپنی قومی انفرادیت حاصل رہی ہے اور یہ انفرادیت کسی دلائل یا حوالوں کی محتاج نہیں ہے۔ راجپوت جاندار، دلیر، بہادر اور حکمران اقوام پر مشتمل ہیں۔ انہی راجپوت اقوام میں سے ایک قوم منگرال (Mangral) راجپوت ہے جس کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

جیسا کہ اس کتاب کے پیش لفظ کے تحت اس تاریخی حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ قوم منگرال راجپوت دراصل کشمیر و پنجاب کے ہندو پال راجگان کی ذریات میں سے ہے۔ اب ان ہندو پال راجگان کا پس منظر اگلے باب میں پیش خدمت ہے۔

# کشمیر و پنجاب کے ہندو پال راجگان

## ابتدائی و تفصیلی شجرہ نسب

# ابتدائی شجرہ نسب کشمیری النسل ہندو پال راجگان

اولاد کھش بن آش بانی کشمیر 525 ق م

- بہت (بھت) — جدامجد بٹ قبیلہ
- دہر (دھر) — جدامجد دہر قبیلہ
- دار (ڈار) — جدامجد ڈار قبیلہ
- تانتر — جدامجد تانترے قبیلہ
- ماکر — جدامجد ماکرے عرف ماگرے قبیلہ
- کاشر
- پر — جدامجد پرتے قبیلہ
- نائیک — جدامجد نائک قبیلہ

دہر (دھر) ←

کودھر (ہندو مورخین نے اس کا نام گودھر لکھا ہے جبکہ حرف گ اس وقت کشمیر میں استعمال نہیں ہوتا تھا)

- سودرن
- سند یمان (بانی شہر سندمت نگر، سند یمان واپس بابل چلا گیا تھا اور سندمت نگر وادی کشمیر کا پہلا دار الحکومت تھا۔)

سودرن ←

- راجہ جنک (قبیلہ کا پہلا سردار یا راجہ بنا)
  - راجہ ستیجی نر (لاولد)
  - راجہ اوکند
    - راجہ داموود
      - راجہ دیال گونند (یہ ہرن دیو عرف چندر گپت موریا کے ہاتھوں قتل ہوا)
- شکنی دہر
  - جیادہر
    - راجہ گلکند را عرف گاگندرا (بانی گندھارا شہر موجودہ اٹک۔ بہار سے شادی کی تھی اس کی بیوی کا نام مورا تھا اس لیے اولاد مورا نام سے منسوب ہو کر موریا کہلائی

راجہ گلکند را عرف گاگندرا ←

- راجہ ہرن دیو المعروف مہاراجہ چندر گپت موریا (مہاراجہ ہندوستان ماں کا نام مورا تھا اس لیے موریا کہلایا اپنے ننھیال واقع مگدھ دیش بہار کی مدد سے مہاراجہ ہندوستان بنا)
- راجہ بلدیو (راجہ کشمیر)
  - ↓ راجہ نل سین (راجہ کشمیر) یہ تین بیٹوں سمیت جل گیا تھا

راجہ ہرن دیو المعروف مہاراجہ چندر گپت موریا ←

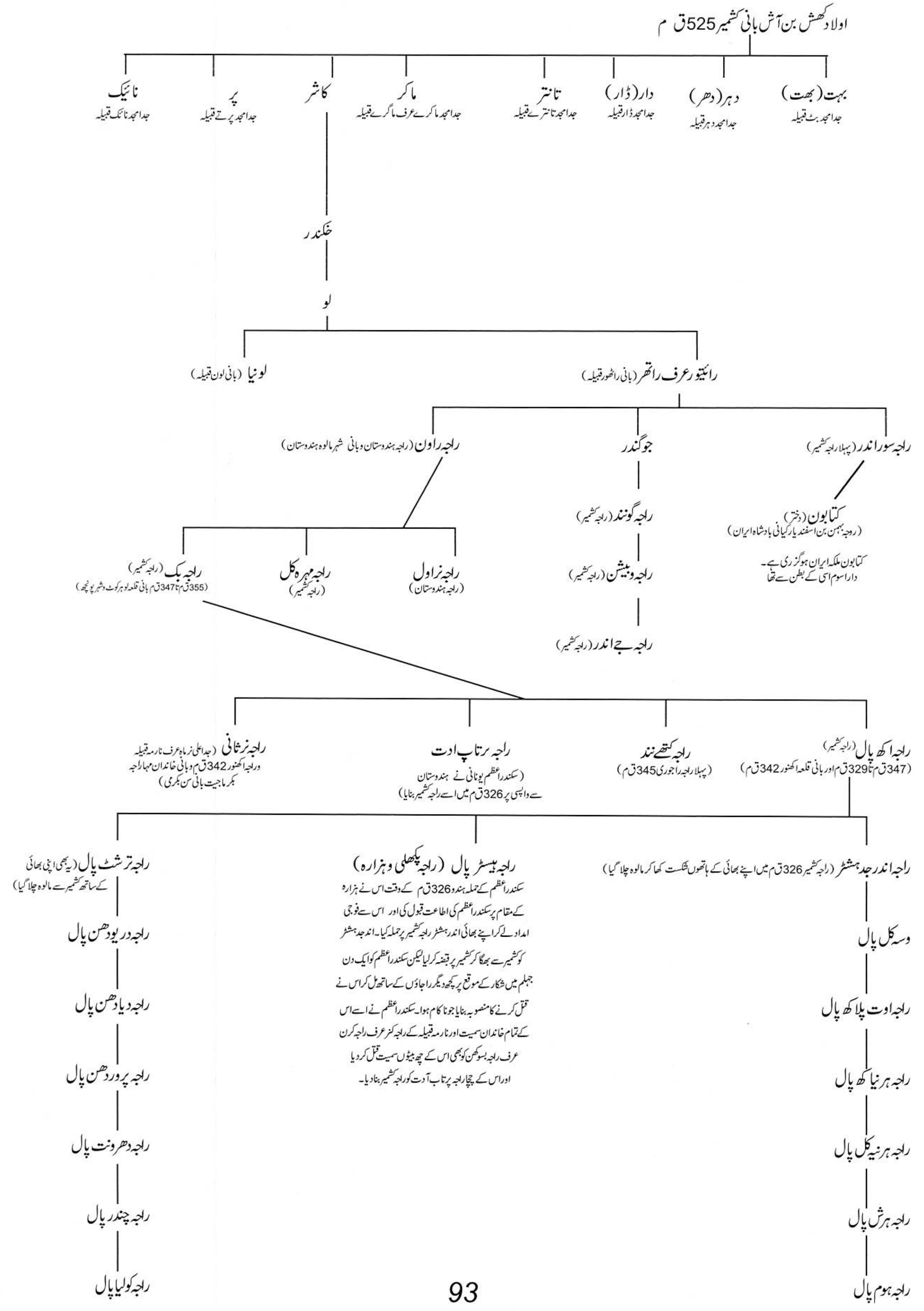
- راجہ نیدوسار موریا المعروف مہاراجہ پرتاب شیل (مہاراجہ ہندوستان)
- راجہ مرہن دیو (راجہ کشمیر)
- راجہ کامن دیو (راجہ کشمیر)

راجہ نیدوسار موریا المعروف مہاراجہ پرتاب شیل ←

- راجہ سنگرام چندر (راجہ کشمیر)
- راجہ الارک چندر (راجہ کشمیر)
  - راجہ برم (راجہ کشمیر)
    - راجہ بیکھن چندر (راجہ کشمیر)
    - راجہ بھگونت چندر (راجہ کشمیر)
      - راجہ ابھی مینو (راجہ کشمیر)
- مہاراجہ اشوک (مہاراجہ ہندوستان) 272 ق م تا 231 ق م
  - راجہ گونال
    - راجہ سپندی (راجہ ہند)
  - راجہ جلوک (راجہ ہند)
  - راجہ داموود
    - راجہ نرندرا (راجہ کشمیر صرف دو ہفتے کے لیے)
  - ؟؟

پنڈت رتنا گر مصنف تاریخ رتنا گری اور کچھ دیگر مورخین کے بقول راجہ نرندا ابن داموود بن مہاراجہ اشوک کو راجہ کشمیر بنے ہوئے ابھی دو ہفتے بھی نہیں گذرے تھے کہ ایک زلزلہ آیا اور وادی کشمیر کا دار الحکومت سندمت نگر زمین پھٹ کر باہر آنے والے پانی میں ڈوب کر موجودہ جھیل ولر کی شکل اختیار کر گیا۔ جھیل وولر کی تہہ میں اس وقت بھی سندمت نگر شہر کے کھنڈرات موجود ہیں۔ جبکہ نرندرا حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے تعلق رکھنے والے بزرگ کے ساتھ بابل عراق چلا گیا تھا۔

راجہ ابھی مینو کی 23 سالہ حکمرانی کے دوران چندراچارج نامی ایک ہندو ہندوستان سے کشمیر گیا اور کتاب مہابھاش کی تعلیم دے کر راجہ کو ہندو بنایا اور اس طرح کشمیر میں پہلی مرتبہ ہندو مذہب متعارف ہوا اس سے پہلے جموال راجگان نے دو مندر تعمیر کروائے مگر وہ صرف انہی کی عبادت تک محدود تھے۔
ہندو دھرم 150 ق م کے بعد وادی کشمیر میں متعارف ہوا



اولاد کھش بن آش بانی کشمیر 525ق م
بہت (بھت)
جدامجد بٹ قبیلہ
دہر (دھر)
جدامجد دہر قبیلہ
دار (ڈار)
جدامجد ڈار قبیلہ
تانتر
جدامجد تانترے قبیلہ
ماکر
جدامجد ماکرے عرف ماگرے قبیلہ
کاشر
پر
جدامجد پرتے قبیلہ
نائیک
جدامجد نائک قبیلہ
خکندر
لو
رائیتو رعرف راتھر (بانی راٹھور قبیلہ)
لونیا (بانی لون قبیلہ)
راجہ سوراندر (پہلا راجہ کشمیر)
کتابون (دختر)
(روجہ بہمن بن اسفندیار کیانی بادشاہ ایران)
کتابون ملکہ ایران ہوگزری ہے۔
داراسوم اسی کے بطن سے تھا
جوگندر
راجہ گونند (راجہ کشمیر)
راجہ وبیشن (راجہ کشمیر)
راجہ جے اندر (راجہ کشمیر)
راجہ راون (راجہ ہندوستان و بانی شہر مالوہ ہندوستان)
راجہ نراول
(راجہ ہندوستان)
راجہ مہرہ کل
(راجہ کشمیر)
راجہ بک (راجہ کشمیر)
(355ق م تا 347ق م بانی قلعہ لوہرکوٹ و شہر پونچھ)
راجہ اکھ پال (راجہ کشمیر)
(347ق م تا 329ق م اور بانی قلعہ اکھنور 342ق م)
راجہ کتھے نند
(پہلا راجہ راجوری 345ق م)
راجہ رتاپ ادت
(سکندر اعظم یونانی نے ہندوستان
سے واپسی پر 326ق م میں اسے راجہ کشمیر بنایا)
راجہ نرثانی (جداعلیٰ نرماہ عرف نارمہ قبیلہ
و راجہ اکھنور 342ق م و بانی خاندان مہاراجہ
بکرماجیت بانی سن بکرمی)
راجہ اندرجدہشٹر (راجہ کشمیر 326ق م میں اپنے بھائی کے ہاتھوں شکست کھا کر مالوہ چلا گیا)
وسہ کل پال
راجہ اوت پلاکھ پال
راجہ ہرنیاکھ پال
راجہ ہرنیہ کل پال
راجہ ہرش پال
راجہ ہوم پال
راجہ بیسٹر پال (راجہ پکھلی و ہزارہ)
سکندر اعظم کے حملہ ہند و 326ق م کے وقت اس نے ہزارہ
کے مقام پر سکندر اعظم کی اطاعت قبول کی اور اس سے فوجی
امداد لے کر اپنے بھائی اندرہشٹر راجہ کشمیر پر حملہ کیا۔ اندجدہشٹر
کو کشمیر سے بھگا کر کشمیر پر قبضہ کر لیا لیکن سکندر اعظم کو ایک دن
جہلم میں شکار کے موقع پر کچھ دیگر راجاؤں کے ساتھ مل کر اس نے
قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جو ناکام ہوا۔ سکندر اعظم نے اسے اس
کے تمام خاندان سمیت اور نارمہ قبیلہ کے راجہ کنز عرف راجہ کرن
عرف راجہ بسوکھن کو بھی اس کے چھ بیٹوں سمیت قتل کر دیا
اور اس کے چچا راجہ پرتاب آدت کو راجہ کشمیر بنا دیا۔
راجہ ترشٹ پال (یہ بھی اپنی بھائی
کے ساتھ کشمیر سے مالوہ چلا گیا)
راجہ دریودھن پال
راجہ دیادھن پال
راجہ پروردھن پال
راجہ دھرونت پال
راجہ چندر پال
راجہ کولیاپال

- راجہ اندر پال
- راجہ گوپادت ثانی
- راجہ میگواہن پال (راجہ کشمیر 1 تا 5ء)
- راجہ سرشٹ سین پال (راجہ کشمیر 65-35ء)
- تورمان پال
- راجہ پرورسین پال (بانی شہر سرینگر 103ء وراجہ کشمیر 62-102ء)
- راجہ جدہشٹر (راجہ کشمیر 162ء تا 201ء)
- راجہ تونجین (راجہ کشمیر 57-214ء)
- انند پال
- گونند پال
- راجہ شورک (راجہ کشمیر 375ء تا 426ء)
- جے اندر پال
- مہاراجہ رام دیو اراٹھور (مہاراجہ ہندوستان)
  - بینس دیو (بانی بینس قبیلہ)
  - سلہر دیو (بانی سلہری قبیلہ)
- ہری دیو اراٹھور
- بیاس دیو اراٹھور
- ہری دیو اراٹھور
- درنا دیو اراٹھور
- سہم دیو اراٹھور

(کل 18 بھائیوں کے 18 قبیلے ہیں)

- راجہ ماتر پال
- راجہ الارک پال
- راجہ سمندر پال جوگی (داماد بکرماجیت)
- راجہ چندر پال جوگی
- راجہ کلشن پال
- راجا تارا پال
- راجا تربھون پال
- راجہ کھیمر پال
- راجہ یوشکر پال
- راجہ پرتھوا پال
- راجہ وزرا پال
- راجہ سوکرم پال (راجہ ملتان 375ء)
- راجہ سوودرن پال
- راجہ بیرم پال
- راجہ دروپد پال
- راجہ پورن پال
- راجہ جنک پال
- راجہ بھگونت پال
- راجہ بلدیو پال

راما نندراٹھور

راجہ مرہن دیوراٹھور

راجہ ہرنام دیوراٹھور

راجہ سلکن دیوراٹھور

راجہ کھیم اندرراٹھور

راجہ بھیم سین راٹھور

راجہ سندرسین راٹھور

راجہ سری پت راٹھور

راجہ دھروپت راٹھور آف جنجوعہ آگرہ (دہلی)

راجہ بھیکھم پال

راجہ اگنی پال

راجہ کرش پال

راجہ شانتو پال

راجہ اننت پال

راجہ نندی پال

راجہ سہلن پال

راجہ بھیم پال اول بانی سلطنت پال راجگان لاہورالا در اجہ بھیم پال اول
اولاد اگلے صفحات میں آئے گی

راجہ مل دیوراٹھور عرف راجہ مل خان راٹھور (رئیس جنجوعہ نزد آگرہ دہلی ہندوستان 986ء میں جنجوعہ سے نقل مکانی کر کے موجودہ جہلم آ گیا اور 1013ء میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اولاد جنجوعہ عرف جنجوعہ اور کھکھہ اور وینس وغیرہ کہلائی)

راجہ ویر خان

راجہ جوہد خان

راجہ کالا خان
اولاد ضلع راولپنڈی میں

راجہ ترنولی خان
اولاد ہزارہ، اٹک اور راولپنڈی میں ہے

راجہ کھکھ خان
اولاد زیادہ تر کشمیر میں ہے

راجہ جوہد خان کے حصہ میں وہ علاقہ آیا جو بعد ازاں مکھیالہ کہلایا۔ اس راجہ نے مکھیالہ میں ایک قلعہ اور دو تالاب تعمیر کروائے جو کہ اب تک موجود ہیں۔ راجہ جوہد کے رائے پال نامی بڑے بیٹے کی اولاد جہلم میں باغانوالہ، کوٹ عمر، پنڈی، چکری، پیر چک، نتھیال، فرید پور، شیر پور اور سید پور وغیرہ کے مواضعات میں آباد ہے۔ راجہ جوہد خان کے دوسرے بیٹے رائے ہنس پال کی اولاد موضعات چوہا سیدن شاہ، کوٹلی سیدن، کٹورا، سلوری، کلس، مخدوم سین، ولی، وہالی، وریالہ اور کھاولہ میں آباد ہے۔ جبکہ راجہ جوہد کے تیسرے بیٹے رائے جس پال کی اولاد دسم اور کلووال میں ہے اور راجہ جوہد کے چوتھے بیٹے جے پال کی اولاد ڈنڈوت اور ورند میں ہے۔

راجہ ویر خان:

راجہ احمد خان

راجہ سن پال

راجہ سن پال:

راجہ گھمن

راجہ باجوہ

راجہ وینس راجہ گھمن کی اولاد گھمن ہی کہلائی اور یہ جٹ قبائل میں بھی شامل ہیں۔ راجہ وینس وغیرہ کل 22 بھائی تھے ان میں سے گھمن اور باجوہ کی اولاد کے کچھ حصہ نے دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لیا تھا اس لیے ان کی اولاد میں سے ہندو بھی ہیں۔ جو کہ اس وقت مشرقی پنجاب اور جموں کے کچھ علاقوں میں آباد ہیں۔ راجہ سن پال کے دوسرے بیٹے راجہ وینس خان کی اولاد وینس کہلائی اور یہ زیادہ تر سیالکوٹ اور آزاد کشمیر کے میر پور کوٹلی اور پلندری اضلاع کے بعض علاقوں میں آباد ہیں۔ میر پور میں یہ وینس کثرت سے آباد ہیں۔

راجہ احمد خان

راجہ رحمت خان

راجہ نواب خان

راجہ بہادر خان

راجہ مراد خان

راجہ شرف خان

راجہ رستم خان

راجہ شہادت خان ——— راجہ ریاست خان ——— راجہ زمان خان

راجہ زمان خان کی اولاد بھی کھیوڑہ و پنڈ دادن خان وغیرہ میں ہے راجہ مل خان کے بعد راجہ ویر خان کھیوڑہ و پنڈ دادن خان وغیرہ کا حکمران بنا۔ راجہ ویر خان کے ایک بیٹے احمد علی خان کی اولاد ملوٹ۔ بادشہ پور اور ڈلوال کے جنجوعے ہیں۔ جبکہ گھمن، وینس اور باجوہ کی کچھ اولاد نے دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر بھی سکونت اختیار کی۔ احمد خان کی اولاد میں سے ریاست علی خان ایک مشہور رئیس ہو گزرے ہیں۔

# شجرہ نسب پال راجگان

(وادی کشمیر، پونچھ، مالوہ ہندوستان
راجوری، بھمبر، کابل، لاہور اور ملتان)

کاش 'یا' کھش (علاقہ کشمیر آباد کیا)

کاشر 'یا' کاشی

خلندر

لو

رائیتور یا اتھر یا راٹھور — لونیا (بانی قبیلہ "لون")

راجہ سوراندر (پہلا راجہ کشمیر) — جوگندر — راجہ راون (راجہ ہندوستان و بانی مالوہ ہندوستان)

راجہ نراول (راجہ ہندوستان) — راجہ مہرہ کل (راجہ کشمیر) — راجہ بک (راجہ کشمیر ۳۵۵ ق م اور بانی قلعہ لوہرہ شہر پونچھ)

راجہ اکھ پال (راجہ کشمیر ۳۴۷ ق م تا ۳۲۹ ق م و بانی ریاست "اکس" "راجوری" ۳۴۵ ق م قلعہ اکھور ۳۴۲ ق م) — راجہ کھتے نند (پہلا راجہ "راجوری" ۳۴۵ ق م) — راجہ پرتاب آدت — راجہ نرثانی (بانی نارمہ قبیلہ)

راجہ اندجدہشٹر (راجہ کشمیر ۳۲۶ ق م، اپنے بھائی سے شکست کھانے کے بعد مالوہ چلا گیا) — راجہ ابیسٹر پال — راجہ ترشٹ پال (یہ اپنے بھائی راجہ اندجدہشٹر کے ساتھ کشمیر سے مالوہ چلا گیا)

راجہ دریودھن پال
راجہ دریادھن پال
راجہ پروردھن پال
راجہ دہرونت پال
راجہ چندرا پال
راجہ کولیا پال
راجہ ماتر پال
راجہ الارک پال
راجہ سمندر پال جوگی (یہ راجہ بکرماجیت نارمہ جس نے سن بکرمی کی ابتداء کی تھی، کا داماد تھا)
راجہ چندر پال جوگی
راجہ کلشن پال
راجہ تارا پال
راجہ تربھون پال
راجہ کھیر پال
راجہ پوشکر پال
راجہ پرتھوا پال

راجہ وزرا پال
راجہ سوکرم پال (راجہ ملتان ۳۷۵ ق م)
راجہ سودرن پال
راجہ بیرم پال
راجہ دریہ پال
راجہ پورن پال
راجہ جنک پال
راجہ بھگونت پال
راجلہ بلدیو پال
راجہ بھیکھم پال
راجہ اگنی پال
راجہ کرش پال
راجہ شانتو پال
راجہ اشت پال
راجہ نندی پال
راجہ سلہن پال

(اگلے صفحہ پر شجرہ جاری ہے)

(راجہ سلہن پال سے آگے) راجہ بھیم پال (بانی خاندان ''پال راجگان'' لاہور، بھمبر، ''راجوری'' اور ''لوہرکوٹ'' پونچھ)

راجہ بکرم پال (یہ راجہ ۹۱۰ء میں لاہور کا حکمران تھا اور یہ دہلی پر حملہ کے وقت قتل ہوا۔)

راجہ استبال پال (راجہ لاہور ۹۱۰ء تا ۹۵۵ء)
راجہ بھیمہ پال (راجہ ''لوہرکوٹ'' پونچھ)
راجہ اتکیال پال (راجہ بھمبر، جدامجد تھکیال راجپوت)

راجہ جے پال (راجہ لاہور ۹۵۵ء تا ۱۰۰۳ء)
راجہ پرتھوی پال (راجہ ''راجوری'' ۹۶۸ء تا ۱۰۲۲ء)

راجہ انند پال (راجہ لاہور ۱۰۰۳ء تا ۱۰۳۱ء)
راجہ ترلوچن پال (راجہ لاہور ۱۰۳۱ء تا ۱۰۴۱ء)
راجہ لنگ پال (بانی لنگیال قوم)
راجہ سہم پال (راجہ ''راجوری'' ۱۰۲۲ء تا ۱۰۷۳ء)

بھیم پال (۱۰۲۱ میں لاہور سے نگرکوٹ چلا گیا)
راجہ ردوریال پال (وزیراعظم کشمیر ۱۰۴۱ء تا ۱۰۹۴ء)
دواء پال وزیر راجہ کشمیراشت دیو ۱۰۴۱ء تا ۱۰۹۴ء
راجہ سہج پال (راجہ ''راجوری'' ۱۰۷۳ء تا ۱۱۰۲ء)

راجہ سودر پال (راجہ نگرکوٹ کانگڑہ ہندوستان)
بیرم پال
جوہر پال
رتن پال
راجہ سنگرام پال (راجہ ''راجوری'' ۱۱۰۲ء تا ۱۱۲۵ء)

راجہ سوبیرم پال (راجہ نگرکوٹ ہندوستان وسسر راجہ سوسل پال راجہ کشمیر و پونچھ)
بھان پال
اجہت پال
کھمان پال
راجہ سوم پال (راجہ ''راجوری'' ۱۱۲۵ء تا ۱۱۳۳ء)

راجہ مول چندر پال (راجہ نگرکوٹ کانگڑہ و سپہ سالار افواج کشمیر)
جگت پال
ابھے پال
راجہ مم پال (راجہ ''راجوری'' ۱۱۳۳ء تا ۱۱۷۲ء)

کرئل چندر پال (وزیراعظم کشمیر و سپہ سالار افواج کشمیر ۱۲۰۴ء تا ۱۲۱۸ء)
جوگندر پال
''راجہ امنا پال'' (راجہ ''راجوری'' ۱۱۷۲ء تا ۱۲۱۷ء)

''راجوری'' کا آخری ''پال راجگان'' کا حکمران

کہکہ چندر پال (وزیراعظم کشمیر و سپہ سالار افواج کشمیر ۱۲۱۸ء تا ۱۲۴۱ء)
کندھرب پال

بلاد چندر پال (وزیراعظم کشمیر و سپہ سالار افواج کشمیر ۱۲۴۲ء تا ۱۲۵۳ء)
جیا پال

سنگرام چندر پال (سپہ سالار افواج ۱۲۳۵ء تا ۱۲۵۸ء اور وزیراعظم درعہد راجہ پچھمن پال)
سلہن پال

رام چندر پال (سپہ سالار افواج کشمیر بوقت فتح ذوالقدر خان ترک، ۱۳۲۰ء)
سس پال (راون چندر اور مشہور ملکہ کوٹہ رانی کا ماموں تھا۔ بعد ازاں علاقہ چھنی جاگیر میں ملا اور مہتہ خطاب لکھا۔)

راجہ بجے چند پال (راجہ ''اکھنور'' جموں)
رانی کوٹہ (ملکہ کشمیر)

راون چندر پال (رینہ خطاب ملا۔ سپہ سالار افواج کشمیر درعہد شاہ میر حاکم کشمیر ۱۳۲۱ء تا ۱۳۴۲ء۔ اس کی دو دختر تھیں۔ ایک شاہ میر کے بیٹے اور بادشاہ کشمیر سلطان علاؤالدین کی بیوی اور دوسری ذوالقدر خان کے بیٹے ملک بہرام الدین کی بیوی تھی۔)

راجہ من پال بانی (قوم منیال)
راجہ منگر پال (بانی قوم ''منگرال'')
راجہ بودھ پال (بانی قوم پال ٹھکر)
راجہ راج پال (بانی قوم ٹھکر پال)
راجہ سدھ پال (بانی قوم سدھال)
راجہ دریڈھ پال (بانی قوم دریڈھ پال)

امر پال

ایندر پال

سلہن پال

اودھے پال

''راجہ سہنس پال خان'' (''راجوری'' سے نقل مکانی کر کے علاقہ ''سہنسہ'' میں آئے اور بعد ازاں علاقہ کے مشہور معروف حکمران بنے نیز اپنے ساتھ ساری آبادی کو بھی حلقہ بگوش اسلام کروایا۔)

راجہ دان خان
راجہ تاتار خان
راجہ مہتدان خان
راجہ رحیم خان
راجہ جانب خان

# شجرہ نسب راجہ سہنس پال خان

راجہ منگر پال
بائی منگرال قبیلہ

|

راجہ امر پال

|

راجہ ایندر پال

|

راجہ سلہن پال

|

راجہ اودھے پال

|

''راجہ سہنس پال'' (مشرف با اسلام ہوئے)

- راجہ دان خان (ان کی اولاد ''سہنسہ'' وسرساوہ میں آباد ہوئی)
- راجہ تاتار خان (ان کی اولاد گل پور، بڑالی اور براٹلہ میں آباد ہوئی)
- راجہ مہتدان خان (لاولد)
- راجہ رحیم خان (یہ موضع ملوٹ چکسواری میں نقل مکانی کر گئے)

# شجرہ نسب تھکیال راجپوت

(شجرہ نسب خاندان راجہ اتکیال پال عرف اتھکیال پال
وراجہ بیمہ پال بانی خاندان پال راجگان پونچھ وکشمیر)

## راجہ بکرم پال (راجہ لاہور 910ء)

راجہ استبال پال

راجہ پرتھوی پال
(حکمران راجوری 968ء تا
1022ء جداعلیٰ قوم منگرال راجپوت)

راجہ جے پال حکمران لاہور 955ء تا
1003ء اس کی دسویں پشت
سے راجہ چندر پال سپہ سالار افواج کشمیر ہوا، جوملکہ کشمیر کوٹہ رانی کا باپ تھا)

راجہ بیمہ پال راجہ پونچھ (910ء)

دیدہ رانی (حاکم کشمیر)

راجہ لوہر پال (راجہ پونچھ)

راجہ اگرہ پال (راجہ پونچھ)

راجہ سمگرام پال (راجہ کشمیر)

راجہ اننت دیو پال (راجہ کشمیر 1041ء تا 1094ء)

مہیب پال

راجہ کلشن دیو پال (راجہ کشمیر 1094ء تا 1102ء)

ہرش دیو پال
(راجہ کشمیر 1103ء تا 1114ء)

آدت کرش پال

بجے مل پال

کدرار دیو پال

راجہ بکھاچر (راجہ کشمیر 1133ء تا 1134ء)

اوچل پال (راجہ کشمیر 1114ء تا 1125ء)

راجہ سوسل پال
(راجہ کشمیر 1125ء تا 1133ء)

راجہ سلہن پال
(راجہ کشمیر صرف چار ماہ 1125ء)

راجہ بوئن پال

راجہ جے سنگھ پال (راجہ کشمیر 1135ء تا 1162ء)

راجہ پرانو پال (راجہ کشمیر 1162ء تا 1170ء)

راجہ ورتی دیو پال (راجہ کشمیر 1170ء تا 1177ء)

(راجہ ورتی دیو کے لاولد فوت ہونے پر حکومت کشمیر دوسری خاندان میں چلی گئی)

راجہ اتکیال پال عرف اتھکیال پال بانی اتھکیال عرف تھکیال قبیلہ

راجہ جوتھر اتھکیال راجہ بھمبر 968ء بانی خاندان (اتھکیال راجگان بھمبر 968ء تا 1530ء)

راجہ ڈگر پال اتھکیال (راجہ بھمبر 998 تا 1031ء)

راجہ مانک پال اتھکیال راجہ بھمبر 1031ء تا 1056ء)

راجہ ارجن پال اتھکیال (راجہ بھمبر 1056ء تا 1107ء)

راجہ آنند پال اتھکیال (راجہ بھمبر 1107ء تا 1152ء)

راجہ جنک پال اتھکیال (راجہ بھمبر 1152ء تا 1194ء)

راجہ پارتھ پال اتھکیال (راجہ بھمبر 1194ء تا 1260ء)

راجہ انگا پال اتھکیال (راجہ بھمبر 1260ء تا 1306ء)

راجہ نندی پت اتھکیال (راجہ بھمبر 1306ء تا 1341ء)

راجہ اندر پت اتھکیال (راجہ بھمبر 1306ء تا 1341ء)

راجہ میرتھ پت اگھکیال (راجہ بھمبر 1372ء تا 1393ء)

راجہ سورج پت اتھکیال (راجہ بھمبر 1393ء تا 1398ء)

راجہ سری پت اتھکیال (راجہ بھمبر 1398ء تا 1430ء)

1430ء میں راجہ سری پت اتھکیال راجہ بھمبر کی وفات پر بھمبر کے اقتدار پر راجہ سری پت کے داماد چپ چند نے قبضہ کرلیا اور راجہ سری پت اتھکیال کے کچھ عزیز واقارب کو قتل بھی کردیا سری پت کا بھائی رسی پت بھمبر سے نقل مکانی کرکے مینڈھر پونچھ میں آباد ہوگیا۔

راجہ رسی پت اتھکیال
(موجودہ علاقہ تھکیالہ میں آکر آباد ہوا)

# شجرہ نسب نارمہ راجپوت

اولا دراجہ نرثانی (راجہ اکھنور، بانی رامہ و پنوارانبہ رایاں قبیلہ 342ق م)

|

راجہ کنر عرف راجہ کرن عرف راجہ بسوکھن (یہ راجہ اپنے چھ بیٹوں سمیت سکندر اعظم یونانی کے راجہ پورس پر حملہ کے وقت 326ق م میں راجہ کشمیر ابیسٹر پال سمیت قتل ہوا)

|

راجہ انبہ نند (اکھنور میں اس کی رہائش موضع ابنہ کہلائی۔ بدھ مت کے عروج کے زمانہ 272ق م تا 231ق م میں اس کی اولا درانا کہلائی اور یہ موضع انبہ ریان سے منسوب ہو کر انبہ رایاں اکھنور کہلایا)

|

رائے پر مانند نارمہ (اس نے قلعہ تپنی سندر بنی تعمیر کیا اولا د پر مار نارمہ راجپوت کہلائی)

|

رائے پنوانند نارمہ (اس کی اولا د پنوار نارمہ کہلائی)

|

رائے وزریانند نارمہ

|

رائے گھوکر نند نارمہ

|

رائے گوپا نند نارمہ (اکھنور میں رہنے کی وجہ سے یہ خاندان انبہ رایاں اکھنور یہ بھی کہلایا)

|

رائے بکرم المعروف مہاراجہ بکر ماجیت نارمہ پنوار (بانی سن بکرمی و مہاراجہ ہندوستان 9ء تا 78ء پیدائش بمقام موضع انبہ رایان اکھنور 57ءق م۔ وفات بمقام اوجین نوکھٹی ہندوستان 135 بکرمی بمطابق 78ء (سالباہن کے ہاتھوں قتل ہوا) عمر 135 سال عہد حکومت 68 سال۔ دارلحکومت اوجین نوکھٹی ہندوستان، اس کے قتل کے بعد سمندر پال جوگی اس کی جگہ مہاراجہ ہندوستان بنا)

|

برہم دیو پنوار نارمہ

|

پوکھا دیو پنوار نارمہ

|

رتن دیو پنوار نارمہ

|

راجندر دیو پنوار نارمہ

|

بجندر دیو پنوار نارمہ

|

کمل دیو پنوار نارمہ

|

پورن پنوار نارمہ

|

شکتی نند پنوار نارمہ

(سمندر پال جو کہ مہاراجہ بکر ماجیت کا داماد اور مہاراجہ بکر ماجیت کے ایک جداعلیٰ راجہ نرثانی جس کے نام سے نارمہ قبیلہ منسوب ہوا کے بڑے بھائی راجہ اکھ پال راجہ کشمیر جس کے نام سے اکھنور منسوب ہے کی گیارہوں پشت میں سے تھا۔ اس راجہ سمندر پال جوگی کی دسویں پشت میں اور راجہ اکھ پال بیسویں پشت میں راجہ سوکرم پال راجہ ملتان تھا جو کہ مہاراجہ رام دیو راٹھور مہاراجہ ہندوستان 460ء تا 514ء کے دادا راجہ شورک راجہ کشمیر کا باج گذار تھا۔ اسی سوکرم پال جو کہ راجہ کشمیر شورک پال 375ء تا 426ء کا باجگذار تھا کی سولہویں پشت میں راجہ بھیم پال اول بانی خاندان پال راجگان لاہور بھمبر، راجوری اور لوہر کوٹ پونچھ تھا)

جوتی نند پنوار نارمہ

|

تیج نند پنوار نارمہ

|

بجرانند پنوار نارمہ

|

کشورانند پنوار نارمہ

|

داتو نند پنوار نارمہ

بھوکن دیو پنوار نارمہ

|

مہاراجہ بھوج دیو پنوار نارمہ

(مہاراجہ ہندوستان 574ء تا 665ء عہد حکومت 91 سال
یہ مہاراجہ بھوج دیو مہاراجہ بکر ماجیت بانی سن بکرمی کی 16 ویں پشت میں تھا۔ آئین اکبری کے مطابق یہ راجہ بھی قتل ہوا تھا۔

|

راجہ بلونت دیو پنوار نارمہ

|

راجہ بھوج دیو دوم نارمہ

راجہ اجیت دیو پنوار نارمہ

|

راجہ اندر دیو پنوار نارمہ

|

راجہ سپورن دیو پنوار نارمہ

|

راجہ پورن دیو پنوار نارمہ

|

راجہ مرش دیو پنوار نارمہ (اوجین نوکھوٹی نقل مکانی کر کے اکھنور آ گیا)

پچھلے صفحہ سے راجہ مرش دیو پنوار نارمہ

راجہ کلش دیو پنوار نارمہ ← راجہ ہرتھ دیو پنوار نارمہ ← راجہ ہرتھ دیو پنوار نارمہ ← راجہ سندر دیو پنوار نارمہ (علاقہ سندر بنی راجوری جو کہ جموں راجوری سڑک پر عین وسط میں واقع ہے اسی کے نام سے ہے)

راجہ بھوج دیو سوم (404ھ بمطابق 1013ء راجہ انند پال راجہ لاہور کے مدد کے لیے سلطان محمود غزنوی سے لڑتے ہوئے راجہ مل دیو راٹھور جو عہ سمیت گرفتار ہوا اور محمود غزنوی کے ہاتھ پر راجہ مل دیو راٹھور سمیت اسلام قبول کیا اور محمود غزنوی کی وفات تک 1030ء تک اسی کے ساتھ رہا)

راجہ مانگ دیو المعروف راجہ منکڑ خان نارمہ
(جد اعلیٰ مسلم نارمہ قبیلہ 1030ء میں اپنے غیر مسلم خاندان سے مذہبی اختلاف کی بنا پر اکھنور سے پلندری جا کر مقیم ہوا، اولاد پونچھ اور باغ میں ہے)

راجہ وارن دیو نارمہ

راجہ کاہن دیو نارمہ
(المعروف راجہ کاہن دیو پال، راجہ کشتواڑ، 1030ء میں بھائی سے لڑ کر کشتواڑ چلا گیا اور پنج ساسیاں سے کشتواڑ چھین کر راجہ بن گیا اور وہاں پر ماں کے قبیلہ کی نسبت سے پال کہلایا)

راجہ ہری دیو نارمہ

راجہ پھمن دیو نارمہ

راجہ وارن دیو نارمہ
راجہ کھات دیو نارمہ
راجہ بسپا کھ دیو نارمہ

راجہ جگ دیو (انبہ رایاں خاندان)

راجہ پیل دیو نارمہ

راجہ مہیب دھول (راجہ سونکھل بانی سونکھا خاندان)

راجہ کون دیو (اولاد نارمہ کہلائی)

راجہ پیل دیو نارمہ:
راجہ بھاٹل (بانی خاندان بھاٹلہ)
راجہ ڈوڈ (بانی خاندان ڈوڈ)

راجہ کاہن دیو نارمہ:
راجہ گندھرب سین پال (راجہ کشتواڑ 1052ء تا 1088ء)
مدن سین پال
دیپ سین پال

راجہ گندھرب سین پال:
راجہ مہا سین پال (راجہ کشتواڑ 1088ء تا 1099ء)
راجہ چندر سین
راجہ نریندر سین

راجہ رام سین پال (راجہ کشتواڑ 1099ء تا 1131ء) ← راجہ کام سین پال (راجہ کشتواڑ 1099ء تا 1131ء) ← راجہ مدن سین پال (راجہ کشتواڑ 1155ء تا 1202ء)

راجہ مدن سین پال:
راجہ اووتھ دیو پال (راجہ کشمیر 1202ء تا 1230ء)
پرتھوا دیو پال
گنگا دیو پال

راجہ ساگر دیو پال (راجہ کشمیر 1230ء تا 1268ء)

راجہ رگھو دیو پال (راجہ کشتواڑ 1268ء تا 1301ء)

راجہ انند دیو پال (راجہ کشتواڑ 1301ء تا 1336ء)

راجہ اوتار دیو پال (راجہ کشتواڑ 1336ء تا 1375ء)

1375ء میں کشتواڑ کی قدیم پنج ساسیاں قوم نے کشتواڑ کے اقتدار پر دوبارہ قبضہ کر لیا مگر 1377ء میں شہزادہ ذوالقدر خان ترک فاتح کشمیر 1320ء کے پوتے ملک راج الدین ترک عرف ملک رائے راج نے پنج ساسیاں قوم سے کشتواڑ کا اقتدار چھین کر اپنی حکومت قائم کی مگر اس کی وفات کے بعد اس کی ہندو بیوی کے بطن سے اس کی اولاد ہندو مذہب اختیار کر کے مرتد ہو گئی بعد ازاں بعہد شاہجہاں بادشاہ ہند و کشمیر اس خاندان کے کچھ راجگان نے کشتواڑ میں دوبارہ اسلام قبول کیا مگر 1820ء میں گلاب سنگھ ڈوگرہ نے کشتواڑ پر قبضہ کر لیا۔

راجہ پھمن دیو پال (متبنّٰی راجہ کشمیر رام دیولون 79-1258ء اور راجہ کشمیر 82-1279ء بعد از وفات راجہ رام دیولون

راجہ سہم پال (راجہ کشمیر 1292ء تا 1307ء)

راجہ سہد یو پال (راجہ کشمیر 1307ء تا 1320ء اکتوبر 1320ء میں ترکستان افواج کے سپہ سالار شہزادہ ذوالقدر خان ترک نے کشمیر فتح کر کے مسلم حکومت کی بنیاد رکھی اور راجہ سہد یو اپنے ننھیال و آبائی علاقہ کشتواڑ چلا گیا

سہج دیو (سہد یو راجہ کا خاندان اصل میں پنوار نارمہ خاندان از اولاد بکرماجیت مہاراجہ بانی سن بکرمی تھا مگر پال لکھا گیا)

رائے منگل سین پال (سسر ملک راج الدین ترک عرف رائے راج ملک راج کشتواڑ 1377ء تا 1391ء اور وزیر اعظم کشتواڑ۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے مہاراجہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مشورہ سے 1820ء میں کشتواڑ پر قبضہ کر کے اس خاندان کو نکال کر چوکھ میر پور بھیج دیا تھا۔)

پچھلے صفحہ سے اولاد راجہ گوبند خان ← راجہ دارو خان ← راجہ جوگی خان

راجہ درویش خان
راجہ سمال خان (راجہ پکار اولاد چکار میں ہے)

راجہ سلسلے خان ← راجہ جلال خان

راجہ سفیر خان
راجہ نصر اللہ خان

راجہ بیگ خان ← راجہ رزاق خان ← راجہ خیراتی خان ← راجہ رندھیر خان ← راجہ سنگے خان

راجہ خواص خان
راجہ منگی خان

راجہ سیدل خان (ان کی اولاد کچیلی مظفر آباد میں ہے)
راجہ فتح خان

---

## اولاد بیرہ خان ختمال کھکھہ (کھکھہ راجگان اوڑی)

راجہ بہادر خان
راجہ سر بلند خان
راجہ سرفراز خان (ان کی اولاد بونیار میں مقیم ہے)
راجہ سرانداز خان (لاولد)
غلام علی خان (لاولد)

راجہ ذوالفقار خان
راجہ مظفر خان

صفدر علی خان
عطا محمد خان
جبار خان (اولاد علاقہ اوڑی)
نواب خان
احمد علی خان
عبداللہ خان (انکی اولاد وادی کشمیر کے بعد علاقوں میں موجود ہے)
غلام علی خان
زبردست خان

محمد زمان خان
پیر محمد خان
فتح محمد خان
محمد عظیم خان
(ان سب کی اولاد علاقہ کھلیانہ میں ہے)

امیر خان

فیروز دین خان
فتح محمد خان
محمد علی خان

بلند اقبال خان
فیاض الدین خان (اولاد نامبلہ میں ہے)

راجہ محمد افضل خان
قطب الدین خان
سربلند خان
زبردست خان
امان اللہ خان

# شجرہ نسب خاندان ملک حبیب خان جنجوعہ عرف جنجوعہ رئیس جہلم

راجہ مل خان راٹھور جنجوعہ رئیس ملوٹ (موجودہ جہلم 1013ء میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ اسلام قبول کیا)

راجہ ویر خان جنجوعہ — راجہ جودھ خان — راجہ کالا خان یا کاہرہ خان — راجہ ترنولی خان — راجہ کھکھہ خان

رائے پال جنجوعہ — رائے ہنس پال — رائے جس پال — رائے جے پال

رائے نارو خان جنجوعہ

رائے اجیک خان

ملک حبیب خان جنجوعہ عرف جنجوعی (فروری 1206ء میں سلطان شہاب الدین غوری و ملک قطب الدین ایبک سپہ سالار افواج شہاب الدین غوری نے اسے لقب ملک دیا۔ اور اس کی اولاد کا کچھ حصہ اس وقت تک ملک کہلاتا ہے)

ملک درویش خان جنجوعہ (بانی دارا پور جہلم)

9ویں پشت میں

ملک شیر مہدی خان (رئیس دارا پور جہلم)

خان بہادر خان ملک زمان مہدی خان

میجر ملک طالب مہدی ڈپٹی کمشنر

---

# شجرہ نسب اولاد راجہ کھکھہ خان بن راجہ مل خان

(راجہ کھکھہ خان ملوٹ جہلم سے نقل مکانی کر کے پہلے سہوتر ڈنہ کچلی مظفر آباد میں سکونت پزیر ہوا پھر کوٹ دھریالد مظفر آباد میں سکونت رکھی پھر ناگنی ڈھیری متصل دلاتی آ گیا۔
آخری عمر میں اپنے بیٹے علیا کے ہمراہ پونچھ آ گیا اور پونچھ ہی میں وفات پا گیا۔ علیا کی اولاد پونچھ میں بعض مقامات پر موجود ہے)

سنگے خان (اولاد بونیار میں آباد ہے) — منگے خان — علیا خان (اولاد پونچھ میں ہے)

ہاتم خان (اولاد دہتمال راجگان کہلاتی ہے اور بونیار کھلیانہ اوڑی نامبلہ اور اسلام آباد کشمیر میں ہے)

راجہ علی شیر خان

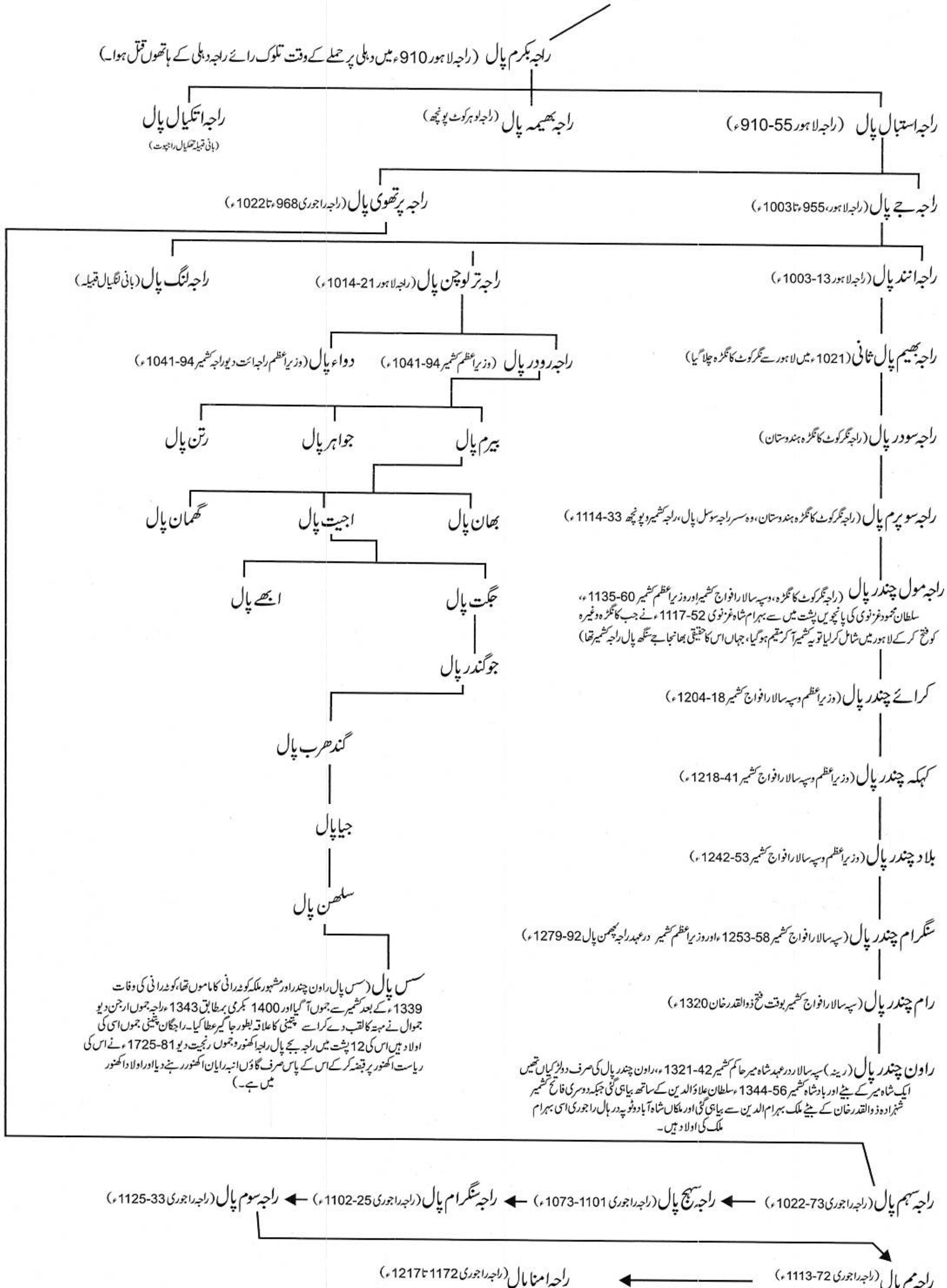
راجہ پنو عرف پنجہ خان

راجہ تیج خان عرف راجہ شیر خان (اس کے اولاد موضعات چھیڑیاں، گھڑی کہر، تاہل بھڑاٹ، رکھوڑ بن منگ گورہ، بجیر ہ وناٹ پونچھ میں آباد ہے) — راجہ فیروز خان

راجہ گوبند خان — راجہ ڈھوڈا عرف تیز خان (اولاد تیزیال کہلاتی ہے پونچھ کے موضعات، دھیر کوٹ، کوٹلی، ننرول، بھاگسر کھیالہ، ناول، ارجہ، چوڑ، پیل ملوٹ، ڈھلک، بھدر، رنگلہ، رنگولی اور سیالکوٹ میں آباد ہے)

# راجہ جے پال (لاہور) اور راجہ پرتھوی پال (راجوری) کی اولاد کا شجرہ

## اولاد راجہ بھیم پال اول بانی خاندان پال راجگان، لاہور بھمبر، راجوری، لوہر کوٹ پونچھ




راجا امنا پال کو 1217ء میں اس کے ایک مہمان راجہ نور الدین شنی عرف شینہ جیرل نے قتل کر کے راجوری کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ راجا امنا پال کے راج پال اور بودھ پال نامی دو بڑے بیٹے جن کی جاگیریں اس علاقہ میں تھیں جو علاقہ جات بعد ازاں انہیں کے ناموں سے منسوب ہو کر راجہ گڑھ اور بدھل کہلائے۔ یہ دونوں بھائی اس وقت اپنی اپنی جاگیروں میں مقیم تھے اور پھر وہیں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد ان علاقوں میں پال ٹھکروں کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ کوٹلی و مینڈھر کا علاقہ راجا امنا پال کے مہنگر پال و من پال نامی بیٹوں کی جاگیر میں تھا، مہنگر پال کے پوتے سہنس پال نے بعد ازاں دریائے پونچھ کو عبور کر کے ایک میدانی خطہ زمین کو آباد کیا اور یہ علاقہ اس کے نام سے منسوب ہو کر سہنسہ کہلایا۔ من پال کی اولاد میں سے دنیا پال نے جب حضرت دودہ حقانی کے ہاتھ پر 1523ء میں اسلام قبول کیا تو اس اسے لقب ملک عطا کیا گیا اس کی اولاد کا کچھ حصہ ملک بھی کہلاتا ہے جبکہ باقی من پال کے نام سے منسوب ہو کر منیال کہلاتے ہیں اور مہنگر پال کی اولاد اس کے نام سے منسوب ہو کر مہنگرال عرف منگرال کہلاتی ہے۔

# شجرہ نسب اولاد راجہ امنا پال

راجہ امنا پال (حکمران راجوری 1172 تا 1217ء)

- راجہ من پال — بانی منیال قبیلہ
- راجہ مہنگر پال — بانی منگرال قبیلہ
  (مینڈھر اور پونچھ کے علاقہ جات ان دونوں کو جاگیر میں دیے گئے۔ اس وقت موجودہ کوٹلی پونچھ میں شامل تھا)
  - راجہ امر پال
    - راجہ ایندر پال
      - راجہ سلہن پال
        - راجہ اودھے پال
          - راجہ سہنس پال
            - راجہ دان خان
            - راجہ تاتار خان
            - راجہ مہتدان خان
            - راجہ رحیم خان
- راجہ بودھ پال — بانی پال ٹھکر قبیلہ
- راجہ راج پال — بانی راج پال ٹھکر پال
- راجہ سدھ پال — بانی سدھال قبیلہ
- راجہ دریڈھ پال — بانی دریڈھ پال قبیلہ

راجہ سدھ پال اور دریڈھ پال کی جاگیر موجودہ درہال ملکاں راجوری کا علاقہ تھا۔ سدھال منگ اور دریڈھ یا دریڈھی نامی دو جگہیں اس وقت تک اس علاقہ میں ان کی یادگار چلی آتی ہیں۔

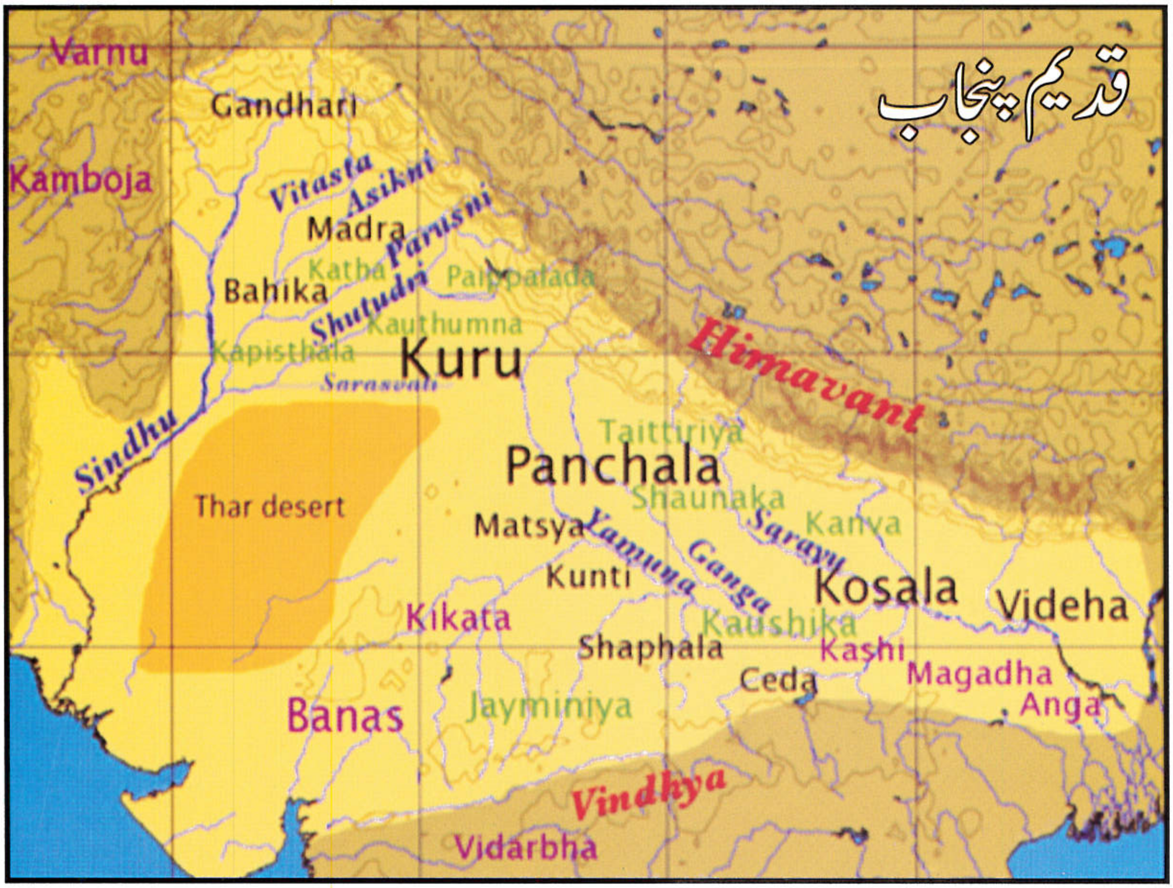
# کشمیر و پنجاب کے ہندو پال راجگان

کشمیر اور پنجاب کے درمیان ہر سطح کے تعلقات کئی صدیوں کو محیط ہیں۔ دونوں طرف کے لوگ اور حکمران آپس میں قدیم سے گہرے روابط رکھتے تھے اور رکھتے ہیں، حتیٰ کہ دونوں اطراف میں باہمی خون کی آمیزش موجود رہی ہے یعنی جغرافیائی بھی اور سماجی بھی۔ جبکہ وادی کشمیر دنیا میں جنت ارضی اور گوشہ پرسکون مشہور ہے، پھر نیرنگی فطرت کے تماشا ہائے گوناگوں اس خطہ فردوس نما کو رنگین بھی بناتے ہیں اور حسین بھی۔ سکون دل اور جمال فطرت کے لیے وادی کشمیر ہمیشہ بیرونی دنیا کے لیے دلکشی اور دلچسپی کا باعث رہی۔

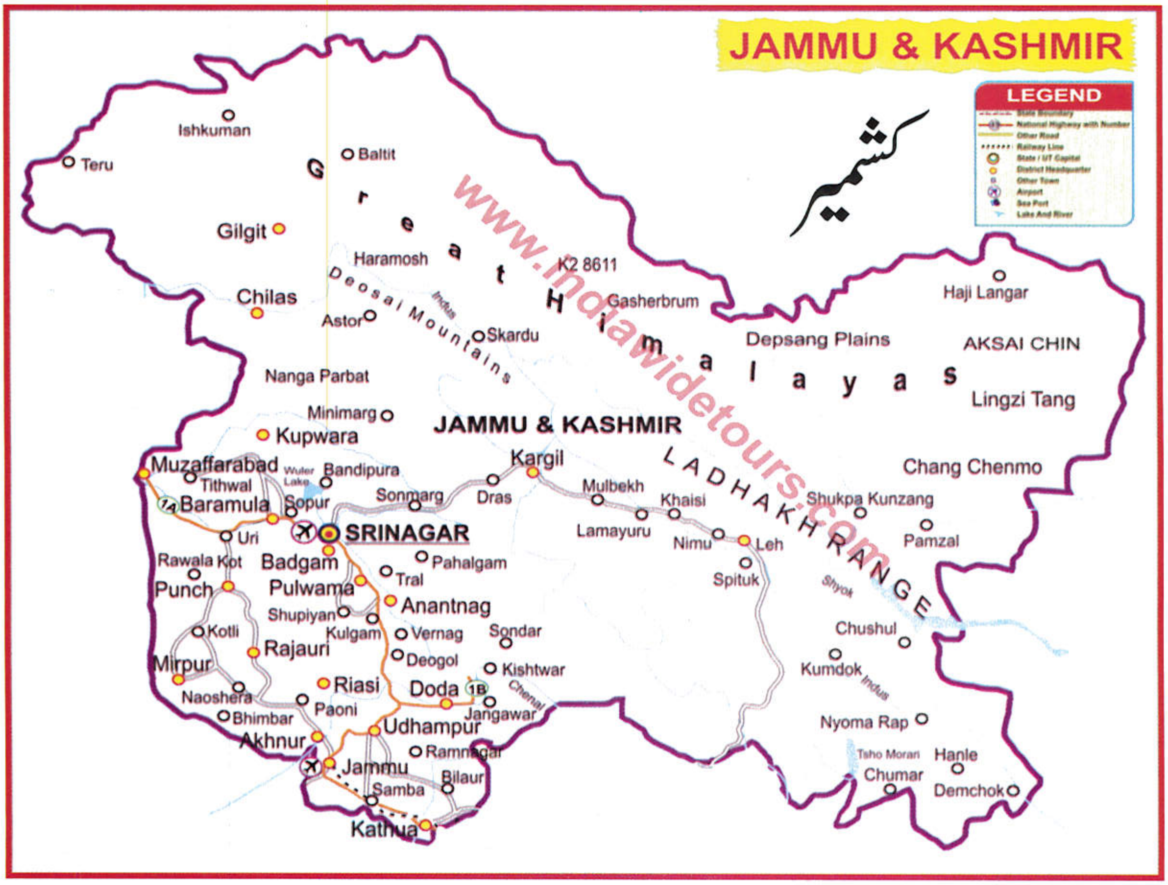
کشمیر اور کشمیریوں کے لیے یہ امر بجا طور پر باعث فخر و افتخار ہے کہ کشمیر واحد ایسا خطہ ہے جس کی مفصل تاریخ زمانہ قدیم سے ہی تحریر کردہ ہے۔ کشمیر کی یہ تاریخ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سے لے کر موجودہ زمانہ تک محفوظ ہے۔

نباتات و جمادات کے مشہور ترین سائنسدان پروفیسر پال ڈین کا بیان ہے کہ کرّہ ارض پر انسان کا وجود آج سے تقریباً 35 کروڑ برس قبل سے عمل میں آیا ہے۔ اس سے پہلے حیات (Life) مچھلیوں، سانپوں، پرندوں اور چھاتی رکھنے والے جانوروں کے مختلف مدارج میں سے گزر کر چلی آئی ہے۔ اس پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں جو سب سے پرانہ قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے، اس میں آج سے تقریباً دس کروڑ برس قبل کے کشمیر کے حالات و واقعات درج ہیں، تو یہ نہ صرف باعث تعجب ہے بلکہ کشمیریوں کے لیے قابل فخر بھی، کیونکہ کشمیر ہی غالباً واحد ملک ہے جہاں کے اتنے پرانے واقعات ایک کتاب کی صورت میں قلم بند ہو چکے ہیں۔ سنسکرت کی اس قدیم کتاب کا نام نیلہ مت پوران ہے۔ یہ امر زیادہ اطمینان بخش ہے کہ جیالوجیکل تحقیقات کے بعد جو نتائج اخذ ہوئے ہیں وہ قدیم زمانے کی روائتوں کے ساتھ کسی حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ قدیم روائتیں اور جیالوجیکل سروے کے نتائج اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ آج سے تقریباً 10 کروڑ برس قبل وہ جگہ جہاں آج کل وادی کشمیر آباد ہے، ایک وسیع و عریض جھیل تھی جو سینکڑوں فٹ گہری تھی جس کے آخری نشانی غالباً جھیل ولر کی شکل میں آج بھی موجود ہے۔

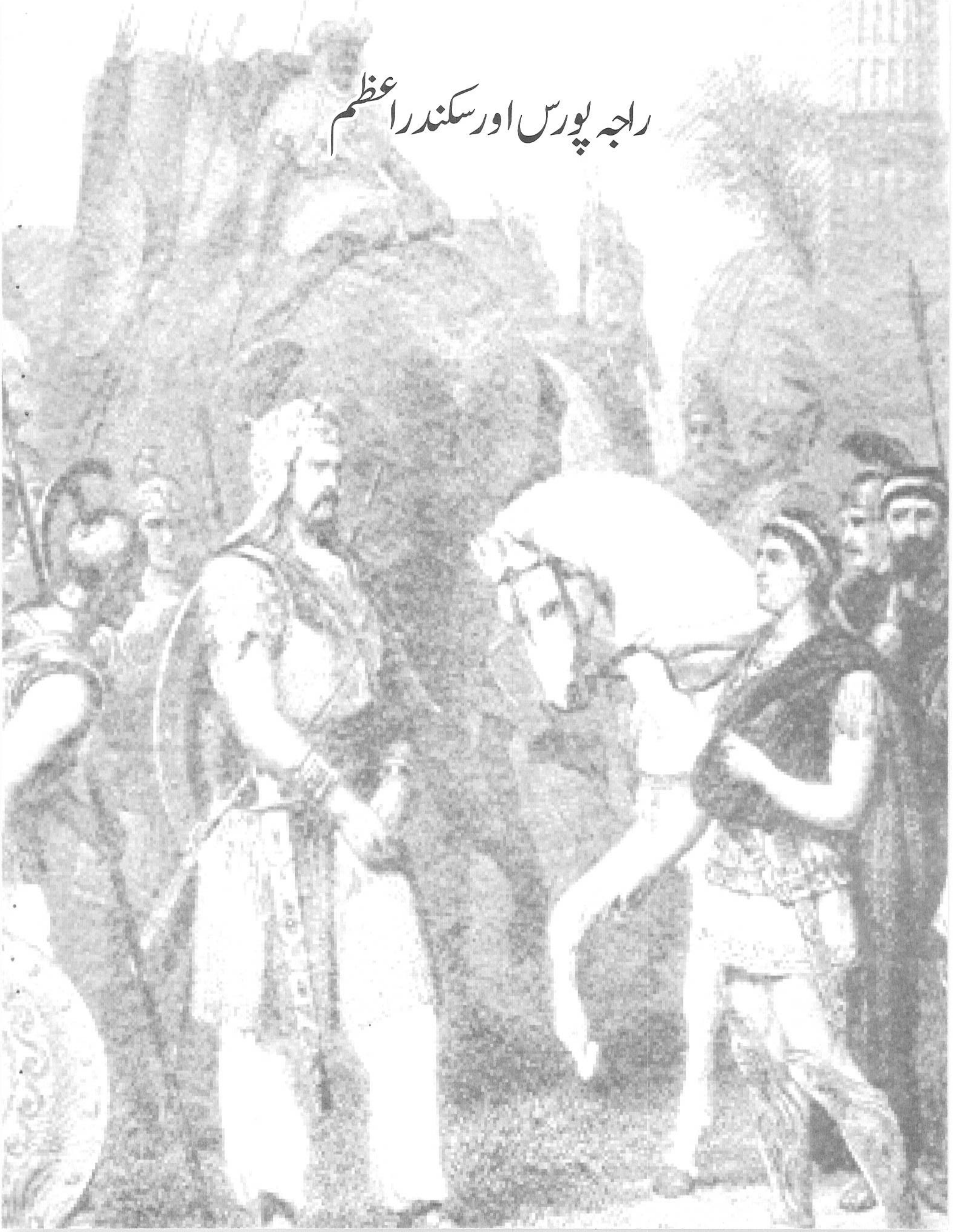
کشمیر چونکہ بلند و بالا پہاڑوں کی کوہی دیواروں کے اندر محفوظ رہا ہے اس لیے اس ملک کا ذکر سکندر اعظم کے حملہ کے وقت شمال مغربی ہندوستان کی ابتدائی تذکرات میں نہیں آتا ہے، البتہ ارسک (ارشا) اور ابیسر (ابھی سار) کا ذکر موجود ہے۔ تحقیق پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ان سے مراد علی الترتیب ارشا اور ابھی سار کے رہنے والوں سے ہے جو کشمیر کے مغرب اور جنوب میں دو علاقوں کے نام تھے۔ مسٹر اسٹین بیان کرتے ہیں، دارو ابھیسار (یعنی دارو ابھیسار) میں وہ تمام علاقہ شامل تھا جو وتستا (جہلم) اور چندر بھاگا (دریائے چناب) کے درمیان واقع ہے، راجپوری کی کوہستانی ریاست اس میں شامل تھی۔ راجپوری اور بھمبر قدیم ابھسار کی ریاستیں آج کل کشمیر کی ریاست کے اندر واقع ہیں۔ اس کے بعد کشمیر کا ذکر بطلیموس کے جغرافیہ میں کپسیر یا کے نام سے ہوا ہے۔ مسٹر ڈینول صاحب نے بیان کیا ہے کہ کپسیر یا جسے ہڈیپس (وتستا)، کو چندر بھاگا اور ادریس (ایراوتی) کے دریاؤں کے منبع کے نیچے واقعہ بتایا گیا ہے اس سے مراد کشمیر ہی ہے۔ بطلیموس کا یہ بیان درست ہے کہ یہ ملک (کشمیر) دردرائے یا علاقہ درد واقعہ دریائے سندھ اور کلینڈرین یا قوم کلند کے درمیان جو ہفیسس (بیاس) پر و نیز مشرق کی طرف ہے، واقعہ ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ کسپیریوں کا علاقہ مشرق کی طرف قوم پندوئی کے ملک واقع بڈیسیس سے اونیدئین یا بندھیاچل تک پھیلا ہوا ہے۔ جو حدود بطلیموس نے یہاں بیان



قدیم پنجاب
Varnu
Gandhari
Kamboja
Vitasta
Asikni
Madra
Parusni
Katha
Bahika
Shutudri
Paippalada
Kauthumna
Kapisthala
Kuru
Sarasvati
Sindhu
Himavant
Taittiriya
Panchala
Thar desert
Shaunaka
Matsya
Yamuna
Sarayu
Kanva
Ganga
Kunti
Kosala
Videha
Kikata
Kaushika
Shaphala
Kashi
Ceda
Magadha
Anga
Banas
Jayminiya
Vindhya
Vidarbha

JAMMU & KASHMIR
LEGEND
کشمیر
www.indiawidetours.com
Great Himalayas
Ishkuman
Teru
Baltit
Gilgit
Haramosh
K2 8611
Gasherbrum
Deosai Mountains
Indus
Chilas
Astor
Skardu
Haji Langar
Depsang Plains
AKSAI CHIN
Lingzi Tang
Nanga Parbat
Minimarg
JAMMU & KASHMIR
Kupwara
Kargil
LADHAKH RANGE
Chang Chenmo
Muzaffarabad
Wular Lake
Bandipura
Tithwal
Baramula
Sopur
Sonmarg
Dras
Mulbekh
Khaisi
Shukpa Kunzang
Lamayuru
Pamzal
SRINAGAR
Uri
Nimu
Leh
Rawala Kot
Badgam
Pahalgam
Spituk
Punch
Pulwama
Tral
Shyok
Anantnag
Shupiyan
Kulgam
Vernag
Sondar
Chushul
Kotli
Rajauri
Deogol
Kumdok
Mirpur
Kishtwar
Riasi
Doda
Chenab
Naoshera
Paoni
Jangawar
Nyoma Rap
Bhimbar
Udhampur
Akhnur
Ramnagar
Tsho Morari
Hanle
Jammu
Bilaur
Chumar
Samba
Demchok
Kathua



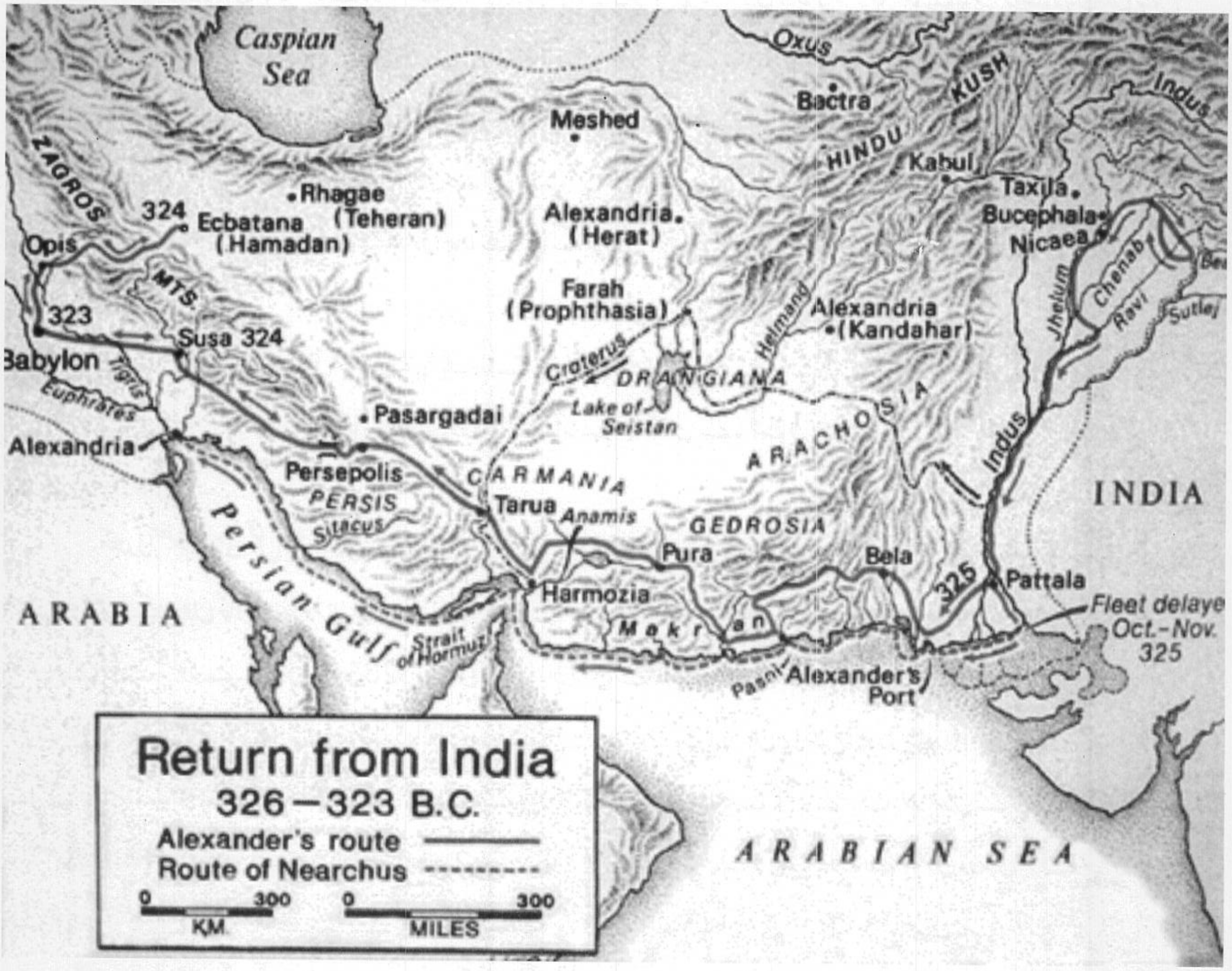
راجہ پورس اور سکندر اعظم

کی ہیں، اس میں پنجاب کا بہت بڑا حصہ اور و نیز ممالک مغربی وشمالی و وسط ہند کا بہت سا علاقہ آ جاتا ہے، جن کا حقیقت میں کشمیر سے کچھ واسطہ نہیں۔ اس پر مسٹر لیسن صاحب نے یہ رائے قائم کی ہے کہ بطلیموس کا بیان اس زمانہ سے متعلق ہے جب فرمانروایان کشمیر کی حکومت واقعتاً اس قدر وسیع علاقہ پر تھی۔ مگر تاریخی طور پر اس زمانہ میں کشمیر ایک عظیم غیر ملکی سلطنت کے ماتحت تھا، جس کے فرمانرواؤں کی نامزدگی بطلیموس کی تحریر کے موجب کسی نہ کسی وجہ سے ان کی سلطنت کے اس علاقہ سے ہوا کرتی تھی۔ بہر حال ''کسپیرا'' کا نام ان شہروں کی طویل فہرست میں بھی ملتا ہے جو کسپیر یوں کے علاقہ میں واقع تھے۔ محققین کے نزدیک بطلیموس کے بیان کردہ طول وعرض قابل اعتبار نہیں ہیں البتہ جواس نے کسپیر یا کا ذکر کیا ہے اس کی رو سے ملک کشمیر کے نام کا صحیح تلفظ حاصل کیا جا سکتا ہے جو سنسکرت لفظ کشمیر اور جدید کشمیری نام کشیر کا درمیانی درجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ پراکرات زبان میں یہ نام کشویر ظاہر ہوتا ہے، کشویر کو اگر یونانی میں لکھنے کی کوشش کی جائے تو یہ کسپیر ہی لکھا جائے گا، ڈینول صاحب نے ایک قدیم نظم کے حوالے سے قوم کسپیرائے کے لفظ کو کشمیر سے منسوب کیا ہے۔ اس قدیم نظم میں قوم کسپیرائے نامی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مصنف لکھتا ہے کہ تمام ہندوستانیوں میں وہ سریع رفتار ہونے کی خاص شہرت رکھتی ہے۔ البیرونی نے اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے کہ ممالک غیر میں کشمیری تیز رفتار ہونے کی خاص شہرت رکھتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسی پہاڑی وادی کے قدرتی حالات جس کے چاروں طرف دشوار گزار پہاڑیاں ہوں باشندوں کی کوش کی طاقت کو اچھی ترقی دے سکتی ہے۔

ابوالتاریخ ہیروڈوٹس نے اپنی تحریروں میں ایک علاقے کا ذکر کسپٹا ئیرس کے نام سے کیا ہے جس کے اندر وادی کشمیر کا مخفی نام موجود ہے۔ ہیروڈوٹس نے کسپٹا ئیرس کو وہ مقام ظاہر کیا ہے جہاں وہ فوج جسے دارا نے سکائیلیکن کے ماتحت دریائے سندھ کا منبع دریافت کرنے روانہ کیا تھا، جہازوں پر سوار ہوئی تھی۔

سکندر اعظم 327 قبل مسیح موسم بہار کے آخر میں اپنی فوج کے ساتھ، جس میں تقریباً پچاس یا ساٹھ ہزار یورپین سپاہی تھے، کوہ ہندوکش یا ہندی کوہ قاف کے دروں خاوک اور کوشاں کو عبور کر کے دس ایام کے سخت تکلیف دہ کوہستانی سفر کے بعد اس سرسبز میدان میں نمودار ہوا جواب کوہ دامن کے نام سے مشہور ہے۔ فروری یا مارچ 326 قبل مسیح میں وہ راجہ امبھی کے علاقہ ٹیکسلا (سنسکرت نام تکش شالا ہے جو حسن ابدال سے آٹھ میل جنوب مشرق میں واقع تھا) میں وارد ہوا۔ سکندری افواج دریائے کابل کی وادی سے ہندوستان براستہ پرشپور (پشاور) اور مردان سے شہباز گڑھی سے گزر کر اوہند کے راستہ سے ٹیکسلا پہنچا تھا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد 326 قبل مسیح میں دریائے جہلم کے طرف راجہ پورس کے علاقہ جو ہائی ڈس پیز (جہلم) اور اے سینز (چناب) سے درمیان واقع تھا اور اس میں تین سو شہر آباد تھے، کی طرف کوچ کیا۔ دریائے جہلم کی دوسری طرف راجہ پورس کی فوج جو تعداد میں پچاس ہزار تھی، سکندری افواج سے جنگ کے لیے تیار تھی۔ یہ جنگ میدان کری (آج کا علاقہ کھڑی میر پور، آزاد کشمیر) میں لڑی گئی۔ یہ شمال ومشرق میں نیچی نیچی پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا اور عرض میں زیادہ سے زیادہ پانچ میل تھا۔ میدان کری کا وہ خاص مقام جہاں یہ جنگ واقع ہوئی تھی لیکتیا تھا۔ اس مقام پر اب سکھ چین پور کا گاؤں آباد ہے۔ اس جنگ کے اختتام پر دو اہم شہروں کی بنیادیں رکھی گئیں تھی ایک لیکتیا جہاں جنگ ہوئی اور دوسرا جہاں سے سکندری افواج نے دریائے جہلم کو عبور کیا یعنی بیوس فلا جو سکندر کے گھوڑے کا نام بھی تھا اور وہ اسی مقام پر اپنی جان دے گیا تھا۔ اب اس مقام پر مشہور شہر جہلم آباد ہے۔ موجودہ شہر کے مغرب میں جو بڑا ٹیلا ہے دراصل یہی وہ مقام ہے۔

راجہ پورس کا اصل نام راجہ پوراوہ تھا۔ وہ ایک نہایت ہی زبردست بہادر حکمران اور کمانددار تھا۔ یونانی مورخ آریان لکھتا ہے کہ سکندر اعظم


Return from India
326 – 323 B.C.
Alexander's route
Route of Nearchus
0 300 KM
0 300 MILES
Caspian Sea
ZAGROS
MTS.
Opis
324
Ecbatana (Hamadan)
Rhagae (Teheran)
Meshed
Alexandria (Herat)
Farah (Prophthasia)
Bactra
Oxus
HINDU KUSH
Kabul
Taxila
Bucephala
Nicaea
Indus
Jhelum
Chenab
Ravi
Sutlej
Alexandria (Kandahar)
Helmand
323
Babylon
Susa 324
Tigris
Euphrates
Alexandria
Pasargadai
Craterus
DRANGIANA
Lake of Seistan
ARACHOSIA
Persepolis
PERSIS
Sitacus
CARMANIA
Tarua
Anamis
GEDROSIA
Pura
Bela
325
Pattala
INDIA
Harmozia
Makran
Persian Gulf
Strait of Hormuz
ARABIA
Pasni
Alexander's Port
ARABIAN SEA

نے جب راجہ پوراوہ کی رتھ کو آتے دیکھا تو وہ گھوڑے کو لے کر چند ہمراہیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ دونوں حریفوں کی سواریاں کچھ ہی فاصلہ پر آ کر رک گئیں۔ راجہ پوراوہ اپنی رتھ سے اترا تو وہ ایک خوبرو اور پروقار شخصیت کا مالک نکلا اور اس کا قد سات فٹ سے زائد تھا۔ شکست کے آثار نمایاں ہونے کے باوجود اس کا جلال اور وقار برقرار تھا۔ سکندر نے راجہ پراوہ کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور اس کی طرف بڑھا۔ آریان مزید لکھتا ہے کہ سکندر نے راجہ پوراوہ کے جاہ وجلال اور برتاؤ سے متاثر ہو کر اس سے نہ صرف صلاح کر لی بلکہ اس کی سلطنت بھی واپس کر دی۔

قدیم ترین چینی تذکرات کے اندر سب سے اول حوالہ کشمیر کے لیے چینی زبان میں استعمال ہونے والی اصطلاح کی پن ہے۔ یہ اصطلاح مناسب طور پر وادی کابل کے بالائی حصہ کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ ہندوستان سے متعلق جب چینیوں کی معلومات محدود تھیں تو یہ اصطلاح ہندوستان کے شمال میں موجود علاقوں کے لیے استعمال ہوتی تھی، جس میں کشمیر بھی شامل ہے۔

چینی سیاحوں نے بھی مشرق و مغرب میں کشمیر کو دنیا کے بیشتر ممالک سے متعارف کروایا۔ چینی سیاح فاہین (Fa-Hien) مشرق ترکستان کے راستے لداخ اور گلگت 399ء میں داخل ہوا۔ 404ء میں ایک چینی چی مانگ (Che-Mong) کشمیر کو آیا۔ وسط ایشیاء کے نہایت دشوار اور صبر آزما سفر کے بعد پامیر پہنچا اور اسے عبور کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ طویل قیام کے بعد ہندوستان گیا اور 424ء میں چین واپس گیا۔ اس کے بعد 420ء میں فایونگ (Fa-Yong) طرفان، کوچہ اور کاشغر سے ہوتے ہوئے پامیر پہنچا۔ پامیر کے دروں کو عبور کر کے وادی گلگت میں سے ہوتے ہوئے کشمیر میں داخل ہوا۔ 631ء میں چین کا عظیم ترین بودھ عالم اور راہب ہیون سانگ (Heun-Tsiang) وسط ایشیاء کے راستے ہزارہ کی طرف سے کشمیر میں پہنچا۔ ہزارہ اس زمانے میں اروسا (urusha) کہلاتا تھا۔ وادی کشمیر میں وہ مئی 631ء سے اپریل 633ء قیام پذیر رہا۔ اس نے 646ء میں ''مغربی سرزمینوں کی روئیداد'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جو اس کی شہرت کا باعث بنی۔ اس نے کشمیر کی بہت تعریف کی اور کشمیر کے جغرافیہ، حکمران کی فراخ دلی، عوام کے عادات واطوار اور لباس پر روشنی ڈالی۔ ہیون سانگ کے دور میں کشمیر کی سیاسی سرحدیں ٹیکسلا تک پھیلی ہوئیں تھیں۔ اس کے بعد اوکانگ (Ou-Kong) جسے دھرم دت کا نام بھی دیا گیا ہے کابل اور گندھارا سے ہوتا ہوا کشمیر آیا وہ 759ء میں یہاں آ کر چار سال تک ٹھہرا۔

قدیم راجگان کشمیر کی تاریخ راج ترنگنی کے مطابق وادی کشمیر کے مقام پر ایک بہت گہری جھیل واقع تھی۔ اس جھیل میں ایک آسیب یعنی ایک دیو جالودبھاوا (Jalodbhava) کا مسکن تھا۔ دیوتا اس کو ختم کرنا چاہتے تھے مگر جالودباوا، جب تک جھیل کے پانی کے اندر رہتا ہے تو وہ ناقابل تسخیر تھا۔ اس مشکل کا حل کشمیر کے بادشاہ نے ایک نیک اور پاک بزرگ کشیپ (Kasypa) کے ذریعے سے نکالا۔ کشیپ دراصل برہما (Brahma) کا پوتا ہے، جس نے پوری کائنات بنائی۔ اس کے جادوانہ تلوار کے ایک ہی وار سے بارہ مولہ کے نزدیک ایک پہاڑ کو کاٹ دیا گیا جس سے اس جھیل کا سارا پانی نکل گیا اور جھیل کے نیچے سے یہ وادی کشمیر معرض وجود میں آ گئی نیز دیو جالودبھاوا بھی غائب ہو گیا۔ ویسے بھی حقیقت میں وادی کشمیر ایک گہری جھیل ہی سے برآمد ہوئی ہے۔ زمین کا یہ حصہ تہہ در تہہ جمع شدہ مٹی اور ریت وغیرہ سے تکمیل ہوا ہے جسے لاکھوں برس لگے۔ یہ تہیں دراصل اردگرد پہاڑوں سے تودے جو گارے اور ملبہ کی شکل میں تھے، کے گرنے سے ہی بنی ہیں۔ بعض جگہوں پر یہ تہہ 2300 فٹ یا 700 میٹر تک موٹی ہے۔ اوپر والی تہوں (Layers) سے جو گارے اور چکنی مٹی کی بنی ہوئی ہیں، ان میں کچھ باقیات (Fossils) پائی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موسم گرم و مرطوب تھا تو یہ خطہ گہری جھیل میں ڈوبا ہوا تھا۔ برف بھاری تودوں (Glaciers) نے بھی اس جھیل کو پر کرنے

میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ برف کے زمانہ میں اردگرد کے پہاڑوں سے جو پانی بہا اس نے اپنے ساتھ گارے اور مٹی کے ملبوں کو بھی وادی کی جگہ پر لا جمع کیا تھا۔ یہ عمل لاکھوں سال سے جاری تھا اور رفتہ رفتہ اس جگہ کی جھیل غائب ہونا شروع ہوگئی تھی۔ جبکہ دریائے جہلم، کچھ دلدل اور کچھ چھوٹی جھیلیں ابھی بھی موجود ہیں۔ یہ خطہ زرخیز ہونے کی وجہ سے چاول، مکئی، پھل اور سبزیاں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ قیمتی وسائل سے بھی یہ علاقہ مالا مال ہے۔ یہ وادی ایک وسیع بیضوی شکل میں ہے جو لمبائی میں 85 میل یعنی 135 کلومیٹر اور چوڑائی میں 20 میل یعنی 32 کلومیٹر ہے۔ اس کے شمال مشرق میں ہمالیہ ہے اور جنوب مغرب میں پیر پنجال کا پہاڑی سلسلہ ہے۔

البیرونی کی کتاب الہند کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے وادی سندھ پر پہلی مرتبہ حملہ کیا اس کے بعد بعض اوقات مسلمان حملہ آور حدود کشمیر کے قریب تک پہنچتے رہے تھے مگر باوجود متعدد حملوں کے انھوں نے شمالی پنجاب کے میدانوں میں بھی کوئی خاص فتح حاصل نہ کی تھی چونکہ کشمیر کے شمال میں کابل کا خاندان شاہی یا ہندو شاہی بڑی دلیری سے مقابلہ پر ڈٹا ہوا تھا اور جنوب میں مختلف جنگجو ہندو ریاستوں کی ایک پٹی سی بندھی ہوئی تھی اس لیے کشمیر کو بھی مسلمانوں سے کسی قسم کا خطرہ کا اندیشہ نہ ہوا تھا۔ سارے شمالی ہند پر اسلام کے غالب ہونے کے بعد بھی صدیوں تک کشمیر اپنی کوہی دیواروں میں محفوظ رہا۔ البیرونی نے 1030ء میں اپنی ایک تحریر کے دوران ایک پترہ کا خاص ذکر بیان کرتا ہے جو اسے کشمیر سے حاصل ہوا تھا۔ اس قسم کا پترہ اسے کشمیری پنڈتوں کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے نہ مل سکتا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ البیرونی اور کشمیری پنڈتوں میں میل جول ضرور تھا۔ وادی کشمیر کے باہر سنسکرت ادب میں کشمیر کے متعلق جو خاص واقفیت حاصل ہوسکتی ہے وہ لفظ کاشمر یا کاشمیرج کے وجہ سے ملتی ہے جس سے مراد زعفران سے ہے اور جس کے معنی مصنفان لغات نے کشٹھ کے بھی دیے ہیں۔ چونکہ زعفران اور کشٹھ کی پیداوار زمانہ قدیم ہی سے کشمیر میں مشہور چلی آ رہی ہے اس لیے اس لفظ کی ابتداء واضع طور پر معلوم ہوسکتی ہے۔ کشمیر میں کاشت زعفران کے متعلق لارنس صاحب کی کتاب ''ویلی'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ کشٹھ کا نام اب کشمیر میں کٹھ مشہور ہے یہ دراصل ایک پودے کی خوشبودار جڑ ہوتی ہے جو کشمیر کے پہاڑوں میں بکثرت اگتا ہے۔ ہیون سانگ نے بھی اپنی کتاب میں اس پودے کا ذکر کیا ہے اور اس کی برآمد چین کو بکثرت ہوتی ہے۔

مہابھارت کے بعض شلوکوں میں کاشمیروں اور ان کے فرمانرواؤں کا ذکر ملتا ہے۔ پورانوں میں شمالی اقوام کی جو فہرست درج ہے اس میں بھی کاشمیروں کا ذکر موجود ہے۔ وردھ مہر جو 500ء کے قریب گزرا ہے، اپنی کتاب برہت سنگھتا میں کاشمیروں کو شمال مشرقی حصہ بیان کرتا ہے۔ اس نے بعض ایسی اقوام کا بھی لکھا ہے جو کشمیر کے عین قریب واقع ہیں مثلاً ابھیسار، درد، دارد، کھش، کہیر، کلوت (اہل کلو)، کوننداور کولندر وغیرہ۔ راج ترنگنی میں متعدد بار کھشوں کی سلطنت اور کھش قبیلہ کا نام بحوالہ موجود ہے۔ ظہیر الدین بابر مغل بادشاہ جو ایک عالم و فاضل بھی تھا، نے اپنی کتاب تزک بابری میں لکھا ہے کہ کشمیر کا نام کسی کش قبیلہ کے نام سے منسوب ہے۔

کشمیر کو اس لیے کاشمیر یا کشمیر کہتے ہیں کہ یہاں کش یا کھش نام کی ایک قوم آباد ہوئی، اسی قوم یا فرقہ نے وسط ایشیاء میں کاش، کاشغر اور کاشال وغیرہ کے شہر بھی آباد کئے۔ کشمیر کے پشتینی باشندے اپنی زبان میں اپنے وطن کو کشمیر نہیں بلکہ کشیر کہتے ہیں۔ مصنف کتاب تواریخ ملکاں جموں و کشمیر مع تواریخ ترک ملک راجگان جناب ڈاکٹر محمد صادق ملک نے کشمیر کے نام کو کھش نامی فرد کے نام سے وادی کشمیر کا نام کھش مر یعنی کھش کا گھر کہلایا، کیونکہ عبرانی زبان میں مر کا مطلب گھر ہوتا ہے۔ تمام قدیم کشمیری باشندے جنھیں کشمیری پنڈت بھی کہا جاتا ہے کش کی اولاد ہیں۔ یہ کھش بن آش، حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے شمعون کی 37 ویں پشت میں سے تھا اور 526 قبل مسیح میں بغداد بابل عراق سے ہجرت کر کے شاردہ

حال مظفرآباد میں آباد ہوا تھا۔

قابل غور بات یہ بھی ہے کہ کشمیری کوشر (Koshur) کے نام سے ہردلعزیز ہیں جو ایک انڈو آرین زبان ہے۔ ماہرین لسانیات کو یقین ہے کہ شہر کے ابتدائی آبادکار ''ناگا'' کی طرح یہ کوشر لوگ اپنی آرین کی بڑی شاخ سے الگ ہو گئے۔ جیسا کہ گندھارا والے، کیناواس اور یکشاس وغیرہ۔

جموں کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں کے مصنف جی ایم میر اپنی کتاب بلورستان صفحہ نمبر 55 میں بیان کرتے ہیں کہ 558 قبل مسیح میں بنی اسرائیل کے کچھ قبائل ہجرت کر کے افغانستان، گلگت اور کشمیر وغیرہ کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔ ان سے جو قبیلہ وادی کشمیر میں وارد ہوا اسے اس کی خوبصورتی نے بہت متاثر کیا اور انھوں نے اس کا نام کشیر رکھا جو ''ک'' اور ''اشیر'' کا مرکب ہے یعنی اشیر جیسا۔ اشیر عبرانی زبان میں شام کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں بھی شام کو سیریا (Syria) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو یہ سرزمین ملک شام جیسی سرسبز و شاداب اور خوب صورت نظر آئی انھوں نے اس کا نام کشیر رکھا یعنی ملک شام جیسا۔ وادی کشمیر اور گلگت بلتستان میں اب بھی اسے کشیر ہی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ریاست جموں کشمیر براعظم ایشیاء کے تقریباً درمیان میں واقع ہونے کی وجہ سے براعظم ایشیاء کا دل کہلاتی ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں چین، جنوب میں بھارت اور پاکستان اور مغرب میں پاکستان کا شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختون خواہ) اور افغانستان واقع ہیں۔ ریاست کی سرحدوں کی کل لمبائی 1700 میل ہے، جس میں 750 میل چین کے ساتھ، 600 میل پاکستان کے ساتھ، 300 میل بھارت کے ساتھ اور 50 میل افغانستان کے ساتھ ملتی ہے۔ افغانستان سے ملنے والی 50 میل سرحد دراصل ایک پٹی ہے جو کشمیر کو وسط ایشیاء کے ملک تاجکستان سے جدا کرتی ہے۔ یہ جغرافیائی صورت حال ہزاروں سال سے قائم ہے۔

## پنجاب

یہ وہ سرزمین اور زرخیز خطہ ہے جس میں پانچ دریا بہتے ہیں۔ ان پانچ دریاؤں ہی کی وجہ سے یہ سرزمین پنجاب (Punjab) کہلاتی ہے۔ اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اس خطے میں انسانی ارتقاء کی تاریخ۔ پنجاب کی سرزمین قدیم سے ہی بیرونی حملہ آوروں کے لیے ایک سونے کی چڑیا کی طرح پرکشش رہی ہے۔ آریاؤں سے لے کر محمود غزنوی اور انگریز سامراج تک تمام اقوام نے اس خطہ پر اپنا تسلط قائم کیا اور اس سرزمین کی زرخیزی اور معدنی دولت سے مستفید ہوتے رہے۔ پنجاب کے اندر بے شمار شہر آباد ہیں مگر سب سے اہم اور مشہور شہر لاہور ہے جو پنجاب کا دل کہلاتا ہے۔

پنجاب کو یونانی پینٹاپوٹامیا (Pentapotamia) لکھتے ہیں۔ جبکہ ویدک تہذیب میں اس کا نام پنچالہ (Panchala) آیا ہے۔ موجودہ پنجاب کا لفظ فارسی زبان کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے، یعنی (پانچ) اور آب (پانی)۔ پانچ دریاؤں کی زمین، یہ پانچ دریا چناب، جہلم، راوی، بیاس اور ستلج ہیں۔ یہی سب دریا کوہ ہمالیہ سے نکلتے ہیں اور پنجند کے مقام پر دریائے سندھ میں گرنے کے بعد براستہ صوبہ سندھ بحیرہ عرب میں داخل ہوتے ہیں۔ رگ وید میں پنجاب کا علاقہ سپتا سندھو (Sapta Sidhu) سے متعلق ہے یعنی سات دریاؤں کی زمین۔

پنجاب پر سب سے پہلا حملہ مصر کے بادشاہ اوسیرس نے کیا، جو اصل میں دائیونی سیئس یا بیکس تھا۔ اس حملہ کے بارے میں ہیروڈوٹس، ڈیوڈورس، سیکولس اور سٹر یبو نے بیانات دیے ہیں۔ قدیم ہندو مصر کو ہیم یعنی حام کے ایک بیٹے مصریم کے نام کی رو سے مصراستھان کہتے تھے۔ مقدس

کتب میں یہ نام مصرا ہے جو اس وقت ملک کے دارالحکومت قاہرہ میں محفوظ ہے، جو قدامت کے اعتبار سے ایشیاء کی بادشاہتوں میں سب سے سبقت لے گیا ہے۔ اس کے اولین حکمران ''میز'' کو نسلِ انسانی کا پہلا بادشاہ سمجھا جاتا ہے اور ہندوستان پر اسی نے پہلا حملہ کیا تھا۔

جب بابل قدیم سلطنت ایساریہ میں مدغم ہوئی تو نینوا کا بانی نینساس کا پہلا بادشاہ بنا۔ اس کے انتقال کے بعد تقریباً نویں صدی قبل مسیح اس کی ملکہ سیمی رئیس، اس وسیع وعریض بادشاہت کی جانشین مقرر ہوئی۔ یہ عسکری ذہانت کے علاوہ بہت زیادہ حسین وجمیل بھی تھی۔ بابل کی تاریخی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہندوستان پر مہم جوئی کی تھی۔ ہندو پرانوں میں جس سیمی راجہ کا ذکر موجود ہے وہ دراصل یہی ملکہ سیمی ریمس ہے۔ ہندو اس کو دیوی کی طرح پوجا کرتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے شام میں، اسچلین ستھان کے مقام پر نمودار ہوئی۔ مشرق کے قدیم مورخین اسے صحرا میں فاختائیں اُڑاتے ہوئے لکھتے ہیں اور اس دنیا کو فاختہ کی شکل میں چھوڑنا ظاہر کرتے ہیں۔ پراناؤں کے مطابق خود فاختہ بھی سیمی راجہ کا اوتار تھی۔ بہر حال اس ملکہ کو ہندوستان کے اندر شکست ہوگئی تھی اور وہ اپنے وطن واپس لوٹ گئی تھی۔

پنجاب پر شمال مغرب سے آنے والے سکائتھا اور آریہ حکمرانوں نے قبضہ کیا اور اسے اپنا پایہ تخت بنایا اور یہی لوگ یہاں کے قدیم باشندے قرار پائے۔ ہندوؤں کی داستان شاعری میں سندھ ڈیلٹا کے سیاہ سدرا کا ذکر کیا گیا ہے۔ وادی گنگا میں آریاؤں نے جس آبادی کو غلام بنایا، اسے بھی سدرا کا نام دیا گیا ہے۔ جب آریوں نے سندھ اور گنگا کی وادی کی طرف پیش قدمی کی تو انھیں اس قسم کی اقوام سے واسطہ پڑا۔ یہ قدیم باشندے جدھر جدھر آباد تھے ان میں اپنے آپ کو بچانے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ ان کے گول جھونپڑی نما گھر قدیم گاولوں، سرکنڈوں اور گاروں سے بنے ہوتے تھے۔ بعض علاقوں میں یہ لوگ قدرتی بنی ہوئی غاروں کے اندر رہتے تھے۔ ان کے سروں پر جانوروں کے سینگ لگے ہوتے تھے۔ غیر مہذب زبانیں بولتے تھے اور اپنی عریانی کو چھپانے کے لیے کھالوں کا استعمال کرتے تھے۔ ہیروڈوٹس نے ان قدیم باشندوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ دریاؤں کے کنارے پر، دلدلوں میں رہتے تھے اور ان کی گزر بسر کچی مچھلی اور کچے گوشت پر ہوتی تھی۔ ان کی کشتیاں سرکنڈے سے بنائے گئے ڈونگوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ وہ چھال کا لباس پہنتے تھے اور جب خاندان کا کوئی فرد بیمار پڑ جاتا تو باقی لوگ اسے فوراً مار ڈالتے اور لاش کو ہڑپ کر جاتے تھے اسی طرح بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے والے آدمیوں کو بھی ذبح کر دیا جاتا اور جوان لوگ ان کی لاشوں پر دعوت اڑاتے تھے۔ کچھ لوگوں کا گزارا جڑی بوٹیوں پر تھا اور کچھ کا دیگر شکاری جانوروں پر تھا۔

میگاتھینز کے مطابق قدیم ہندوستانی خانہ بدوش تھے اور سکائیتھوں یعنی تورانیوں کی مانند وہ زمین کو کاشت نہیں کرتے تھے بلکہ زمین کی خودرو جڑی بوٹیوں، درختوں کی چھال جسے ہندوستانی تلہ کہتے ہیں یا جنگلی جانوروں کو مار کر گزارا کرتے تھے۔ یونانیوں کی طرح اپنے آپ کو کھالوں سے ڈھانپتے تھے۔ اس کے بعد ڈائیونی سس وارد ہوا جس نے ان ہندوستانیوں کو زمین کاشت کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اسی نے ہل جوتنا اور دیگر عوامل کے بارے میں بتایا اور ہندوستانیوں کو پگڑی کے استعمال سے آگاہ کیا اور ناچ گانا سکھایا جسے یونانی ساطری ناچ لکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے جھانجھ اور نوبت کے ساتھ دیوتاؤں کی پرستش کرنا بھی سیکھا۔ سکندر کے زمانے میں یہ پرستش جاری تھی۔

رگ وید میں قدیم باشندوں کی رنگت سیاہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اصل قدیم باشندوں نے خاص پنجاب میں کوئی آبادیاں اور بود و باش نہیں چھوڑیں اور ایسا لگتا ہے کہ شمال مغرب سے آنے والے حملہ آور آریہ نے ان سب کو جنوب مشرق کی جانب دھکیل دیا تھا۔

پنجاب کے بہت سے نچلی اور بے خانماں ذات کے قبائل کے بارے میں خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق قدیم اقوام سے ہے۔ جو

چوہڑے، چمار، پہاڑوں کے لوہار، جہاں وہ کمی کمینوں کا کام کرتے ہیں، مہتمم، بیوریا، اہیری، تھوری، لبانہ، اور کہیل یا جنگل اور دریا کے قبائل، سانسی، پرنا، نٹ، بازی گر، پکھی داس، ہارنی، گھنڈ یلے اوڈ اور بیسی یا خانہ بدوش اور آوارہ قبائل ہیں۔ ہمالیہ کے نیم پہاڑی قبائل میں گیرو، جو اصل میں منگولیائی اقوام کی سرحد پر سکونت پذیر ہیں، ناگ لوشائی، کوکائی، لیپچا، تھارو، کچاری اور بوکسا ہیں۔ یہ بہت وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں جو تبتی، چینی اور برمی نسلوں سے ہیں۔ قدیم ترین باشندوں کے قبائل وسطی اور مغربی ہندوستان اور دکن کے ناقابل رسائی علاقوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ سنتال، کھوند، قولی، بھیل اور گوند، وندھیہ، ساتپورا اور اراولی، مہر میںنس، وگھڑ، بیدر، منگ، ولیہ، پریا، اورودرہ وغیرہ قدیم باشندوں کے قبائل ہیں۔

آثار قدیمہ قبل از تاریخ اور جدید تحقیقات سے ثابت ہے کہ قدیم ترین ادوار میں آریاؤں سے قبل سکائیتھ یا تورانی نسل کے لوگ جو وسطی ایشیاء کے میدانوں جو کے منگلوں اور چینیوں کے غیر مہذب مسکن تھا، میں رہتے تھے، پنجاب کے علاقہ میں آچکے تھے۔ تورانی اور آریا دونوں ایک ہی مشترکہ گروہ سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں کا مسکن بھی وسط ایشیاء ہی تھا۔ یقیناً یہ ہندوستان میں انتہائی جنوبی راستے سے داخل ہوئے مگر پنجاب کے شمال مغربی باشندوں میں کسی صورت گھلے ملے نہیں۔ بہر حال وحشی قبائل کی ایک نسل جو انتہائی ابتدائی دور شمالی یورپ پر چھا گئے تھے، وہ پنجاب اور ہندوستان میں بھی داخل ہوئے تھے ان غیر آریائی اقوام کی تین گروہ ہیں۔

1۔ پہلا گروہ تبتو اور برمن قبائل پر مشتمل ہے۔ جو ہمالیہ کے کناروں میں آباد ہیں اور یہ ہندوستان میں شمال مشرقی دروں کے راستے داخل ہوئے تھے۔

2۔ دوسرا گروہ کولارین ہے۔ جو بنگال میں بھی مشرقی دروں کے راستے داخل ہوئے تھے۔

3۔ تیسرا گروہ دراوڑی ہے جنھوں نے شمال مغربی جانب سے پنجاب کا راستہ تلاش کیا تھا۔ یہ ہندوستان کے جنوبی حصے سے لے کر کیپ کو مورین تک کے علاقے میں آباد ہیں۔ ان کی زبانوں کی نسبت ماہرین لسانیات نے قدیم تورانی یا سکائتھا اقوام سے ہے۔

رگ وید کے قدیم حصوں میں انھیں راکھش، سیوم، داسیدس، داسی اور غلام کہا گیا ہے۔ فرگوسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ تورانی ہندوؤں نے یہاں سب سے زیادہ مندر تعمیر کئے۔ ویدک بھجنوں میں دولت مندراکھشوں اور ان کے سات میناروں اور نوے قلعوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنوبی ہندوستان کی تامل زبان کی پختگی ابھی تک سنسکرت کی مداخلت سے آزاد ہے اور یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ سنسکرت کے متعارف ہونے سے قبل یہ زبان پوری طرح پنپ چکی تھی اور ایک ترقی یافتہ تہذیب قائم ہو چکی تھی۔ تورانی اپنے مردے دفن کرتے ہیں جبکہ ہندو اپنے مردے جلا دیتے ہیں۔ ہروڈوٹس ذکر کرتا ہے کہ قدیم تورانی اپنے جنگجو مردوں کے ساتھ ان کے جنگی ہتھیار بھی دفن کرتے تھے۔ پولینڈ اور تاتار کے پہاڑوں میں قبروں سے جنگی کلہاڑے، آہنی کمانیں اور تیر دریافت ہوئے ہیں۔ ناگ پور (وسطی ہند) میں بھی اس طرح کی دریافت ہوئی ہے۔ ان تمام جائے مدفونوں (قبرستانوں) کا تعلق تورانیوں سے ہے۔ اس سے عظیم ہمالیہ کے شمال اور جنوب سے وسط ایشیاء یا تورانیوں کی ایک نسل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی یورش کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔ ہندو بیوائیوں کو شادی سے منع کیا گیا ہے قدیم باشندوں کی بیوائیں نہ صرف از سر نو شادی کرتی تھیں بلکہ تورانی قبائل کے اصول پر عمل کرتے ہوئے عموماً اپنے مرحوم شوہروں کے چھوٹے بھائیوں سے شادی رچاتیں۔

تمام مورخین اس تاریخی حقیقت پر متفق ہیں کہ شمال مشرق میں ہندوکش کے پہاڑوں یعنی کا کیشیاء کے پہاڑوں کا علاقہ بہترین اور طاقتور قوم کا ابتدائی مسکن تھا، جس نے سب سے پہلے پنجاب کی طرف ہجرت کی اور اس قوم کے گروہ ہمالیائی دروں کے راستے پنجاب میں داخل ہوئے۔

سرد شمالی علاقے سے آنے کے باعث ان کا رنگ صاف تھا اور وہ اپنے آپ کو آریا یعنی عالی مرتبہ، محترم اور حکمران کہتے تھے۔ ڈاکٹر ولسن اپنی ایک مشہور کتاب ہندوستان تین ہزار سال قبل میں آریوں کی وادی سندھ اور پنجاب میں آمد کو 1500 قبل مسیح بتاتے ہیں۔ عبرانی زبان کی مقدس کتب میں درج ہے کہ تقریباً 1000 قبل مسیح میں تائر اور اسرائیل کے تاجر کشتیوں میں بیٹھ کر جنوبی ممالک کی طرف جانے کے لیے ایلتا سے خلیج عرب کے ساحل تک گئے اور تین دن کی غیر حاضری کے بعد سونے، چاندی، قیمتی پتھروں، ہاتھی دانت، صندل کی لکڑی، موروں اور بندروں سے لدے واپس آئے۔ اب مور اور صندل کی لکڑی کا تعلق صرف ہندوستان سے ہے اور دریائے سندھ کا بالائی علاقہ اور ہمالیہ کے بالائی خطہ میں سونا بکثرت ملتا ہے۔ اس لیے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے ہندوستان کی سیاحت کی اور یہ کہ 1000 قبل مسیح میں آریا اس ملک پر قابض تھے۔ بطلیموس، ربیبریا کی سرزمین کو دریائے سندھ کے دہانے پر بتاتا ہے اور ایک آریائی نظم کے مطابق اس قوم کے پاس گائے، اونٹ، بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ ربیبریا کی نشاندہی، عبرانیوں کے ادفیر اور ہندوستان کے اہیر سے کی گئی ہے، یعنی چراہ گاہ۔ اور اگر یہ مفروضہ درست ہو تو اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مویشی رکھنے والا ایک قبیلہ 1000 قبل مسیح سے بیشتر دریائے سندھ کے کناروں پر آباد تھا اور یہ آریا کے علاوہ کوئی اور قبیلہ نہیں ہوسکتا۔ ایک ممتاز جرمن عالم میکس ڈنکر اور دیگر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آریا تقریباً 2000 قبل مسیح میں وادی سندھ میں اترے تھے یعنی جب ایلم کی بادشاہت یوفریٹس اور ٹیگریس کی وادی میں عروج پر تھی، جب اسیریا ابھی بیلیسان کی حکومت کے تحت تھا اور میمفس کی بادشاہت پر ہائی کوس کے حکمرانی تھی۔ تقریباً اس وقت جب آریاؤں نے ہندوستان پر حملہ کیا تو یورپ میں آنے والے، یونان میں آباد ہونے والے، سکنڈے نیویا کے مختلف خطوں، جرمنی اور روم کی سلطنت کے پایہ تخت اٹلی میں بسنے والے قبائل ایک جیسی زبان بولتے تھے۔ مغربی شاخوں میں سے ایک نے ایرانی بادشاہت قائم کی جبکہ جب کہ دوسرا گروہ سپین اور قدیم انگلستان میں آباد ہوگیا۔ جدید لسانی تحقیقات سیلون سے برطانیہ اور سینڈے نیویا، انتہائی شمال سے خط استواء تک عظیم آریا قوم میں یگانگت ثابت کرتی ہے۔ برہمن، راجپوت اور انگریز یکساں طور پر قدیم آریاؤں کی نسل سے ہیں۔ آریا کی اصطلاح حقیقی طور پر برہمنوں کی ایک نسل پر منطبق ہوتی ہے، جن کا مسکن کا کیشیاء کے عظیم پہاڑی سلسلے کے قریب تھا۔ بعد ازاں یہ برہمن اپنے علوم وفنون کو شمال کی طرف کیسپین اور یوکسائن تک لے گئے اور پھر بعد کے ادوار میں مصریوں کی عالم فاضل آبادی میں گھل مل جانے کے بعد انھوں نے سائنس کی روشنی کو شمال اور مشرق کی طرف کے ممالک یعنی ایران، بیکٹیریا، میڈیا، سوگڈیانہ تبت اور ہند تک پھیلایا۔ رگ وید کے بھجنوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم آریاؤں کو بغیر قتل وغارت کے پنجاب میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جنگجو راکھشوں، جنگلی آسوراؤں اور سیاہ رنگت کے پشاچاؤں کے ساتھ طویل اور خونریز کشمکش ہوئیں۔ پنجاب میں آریاؤں کی زندگی عسکری اور مردانہ تھی۔ جس سے ان میں جنگجوانہ جذبہ پروان چڑھا۔ انھوں نے اپنے آپ کو گرم آب وہوا میں ڈھال لیا تھا مگر انھوں نے اپنے شمالی آبائی وطن کو فراموش نہیں کیا تھا جہاں ہمالیہ کے برف پوش پہاڑوں پر اور ان کی بلند وبالا دیواروں کے پیچھے انھوں نے اپنے دیوتاؤں اور سورماؤں کی جنت قائم کی ہوئی تھی۔ انھوں نے اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے نہریں کھودی تھیں اور مکئی (دھانہ)، پھلیاں، جو اور تل اگائے تھے۔ وہ کپڑا بننے، سوت کاتنے کے فنون اور چمڑے کے کام سے بھی آشنا تھے۔ ان میں لوہار، ترکھان (بڑھئی)، چھکڑا بنانے والے، کشتیاں بنانے والے، سنار اور دیگر اہل حرفہ موجود تھے۔ ان کے پاس تھوڑا سا کشتی رانی کا بھی علم تھا۔ ان میں طبیب بھی موجود تھے جو جڑی بوٹیوں کے صحت بخش خصوصیات سے واقف تھے۔ البتہ ان قدیم آریاؤں کے سماجی رسم ورواج اور استعمالات کے ساتھ موجودہ دور کے ہندوؤں کا تضاد حیران کن ہے۔

پنجاب میں بت پرستی اور برہمن کے سماجی نظام کے برے اثرات پیدا ہوئے تو اس معاشرہ میں اصلاح کے لیے ایک شخصیت مہاتما بدھ نمودار ہوئی جس کے نئے مذہب بدھ مت نے اس معاشرہ میں ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ مہاتما بدھ کا اصل نام سدھارتھ تھا جو سدھودانہ کا بیٹا تھا جو نیپال کے پہاڑوں کے دامن میں اسی نام کی سلطنت کے دارالخلافہ کپل دستو پر حکومت کرتا تھا۔ بدھ ایک دانشور اور گوشہ نشین شہزادہ تھا، وہ 622 قبل مسیح میں (اس کے خاندان کا تعلق سکیاؤں سے تھا) پیدا ہوا۔ اس نے اپنی تعلیم برہمن اساتذہ سے حاصل کی مگر اسے بچپن سے ہی غور وفکر کی عادت تھی۔ اس نے ایک شہزادی گوپا سے بیاہ کیا تھا۔ بدھ مت ہندوستان میں پریاداسی یا اشوک کی خیر خواہ حکومت کے تحت پھیلا اور با اثر ہوا۔ راجہ اشوک چندر گپت کا پوتا تھا۔ اس نے 275 قبل مسیح میں مگدھا کا تخت وتاج سنبھالا۔ اس کی حکومت، مشرق میں گنگا کے دھانے سے مغرب میں سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔

قدیم سکاتھی یا تاتاری قوم کی تاریخ دراصل اوغز کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ یہ فارس کے باقاعدہ بادشاہ کیومرس کا ہم عصر تھا۔ اوغز مغل یا منگل خان کا پوتا تھا اور براہ راست یافث بن نوحؑ سے تعلق رکھتا تھا۔ قدیم سکائیتھوں یا تاتاریوں کا سردار طویل العمر تھا اور اس نے ابتدائی سال تبت، تنگت اور کٹے (کھیتے) کی سلطنتوں کے مذہب کو از سر نو قائم کرنے میں صرف کیے۔ بعد ازاں کیومرس کے پوتے ہوشنگ کے دور حکومت میں فارس (ایران) پر جنگ مسلط کر دی اور خراسان کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد وہ عراق، آذربائیجان اور آرمینیا کے علاقوں پر قابض ہوا۔ تب وہ کابل اور غزنی کی طرف بڑھا اور بشمول کشمیر پورے شمالی ہندوستان کو فتح کر لیا۔ ہندو بادشاہوں کی قدیم نسل کی اولاد اور حکمران جگما نے بھرپور مزاحمت کی مگر اوغز کی پرعزم بہادری ہر رکاوٹ پر حاوی آ گئی اور ایک سال کی زبردست جدوجہد کے بعد کشمیر کو فتح کر لیا گیا۔ کشمیر کا حکمران جگما اس جنگ میں قتل ہوا اور بے شمار باشندوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ ان فتوحات کو بعد اوغز قدیم میساجٹیائی اور سوگدیانہ کے ملک بدخشاں کے راستے اپنے آبائی وطن کو لوٹ گیا۔ غیر ممالک میں ہونے والی ان فتوحات کے اعزاز میں اوغیز نے شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ یہ دعوت سونے اور دیگر قیمتی پتھروں سے بنائے گئے تاروں سے آراستہ خیموں میں دی گئی۔ اس کے بعد تاتاریوں نے پنجاب پر میڈیا کے بادشاہ سالیکساریس کے دور میں حملہ کیا۔ یہ حملہ تقریباً ساتویں صدی قبل مسیح میں کیا گیا۔ کاکیشیاء کے پہاڑوں اور اس کے مضافات سے اترنے کے بعد، انسانی وحشیوں کے وسیع وعریض لشکر، بالائی ایشیاء کے ممالک بشمول دریائے سندھ کے ساتھ پنجاب کے علاقوں میں پھیل گئے۔ تاہم ان شمالی جابرین کو سالیکساریس نے شکست دے دی اور شکست خوردہ سکائتھوں کی فوج کا بہت بڑا حصہ پنجاب میں آباد ہو گیا اور ان کی نسل نو ماردی کہلائی جانے لگی جو چھٹی صدی قبل مسیح میں پنجاب ہجرت کر کے آیا تھا اور انھوں نے اس شہر کو ٹیکسلا کا نام دیا۔ ٹیکسلا اس وقت پنجاب کا دارالکلافہ تھا۔ کنشک نے پنجاب میں سکائتھ بادشاہت قائم کی۔

تاریخ فارس (ایران) کے مصنف سر ولیم جونز نے ایک ایرانی مورخ میر خوند کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایرانیوں نے ہندوستان پر پہلا مستند حملہ استھاکر یا پیرسیپولس کے بانی جمشید اعظم کے بیٹے اور پاشادیدئیں خاندان کے پانچویں بادشاہ فریدون کی سرکردگی میں کیا، جو تقریباً 750 قبل مسیح میں گزرا ہے۔ اس نے اپنی وسیع وعریض سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ سب سے بڑے بیٹے لالو کو شام کا علاقہ دیا جبکہ دوسرے بیٹے تور کو اوکس اور بیکٹرا کے درمیان کا علاقہ اور سب سے چھوٹے بیٹے ایرج کو خراسان دے دیا۔ ایرج کے نام پر ایران اور تور کے نام پر توران کے ممالک معرض وجود میں آئے۔

مقدونیہ کے بادشاہ سکندر کو پنجاب پر حملہ آور کی حیثیت سے سب سے زیادہ شہرت ملی۔ وہ مقدونیہ کے فلپ اور اپی رس کے نیوٹپولیمس کی

بٹی اولمفیاس کا بیٹا تھا۔ وہ 325 قبل مسیح میں پیلہ کے مقام پر پیدا ہوا۔ یہ جان کر کافی حیرت ہوتی ہے کہ 300 قبل مسیح سے کافی عرصہ پہلے سکندر دریائے سندھ کے کناروں پر ان قبائل سے ملا جوفنون اور علوم میں زبردست ترقی کر چکے تھے، جبکہ مغربی یورپ ابھی تک جہالت کے اندھیروں میں پڑے ہوئے تھے۔ سکندر کو پنجاب کے سرسبز وشاداب میدانوں میں داخل ہونے سے قبل، پنجاب اور اس کے ہمسایہ علاقے کابل کی سرحد پر آباد قبائل سے واسطہ پڑا یہ اتنے ہی وحشی اور جاہل تھے جتنے اب ہیں۔ سکندر کے حملہ کے وقت، دریائے سندھ کے مشرقی علاقہ پر ہندونسل کے تین بادشاہ حکومت کرتے تھے۔

1۔ سندھ اور جہلم کے درمیانی علاقہ پر ایک طاقتور ہندوستانی شہزادے ٹیکسائلز کی حکومت تھی جو اس علاقہ (موجودہ راولپنڈی) میں قدیم سے آباد تورانی نسل سے تھا۔

2۔ جہلم سے چناب تک کا علاقہ (داروابھسار) راجہ پورس (راجہ پوراوہ) کے پاس تھا۔ داروابھسار میں وہ تمام علاقہ شامل تھا جو وتستا (جہلم) اور چندر بھاگا (دریائے چناب) کے درمیان واقع ہے۔ دریائے سندھ اور دریائے گنگا تک حدود تھیں۔ راجپوری کی کوہستانی ریاست اس میں شامل تھی۔ راجپوری (راجوری) اور بھمبر (قدیم ابھیسار) آج کل ریاست کشمیر کی حدود کے اندر واقع ہیں۔

3۔ ابھی سار کی سلطنت پہاڑوں کے درمیان تھی، جس کا حکمران غالباً پورس کا بھتیجا تھا، یعنی راجہ ابھی سارا۔ (راجہ ابھی سارا، پونچھ اور نوشہرہ کا حکمران تھا، بعد میں سکندر نے کشمیر بھی اس کے ماتحت کر دیا تھا۔)

یہ تینوں ریاستیں بعد میں مہاراجہ چندر گپت (یونانی اس کو سندراسکوٹس کہتے ہیں) کے ماتحت تھیں، جس کی سلطنت گنگا کے جنوبی کنارے پر پھیلی ہوئی تھی۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ کشمیر کے بادشاہوں نے بھی پنجاب کے علاقوں کو فتح کیا اور جب چینی سیاح نے 613ء میں اس ملک کی سیاحت کی تو اس نے دیکھا کہ سندھ اور جہلم کے درمیانی علاقہ پر ناگا یا کرکوٹہ خاندان کے کشمیری بادشاہ کی حکومت تھی۔

محمد بن قاسم نے اسلامی فوج کے ساتھ سندھ اور ملتان کو فتح کیا تو مسلمان ایک فاتح کی حیثیت سے پنجاب میں وارد ہوئے۔ ان کی اس آمد سے یہ علاقہ اسلام کے سنہری اصولوں سے روشناس ہوا۔ اسلام یہاں کی آبادی میں سرایت کر گیا اور اس مذہب نے یہاں کے باشندوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ ترک مسلمان حکمران سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے ہندوستان پر تقریباً سترہ حملے کیے۔ انہی حملوں کے دوران بے شمار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ نہ صرف حکمران طبقہ بلکہ رعایا بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئی تھی۔

پنجاب میں 955ء میں راجہ استپال کے بیٹے راجہ جے پال کی حکومت تھی۔ راجہ جے پال کی سلطنت دریائے سندھ سے لگمان (لغمان) دوسری جانب کشمیر سے ملتان تک پھیلی ہوئی تھی۔ قلعہ بھٹنڈا میں موجود راجہ جے پال نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے ان حملوں سے ملک کے امن وامان کو نقصان ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑی فوج تیار کی، خصوصاً ہاتھیوں کی بے شمار تعداد کو شامل کیا اور اپنی اس فوج کے ہمراہ دریائے سندھ کو عبور کر کے لغمان (موجودہ پشاور کے نزدیک ہے) کی طرف پیش قدمی کی۔ اس مقام پر اس کی مڈبھیڑ سبکتگین سے ہو گئی۔ ان جنگی جھڑپوں میں سبکتگین کا بیٹا محمود (محمود غزنوی) بھی شامل تھا۔ رات کے وقت زبردست طوفان بادوباراں اور ژالہ باری شروع ہو جانے کی وجہ سے ہر طرف خوف و ہراس اور تباہی پھیل گئی۔ لاہور کے راجہ کی فوج بری طرح متاثر ہوئی۔ فوج اور بے شمار مویشی ہلاک ہو گئے۔ راجہ جے پال نے جب اپنی فوج کو تباہ ہوتے دیکھا تو اگلے دن ہی سبکتگین سے صلح امن کر لی۔ اس صلح امن کے لیے راجہ نے دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی پیش کیے۔ اس میں سے کچھ رقم

راجہ نے لاہور واپس آکر ادا کرنی تھی۔ چنانچہ لاہور پہنچ کر راجہ اپنے برہمن مشیروں کی رائے کے تحت صلح امن کے معاہدہ سے منحرف ہو گیا۔ سبکتگین نے غزنی سے لمغان کی طرف دوبارہ پیش قدمی کی۔ اس دوسری جنگ میں بھی راجہ جے پال اور ہندوستان کے متحدہ راجپوت افواج کو شکست ہوئی جس کی اسے بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ محمود غزنوی کے حکمران بننے کے بعد راجہ کے بیٹے پوتوں سے کئی ایک جنگیں بھرپا ہوئیں مگر انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں کشمیر کی طرف اپنے قریبی عزیز و اقارب جو حکمران طبقہ سے تھے، کے پاس جا کر پناہ لینی پڑی۔ اسی لیے محمود غزنوی نے دو بار کشمیر میں لوہ کوٹ پونچھ پر چڑھائی کی مگر محمود غزنوی کی فوج کو برف باری اور قلعہ کی مضبوطی کے باعث مکمل ناکام ہوئی۔ مشہور مورخ البیرونی نے اپنی کتاب الہند میں پنجاب اور لاہور کے حکمران راجہ جے پال، اس کے بیٹے پوتوں اور محمود غزنوی کے درمیان بھرپا جنگوں کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال اس پال راجپوت خاندان کے زوال کے بعد پنجاب کو غزنی میں شامل کر لیا گیا اور اس کا حکمران ملک ایاز ترک بنا جو محمود غزنوی کا مشیر اور فوج کا جنرل بھی تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں پال راجگان کا خاندان کشمیر، پنجاب اور بنگال میں برسر اقتدار رہا ہے۔ قدیم ہندوستان کے مورخین نے پال خاندان کے ان راجگان کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ البیرونی نے اپنی کتاب الہند میں پنجاب اور کشمیر کے ان پال راجگان کے بارے میں مستند تاریخ رقم کی ہے، چونکہ محمود غزنوی پنجاب اور کشمیر کے ان پال راجگان کے تعاقب میں لوہر کوٹ پونچھ کشمیر پر دو دفعہ حملہ آور ہوا۔ پہلا حملہ 1015ء میں اور دوسرا حملہ 1021 میں کیا، مگر ناکام رہا۔ ان حملوں میں یہ مشہور مورخ البیرونی ہمراہ تھا۔ تاریخ ہند قدیم (Ancient India) کے مصنف مسٹر وی اے سمتھ نے اپنی اس کتاب میں پنجاب اور بنگال کے پال راجگان کا ذکر کرتے ہوئے متعدد تاریخی حوالہ جات درج کیے ہیں۔ کشمیر کی مشہور اور مستند تاریخ راج ترنگنی میں پال راجگان کے کئی تاریخی حوالے موجود ہیں۔ بعد ازاں کشمیر کے ایک مصنف محمد الدین فوق نے بھی اپنی تاریخی کتب میں پال راجگان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق ملک نے اپنے ایک تاریخی کتاب تواریخ ملکاں جموں و کشمیر معہ تواریخ ترک ملک راجگان میں مستند حوالوں سے کشمیر کے ان پال راجگان کا نہ صرف ذکر تفصیل سے کیا ہے بلکہ کشمیری پال راجگان کا شجرہ بھی مرتب کیا ہے، جو کشمیر اور پنجاب کے حکمران رہے۔ ڈاکٹر محمد صادق ملک کی یہ کاوش اور تحقیق قابل تحسین و آفرین ہے۔

## پال راجگان کا پس منظر

کہا جاتا ہے کہ کھش بن آش نامی فرد جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت شمعون کی 37ویں پشت میں سے تھا، نے 528 قبل مسیح میں عراق بابل سے نقل مکانی کر کے کوہستان سلیمان اور کوہ غور کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ پہاڑ موجودہ پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ اور افغانستان کے درمیان واقع ہیں۔ بعد ازاں کھش نے دو بیویوں شاردہ اور ناردہ اور آٹھ بچوں سمیت کل 60 یا 70 افراد کے ساتھ موجودہ کشمیر کے علاقہ کی طرف ہجرت کر کے موجودہ شاردہ مظفر آباد آ کر آباد ہو گیا اور موجودہ کشمیر کا علاقہ اسی کے نام سے منسوب ہو گیا۔

جبکہ جموال خاندان ڈوگرہ کا جداعلیٰ راجہ جامبولوچن جو مہاراجہ ہندوستان سودرشن (784 قبل مسیح تا 752 قبل مسیح) ننانویں پشت سے تھا، نے کھش قبیلہ کشمیر کے ایک سو سال بعد آ کر 425 قبل مسیح میں موجودہ جموں شہر کی آبادکاری کی اور یہ علاقہ اس کے نام سے منسوب ہو کر جموں کہلایا۔

کھش کے ولر بن بہت اور کودہر بن دہر نامی دو پوتوں نے شاردہ مقام سے نقل مکانی کر کے وادی کشمیر کے اندر اس جگہ پر رہائش رکھی جو جگہ آج کل جھیل ولر کی تہہ میں ہے۔ دریائے وتستا کا نام بہت بن کھش کے بیٹے ولر نے اپنے باپ بہت کے نام سے منسوب کر کے دریائے بہت

رکھا۔ جو صدیوں کے بعد دریائے جہلم کہلایا۔ دہر بن کھش کے پوتے اور کودہر بن دہر کے بیٹے سندیمان نے اس جگہ پر ایک بستی بسائی جو اس کے نام سے سندمت نگر کہلائی اور یہ بستی 193 قبل مسیح تک وادی کشمیر کا پہلا دارالحکومت رہی۔ 193 قبل مسیح میں مہاراجہ اشوک ، مہاراجہ ہندوستان (272 قبل مسیح تا 271 قبل مسیح ) جو دہر بن کھش کی نویں پشت میں ہوگزرا ہے، کے پوتا راجہ نرندرا بن راجہ دامودر راجہ کشمیر بنا تو اس کے زمانہ میں ایک زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے یہاں کی زمین پھٹ گئی اور پانی نکل آیا اور سندمت نگر شہر سمیت ولر کا سارا علاقہ زیر آب آ گیا۔ وادی کشمیر کا کافی علاقہ بھی پانی میں ڈوب گیا۔ کہا جاتا ہے کہ 1282 قبل مسیح میں بھی اسی طرح کا زلزلہ رونما ہوا تھا جب موجودہ بارہ مولا کے مقام پر پہاڑ کا ایک ٹکڑا زمین میں دھنس گیا اور جھیل کا پانی باہر نکل آیا اور اتنی رفتار اور زور سے باہر نکلا کہ مختلف پہاڑوں میں سے گزر کر اپنا راستہ بناتا گیا اور ایک بڑے دریا کی شکل اختیار کرتا گیا۔ جب جھیل کا پانی بے شمار مٹی اپنے ساتھ سینکڑوں میل لمبے پہاڑوں سے بہا کر لایا تھا تو پنجاب کے میدانی علاقہ جات میں داخل ہوا تو ایک قیامت بھر پا ہوئی جس کے نتیجہ میں ہڑپہ ( موجودہ پنجاب ) اور موہنجوداڑو ( موجودہ سندھ ) جیسی قدیم ترین انسانی بستیوں کو مٹی کے نیچے دفن کر کے ان کا نام ونشان مٹا گیا۔ اس حادثہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام کشمیر میں جس جگہ پر تشریف لائے تھے اس جگہ کا نام باغ سلیمان پڑا۔

وادی کشمیر کے 193 قبل مسیح میں دوبارہ ڈوب جانے کی خبر جب بابل نزد بغداد عراق پہنچی تو وہاں سے سندیمان نامی ایک بزرگ ہشک ، کنشک اور زشک نامی تین ترک شہزادوں کے ہمراہ وادی کشمیر میں وارد ہوئے۔ سندیمان دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سندیمان نے ان ترک شہزادوں کی معاونت سے بارہ مولا کے مقام پر دریائے بہت کی گزرگاہ کو گہرا کر دیا اور اس طرح سے پوری وادی کشمیر یعنی باغ سلیمانی کو ایک بار پھر پانی کی تہہ سے باہر نکالا۔ لیکن جس مقام پر شہر سندمت نگر آباد تھا وہ جگہ زلزلہ کی وجہ سے دریا میں دھنس چکی تھی اور اس پر پانی کھڑا رہا اور یہ پانی جھیل ولر کی شکل میں آج بھی کھڑا ہے۔ اس جھیل کے اندر سندمت نگر کے کھنڈرات موجود ہیں۔

کھش کے بیٹوں کی اولاد 400 قبل مسیح میں اپنے اپنے زیر قبضہ علاقہ جات کی مہتر یعنی کوٹ راجہ یا سردار بن گئیں اور اس طرح وادی کشمیر میں درجن بھر ریاستیں اور اسی قدر مہتران یعنی کوٹ راجے معرض وجود میں آئے۔

وادی کشمیر میں سب سے پہلا راجہ کشمیر کھش کے چھٹے بیٹے کاشر کے پڑپوتے راتھر یعنی راٹھور کا بڑا بیٹا راجہ سورا اندر ہوگزرا ہے۔ راجہ سورا اندر کے زمانہ میں ایک ایرانی تجارت کی غرض سے کشمیر میں وارد ہوا اور کچھ قیمتی اشیاء کی فروخت کے لیے راجہ سورا اندر کے محل میں گیا۔ راجہ سورا اندر کے بیٹی کتابون کی فہم وفراست، حسن اور سیرت سے تاجر بہت متاثر ہوا اور اپنے تاثرات شہنشاہ ایران بہمن بن اسفندیار کیانی سے بیان کیے۔ شہنشاہ ایران نے اسی وقت اپنے ایک ایلچی کو کشمیر بھیج کر راجہ سورا اندر سے اس کی بیٹی کتابون کا رشتہ اپنے لیے مانگا۔ راجہ سورا اندر کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ دوسری طرف سارا ہندوستان اس کیانی بادشاہ کا باجگذار تھا۔ لہذا راجہ سورا اندر نے اپنی بیٹی کتابون کی شادی شہنشاہ ایران سے کر دی۔ اسی ملکہ ایران کتابون کے بطن سے دارا پیدا ہوا۔ دارا کے زمانہ میں سکندر اعظم نے 330 قبل مسیح میں ایران پر حملہ کیا اور بعد ازاں دارا بادشاہ کو بیکٹر یا کے ایک حکمران نے قتل کر دیا۔ 326 قبل مسیح میں سکندر اعظم نے ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور راجہ پورس سے جنگ کی۔ لیکن ٹھیک نوے سال کے بعد یعنی 240 قبل مسیح میں اسی ملکہ ایران کتابون اور دارا کے پڑپوتے اردیشر بابکان ساسانی کیانی نے بابل نزد بغداد عراق کے مقام پر سکندر اعظم کے پوتے دودوان کو فیصلہ کن شکست دے کر ایران کا اپنا آبائی اقتدار واپس لے لیا اور ایرانی کیانی سلطنت کا نام اپنے دادا ساسان کے نام سے ایرانی ساسانی سلطنت رکھا۔

راجہ سورا اندر کی بیٹی کتابون کے ملکہ ایران بن جانے کے بعد راجہ سورا اندر کے چھوٹے بھائی اور ملکہ کتابون کے چچا راجہ راون نے ایران کے

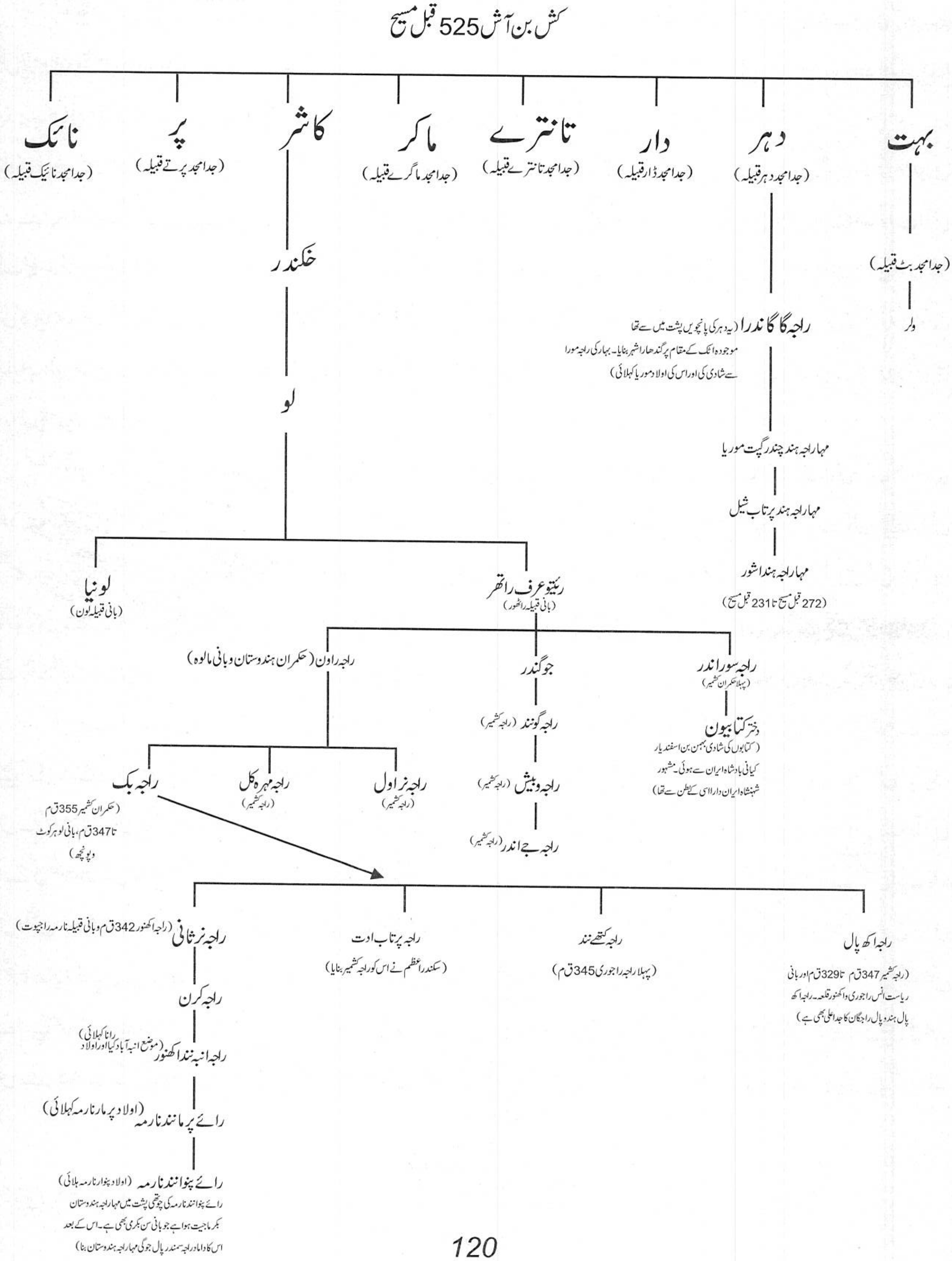
باجگذار ہندوستان کے کچھ علاقہ جات پر قبضہ کرلیا اور اپنے دادا ''لو'' کے نام ہندوستان میں ایک جگہ کا نام مالوہ رکھا اور اس جگہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ بعد ازاں صدیوں تک مالوہ راجگان ہندوستان کا دارالحکومت رہا۔

اسی دوران ملکہ کتابون کا حقیقی ماموں راجہ گاگندرا (یہ دہربن کھش کی اولاد ہونے کی وجہ سے ملکہ کتابون کا ہم نسب تھا) نے وادی کشمیر سے نکل کر موجودہ پکھلی ہزارہ اور اٹک وغیرہ کے علاقہ جات پر قبضہ کر کے ٹیکسلا اور اٹک کے مقام پر گندھارا نامی شہر بسایا اور گندھارا ریاست اور گندھارا تہذیب کا بانی کہلایا۔ راجہ گاگندرا نے راجہ بہار کی بیٹی کی رسم سوئمبر میں شرکت کی اور راجہ بہار کی بیٹی مورا نے راجہ گاگندرا کا انتخاب کیا۔ رانی مورا سے شادی کی وجہ سے راجہ گاگندرا کی اولاد مورا سے منسوب ہوکر موریا کہلائی۔ راجہ گاگندرا اور مورا کا بیٹا راجہ ہرن دیو اپنے ننھیال واقع بہار ہندوستان کی مدد سے مہاراجہ چندر گپت موریا کے نام سے ہندوستان کا مشہور راجہ کہلایا اور اپنے دور اقتدار میں گندھارا کو مزید ترقی دی۔ اس شہر کے کھنڈرات ابھی تک ٹیکسلا نزد راولپنڈی موجود ہیں۔ مہاراجہ چندر گپت موریا کے بعد اس کا بیٹا مہاراجہ پرتاب شل موریا (راجہ نیدوسار) مہاراجہ ہندوستان ہوا۔ پھر اس کا بیٹا مہاراجہ اشوک مہاراجہ ہندوستان (272 قبل مسیح تا 231 قبل مسیح) بھی ایک مشہور حکمران ہوگزرا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ جلوک مہاراجہ ہندوستان ہوا۔ راجہ جلوک کی وفات پر اس کا بھائی راجہ دامودر مہاراجہ ہندوستان و کشمیر بنا۔ راجہ دامودر کی وفات کے بعد راجہ نراندر راجہ کشمیر بنا اور اس کا تایازاد بھائی راجہ سپندی راجہ ہند بنا۔

راجہ نراندر راجہ کشمیر کے زمانہ میں زلزلہ آیا جس کی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ راجہ نراندر نے حکومت ھشک، کنشک اور زشک نامی ترک شہزادوں کو دے کر خود بابل عراق چلا گیا تھا۔ ان ترکوں نے کشمیر پر 41 برس حکومت کی۔ مہاراجہ جلوک نے بدھ مت مذہب کو بری طرح سے کچل دیا تھا۔ اہل کشمیر نے ان ترک شہزادوں کو کشمیر بدر کر کے مہاراجہ اشوک کے بڑے بھائی راجہ الارک چندر کے پڑپوتے راجہ ابھی مینو کو 152 قبل مسیح میں راجہ کشمیر بنا دیا جس نے 129 قبل مسیح تک کشمیر پر حکومت کی۔ راجہ ابھی مینو کے دور میں چندرا چارج نامی ایک برھمن ہندوستان سے کشمیر میں وارد ہوا اور اس نے راجہ ابھی مینو کو ہندو مذہب کی طرف راغب کر کے کشمیر میں ہندو مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔

راجہ جے اندر دہر کی وفات 47 قبل مسیح کے بعد امرائے کشمیر نے اس راجہ کے ہاتھوں پھانسی کی سزا پانے والے بے گناہ وزیر سندمت کے بیٹے آری رائے کو راجہ کشمیر بنا دیا۔ وزیر سندمت اصل میں راجہ نراندر کی چوتھی پشت میں سے تھا۔ راجہ آری رائے کشمیر کے معاملات سے لاتعلق رہا البتہ اس نے اپنے باپ کی پھانسی کی جگہ سندیشور نامی مندر بنوایا اور پرگنہ پھاگ کی سیرابی کے لیے دریائے سندھ سے آری کوہل (نہر) کھدوائی۔ راجہ آری رائے کی حکومت میں عدم دلچسپی کی وجہ سے کشمیر میں بدامنی پھیل گئی بعد میں وہ اپنے تاج حکمرانی کو ایک مجمع میں پھینک کر موضع نمبرو کے متصل ایک غار میں داخل ہوکر ہمیشہ کے لیے غائب ہوگیا۔ یہ غار اسی کے نام سے غار آری رائے کہلاتی ہے۔ پھر امرائے کشمیر نے کسی لائق فرد کی تلاش شروع کر دی آخر کار راجہ اکھ پال کے بیٹے راجہ کشمیر راجہ اندر جد ہسٹر پال کی نویں پشت میں سے راجہ میگا ہن پال کو بلا کر سن 1ء میں راجہ کشمیر بنا دیا گیا۔ راجہ میگوا ہن نے اپنے عہد میں میگہ ون، میگہ وٹ اور مینہ گام وغیرہ گاؤں آباد کیے۔ اس کی بیوی راجہ امریتا پر بھا حاکم قندھار (موجودہ افغانستان) کی بیٹی تھی اور اس نے بت مت کے لیے امرت بھون وغیرہ جگہیں آباد کیں۔ 35ء میں راجہ میگوا ہن پال کی وفات پر اس کا بیٹا راجہ سرشٹ سین پال راجہ کشمیر بنا۔

# ابتدائی شجرہ نسب اولاد راجہ اکھ پال راجہ کشمیر 347 قبل مسیح تا 329 قبل مسیح



# راجہ اکھ پال

## راجہ اندر جدھسٹر

(راجہ اندر جدھسٹر پال راجہ کشمیر 325 ق م۔
اپنے بھائی راجہ ابیسٹر پال کے ہاتھوں شکست
کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بھائی راجہ
ترشٹ پال کو ساتھ لے کر مالوہ ہندوستان چلا گیا)

انیسویں پشت بعد

مہاراجہ رام دیو راٹھور

- راجہ بینس دیو
  بانی قبلہ بینس
- راجہ سلہر دیو
  بانی قبیلہ سلہریا

(راجہ بینس دیو سے) تیرہویں پشت بعد

راجہ دھرو پت (ساکن بجوعہ اگرہ دہلی)

راجہ مل دیو راٹھور (راجہ مل خان راٹھور جہلم)

اس کی اولاد وینس، گھمن، باجوہ، کھکہ، تیزیال
اور ہتمال وغیرہ کہلاتے ہیں)

## راجہ ابیسٹر پال

راجہ پکھلی و ہزارہ۔ اس نے سکندر اعظم کی ہزارہ
کے مقام پر اطاعت قبول کر لی اور اس کی مدد سے اپنے
بھائی راجہ کشمیر یعنی راجہ اندر جدھسٹر پال کو شکست
دی۔ بعد ازاں سکندر اعظم کے قتل کی ایک سازش
کی وجہ سے سزا کے طور سکندر اعظم کے حکم پر قتل ہوا

## راجہ تراشٹ پال

اپنے بڑے بھائی راجہ کشمیر راجہ اندر جدھسٹر کے ساتھ
ہندوستان مالوہ چلا گیا۔

آٹھویں پشت بعد

مہاراجہ سمندر پال جوگی
(داماد مہاراجہ بکرماجیت)

آٹھویں پشت بعد

راجہ سوکرم پال
(راجہ ملتان 375ء)

چودہویں پشت بعد

راجہ بھیم پال اول
(بانی پال راجگان لاہور، راجوری، بھمبر اور لوہرکوٹ پونچھ و کشمیر)

(راجہ لاہور 910ء)
راجہ بکرم پال

- راجہ استبال پال
  (راجہ لاہور)
- راجہ بھیمہ پال
  (راجہ لوہرکوٹ پونچھ)
  (ملکہ و حکمران کشمیر دیدہ رانی اس کی بیٹی تھی
  اس کی اولاد راجہ کشمیر بھی رہی)
- راجہ اتکبال پال
  (راجہ بھمبر و بانی اتھکیال راجپوت)

(راجہ استبال پال کی اولاد)

- راجہ جے پال
  حکمران کابل پنجاب 955ء تا 1003ء
  راجہ جے پال ہندوستان کا ایک بہادر حکمران تھا
  محمود غزنوی کے زیادہ تر حملوں کا جواب اسی
  نے دیا۔ اس کی اولاد کشمیر میں سپہ سالار و وزیر اعظم
  رہی۔ مشہور ملکہ کشمیر کوٹہ رانی راجہ جے پال ہی کی
  اولاد میں سے تھی)
- راجہ پرتھوی پال
  (راجہ راجوری 968ء تا 1022ء)

پانچ پشت بعد

راجہ امنا پال

- راجہ من پال (بانی منیال راجپوت)
- راجہ منگہ پال (بانی منگرال راجپوت)
- راجہ بودھ پال (بانی پال ٹھکر)
- راجہ راج پال (بانی ٹھکر پال)
- راجہ سدھ پال (بانی سدھال)
- راجہ دریڈھ پال (بانی وڑیڈھ پال)

(راجہ منگہ پال سے) چار پشت بعد

راجہ سہنس پال منگرال

1368ء کے لگ بھگ راجوری سے موجودہ وادی سہنسہ میں آیا۔
اس کی اولاد کوٹلی پر کافی عرصہ حکمران رہی جسکی وجہ سے علاقہ کوٹلی منگرالاں
کہلایا۔ منگرال خاندان کا آخری حکمران راجہ شہموار خان 1815ء ہو گزرا ہے

## راجہ نرثانی (جداعلیٰ نارمہ راجپوت)

مہاراجہ بکرماجیت نارمہ کی چودہویں پشت کے بعد

مہاراجہ بھوج دیو پنوار نارمہ
(مہاراجہ ہند 574ء تا 665ء)

گیارہ پشت بعد

راجہ بھوج دیو نارمہ سوم

(1013ء میں راجہ لاہور راجہ انند پال کی حمایت میں راجہ
مل دیو راٹھور کے ہمراہ سلطان محمود سے جنگ کے دوران
گرفتار ہوا۔ قید کے داران اسلام قبول کر لیا اور اپنے نام راجہ بھوج
خان نارمہ سوم اور راجہ مل خان راٹھور رکھے۔ راجہ بھوج خان نارمہ
سوم 1030ء تک محمود کے ساتھ رہا۔ یہ مسلمان نارمہ راجپوتوں
جدامجد ہے)

اس راجہ نے مندر ماتر چکر اور پرور یسند مہادیو تعمیر کروائے اور ان کے پجاریوں کے لیے علاقہ ترگھش دیش یعنی کانگڑہ پنجاب جو اسی خاندان کی جاگیر تھی، کی آمدنی وقف کر دی جبکہ ہندوستان پر مہاراجہ بکر ماجیت کی حکومت تھی جو راجہ اکھ پال ہی کی اولاد میں سے تھا۔ راجہ سرشٹ سین پال کی وفات 65ء کے بعد اس کے بیٹوں راجہ ہرن پال اور راجہ تورمان پال کے درمیان ہونے والے اختلافات کی وجہ سے راجہ ہرن پال راجہ کشمیر نے اپنے بھائی راجہ تورمان پال کو قید میں ڈال دیا تو تورمان کی بیوی انجنا (راجہ کانگڑہ کی بیٹی) کشمیر سے نکل کر کانگڑہ چلی گئی اور اپنے میکے کے بجائے کسی عام گھرانے یعنی کمہار کے گھر پناہ لی۔ یہاں قیام کے دوران اس نے راجہ تورمان کے بیٹے کو جنم دیا۔ اس کا نام پرورسین پال رکھا گیا۔ پرورسین پال کچھ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور اس کھیل میں اس نے اپنے طور پر ایک شاہی دربار سجا رکھا تھا اور وہ وزیروں اور مشیروں کو احکامات صادر کر رہا تھا چنانچہ اس دوران اس لڑکے کا حقیقی ماموں راجہ جے اندر بن راجہ کانگڑہ راجہ دزندر رکھوبنسی کا یہاں سے گزر ہوا تو اس نے اس بچے کا گھر تک پیچھا کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی بہن رانی انجنا موجود ہے اور یہ بچہ اس کا حقیقی بھانجا ہے تو وہ اس پر بہت خوش ہوا اور اپنی بہن اور بھانجے کو اپنے گھر لے گیا۔ اسی اثنا میں راجہ کشمیر نے اپنے بھائی راجہ تورمان کو رہا کر کے کانگڑہ بھیج دیا۔ کانگڑہ پہنچ کر راجہ تورمان جلد ہی انتقال کر گیا اور پرورسین پال یتیم رہ گیا۔

راجہ کشمیر راجہ ہرن پال 30 سال 2 ماہ کی حکمرانی کر کے وفات پا گیا۔ اس کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اس کا بھتیجا پرورسین پال اپنے ماموں کے ساتھ جنوبی ہندوستان گیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کا مہاراجہ سمندر پال جوگی (سن 78ء تا 102ء) تھا جو راجہ اکھ پال کے تیسرے بیٹے راجہ تراشٹ پال کی نویں پشت میں سے تھا اور مہاراجہ بکر ماجیت نارمہ کا داماد بھی تھا۔ چنانچہ امرائے کشمیر نے باہمی مشورہ سے مہاراجہ ہندوستان سمندر پال جوگی سے رابطہ کیا۔

مہاراجہ سمندر پال جوگی نے مہاراجہ چندر گپت موریا کے اولاد سے تعلق رکھنے والے ایک عالم فاضل برہمن ماتر گپت جو وادی کشمیر کا ایک بڑا زمیندار بھی تھا کو راجہ کشمیر بنا کر بھیج دیا۔ اس نے 7 برس حکمرانی کر لی تو اس دوران یعنی 102ء میں مہاراجہ ہندوستان سمندر پال جوگی کی وفات ہو گئی۔ اس خبر کو سن کر وہ اوجین کے لیے روانہ ہوا۔ جب وہ لاہور پہنچا تو اس کی ملاقات پرورسین پال سے ہوگئی اور اس نے کشمیر اس کے حوالہ کر دیا اور خود کانشی جی کو چلا گیا۔ چنانچہ پرورسین پال اپنے تایا راجہ ہرن دیو پال کی وفات سن 95ء کے سات سال بعد راجہ کشمیر بنا۔ راجہ پرورسین نے دریائے بہت کے دونوں کناروں پر کوہ سلیمان کے دامن میں اپنے نام سے منسوب اپنا دارالحکومت سرینگر آباد کیا کیونکہ راجہ پرورسین پال کے پاس پنجاب وغیرہ کا وسیع علاقہ بھی تھا۔ اس لیے راجہ پرورسین پال راجہ کشمیر کی آمدنی ماتر گپت برہمن کو کانشی جی بھیج دیتا رہا۔

راجہ پرورسین پال کے راجہ کشمیر بننے کے بیس سال بعد 123ء میں راجہ پرورسین پال کو معلوم ہوا کہ مہاراجہ سمندر پال جوگی جس نے ماتر گپت برہمن کو راجہ کشمیر بنا بھیجا تھا کے بیٹے اور مہاراجہ بکر ماجیت نارمہ کے نواسے راجہ شیلادت پال کو اس کے مخالفین نے اوجین سے بھگا کر اوجین پر قبضہ کر لیا ہے۔ چنانچہ راجہ کشمیر پرورسین پال نے جو پنجاب کا بھی راجہ تھا، نے راجہ شیلادت پال کے مخالفین پر حملہ آور ہو کر اوجین کو فتح کر لیا اور اوجین کا اقتدار پھر راجہ شیلادت پال کے حوالے کر دیا۔ مگر تخت سنگھاسن جس کو ماتر گپت برہمن نے مہاراجہ سمندر پال جوگی کو ارسال کیا تھا واپس سری نگر لے گیا اور پھر اوجین کا علاقہ بھی کشمیر کا باجگذار ہو گیا۔ سری نگر کا پل جو نادہ پور جو آج تک راجہ پروسین پال کے نام سے منسوب ہے اس نے سن 103ء میں تعمیر کروایا تھا۔ راجہ پرورسین پال نے 162ء میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ جدہسٹر کشمیر کا راجہ بنا۔ 201ء میں راجہ جدہسٹر کی وفات

ہوئی تو اس کا بیٹا راجہ نرندرادت پال راجہ کشمیر بنا۔ اس نے تیرہ برس تک حکمرانی کی اور اس کے انتقال کے بعد اس کے چھوٹے بھائی تونجین پال راجہ کشمیر بنا۔ اس نے راجہ نرندرادت پال کے بیٹے شیرودل کو اپنا وزیر اعظم بنایا لیکن چند سالوں کے بعد چچا بھتیجا میں اختلافات کی وجہ سے جنگ ہوگئی۔ جس میں شیرودل قتل ہوگیا۔ شیرودل کا سات برس کا بیٹا سرب سین کشمیر سے بھاگ کر نگر کوٹ کانگڑہ چلا گیا۔ جہاں راجہ کانگڑہ نے اس کو پال پوس کر اپنا داماد بنالیا اور پھر کچھ عرصے کے بعد راجہ کانگڑہ اور راجہ جموں راجہ بھگت سنگھ جموال (213ء تا 264ء) سے فوجی کمک لے کر سرب سین پال نے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے کشمیر پر حملہ کر دیا اور اپنے دادا راجہ نرندردت کے بھائی اور اپنے باپ شیرودل کے حقیقی چچا تونجین پال راجہ کشمیر کو بانہال کے مقام پر جنگ کے دوران قتل کر کے 257ء میں راجہ کشمیر بن گیا۔ راجہ سرب سین پال کی وفات سن 305ء میں ہوئی تو اس کے بعد اس کا بیٹا گندھرب سین راجہ کشمیر بنا۔ یہ ایک عیاش نااہل اور لاپرواہ حکمران تھا جس کی وجہ سے کشمیر میں بدامنی پھیل گئی اور پنجاب وغیرہ کے علاقے کشمیر سے الگ ہوگئے۔ اس بدامنی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے راجہ گندھرب سین پال کے پڑدادا راجہ نرندرادت کے بھائی راجہ تونجین پال کا پوتا راجہ پچھمن پال جو علاقہ وہ چھن پارہ کشمیر کا جاگیردار تھا، نے کچھ جمعیت اکٹھی کر کے سرینگر پر قابض ہوگیا اور 342ء میں گندھرب سین پال کو قید میں ڈال دیا۔

راجہ پچھمن پال نے راجہ کشمیر بن کر پنجاب وغیرہ سمیت تمام علاقے دوبارہ فتح کر کے کشمیر میں شامل کر لیے۔ ملتان کا حکمران راجہ سوکرم جو مہاراجہ سمندر پال کی دسویں پشت میں سے تھا، نے بغاوت کر کے راجہ کشمیر کو خراج دینا بند کر دیا۔ چنانچہ راجہ پچھمن پال اپنے حقیقی بھتیجے راجہ شورک پال جو سپہ سالار افواج کشمیر بھی تھا، کے ساتھ راجہ سوکرم کی بغاوت کو کچلنے کے لیے پنجاب کو روانہ ہوا۔ پنجاب کی حدود کے اندر پہنچ کر وہ آرام کے لیے کسی مقام پر سائے میں منہ پر سرخ رومال رکھ کر آرام کر رہا تھا کہ کسی پرندے نے اس کے منہ پر پڑے رومال کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر جھپٹا مارا اور راجہ پچھمن پال اندھا ہوگیا۔ تین دن تک زخمی رہنے کے بعد راجہ پچھمن پال 32 سال اور 6 ماہ کی حکمرانی کے بعد انتقال کر گیا۔ البتہ اس کے بھتیجے نے راجہ ملتان راجہ سوکرم کو شکست دے کر کشمیر کا باجگذار بنالیا۔ مگر کشمیر میں واپس آ کر راجہ شورک نے راجہ پچھمن پال کے بیٹے راجہ بجرادت پال کو نظر انداز کر دیا اور خود راجہ کشمیر بن گیا۔

راجہ شورک پال راجہ کشمیر (375ء تا 426ء) نے 51 سال تک حکمرانی کی۔ اس کے عہد میں راجہ دردستان جو کہ کشمیر کا باجگذار تھا، نے بغاوت کر کے کشمیر کے علاقہ کامراج پر حملہ کر دیا مگر راجہ شورک پال نے اس کو شکست دے دی اور اس کا پیچھا دردستان تک کیا لیکن وہ دردستان کی طرف جاتے ہوئے ایک ایسے درہ میں پھنس گیا جہاں راجہ دردستان کی فوج نے راجہ شورک کی فوج کو تباہ کر دیا اور راجہ شورک کو گرفتار کر کے قلعہ پٹن واقع دردستان میں قید کر دیا۔ یہ خبر سن کر راجہ پچھمن کا بیٹا راجہ بجرادت جس کو راجہ شورک نے نظر انداز کر دیا تھا، فوج لے کر دردستان پر حملہ آور ہوا اور پورے دردستان کو تباہ و برباد کر دیا مگر اس دوران راجہ دردستان نے راجہ شورک کو قتل کر دیا۔ راجہ بجرادت نے راجہ شورک کے بیٹے راجہ جے اندر کو نظر انداز کر کے کشمیر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ 426ء میں راجہ کشمیر راجہ بجرادت کے بھتیجے راجہ جے اندر پال نے اپنے حامیوں کے ساتھ کامراج پر قبضہ کر لیا۔ راجہ بجرادت نے بھی مقابلہ کیا مگر ایک سال تک چچا اور بھتیجا میں جنگ وجدل جاری رہا جس میں دس ہزار سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے۔ چند معززین نے ان دونوں میں صلح کروادی، مگر راجہ بجرادت نے جے اندر پال کو ملاقات کے بہانے اپنے پاس بلا کر قتل کر دیا۔ چچا راجہ بجرادت کا اپنے بھتیجے راجہ جے اندرا پال کے قتل کے بعد، راجہ جے اندر پال کے واحد پسر راجہ رام دیو پال (بعد ازاں مہاراجہ ہندوستان 460ء تا 514ء المعروف راجہ رام دیو پال راٹھور) جو صرف آٹھ سال کا تھا، کو راجہ بجرادت کی بہو اور راجہ رنادت کی بیوی رانی نارمہ نے اپنے سسر کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچانے کے لیے اپنے پاس چھپالیا اور کچھ دنوں کے بعد اپنے خاص آدمیوں کے ہمراہ خفیہ طور پر اپنے میکے قنوج ہندوستان بھیج دیا۔ یہ رانی نارمہ جس کا اصل

نام نامعلوم ہے مہاراجہ بکرماجیت نارمہ کی گیارہویں پشت میں سے تھی۔ راجہ رام دیو پال قنوج کی فوج میں بھرتی ہو گیا اور ترقی کرتا ہوا سپہ سالار فوج بنا۔ راجہ قنوج راجہ باسدیو نارمہ 70 سال کی حکمرانی کے بعد 450ء میں وفات پا گیا۔ اس کے 32 بیٹے اقتدار کے لیے آپس میں لڑ پڑے۔ 10 سالہ جنگ وجدل کے بعد بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو سپہ سالار فوج نے امرائے قنوج کی رائے سے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور مہاراجہ ہندوستان رام دیو راٹھور کے نام سے حکومت کرنے لگا۔

راجہ بجرادت پال کی وفات پر اس کا بیٹا راجہ رنادت راجہ کشمیر بنا جس کی بیوی رانی نارمہ ایک مدبر عورت تھی۔ اس راجہ اور رانی 436ء تا 497ء تک کشمیر پر حکومت کی، اور 61 سال حکومت کرنے کے بعد یہ دونوں زندہ غار میں گھس کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئے۔ راجہ رنادت پال اور رانی نارمہ کے غائب ہونے پر ان کا بیٹا دنیادت پال (497ء تا 540ء) راجہ کشمیر بنا۔ راجہ رنادت پال اور رانی نارمہ کی وفات کے بعد 498ء میں مہاراجہ رام دیو راٹھور کشمیر کی سیاحت کو آیا۔ رشتہ کے اعتبار سے راجہ رنادت اور رانی نارمہ مہاراجہ رام دیو راٹھور کے چچا اور چچی تھے۔ اس نے کشمیر میں اتنی دولت تقسیم کی کہ وادی کشمیر کا ہر گھرانہ مالا مال ہو گیا۔ راجہ دنیادت پال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجہ بکرمادت پال نے 540ء تا 582ء تک کشمیر پر حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ بالادت پال نے 582ء تا 617 تک کشمیر پر راج کیا۔ اس راجہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف اننک لیکھا نامی ایک بیٹی تھی جس کی شادی راجہ نے اپنے داروغہ اصطبل کے بیٹے راجہ درون لون سے کرا دی اور اس طرح کشمیر کی حکومت لون قبیلہ کے ہاتھ آ گئی۔ کشمیر کا یہ قبیلہ کاشر کے پڑپوتے راٹھور کے بھائی لون کی اولاد سے ہے۔ راجہ درلب درون لون راجہ کشمیر 617ء تا 653ء تک حکمران رہا اس کا واحد پسر پہن تھا، جو بیس سال کی عمر میں مر گیا۔ البتہ اس کا پوتا راجہ پرتاب پیڈ لون 653ء تا 703ء راجہ کشمیر رہا۔ راجہ پرتاب پیڈ لون کی وفات 703ء کے بعد اس کے بیٹے چندراپنڈ توں 702ء تا 711ء، تاراپیڈ لون 711 تا 715ء اور مکتا پیڈ لون 715 تا 752ء باری باری راجہ کشمیر بنے۔ راجہ مکتا پیڈ لون کے بعد اس کا بیٹا راجہ وزارت لون 753ء تا 760ء راجہ کشمیر رہا۔ راجہ وزارت لون کے بعد اس کے پسران راجہ پرتھوا پیڈ لون نے 760ء تا 764ء، راجہ سنگرام پیڈ لون، صرف سات یوم اور راجہ جیاپیڈ لون 764 تا 797ء باری باری کشمیر کے حکمران رہے۔ راجہ جیاپیڈ لون کے بعد اس کے بیٹے راجہ للتا پیڈ لون 797 تا 809ء اور راجہ سنگر ما پیڈ لون 809 تا 816ء تک راجہ کشمیر رہے۔ راجہ سنگر ما پیڈ لون کے بعد للتا پیڈ لون کے بیٹے راجہ چیت جیاپیڈ لون، 816 تا 828ء اور راجہ اجداپیڈ لون 828 تا 865ء تک باری باری راجہ کشمیر بنے۔ راجہ اجداپیڈ لون کے بعد اس کے چچا سنگراما پیڈ لون کا بیٹا راجہ اننگا پیڈ لون 865ء تا 870ء راجہ کشمیر بنا۔ راجہ اننگا پیڈ لون کے بعد راجہ اجتا پیڈ لون کا بیٹا راجہ آدب پیڈ لون 870ء تا 872ء راجہ کشمیر رہا۔

لون خاندان کے بعد تانترے خاندان کشمیر کا حکمران بنا۔ تانترے بن کھش دراصل لون کا بڑا بھائی تھا۔ تانترے کی وجہ سے اس کی اولاد تانترے کہلائی۔ اس تانترے کی بیالیسویں پشت میں سے اونتی ورم تانترے 872ء تا 900ء راجہ کشمیر رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شنکر ورما 900ء تا 919ء تک راجہ کشمیر رہا۔ شنکر ورما کے بعد اس کے بیٹے گوپال ورما تانترے 919ء تا 921ء اور سنگ ورما تانترے 921ء میں صرف 10 یوم کے لیے کشمیر کا حکمران بنا۔ 921ء تا 923ء تک راجہ شکر ورما تانترے کی بیوہ سوگندا رانی کشمیر کی حکمران رہی۔ 923ء تا 939ء تک شکر ورما کے چچازاد بھائی نرزتہ ورما عرف پنگو تانترے کا بیٹا پاتھ ورمہ تانترے راجہ کشمیر رہا۔ 939ء تا 940ء تک ترزتہ ورما تانترے خود کشمیر کا حکمران رہا۔ 940ء تا 950ء ترزتہ ورما تانترے کا دوسرا بیٹا شنکر ورما تانترے راجہ کشمیر رہا اور 950ء تا 951ء میں ترزتہ ورما تانترے کا تیسرا بیٹا شیر ورما تانترے راجہ

کشمیر بنا۔ پارتھ ورما 951ء تا 952ء اور چکر ورما 952ء تا 954ء دوبارہ راجہ کشمیر رہے۔ پارتھ ورما تانترے کا بیٹا اونمتا ورما تانترے 954ء تا 956ء اور اس کا بیٹا شیر ورما تانترے ثانی 956ء میں راجہ کشمیر بنا۔

ورما تانترے خاندان کے بعد راجہ پرورسین پال، بانی سری نگر و راجہ کشمیر 102ء تا 162ء کی اکیسویں پشت میں سے راجہ پوشسکر پال راجہ کشمیر بنا اور اس کا بیٹا سنگرام دیو پال 956ء تا 966ء کشمیر کا راجہ رہا۔ پھر دھر کی اولاد سے تعلق رکھنے والا مہاراجہ چندر گپت موریا کا خاندان کشمیر کے حکمران رہے۔ راجہ ابھی مینو راجہ کشمیر 152 قبل مسیح تا 129 قبل مسیح جس کے زمانہ میں کشمیر کے اندر ہندو مذہب پھیلا، کی 32ویں پشت میں سے راجہ پوہ گپت 966ء تا 968ء راجہ کشمیر بنا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کھیمہ گپت اور پھر اس کا بیٹا راجہ ابھی مینو ثانی بالترتیب 966ء تا 976ء اور 976ء تا 990ء راجہ کشمیر رہے۔ ابھی مینو ثانی کے بعد اس کے بیٹے راجہ نندی گپت 990ء تا 991ء راجہ بھون گپت 991ء تا 993ء اور راجہ بھیمہ گپت ثانی 993ء تا 998ء کشمیر کے حکمران رہے۔

راجہ کھیمہ گپت کی شادی راجہ پونچھ راجہ بیمہ پال (945ء تا 966ء) کی بیٹی دیدہ رانی سے ہوئی تھی۔ یہ رانی راجہ جے پال (راجہ لاہور 955ء تا 1003ء) اور راجہ پرتھوی پال (راجہ راجوری 968ء تا 1022ء) کی حقیقی چچازاد بہن تھی۔ دیدہ رانی نے 998ء تا 1017ء کشمیر پر حکمرانی کی۔ اس کے عہد میں سلطان محمود غزنوی نے 1015ء میں کشمیر پر حملہ کیا مگر وہ قلعہ لوہر کوٹ کو فتح نہ کر سکا۔ یہ دیدہ رانی پال بانی قلعہ لوہر کوٹ و راجہ کشمیر راجہ بک 355 قبل مسیح تا 347 قبل مسیح کی انتالیسویں پشت میں سے تھی۔ اس نے 1017ء میں اپنے بھائی کے بیٹے سنگرام پال کو پونچھ لا کر کشمیر کا حکمران بنایا اور یوں کشمیر کا اقتدار راجہ اکھ پال کے تیسرے اور چھوٹے بیٹے راجہ تراشٹ پال کی اولاد میں منتقل ہو گیا۔ یہ راجہ تراشٹ پال خاندان پال راجگان لاہور او راتھکیال، منیال اور منگرال خاندان کا جداعلیٰ ہے۔ راجہ سنگرام پال 1017ء تا 1048ء تک کشمیر کا حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ ہری پال 1041ء میں صرف 22 یوم تک راجہ کشمیر رہا۔ راجہ ہری پال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی، راجہ انت پال 1041ء سے 1094ء تک راجہ کشمیر رہا۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ کلش دیو پال 1094ء سے 1102 تک راجہ کشمیر رہا۔ راجہ کلش دیو پال کے بعد اس کا بیٹا اور تاریخ کشمیر کا سب سے زیادہ بے وقوف راجہ ہرش پال کشمیر کا 1103ء تا 1114ء تک حکمران رہا۔ کشمیر کی مشہور تاریخ راج ترنگنی کے مصنف پنڈت کلہن کا باپ پنڈت چمبکہ راجہ ہرش کا ہی وزیر تھا۔

راجہ ہرش دیو پال کے بعد اس کا چچازاد بھائی اور راجہ مہیب پال کا بیٹا راجہ اوچل پال 1114ء تا 1125ء تک راجہ کشمیر رہا۔ پھر اوچل کا بھائی راجہ سوسل پال 1125ء تا 1133ء اور 1134ء تا 1135ء میں کشمیر کا حکمران رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ جے سنگھ پال 1135ء تا 1162ء راجہ کشمیر رہا۔ راجہ جے سنگھ پال کے بعد اس کا بیٹا راجہ پرانول پال 1162ء سے 1170ء راجہ کشمیر بنا۔ پھر اس کا بیٹا راجہ ورتی پال 1170ء تا 1177ء کشمیر کا حکمران بنا۔ یہ راجہ لاولد ہی فوت ہوا اور پھر کشمیر کی حکمرانی دوبارہ لون خاندان میں چلی گئی۔

راجہ اننگا پیڈ لون راجہ کشمیر (865ء تا 870ء) کی دسویں پشت میں سے ادیپیا دیولون 1177ء راجہ کشمیر بنا۔ اس کے بعد اس کا بھائی راجہ رسہ دیولون 1186ء تا 1204ء تک راجہ کشمیر رہا۔ راجہ رسہ دیولون کے بعد اس کا بیٹا راجہ جگ دیولون 1204ء تا 1218ء تک راجہ کشمیر رہا۔ پھر اس کے بعد راجہ راج دیولون 1218ء سے 1242ء تک راجہ کشمیر ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راج سنگرام دیولون 1242ء تا 1258ء راجہ کشمیر بنا۔ راجہ سنگرام دیولون کے بعد اس کا بیٹا راجہ رام دیولون 1258ء سے 1279ء راجہ کشمیر رہا۔ یہ راجہ لاولد تھا۔ اس نے کشتواڑ کے نوجوان راجہ چھمن دیو

پال نارمہ کو راجہ کشمیر بنایا۔ یہ راجہ پچھمن دیو پال راجہ راجہ بھوج دیونارمہ سوم راجہ اکھنور جس نے سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ پر 1013ء میں اسلام قبول کیا تھا، کے تیسرے بیٹے راجہ کاہن دیونارمہ عرف کاہن دیو پال کی 99 ویں پشت میں سے تھا اور راجہ کاہن دیو پال نے 1038ء میں اکھنور سے جا کر کشتواڑ کی حکومت پر قبضہ کیا تھا۔

راجہ پچھمن دیو پال 1079ء تا 1292ء راجہ کشمیر رہا۔ اس کا بیٹا راجہ سہم دیو پال 1292ء سے 1360ء تک راجہ کشمیر رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ سہدیو پال 1307ء تا 7 اکتوبر 1320ء تک راجہ کشمیر رہا۔ اس کے عہد میں شہزادہ ذوالقدر خان ترک نے ترکستان سے براستہ پکھلی ہزارہ 7 اکتوبر 1320ء کو بارہ مولا سے کشمیر میں ہمراہ 70 ہزار گھڑسوار داخل ہوا۔ اتنی بڑی فوج کی خبر سن کر راجہ سہدیو راجہ کشمیر اپنے سسرال کشتواڑ میں چلا گیا۔ جبکہ سپہ سالار فوج راجہ رام چندر پال غائب ہو گیا۔ 7 اکتوبر 1320ء سے لے کر 27 اکتوبر 1320ء تک تین ہفتوں کے دوران وادی کشمیر کی تقریباً ساڑھے چار لاکھ کی آبادی نے اسلام قبول کیا۔

شہزادہ ذوالقدر خان ترک کے کشمیر سے چلے جانے کے بعد سپہ سالار افواج کشمیر راجہ رام چندر پال نے اندر کوٹ سری نگر میں کشمیر کی حکومت سنبھال لی۔ اس کے داماد رنچن بھٹہ نے سپہ سالار افواج کشمیر راجہ رام چندر پال کو ایک سازش کر کے قتل کر دیا اور کشمیر کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں یہ مسلمان ہوا اور صدرالدین کے نام سے کشمیر کا پہلا مسلمان بادشاہ کہلایا۔ اس کے انتقال کے بعد ملکہ کوٹہ رانی نے 1339ء تک حکومت کی۔ پھر کشمیر کا اقتدار شاہ میر نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

راجہ اکھ پال 347 قبل مسیح تا 329 قبل مسیح اپنے باپ راجہ بک کے بعد کشمیر کا حکمران رہا۔ 345 قبل مسیح میں اس نے وادی کشمیر سے باہر جنوب مشرق اور جنوب بانہال سے لیکر پونچھ تک ریاست انس راجپوری کے نام سے ایک نئی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اور راجپوری کو اس ریاست کا دارالحکومت قرار دیا۔ اس کا حکمران اپنے ایک بھائی راجہ کتھے نند کو بنایا۔ (راجہ کتھے نند کشمیر کا پہلا مورخ بھی ہے) راجہ اکھ پال نے 342 قبل مسیح میں ریاست انس کو مزید وسیع کرتے ہوئے دریائے چناب کے کنارے ایک قلعہ کی تعمیر کروا کر اس میں اپنی فوج کو تعینات کیا۔ یہ قلعہ اور اس کے قریب آباد ہونے والا قصبہ دونوں اسی کے نام سے منسوب ہوئے اور اپنے سب سے چھوٹے بھائی راجہ نرثانی کو اکھنور کے پاس ایک مقام موجودہ سندربنی میں آباد کیا۔ بعد ازاں راجہ نرثانی کی اولاد نارمہ راجپوت مشہور ہوئی۔ اس کی 9 ویں پشت میں راجہ بکرم المعروف مہاراجہ بکرماجیت مہاراجہ ہندوستان 9 تا 78ء تک ہو گزرا ہے۔ جس نے سن بکرمی کی ابتداء کی تھی۔ یہ موضع انبہ رایان اکھنور میں 57 قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے اپنا دارالحکومت مالوہ سے اوجین نوکھٹی میں منتقل کر لیا۔ یہ شہر اسی کا آباد کردہ ہے۔ اس کے بعد اس کا داماد راجہ سمندر پال جوگی ہندوستان کا حکمران بنا۔ یہ راجہ اکھ پال کے تیسرے بیٹے راجہ تراشٹ پال کی 9 ویں پشت سے تھا۔ مہاراجہ سمندر پال نے موجودہ لاہور کی جگہ، ایک بستی بسائی جو اس کے نام سے منسوب ہو کر سمندر پال نگری کہلائی۔ 326 قبل مسیح میں سکندر اعظم کے حملہ ہندوستان کے وقت دراصل راجہ اکھ پال کی اولاد کا کچھ حصہ کشمیر سے ہندوستان کے علاقہ مالوہ میں نقل مکانی کر گیا ہوا تھا اس لیے کشمیر و پنجاب کے ان پال راجگان کا جداعلیٰ یہی راجہ اکھ پال ہی ہے۔ چنانچہ راجہ اکھ پال کی 21 ویں پشت میں مہاراجہ رام دیو راٹھور 460ء تا 514ء میں ہندوستان کا حکمران ہو گزرا ہے۔ اس کے کل اٹھارہ بیٹے تھے جن میں راجہ بینس دیو (بانی قبیلہ بینس راجپوت) اور راجہ سلہر دیو (بانی قبیلہ سلہریا راجپوت) مشہور ہیں۔ اس مہاراجہ کی سترہویں پشت میں راجہ مل دیو راٹھور کا باپ راجہ سری پت راٹھور جو عہ نزد آگرہ دہلی میں آکر آباد ہو گیا۔ بعد ازاں 986ء میں راجہ مل دیو راٹھور نے پنجاب جہلم کے علاقہ گڑھ کھیالہ اور ملوٹ میں نقل مکانی کی۔

مہاراجہ ہندوستان راجہ رام دیوراٹھور کے دادا راجہ شورک راجہ کشمیر 375ء تا 426ء نے راجہ جموں کو شکست دے کر علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں راجہ رام دیوراٹھور نے اپنے دو بیٹوں راجہ بینس دیو اور راجہ سلہر دیو کی شادیاں راجہ جموں کی دو بیٹیوں سے کردی تھیں۔ اور راجہ جموں کے ایک بیٹے راجہ کھوکھر رائے کو کوہستان نمک کا سارا علاقہ، موجودہ جہلم، پنڈ دادن خان، چکوال اور تلہ گنگ وغیرہ جاگیر میں دے دیئے تھے۔ اس راجہ کھوکھر رائے کی اولاد کھوکھر کہلاتی ہے۔ کابل و پنجاب کے حکمران راجہ جے پال و انند پال کی فوج میں ان کھوکھروں کی اکثریت جنگوں میں شامل رہی۔

جس زمانہ میں راجہ مل دیوراٹھور نے آگرہ و دہلی کے درمیان ایک مقام جوعہ سے علاقہ جہلم پنجاب کی طرف نقل مکانی کی تو یہ زمانہ وہ تھا جب کابل و پنجاب پر اس کے ہم نسب پال راجگان حکمران تھے۔ اس پال خاندان کے راجہ جے پال کی حکومت پنجاب پر تھی اور لاہور اس کا صدر مقام تھا۔ یہ شمالی ہند کا ایک طاقتور راجپوت حکمران تھا جو سلطان محمود غزنوی کے خلاف اپنے علاقوں کی آزادی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ راجہ جے پال کا چھوٹا بھائی راجہ پرتھوی پال راجپوری کا حکمران تھا۔ جب کہ اس کا ایک چچازاد بھائی راجہ تھراتھکیال پال بھمبر (تھکیال راجپوت)، چچازاد بھائی راجہ سنگرام پال لوہر کوٹ و پونچھ اور چچازاد بہن دیدہ رانی ملکہ کشمیر اپنے اپنے ان علاقہ جات پر حکمران تھے۔ راجہ پرتھوی پال (راجہ راجپوری 968ء تا 1022ء) کی ساتویں پشت میں راجہ منگر پال ہوا ہے جو قوم منگرال راجپوت کا جدامجد ہے۔

راجہ مل دیوراٹھور کو معلوم تھا کہ اس کا ایک جدامجد مہاراجہ ہندوستان راجہ رام دیوراٹھور کشمیر ہی سے مالوہ وقنوج میں آیا تھا۔ اس لیے وہ اب کشمیر پر اپنی قسمت آزمائی کرنا چاہتا تھا۔ جب راجہ جے پال کو معلوم ہوا تو اس نے راجہ مل دیوراٹھور کو سمجھایا کہ اس وقت اس کی چچازاد بہن کشمیر پر حکمران ہے لہذا وہ ادھر کا ارادہ نہ کرے۔ چنانچہ راجہ جے پال نے جہلم اور اس کے گردونواح کے علاقے راجہ مل دیوراٹھور کو جاگیر میں دے دیے۔ گڑھ مکھیالہ اور ملوٹ کے علاقے اسی کے نام سے اور اس کی اولاد سے منسوب ہو کر مشہور ہیں۔ راجہ مل دیوراٹھور اپنے ساتھیوں خصوصاً راجہ بھوج دیو نارمہ سوم، راجہ جے پال اور اس کے بیٹے راجہ انند پال کی حمایت میں سلطان محمود غزنوی کے خلاف متعدد جنگوں میں شریک رہے مگر گرفتار ہو کر سلطان کے قیدی بنے۔ بعد ازاں 1013ء میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

راجہ مل دیوراٹھور نے مسلمان ہونے کے بعد اپنا نام راجہ مل خان راٹھور کے طور پر پسند کیا اور اس کی اولاد جنجوعہ، کھکھہ اور وینس وغیرہ کہلائی۔ جبکہ راجہ بھوج دیو نارمہ سوم کا نام راجہ بھوج خان نارمہ سوم رکھا گیا۔ راجہ بھوج خان نارمہ دراصل مہاراجہ ہندراجہ بھوج دیو پنوار نارمہ اول جو 574ء تا 665ء حکمران رہا، کی بارہویں پشت سے تھا۔ راجہ بھوج خان نارمہ سوم 1030ء تک سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ رہا۔ اس کے پانچ بیٹے راجہ مانگ دیو نارمہ، راجہ دارن دیو نارمہ، راجہ کاہن دیو نارمہ، راجہ ہری دیو نارمہ اور راجہ لچھمن دیو نارمہ تھے۔ ان میں راجہ مانک دیو المعروف راجہ منکڑ دیو نارمہ نے بھی اسلام قبول کرلیا تو اس کے اپنے غیر مسلم خاندان سے مذہبی اختلاف کے باعث 1030ء میں وہ اکھنور سے پلندری جاکر مقیم ہوا۔ اس کی اولاد اب پونچھ و باغ میں موجود ہے نیز یہ جداعلیٰ مسلم نارمہ قبیلہ بھی ہوا ہے۔

راجہ جے پال کے بیٹے راجہ انند پال کو بھی سلطان محمود غزنوی نے 1021ء میں شکست دے دی تو لاہور سے پال خاندان کا اقتدار ختم ہو گیا۔ راجہ مل خان راٹھور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا راجہ ویرخان اپنے علاقہ کا حکمران بنا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ احمد خان اس کا حکمران رہا۔ جبکہ راجہ مل خان کا دوسرا بیٹا راجہ جہت خان نے مکھیالہ کا علاقہ بطور جاگیر حاصل کیا۔ راجہ جہت کے سب سے بڑے بیٹے رائے پال کے فرزند نارو خان کے بیٹوں اجیک خان، ہست خان اور تاتار خان نے بھی اپنی اپنی جاگیروں میں سکونت اختیار کی۔ راجہ مل خان کے تیسرے بیٹے راجہ کالا خان یا کاہرو

خان نے کہوٹہ راولپنڈی میں سکونت اختیار کی اس کی اولاد گھروال بھی کہلاتی ہے جب کہ چوتھے بیٹے ترنولی نے موجودہ ضلع ہزارہ میں آبادکاری کی ان کی اولاد ان علاقوں میں تنولی کہلاتی ہے۔ راجہ مل خان راٹھور کا سب سے چھوٹا بیٹا راجہ سن پال کے بائیس بیٹوں میں سے سب سے بڑا راجہ وینس خان کی اولاد اس سے منسوب ہو کر وینس راجپوت کہلائی، جبکہ راجہ سن پال کی ہندو بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے باجوہ اور گھسن نامی دو بیٹوں کی اولاد کا کچھ حصہ ننھیال کی نسبت ہندو مذہب اختیار کر گیا۔ یہ دونوں خاندان ہندوؤں اور مسلمانوں میں موجود ہیں۔

راجہ مل خان راٹھور کے ایک بیٹے راجہ کھکھ نے بھی کشمیر کے اقتدار کے لیے براستہ کوہالہ رخ کیا مگر اس وقت چونکہ لاہور کے آخری حکمران راجہ ترلوچن پال جو راجہ انند پال کا بیٹا تھا، کی فوج کی ایک کثیر تعداد بھاگ کر کشمیر میں مقیم ہو چکی تھی اس لیے راجہ کھکھ خان نے کشمیر کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور راستے ہی میں ایک مقام چھتر کلاس میں سکونت اختیار کر لی۔ راجہ کھکھ کے ایک پوتے راجہ ہاتم خان کی، اولاد ہتمال کہلائی۔ راجہ کھکھ کے چھوٹے بیٹے راجہ منگے خان کی پانچویں پشت سے راجہ ڈھوڈا عرف تیز خان کی اولاد تیزیال کہلائی۔ راجہ کھکھ کی یہ اولادیں مظفر آباد، پونچھ، باغ اور چکار وغیرہ میں آباد ہیں۔

راجہ اکھ پال راجہ کشمیر کے تین بیٹے راجہ اندرجدہسٹر، راجہ ابیسٹر پال اور راجہ تریشٹ پال تھے۔ اجہ اندرجدہسٹر 326 قبل مسیح یعنی سکندر اعظم کے حملہ ہندوستان کے وقت کشمیر کا حکمران تھا، جبکہ اس کا دوسرا بھائی راجہ ابیسٹر پال پکھلی و ہزارہ وغیرہ کا حکمران تھا۔ راجہ ابیسٹر پال نے سکندر اعظم سے اپنے تعلقات استوار کر لیے تھے اور اس کی حمایت حاصل کر کے اپنے بھائی راجہ اندرجدہسٹر راجہ کشمیر کو شکست دے دی۔ چنانچہ راجہ اندرجد ہسٹر اپنے تیسرے بھائی راجہ تراشت پال کو ساتھ لے کر ہندوستان مالوہ کو نقل مکانی کر گیا۔ مہاراجہ ہندوستان راجہ رام دیو راٹھور اور مل دیو راٹھور (راجہ مل خان راٹھور) راجہ اندرجدہسٹر کی اولاد میں سے تھے، بعدازاں راجہ ابیسٹر پال راجہ کشمیر اور راجہ پکھلی و ہزارہ نے اپنے ساتھیوں جن میں نارمہ قبیلہ کے راجہ کنز عرف راجہ کرن (راجہ بسوکھن) بھی شامل تھے مل کر جہلم کے مقام پر سکندر اعظم کو قتل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس سازش پر سکندر اعظم نے ان تمام کو قتل کروا دیا اور کشمیر کی حکومت اس کے ایک چچا راجہ تاب آدت کے سپرد کر دی۔

راجہ تراشٹ پال مالوہ ہی میں رہا البتہ اس کی نویں پشت میں راجہ سمندر پال جوگی مہاراجہ ہندوستان 78ء میں ہو گزرا ہے جو مہاراجہ ہندوستان راجہ بکرماجیت بانی سن بکرمی کا داماد بھی تھا۔ راجہ سمندر پال جوگی نے موجودہ لاہور کے مقام پر ایک نگری کی بنیادیں رکھیں جو اس کے نام سے منسوب ہو کر سمندر پال نگری کہلائی، پھر اس کی نویں پشت میں راجہ سوکرم نے ملتان پر اپنی حکومت قائم کر لی۔

راجہ سوکرم راجہ ملتان کی پندرہویں پشت میں راجہ بھیم پال اول لاہور کا ایک مشہور حکمران ہو گزرا ہے۔ راجہ بھیم پال اول ہی اصل میں پال راجگان لاہور، بھمبر، راجپوری، کشمیر اور لوہر کوٹ پونچھ کے حکمران خاندان کا بانی ہوا ہے۔ راجہ سوکرم پال کے بعد اس کا بیٹا راجہ بکرم پال راجہ ملتان بنا۔ مگر یہ دہلی پر حملہ کرتے وقت راجہ دہلی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

راجہ لاہور راجہ بکرم پال کے تین بیٹے راجہ استبال پال، راجہ بھیمہ پال اور راجہ اتکیال پال تھے۔ اس کا بڑا بیٹا راجہ استبال پال اپنے باپ کے بعد لاہور کا حکمران بنا۔ دوسرا بیٹا راجہ بھیمہ پال لوہر کوٹ پونچھ کا راجہ بنا جبکہ اس کا تیسرا بیٹا راجہ اتکیال پال علاقہ بھمبر کا حکمران بنا۔

راجہ استبال پال راجہ لاہور کے دو بیٹے تھے۔ راجہ استبال کے بعد اس کا بڑا بیٹا راجہ جے پال حکمران بنا جس نے بعدازاں کابل و پنجاب پر حکمرانی قائم کر لی اور شمالی ہندوستان کا زبردست اور طاقتور حکمران کی حیثیت سے 955ء تا 1003ء تک حکمرانی کی۔ کئی ہندو راجگان اس کے

باجگذار تھے۔ سلطان سبکتگین حکمران غزنی اور اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی سے متعدد خون ریز جنگیں لڑیں۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے ان میں تقریباً چودہ حملے اس نے راجہ جے پال اور اس کی اولاد کو شکست سے دوچار کرنے کے لیے بھرپا کیے۔ ان معرکوں کا ذکر مشہور مورخ البیرونی نے اپنی کتاب الہند میں کیا ہوا ہے۔ چونکہ اکثر و بیشتر حملوں میں وہ غزنوی کے ہمراہ رہا۔

اپنے پہلے حملہ میں سلطان محمود غزنوی پشاور کے مقام پر راجہ جے پال سے جنگ کے لیے خیمہ زن ہوا ایک خونریز جنگ ہوئی اور راجہ جے پال کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس جنگ میں سلطان محمود غزنوی کو بے شمار مال غنیمت ملا۔ راجہ جے پال کے ایک ہار کی قیمت دو لاکھ درہم تھی۔ راجہ جے پال کا بیٹا راجہ انند پال صدر مقام لاہور میں موجود تھا اس نے تاوان کی ادائیگی کر کے اپنے باپ اور جنگی قیدیوں کو چھڑوالیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس شکست پر راجہ جے پال نے خودکشی کر لی تھی اور اسکی جگہ اس کا بیٹا راجہ انند پال حکمران بنا۔ بعدازاں راجہ انند پال نے بھی اعلان جنگ کر دیا۔ بمقام او ہند (ہنڈ) یعنی صوابی جنگ بھرپا ہوئی مگر راجہ انند پال کو ناکامی ہوئی اور وہ موجودہ منگلا کے مقام سے دریائے جہلم کو عبور کر کے سوہدرہ (موجودہ وزیر آباد) کی طرف نکل گیا۔ سلطان محمود غزنوی کی فوج نے اس کا سوہدرہ تک پیچھا کیا۔ راجہ انند پال کشمیر یعنی لوہرکوٹ پونچھ کی طرف چلا گیا جہاں اس کے قریبی رشتہ دار حکمران تھے۔ غزنوی کے واپس چلے جانے کے بعد راجہ انند پال نے ہندوستان کے تمام راجاؤں کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف متحد کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ اور ایک متحدہ فوج اور کمک اکٹھی کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ راجہ انند پال ایک بھاری فوج لے کر پشاور کے مقام پر خیمہ زن ہوا دوسری طرف سلطان محمود غزنوی بھی پوری تیاری سے موجود تھا۔ کہا جاتا ہے کہ چالیس دن تک دونوں افواج اسی طرح خیمہ زن رہیں۔ سلطان نے پہلے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ راجہ انند پال کی فوج میں کھوکھر و منہاس قبیلہ کے لوگ بھاری اکثریت میں تھے۔ ایک خوفناک معرکہ ہوا، سلطان کی فوج کے پاؤں اکھڑنے کو تھے کہ اچانک راجہ انند پال کا ہاتھی زخمی ہو کر بھاگنے لگا۔ اس سے فوج میں بدلی پھیل گئی اور راجہ انند پال کی فوج کو شکست ہونے لگی۔ غزنوی فوج کے سپہ سالار عبداللہ طائی اور ارسلان جازب نے باقی فوج کا تعاقب جاری رکھا۔ ہنڈ (صوابی) اور دریائے چناب کے کنارے آباد شہر سوہدرہ (وزیر آباد) کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ راجہ انند پال اس بار کانگڑہ کی طرف پناہ گزین ہوا۔ چنانچہ غزنوی نے کانگڑہ کے قلعہ نگرکوٹ کو بھی فتح کر لیا گیا۔ راجہ انند پال نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی اور موجودہ گجرات کے دریائے چناب کے کنارے آباد ایک مقام نارائن میں مقیم ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ ترلوچن پال اس علاقے کا حکمران بنا مگر یہ کمزور حکمران ثابت ہوا کیونکہ اس کا بیٹا راجہ بھیم پال دوم حکومت چلاتا تھا۔ راجہ بھیم پال نے اپنے دادا کے صلح نامہ کو نہ مانتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کے خلاف بغاوت کر دی۔ غزنوی فوج کے سپہ سالار عبداللہ طائی کی قیادت میں حملہ آور ہوئی۔ پہلی لڑائی مارگلہ پہاڑ کے دامن میں شروع ہوئی، راجہ بھیم پال جہلم کی طرف اور روہتاس کے نزدیک نندنہ قلعہ میں مقیم ہوا۔ ابھی تک راجہ بھیم پال کی فوج کو اس جنگ میں برتری حاصل تھی۔ جب اس کو مزید کمک آ پہنچی تو وہ خود میدان میں اتر آیا اور ایک شدید جنگ کی ابتداء کر دی۔ سپہ سالار عبداللہ طائی نے سلطان محمود غزنوی کے ایک ذاتی دستہ کے ساتھ زوردار حملہ کیا، ایک زبردست لڑائی کے بعد راجہ بھیم پال کی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ راجہ بھیم پال براستہ بھمبر لوہرکوٹ پونچھ میں پناہ گزین ہوا۔

راجہ سنگرام پال لوہرکوٹ پونچھ کا حکمران تھا، اور یہ ملکہ کشمیر دیدہ رانی کا حقیقی بھتیجا بھی تھا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے 1015ء میں کشمیر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پہلے دریائے جہلم کے کنارے پھر موجودہ کوٹلی کے علاقہ میں پہنچا۔ اس کی فوج تین دن تک دریائے پونچھ کے کنارے خیمہ زن رہی۔ نیکورام کے مشہور چشمہ یعنی موجودہ نکیال سے پونچھ پر حملہ کیا اور قلعہ کو محصور کر لیا گیا۔ مگر ناکامی ہوئی اور واپس ہو گئے۔ 1021ء میں

سلطان محمود غزنوی نے دوسری مرتبہ کشمیر پر حملہ کیا مگر وہ اس بار بھی موسم کی شدت کی وجہ سے ناکامیاب ہوا اور واپس چلا گیا۔

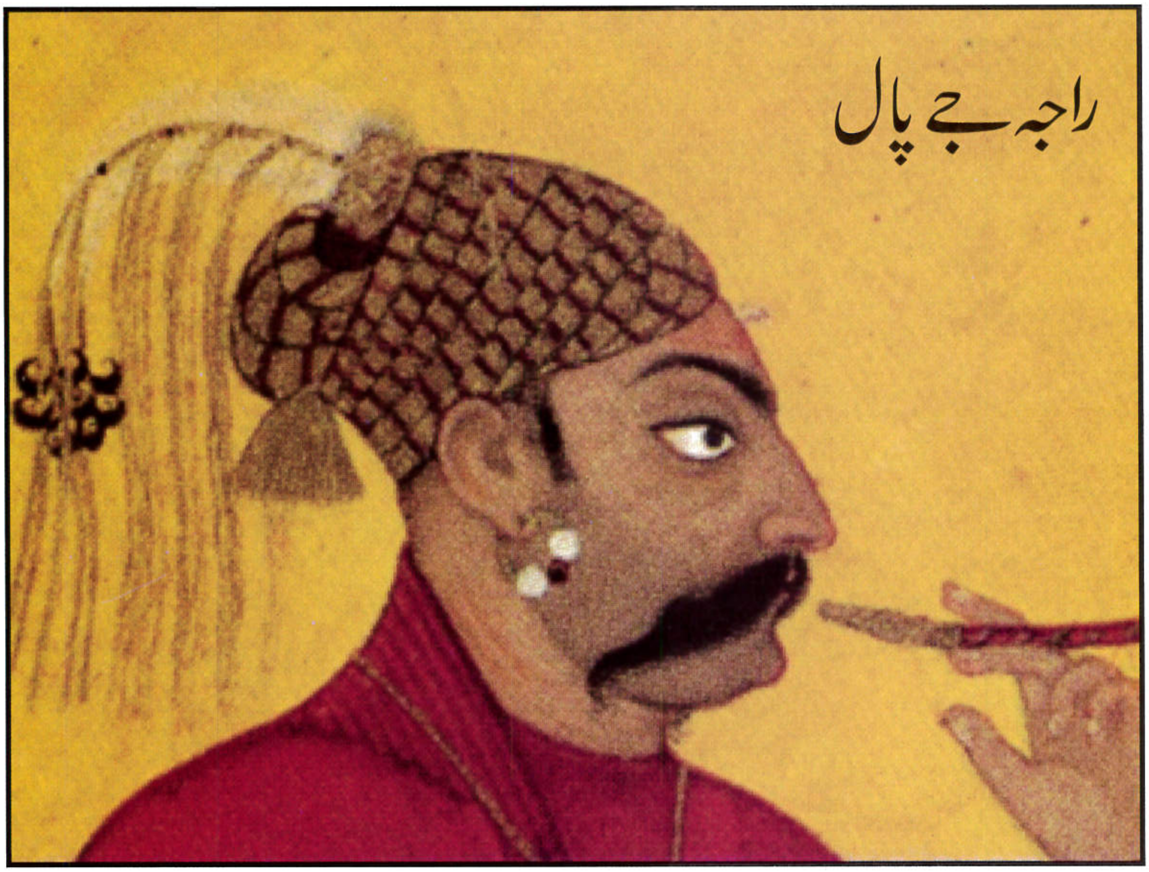
راجہ بھیم پال اور اس کا باپ راجہ ترلوچن پال ہندوستان کے راجاؤں کو سلطان محمود غزنوی کے خلاف متواتر متحد کرتے رہے۔ ان میں راجہ قنوج راجہ راج پال پیش پیش تھا۔ چنانچہ غزنوی نے حملہ کر کے ان تمام راجاؤں کو شکست سے دوچار کرتے ہوئے متھرا تک کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ پھر اس نے علاقہ سرواہ (موجودہ کونج) پر بھی حملہ کر کے یہاں کے حکمران راجہ چاند رائے کو صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ راجہ دراصل راجہ بھیم پال کا سسر بھی تھا۔ اس راجہ کے پاس ایک سفید ہاتھی بھی تھا جس کا نام محمود نے خداداد رکھا۔

سلطان محمود غزنوی اس وقت تک ہندوستان پر 12 حملے کر چکا تھا مگر ابھی تک وہ راجہ بھیم پال اور اس کے باپ ترلوچن پال کو گرفتار نہیں کر سکا تھا۔ دونوں باپ بیٹا ابھی تک مقامی راجاؤں کو محمود کے خلاف متحد کر رہے تھے اور محمود تک ان کے بارے میں اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔

راجہ قنوج نے محمود غزنوی سے صلح کر لی تھی، اس لیے راجہ رائے نندا حکمران کالنجر (باندہ) نے دوسرے راجاؤں کے ساتھ مل کر قنوج پر حملہ کر دیا۔ راجہ بھیم پال اور راجہ ترلوچن پال بھی ان حملہ آوروں میں شامل تھے۔ اس حملہ سے راجہ قنوج مارا گیا، محمود غزنوی نے اس پر راجہ کالنجر اور اس کے ساتھیوں سے بدلہ لینے کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ یہ اس کا ہندوستان پر تیرواں حملہ تھا۔ انھیں شکست دینے کے بعد محمود غزنوی واپس چلا گیا۔

اپنے چودھویں حملہ میں محمود نے پشاور اور پنجاب کے علاقوں پر پھر قبضہ کر لیا تھا مگر اس بار راجہ ترلوچن پال مر گیا ہوا تھا اور راجہ بھیم پال نے اجمیر میں پناہ لے لی تھی۔ بعد ازاں محمود غزنوی نے بیکانیر کے نزدیک ایک بڑی جنگ جیتنے کے بعد اجمیر پر حملہ کیا، جبکہ راجہ بھیم پال اس وقت تک شہر چھوڑ چکا تھا۔ اس حملہ میں محمود غزنوی نے سومنات کے مندر پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

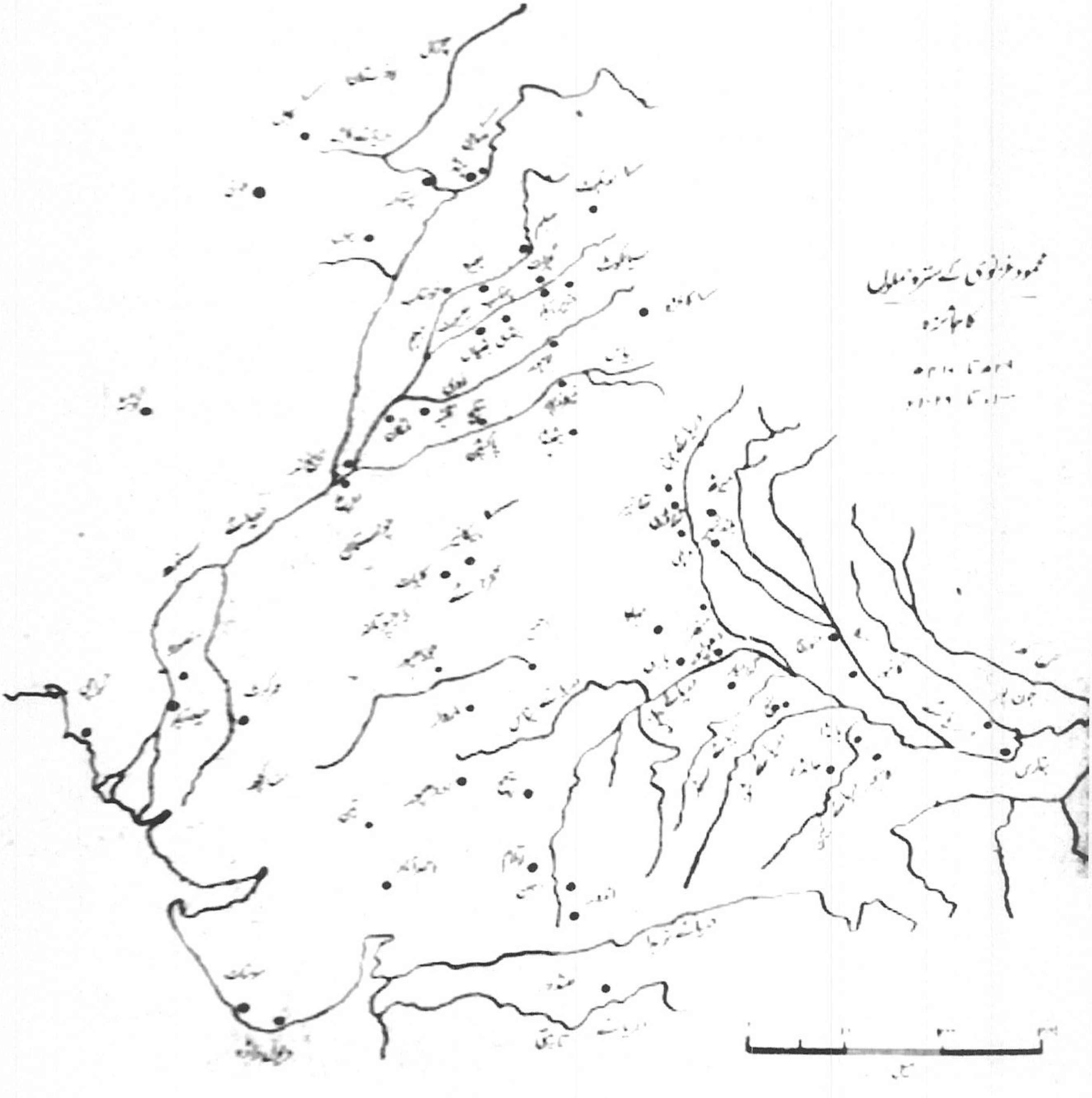
راجہ بھیم پال اجمیر کا شہر چھوڑ کر نگر کوٹ کانگڑہ میں نمودار ہوا۔ بعد ازاں راجہ بھیم پال ثانی چار من سونا اور ایک لاکھ اسی ہزار اشرفیاں لے کر نگر کوٹ سے کشمیر چلا گیا۔ اس کے بعد راجہ بھیم پال ثانی کا ایک بیٹا راجہ سودر پال راجہ نگر کوٹ کانگڑہ بنا۔ پھر اس کا بیٹا راجہ سوپرم پال حکمران بنا۔ یہ کشمیر و پونچھ کے بادشاہ راجہ سوسل پال (1114ء تا 1133ء) کا سسر بھی تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ مور چندر پال راجہ نگر کوٹ بنا، مگر اس کے زمانے میں محمود غزنوی کے پانچویں پشت میں سے بہرام غزنوی (1117ء تا 1152ء) نے کانگڑہ کو فتح کر کے لاہور میں شامل کر لیا تو راج مور چندر پال کشمیر میں آ کر آباد ہو گیا۔ جہاں اس کا حقیقی بھانجا راجہ جے سنگھ پال حکمران تھا۔ راجہ مور چندر پال (1135ء تا 1107ء) کشمیر کی فوج کا سپہ سالار اور وزیر اعظم مقرر رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ کارئل چندر پال (1204ء تا 1218ء) وزیر اعظم اور سپہ سالار فوج کشمیر بنا۔ پھر اس کا بیٹا راجہ کہکہ چندر پال (1218ء تا 1248ء) وزیر اعظم اور سپہ سالار فوج کشمیر بنا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا راجہ بلاد چندر پال (1242ء تا 1253ء) وزیر اعظم اور سپہ سالار فوج کشمیر بنا۔ پھر اس کا بیٹا راجہ سنگرام چندر پال (1253ء تا 1258ء) سپہ سالار فوج کشمیر بنا۔ اور راجہ کشمیر راجہ پچھمن پال (1279ء تا 1292ء) کے عہد میں وزیر اعظم بھی مقرر رہا۔ راجہ سنگرام چندر پال کے بعد اس کا بیٹا راجہ رام چندر پال سپہ سالار افواج کشمیر بنا۔ اس کے زمانہ 1320ء میں شہزادہ ذوالقدر خان نے کشمیر پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کشمیر کا حکمران راجہ سہدیو پال اپنے سسرال کشتواڑ کی طرف چلا گیا۔ اور سالار افواج کشمیر راجہ رام چندر پال اپنی جاگیر لار میں جا چھپا۔ اسی اثناء میں اس کا داماد رنچن شاہ بھٹہ اپنے خاندان سے ناراض ہو کر ادھر آ نکلا اور پناہ گزین ہوا۔ یہ مشہور کوٹہ رانی کا خاوند تھا۔ اس نے اپنے سسر کو قتل کر کے کشمیر کے اقتدار پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے اپنے سالے راجہ راون چندر پال سے معافی مانگ کر اسے سپہ سالار افواج کشمیر مقرر کر دیا جو 1321ء تا 1342ء اس عہدہ پر قائم رہا۔ بعد ازاں شاہ میر کشمیر میں آیا تو اس نے کشمیر کی فوج



راجہ جے پال



سلطان محمود غزنوی




راجہ جے پال حکمران کابل و پنجاب اور سلطان محمود غزنوی کے زمانہ کا ہندوستان

میں شمولیت اختیار کر لی۔شاہ میر کی تبلیغ سے حکمران طبقہ مسلمان ہو گیا۔رنچن شاہ بھٹہ سلطان صدر الدین کے نام سے کشمیر کا پہلا بادشاہ کہلایا اور پہلی مسلمان ملکہ کشمیر کوٹہ رانی بنی۔ان کا ایک بیٹا حید الدین تھا جو شاہ میر کی نگرانی میں رہا۔سلطان صدر الدین کے انتقال کے بعد کوٹہ رانی حکمرانی کی فرائض سرانجام دیتی رہی۔شاہ میر کی کوشش سے پال خاندان کے راجہ ادیان دیو پال سے ملکہ کوٹہ رانی کی شادی ہو گئی۔راجہ ادیان دیو پال راجہ کشمیر راجہ سہدیو پال 1320ء کا چھوٹا بھائی تھا اور یہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا۔اس کا ایک بیٹا کوٹہ رانی کے بطن سے ہوا جس کا نام بولہ رتن تھا۔راجہ ادیان دیو پال کے مرنے کے بعد کوٹہ رانی پھر کشمیر کی حکمران بنی مگر آخر کار شاہ میر نے کوٹہ رانی کو قلعہ اندر کوٹ میں محصور کر کے اس سے شادی کرنے کے لیے کہا۔کوٹہ رانی نے شاہ میر سے شادی کر لی مگر جلد ہی خودکشی کر لی یا قتل کروادی گئی۔1339ء میں کشمیر کا اقتدار شاہ میر کے ہاتھ میں لگا اور اس کے بعد کشمیر پر شامیری خاندان کی حکمرانی قائم ہو گئی۔شاہ میر دراصل شہزادہ ذوالقدر خان کا چچازاد بھائی تھا۔

راجہ راون چندر پال کی دو بیٹیاں تھیں۔ایک بیٹی شاہ میر کے بیٹے بادشاہ علاؤالدین کے ساتھ بیاہی گئی اور دوسری فاتح کشمیر شہزادہ ذوالقدر خان کے بیٹے ملک بہرام الدین سے بیاہی گئی۔

راجہ ترلوچن پال کی اولاد میں سے راجہ سس پال کو راجہ جموں نے مہتہ کا خطاب دے کر چھنی کا علاقہ جاگیر میں دے دیا۔اس کا ایک بیٹا اکھنور گاؤں انبہ ریان میں آباد ہوا تھا۔

راجہ استبال پال کے دوسرے بھائی راجہ بھیمہ پال 910ء میں راجہ لوہر کوٹ پونچھ بنا۔اس کا ایک بیٹا راجہ لوہر پال ہو گزرا ہے۔راجہ بک نے اپنے پڑدادا ''لو'' کے نام سے لوہر کوٹ قلعہ 365 قبل مسیح تا 347 قبل مسیح میں بنیاد رکھی۔اس کی ایک بہن دیدہ رانی ملکہ و حکمران کشمیر ہو گزری ہے۔راجہ بھیمہ پال کی زوجہ کا تعلق کابل کے ہندو شاہی خاندان سے تھا،اس کی زیادہ تر اولاد کشمیر کی حکمران ہو گزری ہے۔راجہ استبال پال کا تیسرا بھائی راجہ اتکیال پال (راجہ اتھکیال پال) 910ء میں راجہ بھمبر بنا بعد ازاں یہی بانی قبیلہ تھکیال راجپوت کہلایا۔راجہ اکھ پال نے 342 قبل مسیح میں قصبہ نوشہرہ سے چند میل بجانب جنوب ایک فوجی چوکی قائم کر کے کشمیر کی فوج تعینات کی تا کہ علاقہ پنجاب سے آمدورفت اور تجارت کو کنٹرول کیا جا سکے۔وہ جگہ جہاں یہ چوکی قائم تھی بھوم مرکے نام سے پکارا گیا جو بعد میں بھمبر بن گیا۔راجہ اتھکیال پال کو بھمبر کے علاوہ چکلالہ موجودہ راولپنڈی کا علاقہ بطور جاگیر ملا۔اس کی اولاد 1430ء تک بھمبر پر حکمران رہی۔بھمبر کا آخری حکمران راجہ سری پت تھکیال تھا جس نے 1398ء تا 1430ء تک حکمرانی کی۔اس کی وفات کے بعد اسکا داماد راجہ چپ چند نے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور قتل و غارت کا ایک بازار گرم کر دیا تو بھمبر کے آخری حکمران کے بھائی راجہ رسی پت بھمبر سے مینڈھر پونچھ کو نقل مکانی کر گیا۔علاقہ پراوہ اور تھکیالہ انہیں تھکیال راجپوتوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

لوہرا شاہی خاندان،کشمیر کے ہندو حکمران تھے۔اس خاندان نے 1003ء سے 1320ء تک حکمرانی کی۔ان کی ابتدائی تاریخ پر کتاب راج ترنگنی میں پنڈت کلہن نے روشنی ڈالی ہے۔یہ کتاب بارہویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی۔پنڈت کلہن نے اس خاندان کی 150 سال کی حکمرانی بیان کی ہے۔اس خاندان کے بعد کے حالات و واقعات کتاب جوناراج (Jonaraja) اور سری ورا (Srivara) میں تحریر ہوئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ بہت بعد میں اس خاندان کے حکمران کمزور اور برے اعمال میں مبتلا رہے اور ان کے زوال کے بعد مسلمانوں نے حکمرانی کی۔

لوہرا خاندان کی گدی ایک پہاڑی قلعہ کے اندر تھی، جو لورین کوٹ (Lohara Kotta) کے نام سے مشہور ہوئی۔راج ترنگنی کے پہلے مترجم سٹائن Stein کے مطابق یہ پہاڑی قلعہ لوار کوٹ پیر پنجال کے سلسلہ پہاڑ میں واقع تھی جہاں سے مغربی پنجاب اور کشمیر کے درمیان تجارتی

شاہراہ گزرتی تھی۔ یہ اس وقت کشمیر کی حدود میں شامل نہ تھی بلکہ لوہرا کی علیحدہ بادشاہت تھی جو بہت سے گاؤں پر مشتمل تھی اور جس کا مشترکہ نام لوہرین (Lohrin) تھا۔ یہ نام دراصل اس وادی کے نام پر ہے جس میں سے دریا گزرتا تھا۔

لوہرا کے بادشاہ سیمھا راجہ (Simharaja) کی بیٹی دیدہ (Didda) کی شادی کشمیر کے بادشاہ سیم گپتا (Ksemgupta) سے ہوئی تھی۔ اس شادی کے بعد کشمیر اور لوہرا کوٹ کے علاقے ایک ہو گئے۔ اس زمانہ میں کشمیر میں عورت کا مقام اعلیٰ ہوتا تھا۔ جب 958ء میں سیم گپتا (Ksemgupta) کا انتقال ہوا تو ملکہ دیدہ (Didda) اپنے کم سن بچے کی ماں ہونے کے ناطے اس کی نگران مقرر ہوئی یعنی قائم مقام ملکہ بنی۔ اس کم سن بچے کا نام ابھی مینیو ثانی (Abhimanyu-II) تھا جو 972ء میں انتقال کر گیا۔ ملکہ دیدہ کے تین اور بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ نندی گپتا (Nandigupta)، تریبھوانا گپتا (Tribhuvanagupta)، اور بھیما گپتا (Bhimagupta)۔ یہ سب یکے بعد دیگرے کم سنی میں ہی مر گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ان تینوں کو خود قتل کروایا تھا۔ ملکہ دیدہ 980ء میں مکمل اختیارات اور طاقت سے ملکہ کشمیر بنی۔

بعد ازاں ملکہ دیدہ نے کشمیر کے حکمرانی کے لیے اپنے ایک بھتیجے سمگرام راجہ (Samgramaraja) کو چنا۔ لیکن لوہرا (لوہر کوٹ) کے حکمران وگرہ راجہ (Vigraharaja) نے بھی کشمیر پر بھی اپنا حق جتلانا شروع کر دیا تھا۔ اندرونی خلفشار اور بغاوتیں تین صدیوں تک ان خاندانوں میں جاری رہیں۔

راجہ پرتھوی پال راجہ راجوری (968ء تا 1022ء) راجہ جے پال حکمران کابل کا چھوٹا بھائی تھا۔ جبکہ ان کے چچازاد بھائی راجہ بھمبر اور پونچھ اور چچازاد بہن دیدہ رانی ملکہ کشمیر تھی۔ راجہ پرتھوی پال بانی وجد امجد پال راجگان راجوری بھی ہے۔ جس کی اولاد 968ء سے 1217ء تک یعنی 249 برس تک راجوری پر حکمران رہی۔ اس خاندان میں راجہ سوم پال 1125ء تا 1133ء راجوری کا ایک مشہور حکمران تھا۔ پال راجگان راجوری کا آخری حکمران راجہ امنا پال 1172ء تا 1217ء ہو گزرا ہے جس کو اس کے ایک مہمان راجہ نورالدین شنبسی عرف شینہ جرال نے سازش کر کے قتل کر دیا تھا۔

راجوری کے اس آخری حکمران کے چھ بیٹے راجہ من پال، راجہ منگر پال، راجہ بودھ پال، راجہ راج پال، راجہ سدھ پال اور راجہ دریڈھ پال تھے۔ راجہ امنا پال کے راج پال اور بدھ پال دو بیٹے جن کی جاگیریں اس علاقہ میں تھیں جو علاقہ جات بعد ازاں انھیں کے نام سے منسوب ہو کر راجگڑھ اور بدھل کہلائیں۔ یہ دونوں بیٹے اپنے باپ کے قتل کے وقت اپنی اپنی جاگیروں میں مقیم تھے اور پھر وہیں مستقل آباد ہو گئے۔ ان کی اولاد ان علاقوں میں پال ٹھکروں کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ راجہ سدھ پال اور دریڈ پال کی جاگیر موجودہ درہال ملکاں راجوری کا علاقہ ہے۔ سدھال منگ اور دریڈھی نامی دو جگہیں اس وقت تک اس علاقہ میں ان کی یادگار چلی آ رہی ہیں۔ ان کی اولاد بھی ٹھکر پال کہلاتی ہے اور ان علاقوں میں موجود ہے۔

موجودہ مینڈھر اور کوٹلی کے علاقہ جات راجہ امنا پال کے بیٹے راجہ من پال اور راجہ منگر پال کی جاگیروں میں شامل تھے۔ راجہ من پال کی اولاد اس کے نام سے منسوب ہو کر منیال راجپوت کہلاتی ہے۔ اس کی اولاد میں سے دنیا پال نے 1523ء میں اسلام قبول کیا۔ اس کی اولاد کی کچھ حصہ ملک کا لقب استعمال کرتے ہیں۔

جبکہ راجہ منگر پال کی اولاد میں سے راجہ سہنس پال نے دریائے پونچھ کو عبور کر کے اس خطہ زمین کو آبادی کیا جو اسی کے نام سے منسوب ہو کر سہنسہ کہلائی۔ راجہ منگر پال کی اولاد اس کے نام سے منسوب ہو کر منگرال راجپوت مشہور ہوئی اس علاقہ پر حکمرانی کی وجہ سے علاقہ کا نام کوٹلی منگرالاں

مشہور ہوا۔ راجہ سہنس پال نے ستر سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور راجہ سہنس پال خان کہلایا۔ اس کی اولاد میں سے راجہ شہسوار خان منگرال کوٹلی منگرالاں کا آخری حکمران ہو گزرا ہے۔ قوم منگرال راجپوت کوٹلی، سہنسہ و گردونواح کے علاقہ جات میں اپنے شاندار ماضی اور شان کو بحال و برقرار رکھے ہوئے پوری قوت سے موجود ہے۔

مستند تاریخی کتب کی شہادتوں کی روشنی میں عیاں ہوتا ہے کہ کشمیر و پنجاب کے پال راجگان کی اصل ابتداء یا origin وادی کشمیر سے ہے۔ جغرافیائی، معاشرتی اور سماجی حالات کو مد نظر رکھا جائے تو یہ امر نہایت ہی قرین قیاس ہے کہ کشمیر و پنجاب کے ان پال راجگان کے آباؤ اجداد (Ancesters) کا تعلق بھی وسط ایشیاء (Centerial Asia) کے ان آرین (Aryans) کے ابتدائی گروہوں میں سے تھا جو اس طرف کو وارد ہوئے تھے۔ بعد ازاں وادی کشمیر کا یہ طاقتور خاندان، کشمیر سے باہر کابل اور سارے پنجاب پر حکمران رہا۔ محمود غزنوی نے کابل اور پنجاب سے ان پال خاندان کے اقتدار کا خاتمہ 1021ء میں کیا اور وادی کشمیر سے اس پال راجگان کے حکمران راجہ سہد یو پال کا اقتدار ترکستان کے مشہور ترک سپہ سالار ذوالقدر خان عرف ذلچو نے 7 اکتوبر 1320ء میں ختم کیا او 13 اگست 1339ء میں کشمیر کی آخری ملکہ کوٹہ رانی جو اسی پال خاندان سے تھی، سے اقتدار شاہ میر نے حاصل کیا۔ راجوری سے پال راجگان کے حکمران راجہ امنا پال کا اقتدار 1217ء میں کلانور سے آئے ہوئے ایک مہمان راجہ نورالدین عرف شینہ جرال نے راجہ امنا پال کو قتل کر کے حاصل کیا۔ راجہ امنا پال کے بیٹے منگر پال کی اولاد میں سے راجہ سہنس پال علاقہ سہنسہ کو آباد کیا۔ اس کی اولاد میں سے راجہ شہسوار خان منگرال (1815ء) کوٹلی منگرالاں کا آخری حکمران ہوا۔

وسط ایشیاء کے قبائل یعنی آرین (Aryans)، ہن (Huns)، سیتھین (Sythian or Sika)، منگول (Mangols) اور ترک (Turks) وغیرہ پر مورخین اور محققین نے مستند شہادتوں کی روشنی میں اپنی اپنی تحقیقات کو مرتب کیا ہے جو دنیا کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتیں ہیں۔ مورخین اور محققین نے مستند شہادتوں کے حوالوں سے وسط ایشیاء کے قبائل یعنی آرین (Aryans)، ہن (Huns)، سیتھین (Sythian or Sika)، منگول (Mangols) اور ترک (Turks) وغیرہ کو یافثی النسل (Japheth/Dipheth/Causoid) یعنی نوحؑ کے ایک بیٹے یافث کی نسل قرار دیا ہے۔ خصوصاً نامور فاضل علامہ ابوالکلام آزاد کی تحقیقات جو انھوں نے وسط ایشیاء اور اس میں آباد قدیم قبائل پر کیں ہیں نہ صرف دنیا کی تاریخ کی کسوٹی پر پوری اترتی ہیں بلکہ وسط ایشیاء کی تاریخ کے تاریک پہلوؤں سے بھی پردہ اٹھاتی ہیں۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے کچھ قبائل کا وسط ایشیاء کی جانب وارد ہونا بھی تواریخ میں رقم ہے۔ بنی اسرائیل کے ان قبائل نے قدیم سے موجودہ عہد تک اپنی ایک الگ تھلگ پہچان اور انفرادیت بحال رکھی۔ خصوصاً یہ مذہب کے معاملہ میں غیر متزلزل اور قوی رہے۔ زمانے کے نشیب و فراز نے ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر بہت کم اثرات مرتب کیے۔ ایک خدا کا تصور رکھنے کی وجہ سے یہ بت پرست نہ تھے اور دیگر قبائل نہ صرف طبقات میں منقسم ہوئے بلکہ متعدد خداؤں اور دیوتاؤں کے پجاری بنے بلکہ بت پرستی کی طرف روز بروز مائل ہوتے گئے۔ ان میں بعض تو ارواح پرست اور لادین بھی بنے۔

ڈاکٹر محمد صادق نے اپنی تحقیقی کتاب میں وادی کشمیر کے پال راجگان کو بنی اسرائیل کی اولاد ہونا ثابت کیا ہے اور کشمیریوں کے جدامجد کش بن آش کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے بیان کیا ہے، جو بنی اسرائیلی مذہب سے بدھ مت اور پھر ہندو مذہب میں داخل ہو گئے۔ بنی

اسرائیلی قبیلہ کی اس شاخ کا یوں اپنے اصلی مذہب سے بت پرست بن جانا، تاریخی حقائق کے بالکل منافی معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ بنی اسرائیلی قبیلہ کے کچھ افراد قدیم سے یہاں آ کر آباد ہو گئے ہوں گے، مگر ان کا مذہب کے معاملہ میں یوں تبدیل ہو جانا اور ہندوانہ رسم ورواج میں ڈھل جانے پر فقط ایک سوالیہ نشان ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ جو اسرائیلی قبائل وسط ایشیاء خصوصاً افغانستان کے علاقہ میں آباد ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے، موجودہ دور میں بھی اپنی چنداں بنی اسرائیلی خصوصیات برقرار رکھے ہوئے ہیں اور ان کی اپنی ایک الگ پہچان ہے، جبکہ کشمیر و پنجاب کے پال راجگان میں بنی اسرائیلیوں کی چھاپ کے شائبے (Traces) تک نہیں پائے جاتے۔ اگر کش بنی اسرئیلی نسل ہے اور اس کے نام کی وجہ سے کشمیر کا نام پڑا ہے تو پھر وسط ایشیاء میں آباد شہر کاش، کاشغر اور کاشال کس کے نام پر ہیں۔ ناموں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نام دراصل اس قوم یا فرقہ کاش، کش، کھش سے موسوم ہیں جس نے یہ تاریخی شہر آباد کئے تھے اور یہ قوم یا فرقہ وسط ایشیاء سے آ کر وادی کشمیر سکونت پذیر ہوا اور علاقہ کا نام کاش، کش، کھش کے نام سے کشمیر کہلایا۔ لہذا کشمیر و پنجاب کے پال راجگان نہ صرف یہ کہ وسط ایشیاء سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ آرین طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے گمشدہ دس قبائل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق اسرئیل کے قدیم قبائل سے تھا، جن کو 722 قبل مسیح میں اسیریا (Assyria) حکمران نے اسرائیلی بادشاہت پر قبضہ کرنے کے بعد بے دخل کر دیا تھا۔ ان کا ذکر سب سے پہلے Post biblical era میں ہوا تھا، جبکہ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں ان کی واپسی کا حوالہ Messiah کی آمد سے کیا گیا تھا۔ تاریخ میں ان کا ذکر تضاد کا شکار رہا ہے۔ اسی لیے بنی اسرائیل پر تحقیق کرنے والے ایک مورخ Tudor Parfitt نے کچھ یوں اپنی تحقیق کو بیان کیا ہے۔

This myth is vital feature of colonial discourse throughout the long period of European Overseas Empires from the beginning of 15th. Until the later half of the 20th Centurey. He also writes tha DNA studies have found no evidence of any such lost tribes.

جینیاتی مطالعہ سے بھی پشتونوں کا تعلق بنی اسرئیل سے ثابت نہیں ہے، البتہ فرشتہ نے یوسف زئی قبیلہ کو حضرت یوسف سے منسوب کیا ہے۔

کشمیر پر جدید تحقیقات کی روشنی میں ماہر آثار قدیمہ مسٹر اقبال احمد اپنی کتاب "Ancient Greeks in Kashmir" میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ سکندر اعظم کے زمانہ کی تاریخ میں کشمیر کا باقاعدہ ذکر موجود نہیں ہے مگر ارض کشمیر کے ریکارڈ اور لوگ گیتوں میں موجود ہے۔ کشمیر کا پہلا ذکر دارا بادشاہ (586 قبل مسیح تا 542 قبل مسیح) کے ریکارڈ میں پایا گیا ہے۔ دارا نے 518 قبل مسیح میں سندھ کے علاقہ کو فتح کیا۔ دراصل سکندر اعظم ہندوستان پر شمال مغربی سمت سے حملہ آور ہوا اور راجہ پورس سے ہیڈ اپس میں 326 قبل مسیح میں جنگ کی۔ مورخین کے نزدیک سکندر اعظم نے ہندوستان کے حصوں کو زیر نگیں کرنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا وہ کشمیر کی حدود کے قریب تھا۔ کشمیر پر اس وقت ایک سردار ابھیسارا (Abhisaras) کی حکمرانی تھی۔ ابھیسارا (Abhisaras) اس علاقہ کا نام بھی ہے جو آج کل پونچھ اور نوشہرہ کے نام سے موسوم ہے۔ سکندر اعظم نے موجودہ علاقہ اٹک کے قریب اوہند سے دریائے سندھ کو عبور کیا تھا۔ اس علاقہ سے ایک ایسا سکہ ملا ہے جس پر دو راجاؤں کو جنگ کرتے دکھایا گیا ہے۔ ماہرین سکہ شناس نے ایک کو راجہ پورس اور دوسرے کو سکندر اعظم شناخت کیا ہے۔ سکندر اعظم نے راجہ ابھیسارا

(Abhisaras) حکمران پونچھ اورنوشہرہ کوکشمیر کی حکمرانی بھی دے دی تھی۔کشمیر کی شمالی اور مغربی سرحدوں پر کئی یونانی آباد ہو گئے تھے۔ پنڈت کلاہن نے انھیں یوانا(Yavanas) لکھا ہے۔مسٹراقبال کی تحقیق کے مطابق یہ لوگ یونانی تھے۔یوانا(Yavanas) کا لفظ آج بھی کشمیر میں مستعمل ہے جوخوبصورت مرد کے لیے بولا جاتا ہے۔

کشمیرو پنجاب کے پال راجگان کا نسبی وحسبی یعنی خون کا تعلق زمانہ قدیم سے وسط ایشیاء کے مشہور جنگجوقبائل جن میں کشان، ترک شاہی، کابل شاہی یاہندوشاہی شامل ہیں، سے رہا ہے۔ان قبائل پر مستند تاریخی واقعات کی روشنی میں اختصار سے تبصرہ کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ کشمیرو پنجاب کے پال راجگان اوران کا تعلق وسط ایشیاء کے مذکورہ بالا قبائل سے کیسے ہے۔

## کشان یاترک شاہی یا کابل شاہی

ہندوستان کوکئی حملہ آوروں کا سامنا اورواسطہ رہا۔جن کی نسل معلوم ہو یا نہ ہومگر یہ تھے کشتریا ذات کے اوران کونسلاً ترک بیان کیا جاتا ہے۔ بہرحال ہندوؤں کے کشتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ ہندوستان کے اس سرحدی علاقہ میں طویل عرصہ برسراقتداررہ کرایک تسلسل سے حکمرانی کرتے رہے۔ان کی نسل بے شک قابل بحث ہے مگر یہ تھے کشتریہ طبقہ سے۔

ترک شاہی خاندان نسلاً ترک تھے ان کا آخری حکمران لگتو مان تھا اور 1021ء کے قریب اس کا خاتمہ ہوا۔ترک شاہی خاندان کے لوگ کشمیر میں بھی آئے ، کیونکہ ان کی کشمیر کے حکمرانوں سے گہری رشتہ داری تھی۔

دوسری صدی قبل مسیح سے ہن کی حملہ آوری سے قبل ہی ترک ایک بھاری اکثریت میں قدیم کمبوجا اور کپیسا میں سکونت پذیرہونا شروع ہو گئے تھے۔ترکوں کی یہاں آمد سے اس علاقہ کی تہذیب وتمدن پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔چینی سیاح ہونگ سانگ جب اس علاقہ میں وارد ہوا تو اس نے اس طرف خصوصی روشنی ڈالی ہے وہ لکھتا ہے کہ یہاں کا ادب اور تہذیب کے اصول اور سکے وغیرہ ترکوں جیسے ہیں۔ان کی زبان اورتحریر بھی ترکوں جیسی ہے۔البتہ ان کا سماجی رسم ورواج ، ذاتی رویہ اور انداز اس ملک کے ترکوں سے مختلف ہے۔اس سیاح کی ملاقات کابل میں جس حکمران طبقہ سے ہوئی وہ نہ صرف بدھ مت تھے بلکہ کشتریہ ذات سے تعلق رکھتے تھے۔

اولف کارو کے مطابق پہلے کابل شاہی کسی حد تک کشان ہی تھے انھوں نے ہندومت کو اختیار کرلیا تھا۔اس کابل شاہی خاندان کا دارالحکومت کپیسا (Kapisa) پانچویں صدی قبل مسیح سے 793ء تک رہا۔ 424ء میں کپیسا کا حکمران چینی زبان میں K-Pin، گوناورما تھا۔اس کے نام ورما سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے کشتری ذات خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور 424ء میں اس خاندان نے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔

صاف عیاں ہے کہ یہ کشان، ہن یا ترک کی بجائے کابل شاہی کا خاندان نسلاً ہمسائے جنگجو کشتری ذات سے تھے اوران کا تعلق کمبوجا سے ہے۔ یہ اشوکا کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ پہلے انھوں نے سکندراعظم کا مقابلہ کیا اور پھر ہندوستان میں چندرگپت موریا کی مدد بھی کی۔اور بعد ازاں انھوں نے ہندوستان میں موریا بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ان جنگجو اور بہادر لوگوں کو مہاراجہ اشوک نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے اوران لوگوں کو بڑا نمایاں مقام عطا کیا کہ جنھوں نے کبھی حملہ آوروں کو قبول نہ کیا۔ترک شاہی اور کابل شاہی خاندان جو شاہیہ خاندان بھی کہلواتے ہیں، شاہی کا خطاب دراصل قدیم کشان کے خاندان کے خطاب شاہو یا شاہ سے اخذ کردہ ہے۔ یہ شاہی خطاب والا خاندان اصل میں کشان یعنی ترک یا ترشاکاس سے ہی ہے۔اس شاہی خاندان کے ساٹھ حکمرانوں نے کابل اور گندھارا پر اپنا تسلط قائم کیا۔البیرونی اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ کابل

شاہی یا ہندوشاہی نسلاً ترک تھے اوران کی ابتداء یا اصل تبت کے علاقہ سے تھی۔اس کے بیان کا خلاصہ کچھ یوں ہے

1۔ ہندوحکمران جوکابل میں رہ رہے تھے نسلاً ترک تھے۔

2۔ان کا جدامجد علاقہ تبت سے وارد ہوا تھا

3۔اس خاندان کا جدامجد براہتاکن (Barahatakin) نامی فرد تھا جوعلاقہ تبت سے کابل میں آیا اس سلسلے میں ایک کہانی بیان کی گئی ہے کہ بہاتا کن جب تبت سے کابل آیا تو وہ ایک غار میں چھپ گیا اور چند دنوں کے بعد غار سے رینگ رینگ کر باہر نکلا۔لوگوں نے اس کو اس طرح سے غار سے نکلتے دیکھ کر اس کو ایک نوزائیدہ بچے کی نظر سے دیکھا جب کہ وہ ترکی لباس پہلے ہوئے تھا۔لوگوں نے اس کی اس طرح کی پیدائش کو ایک معجزہ قرار دے کر اس کو اپنا بادشاہ چن لیا۔اس بادشاہ نے تمام علاقوں پر قبضہ کرلیا اور کابل کے شاہیہ خاندان کا لقب اختیار کیا۔

4۔اس شاہی خاندان کے 60 حکمرانوں نے حکومت کرلی تو پھر ایک ہندووزیر نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

5۔اس شاہی خاندان نے کنک یا کنشا کا کے نام کا بادشاہ ہوگزرا ہے جس نے پشاور یعنی پورش پورہ میں ایک Vehava تعمیر کروایا تھا جو تاریخ میں kanikacaitya کہلاتا ہے۔البیرونی کے بیان کے مطابق کابل شاہی حکمران کنک کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یعنی کشانوں کا کنک۔

بعض مورخین البیرونی کی اس کہانی کو تضاد کا شکار قرار دیتے ہیں۔البتہ وی اے سمتھ نے البیرونی کی اس کہانی پر قیاس کیا ہے اور کہا ہے کہ ابتدائی شاہیہ کشان ایک جنگ جوشاخ سے ہے جس نے Siffarids کے عروج تک کابل اور گندھارا پر حکمرانی کی۔

قدیم زمانہ ہی میں شاہی خطاب افغانستان میں ایک ہردلعزیز اور مشہور خطاب رہا ہے۔یہ خطاب شاہی ایرانی شاہان، ساکا، کشان، ہن، بکٹیریا اور کابل کے حکمرانوں کے استعمال میں رہا اور علاقہ گلگت میں بھی یہ خطاب نافذ رہا۔جین مت کی کتابوں کے مطابق ساکا کے وہ حکمران جنھوں نے 62 قبل مسیح میں اجین اور مالوہ پر قبضہ کیا تو ان کا خطاب بھی شاہی تھا۔جبکہ گلگت کے حکمران بھی کمبوجا کی ذات سے ہی تعلق رکھتے تھے جو چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں حکمران تھے۔

کشمیر کی تاریخ راج ترنگنی کے مصنف پنڈت کلہن اور کتاب الہند کے مشہور مسلم مورخ البیرونی نے کابل کے اس ہندوشاہی حکمران خاندان کی شرافت اور کردار کی جاندار الفاظ میں تعریفیں لکھیں ہیں۔شاہی خاندان کے حکمرانوں کا تعلق کشمیر اور مشرق میں واقع علاقہ جات کے حکمران خاندان سے تھا۔شاہی خاندان کے افراد غالب انداز میں بدھ مت، زرتشتی، ہندو و مسلمان ہوئے۔اس زمانہ کے کتبے اور ادب سے لگتا ہے کہ یہ شاہی خاندان متعدد تہذیبوں سے متاثر تھا۔964ء میں اس شاہی خاندان سے راجہ جے پال آخری حکمران ہوگزرا ہے جس نے 964ء تا 1001ء تک لغمان (جلال آباد)، پشاور، کشمیر، سرہند تا ملتان پر حکمرانی کی ہے۔اس کا چھوٹا بھائی راجہ پرتھوی پال راجوری کا حکمران تھا۔راجہ جے پال، انند پال ورترلوچن پال وغیرہ نے مسلم فاتح سلطان محمود سے کئی خون ریز جنگیں لڑیں مگر یہ شکست کھا گئے اور ان کی بچی کچھی فوج شمالی ہندوستان خصوصاً کشمیر میں پناہ گزین ہوئیں۔

البیرونی نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہی خاندان کے آخری بادشاہ لگوترمان کے بعد برہمن شاہی کا اجراء ہوا جس نے کشتریا خاندان کا لقب اپنائے رکھا۔البیرونی کی مرتب کردہ فہرست میں ایک نام شاہی سری بھیمہ دیوا کا ہے۔یہ نام کھدائی کے دوران ملنے والے ایک پتھر کے کتبہ اور ایک

سونے کے سکے پر کندہ ہے۔ یہ کلر کے بعد تیسرا بادشاہ تھا۔ ان حکمرانوں کو کتاب راج ترنگنی میں شاہی کے خطاب سے پکارا گیا ہے۔

راج ترنگنی میں اس خاندان کے بارے میں پنڈت کلہن نے لکھا ہے کہ شاہی خاندان کے شہزادے کشمیر میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے جب کہ بھیمہ دیوا شاہی کی بیٹی کی شادی کشمیر کے نمایاں کش خاندان کے راجہ پونچھ راجہ بھیم دیوپال سے ہوئی جس کی لڑکی دیدہ رانی کشمیر کی ملکہ اور حکمران ہوگزری ہے۔

ڈی۔ بی۔ پانڈے کا خیال ہے کہ ہندوشاہی دراصل برہما کشتری تھے جنھوں نے پوجا پاٹ کو ترک کر کے جنگ جوؤں کی صفات حاصل کر لیں تھیں۔ بشان سنگھ وسے (E. Vessey) اور کے ایس دردی نے بھی کابل شاہی خاندان کو ہندوستان کی کشتریا ذات سے لکھا ہے جو گندھارا یا کمبوجا سے تعلق رکھتے تھے۔

کتاب الہند میں البیرونی نے بیان کیا ہے کہ کابل شاہی پر برہمن وزیر کلر نے قبضہ کر کے سپالا بیٹی دیوا کے نام سے حکومت کی۔ سپالا پیٹی دیوا کا یہ خطاب دراصل بیل اور گھڑ سوار کی قسم کے ایک سکہ پر موجود ہے۔ کشان اور رومنوں کے انداز میں اس قسم کے سکے کا استعمال کیا۔ اس بیان سے مندرجہ ذیل نتائج عیاں ہوتے ہیں۔

1۔ سپالا بیٹی دیوا قسم کے سکے سے لگتا ہے کہ حکومت میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔

2۔ کوہان والا بیل، دیوا، نندی، شیوا کا اواہنا کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب حکمران شیوامت کے پیروکار ہیں۔ جبکہ اس سے قبل کے حکمران بدھ مت سے متعلق تھے۔

3۔ اس شاہی خاندان کے سکے کے ایک طرف حکمران ایک گھوڑے پر سوار کندہ ہے جس کے ہاتھ میں ایک چھانٹا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت مضبوط ہاتھوں میں ہے۔

4۔ پہلی دفعہ شاردہ طرز تحریر (Sharada Script) کا استعمال شاہی سکوں پر کیا گیا جو اس خاندان میں جاری تھا۔

کلر ایک قابل منتظم ثابت ہوا جس سے شاہی ریاست میں ایک مضبوط معاشیات اور مستحکم سیاسی قوت ابھری۔ مذہباً شیوامت تھے مگر ایک قابل کشتریا کی طرح سے حکومت کی اور برہما کشتریا مشہور ہوئے۔ حال ہی میں شمالی افغانستان کے علاقہ مزار شریف کے قریب شاہی خاندان کے زمانہ کا ایک کتبہ دریافت ہوا ہے۔ ٹیکسلا کی ایشیائی تہذیب اسلام آباد کے ادارہ نے اس کتبہ پر اپنی جو رپورٹ مرتب کی ہے اس کے مطابق کہا گیا ہے کہ اس کتبہ پر ایک نام وکا (Veka) کا ہے جس نے افغانستان کے شمال کے حصہ کو فتح کر کے اپنی حکمرانی قائم کر لی تھی اور اس نے ایک شیوا مندر کی تعمیر بھی کروائی تھی۔ اس حکمران نے تانبے کے ایسے سکے اختراء کروائے تھے جن پر ہاتھی اور شیر کی اشکال کندہ تھیں اور یہ شری وکا دیوا کے نام سے ہیں۔ اس شاہی خاندان کے زمانے کے نو بڑے بیل اور گھڑ سوار کے چاندی اور ایک تانبے کا سکہ بھی ملا ہے جن پر سپالا پیٹی دیوا کا نام کندہ ہے۔ البیرونی نے بھی ان سکوں کا ذکر کیا ہوا ہے۔

راج ترنگنی میں سامنتا دیو کو للیا شاہی (Lalliya Shahi) کا ایک حکمران تسلیم کیا گیا ہے۔ پنڈت کلہن کے بیان کو انگریزی میں اس طرح سے ترجمہ کیا گیا ہے؛

Allakhana's support, the illustrious Lilli Shahi, who (Placed) between the rulers of

# راجپوری اور راجوری کے پال راجگان

کشمیر کی تاریخ قدیم میں ریاست انس کے کئی حوالے موجود ہیں۔ کتاب نیلہ مت پوران اور راج ترنگنی میں بھی اس ریاست کا نام رقم ہے۔ دونوں کتب میں اس ریاست کو کھشوں کی ریاست لکھا ہے۔ اس ریاست کی بنیاد کشمیر کے حکمران راجہ اکھ پال (347 قبل مسیح تا 329 قبل مسیح) نے رکھی تھی۔ کشمیر اور پیر پنجال کے جنوب میں یہ ریاست انس راجوری 345 قبل مسیح میں قائم ہوئی اور 342 قبل مسیح میں قلعہ اکھنور کی بنیاد پڑی۔ دونوں علاقوں کا بانی راجہ اکھ پال ہی ہے۔

سلطنت وادی انس کے نام سے بانہال (بالنسال) سے لے کر پرنوتش (پونچھ) تک کوہستان پیر پنجال کے جنوب میں اور دریائے چناب کے شمال میں معرض وجود میں لائی گئی اور اس کا دارالحکومت راجپوری یا راج وری اور پھر راجوری ہوا۔ علاقہ بدھل اور کنڈی راجوری کے عین درمیان میں دریائے انس بہتا ہے جو بانہال اور پونچھ کے بالکل درمیان واقع ہے۔ اس دریائے انس کے نام پر ریاست انس کا نام رکھا گیا۔ اس کا حکمران راجہ اکھ پال نے اپنے چھوٹے بھائی راجہ کتھے نند کو بنایا تھا۔

راجوری سے درہ ال (درہال) تک تقریباً پندرہ میل لمبائی پر مشتمل اس وادی درہال کے عین وسط میں سے بہنے والے دریائے درہال کے دونوں کناروں پر جگہ جگہ دو تین میل کے فاصلوں پر چھوٹے چھوٹے قصبے آباد کئے گئے تھے۔ راجوری سے دو میل کے فاصلہ پر کھیوڑہ کے مقام پر ایک شہر آباد تھا۔ اس کے تین چار میل شمال میں ملہت کے مقام پر بھی ایک قصبہ تھا۔ اس کے شمال میں ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ڈوڈاج کے مقام پر ایک قصبہ تھا۔ ڈوڈاج کے شمال مشرق میں ڈنہ نامی بلندی پر اس وقت کے راجہ کی رہائش ہوا کرتی تھی۔ اس جگہ اب تک محل کے کھنڈرات موجود ہیں۔ دریائے درہال کے دائیں طرف پیر پنجال کے دامن میں اس وادی درہال میں واقع ایک تھنہ منگ نامی مرکزی مقام پر ایک گنجان آباد شہر تھا جو کشمیر، پنجاب اور جموں وغیرہ کے درمیان ہونے والی تجارت کا مرکز تھا۔

437ء (949 بکرمی) کے لگ بھگ سلطنت انس کے اس علاقہ میں طاعون (Plague) نامی ایک مہلک بیماری اتنی شدت سے پھیلی کہ چند ماہ کے اندر اندر اس پورے علاقے میں سے انسانی آبادی کا صفایا ہو گیا۔ اگر کوئی بچ گیا تو وہ اس علاقے سے بھاگ کر کسی دوسرے علاقہ میں چلا گیا۔ راجوری اور اس کے گردونواح کے علاقہ جات درہال، کنڈی، بدھل، نوشہرہ، کوٹلی، تھنہ منڈی اور پونچھ وغیرہ بالکل خالی ہو گئے۔ ان جگہوں پر انسانی آبادی کا نام ونشان تک باقی نہ رہا اور یہ پورا علاقہ اس طاعون کی وباء کے بعد صدیوں تک ویران اور سنسان رہا اور یہاں پر گھنے جنگلات اگ آئے تھے اور تقریباً پانچ سو سال تک یہ پورا علاقہ ایک گھنے جنگل کی شکل میں رہا۔

ساتویں صدی عیسوی میں راجہ بکرم جیت مہاراجہ ہندوستان اور بانی سن بکرمی کی اولاد میں سے پنوار راجپوت جنھیں آج کل نارمہ راجپوت کہتے ہیں، کے کچھ گھرانے اکھنور جموں سے نکل کر کالی دھار نامی پہاڑی سلسلہ، جو کے اس وقت سندر بنی اور اکھنور کے درمیان میلوں پر پھیلا ہوا ہے، کو عبور کر کے شمال کی طرف سے سندر بنی، راجل ڈنڈیسر وغیرہ جیسے میدانی علاقوں میں مقیم ہوئے اور زرخیز میدانی اراضی کو زیر کاشت لا کر آباد کیا۔

راجہ بک راجہ کشمیر 355 قبل مسیح تا 347 قبل مسیح بانی لوہر کوٹ اور شہر پونچھ تھا۔ بعدازاں 437ء میں طاعون نامی بیماری سے غیر آباد ہوگیا۔ بعد میں راجہ للتادت مکتا پید راجہ کشمیر (715ء تا 752ء) کے عہد حکومت میں اس راجہ کے ایک کارندے نے جو پال خاندان سے تھا، پونچھ شہر کے مقام پر دوبارہ حکومت اختیار کی اور یہاں پر صدیوں بعد از سر نو آبادی کی بنیاد ڈالی۔ یہاں باقاعدہ کوئی حکومت نہ تھی بلکہ یہ علاقہ محض ایک خاندان کی جاگیر تھی۔ اس جاگیر کے رئیس کو اس زمانہ میں وگرا کہا جاتا تھا۔ یہ وگرا سردیوں میں موجودہ پونچھ شہر کے مقام پر رہائش رکھتا تھا اور گرمیوں میں لوہر کوٹ کے مقام پر رہائش رکھتا تھا۔ کشمیر پر حکمرانی کرنے والے خاندان پروگپت کے راجہ کھیمہ گپت (968ء تا 976ء) نے اس وقت کے رئیس پونچھ بھیم پال کی لڑکی دیدہ رانی سے شادی کر لی تھی۔

دسویں صدی عیسوی کے آغاز میں پنجاب میں پال خاندان کے ایک فرد راجہ بھیم پال نے، جس کا ابتدائی تعلق کشمیر کے پال راجگان سے ہی تھا، اپنی حکومت قائم کر لی۔ راجہ بھیم پال کے راجہ استبال پال اور راجہ اتھکیال پال نامی پوتوں میں سے راجہ استبال پال کے بیٹے راجہ جے پال اور اس سے بیٹے راجہ انند پال اور اس کے بھائی راجہ ترلوچن پال نے لاہور پر اپنی حکمرانی قائم کی۔ جبکہ راجہ استبال پال کے بیٹے راجہ پرتھوی پال جو کے راجہ لاہور راجہ جے پال کا چھوٹا بھائی تھا، نے راجوری میں سکونت اختیار کی اور بعدازاں راجوری کا حکمران بنا۔ راجہ اتھکیال پال کے ایک جوتر دیو نامی بیٹے نے نوشہرہ راجوری کی طرف جنوب جھنگر نامی جگہ پر سکونت اختیار کی۔ اس پال خاندان کی ایک شاخ پونچھ میں رہائش پذیر ہوئی، اس طرح یہ علاقے صدیوں کے بعد دوبارہ آباد ہونا شروع ہوئے۔

راجوری پر قابض ہو کر پال راجگان نے اس کے گردونواح میں واقع میدانوں کو بھی زیر کاشت لانا شروع کیا اور راجوری کے شمال میں تقریباً آٹھ یا دس میل کے فاصلہ پر راجہ سدھ پال نے ایک وسیع میدان کو آباد کر کے اس میدان کے شمال کی طرف ناڑیاں نامی پہاڑی کے دامن میں اپنا مکان تعمیر کروایا، جو رقبہ آباد ہوا، وہ راجہ سدھ پال کے نام سے منسوب ہو کر سدھال منگ کہلایا۔ منگ مقامی زبان میں چاول کی فصل دینے والے قطعہ اراضی کو کہتے ہیں۔ یوں راجوری اور اس کے گردنواح میں صدیوں کے بعد کچھ آبادی معرض وجود میں آ گئی اور کچھ علاقے از سرنو آباد ہو گئے۔ جب کہ راجوری میں از سرنو آبادی کی بنیاد رکھنے والے پال خاندان کا مقامی رئیس وگرا راجوری کہلانے لگا اور پھر اس خاندان نے اس علاقہ پر اپنی حکمرانی قائم کر لی۔

راجوری میں از سرنو آبادی کی بنیاد رکھنے اور مقامی طور پر حکمرانی قائم کرنے والے اس پال خاندان کی ابھی سات پشتیں ہی گزریں تھیں کہ 1194ء میں کلانور پنجاب سے نقل مکانی کر کے راجوری میں آنے والے اور راجہ امنا پال کے ہاں بطور مہمان قیام کرنے والے راجہ صاحب جرال عرف شیر افگن کے بیٹے راجہ سینہ جرال عرف نورالدین نے ایک رات کو موقع پا کر راجہ امنا پال اور اس کے خاندان کو کچھ افراد کے ساتھ قتل کر کے راجوری پر قبضہ کر لیا، اس کو مقامی ڈوگرہ خاندان کی حمایت بھی حاصل تھی۔ راجہ نیل سینہ جرال اور اس کے والد صاحب سینہ جرال نے 1192ء میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب سلطان شہاب الدین غوری دہلی فتح کر کے واپسی پر ہزاروں افراد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ غزنی لے گیا تھا۔ دو سال غزنی میں رہنے کے بعد راجہ سینہ اور نیل جرال نے کسی نئی جائے رہائش کی تلاش میں کلانور سے ریاست جموں کشمیر کا رخ کیا اور راجوری میں حکمران راجہ امنا پال کے ہاں آ کر قیام پذیر ہوئے اور ایک مقامی سازش کے تحت ڈوگرہ خاندان کے تعاون سے اپنے اس میزبان کو ہی قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

راجہ امنا پال حکمران راجوری کے قتل کے بعد اس کا ایک بیٹا راجہ منگر پال (بانی قوم منگرال راجپوت) کی اولاد میں سے دریائے پونچھ کو عبور کر کے اس جگہ آ کر پناہ لی تھی جس جگہ آج کل سہنسہ ضلع کوٹلی آباد ہے، کیونکہ اس علاقہ کو راجہ سہنس پال نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے منسوب ہو کر سہنسہ کہلایا۔

راجہ امنا پال کے بودھ پال اور راج پال نامی دو بیٹوں نے اپنے باپ کے قتل کے وقت بھاگ کر اُن جگہوں پر پناہ لی تھی جو جگہیں آج کل بدھل اور راج گڑھ ضلع راجوری کہلاتی ہیں۔ راجہ امنا پال کے ایک اور لڑکے راجہ من پال کی اولاد منیال راجپوت کہلاتی ہے اور یہ قبیلہ راجوری، پونچھ اور کوٹلی میں اس وقت بھی آباد ہے۔ سدھال پال اور دریڈ پال جو راجہ امنا پال کے ہی بیٹے تھے ان کے نام پر سدھال اور دریڈھ قبیلے بنے اور ان کو 1320ء کے زمانہ میں ذوالقدر خان ترک کے بیٹے سرار الدین عرف اسچل نے حملہ کر کے علاقے سے بے دخل کر دیا تھا۔ درھال سے بچ نکلنے والے دریڈھوں نے نقل مکانی کر کے اس جگہ آ کر پناہ لی تھی جس جگہ آج کل موضع راجدھانی راجوری آباد ہے۔ یہاں ٹھیک دو صدیوں کی آبادکاری کے بعد دریڈھ قبیلہ نے اپنی ایک بار پھر اتنی طاقت پکڑ لی کہ یہ راجوری کے جرال حکمرانوں کے لیے سردرد بننے لگے، چنانچہ چب چند بانی خاندان چب کی پانچویں پشت میں سے راجہ پرب چند عرف دوئم خان نے جب 1522ء میں اپنے بڑے بھائی راجہ دھرم چند عرف شاداب المعروف شادی شہید کی وفات کے بعد بھمبر کے حصول اقتدار کے لیے شاداب کے بیٹوں یعنی اپنے بھتیجوں کے ساتھ جنگ کے بعد شکست کھائی اور محمد شاہ بادشاہ کشمیر (1517ء تا 1527ء) سے امداد حاصل کرنے کے لیے وادی کشمیر کا رخ کیا تو راجہ راجوری بہادر سینہ جرال نے یہ خطرہ محسوس کر کے کہیں بادشاہ کشمیر سلطان محمد شاہ کی افواج راجوری و بھمبر کے علاقوں پر مستقل طور پر قبضہ نہ کر لیں، اس نے راجہ پرب چند کو سمجھا بجھا کر بھمبر گلی کے مقام سے واپس بلا لیا اور بھمبر کے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا اور راجہ راجوری بہادر سینہ جرال نے وہ علاقہ جہاں اس کے لیے دردسر بننے والے دریڈھ آباد تھے، راجہ پرب چند عرف دوئم خان بانی دوئمال (ڈومال) قبیلہ کو بطور جاگیر عطاء کر دیا۔ راجہ دوئم خان نے ایک دن موقع پا کر بھمبر سے اس کے ساتھ بھمبر سے آئے ہوئے بچے کچھے تھکیال فوجیوں کو استعمال کر کے ان دریڈھوں کی بڑی تعداد کو قتل کر دیا اور ان کے سروں کو عبرت کے لیے ملحقہ نالوں کی ایک ڈاب یعنی پانی کے تالاب میں پھینک دیے اور پانی کی ڈاب جس میں دریڈھوں کے سر پھینکے گئے تھے دریڈھوں والی ڈاب کہلاتی ہے۔ دریڈھ قبیلہ کے جو لوگ ادھر ادھر ہو کر بچ گئے تھے ان کی اولاد داب ٹھکر کہلاتی ہے۔ درھال راجوری میں دریڈھ نامی پال خاندان کا قبیلہ اتنی بڑی تعداد میں آباد اور طاقتور تھا کہ دریڈھ اور دریڈھی نامی دو موضعات اس قبیلہ سے منسوب ہیں۔

راجوری ریاست کے بارے میں History of the Punjab Hill States کے صفحہ نمبر 665 پر رقم ہے کہ یہ وادی راجوری یا مناور توی اور اس کے جنوب میں سلسلہ پیر پنجال ہے جو کشمیر سے اس کو جدا کرتا ہے، میں واقع ہے۔ اس کا قدیم نام راجہ پوری (Rajapuri) تھا جس سے موجودہ نام راجوری مشتق ہوا۔ اس کے شمال میں پیر پنجال ہے، مغرب میں پونچھ اور کوٹلی، جنوب میں بھمبر ہے اور اس کے مشرق میں چناب کا علاقہ ہے۔

راجوری کے بیرونی پہاڑوں یعنی جہلم اور چناب کے درمیان سارا علاقہ کا نام دروابھسارا (Darvabhisara) سے نکلا ہے، جو کے دو قبائل داروہ (Darva) اور ابھی سارا (Abhisara) کے ناموں پر ہے۔ مسٹر سٹائن کے مطابق اس نام کا حوالہ مہابھارت، پرانوں اور برھا تسماھیتا (Brhatsamhita) کتب میں موجود ہے۔

شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ داروابھیسارا (Darvabhisara) ایک جغرافیائی اصطلاح کے طور پر وہ تمام علاقہ ہے جو دریائے جہلم (Vitasta) اور دریائے چناب (Chandrabhaga) کے درمیان سرحد تھی اور اس دریا پر درگرا (Durgara) یعنی ڈوگرا کا تسلط تھا جو کے جموں سے متعلق ہیں۔ سکندر اعظم کے حملہ سے قبل سے ہی دروابھسارا (Darvabhisara) کا نام استعمال میں تھا اور یہ نام بارہوں صدی عیسوی تک موجود رہا۔ یونانیوں نے اس علاقہ کے بادشاہ کا نام ابھی سارا (Abhisara) لکھا ہے اور اس بادشاہ نے سکندر اعظم کی بھرپور مخالفت کی تھی، بعد میں اس نے دریائے جہلم کے مقام پر سکندر اعظم کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ پہاڑی سرداروں کے رواج و روایت کے تحت علاقہ کا نام عام طور پر قبیلہ کے نام پر ہوتا تھا، جہاں پر وہ قابض ہوتے تھے۔ اس طریقہ سے ٹیکسلا کا حکمران ٹیکسائلز (Taxiles) کہلاتا تھا۔

ابھی سارز (Abhisaares) جو ہندوستانی پہاڑوں کا بادشاہ (The king of Indian Mountaineers) نے سب سے پہلے سکندر اعظم کی مخالفت میں اپنی فوج ارسال کی مگر بعد میں اس نے اطاعت قبول کر لی۔ جبکہ راجہ پورس جو دریائے جہلم (Hydaspes) اور دریائے چناب (Akesines) کے درمیان کے علاقہ کا حکمران تھا۔ راجہ پورس اور راجہ ابھی سارا دونوں ہی ٹیکسلا کے حکمران کے خلاف صف آراء تھے جس نے اوہند (Ohind) کے مقام پر سکندر اعظم کے ساتھ شمولیت کر لی تھی جبکہ اس کا والد ایک سال پہلے ہی سکندر اعظم سے جلال آباد یعنی Nikaia میں ملاقات کر چکا تھا اور جواب مر گیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سارز (Abhisaares) بیرونی پہاڑیوں یعنی چناب اور سندھ کے ایک بڑے علاقے پر ایک بڑا حکمران تھا اور اس کا دارالحکومت راجپوری تھا۔ خاص ابھی سارا (Abhisara) کا علاقہ بعد ازاں راج پوری اور بھمبر کے ماتحت رہا۔ راج ترنگنی کے مطابق دوسری صدی عیسوی میں کشمیر کا حکمران راجہ ابھی مینیو اول (Abhimanyu 1) کے زمانہ میں دروابھیسارا (Darvabhisara) کا ذکر موجود ہے۔ کشمیر کا یہ حکمران شدید سردیوں کے موسم میں دروابھی سارا کے علاقہ میں بسر کرتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ علاقہ کشمیر کا ایک صوبہ ہوگا۔ غالباً اس زمانہ میں کوئی اور ریاست ابھی قائم نہیں ہوئی تھی، بلکہ یہاں راناؤں اور ٹھکروں کا راج تھا۔ جیسا کہ مغرب میں اُراسا (urasa) اور مشرق میں درگرا (Dargara) تھے۔

چینی سیاح ہونگ سانگ (Huien Tsiang) 633ء میں راجوری علاقہ میں وارد ہوا۔ وہ کشمیر میں پونچھ کے راستے راجوری میں داخل ہوا تھا، جو کشمیر میں شامل تھا۔ ہونگ سانگ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پونچھ سے راجپوری (Ho-lo-she-pu-lo) کا فاصلہ 67 میل ہے

اوراس کی گولائی 667 میل ہے۔ یہ قدرتی طور پر پہاڑوں، پہاڑیاں اور دریاؤں کی گزرگاہ پر مشتمل ہے، پیداوار کم ہے، موسم اوراس مٹی کے پیدا ہونے والے پھل پونچھ (Pun-nuso or punch) سے ملتے جلتے ہیں۔ لوگ تیز تراز ہیں، ملک کا کوئی خودمختار حکمران نہیں، مگر یہ کشمیر کے زیرنگین ہے، یہاں کے لوگ بظاہر ملک لمغان (Lamghan) یا Lan-po کے لوگوں جیسے ہیں۔ ان کا میلان خوفناک اور جذباتی ہے، ان کی زبان بازاری اور غیر تہذیب یافتہ ہے۔ ان کا تعلق صحیح طور پر ہندوستان سے نہیں ہے، البتہ ان کی عادات سرحدی لوگوں کی طرح وحشی ہیں۔

سر۔اے کنیگھم (Sir A. Cunningham) نے ہیونگ سانگ کے مندرجہ بالا بیان پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ اس سیاح نے راجپوری کا جو پھیلاؤ 67 میل لکھا ہے وہ موجودہ پھیلاؤ (Circuit) سے دوگنا ہے، دراصل درست ہے۔ چونکہ راجپوری میں ساری پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ راوی تک کا علاقہ بھی اس کی سرحد میں تھا۔ راجوری خاص تقریباً ہر طرف سے چالیس میل ہے۔ جس کے شمال میں پیر پنجال، مغرب میں پونچھ اور جنوب میں بھمبر اور مشرق میں ریاسی (Rihesi) اور اکھنور (Akhnor) ہیں۔

اس کے بعد راجوری کا ذکر 850ء میں راج ترنگنی کی کتاب میں ملتا ہے کہ نارا (Nara) دراصل لوہرا خاندان (Lohara Family) کا جد امجد اور بانی ریاست پونچھ (Pernutus) پرنوتس تھا۔ جو 1003ء میں علاقہ پونچھ کی حکمرانی کے ساتھ ساتھ کشمیر کے تخت پر بھی قابض ہوا اور پونچھ میں لوہرا اس کا اصل دارالحکومت تھا۔ بہرحال دروابھسارا (Darvabhisara) دوسرے پہاڑی علاقوں کی طرح کشمیر کے زیرنگین تھا۔ راج ترنگنی میں ایک اور جگہ سنکرو ما (883ء تا 920ء) کا حوالہ بھی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ قبل ہی، نارا (Nara) نے ریاست لوہرا یا پونچھ کی بنیاد رکھی تھی جو کہ ایک کھشا (Khasa) سردار تھا۔ نارا کے بعد اس کا بیٹا نارا وان (Naravahana) حکمران بنا۔ جلد ہی سنکرورما نے بیرونی پہاڑوں پر یلغار کی اور سلسلہ پیر پنجال کو عبور کیا۔ غالباً وہ توسامیدان کے راستے لوہرا پر حملہ آور ہوا۔ اس پر نارا وان پہاڑوں کی طرف روپوش ہوگیا۔ سنکرورما نے اس کو بعد میں قتل کروادیا تھا۔ یقیناً نارا وان پورے دروابھسارا (Darvabhisara) پر قابض تھا جو کشمیر کے زیر تسلط تھا اور اس نے خود اس علاقہ کو اپنے ماتحت کر کے آزاد کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان واقعات کے اندر راجوری کے کسی راجہ یا حکمران کا ذکر نہیں آیا۔ یہ ممکن ہے کہ ریاست پونچھ کی طرح راجوری کو بھی مقامی سردار جو کھش قبیلہ سے تھا، نے قائم کیا اور اس سے قبل یہ علاقہ کشمیر کے زیر تسلط رہا۔

راجہ جے پال (راجہ پنجاب ولاہور) ــــــ راجہ پرتھوی پال (راجہ راجوری) ــــــ راجہ مدن پال

راجہ شامہ پال (1025ء)

راجہ سنگرام پال (1025ء تا 1088ء، اس نے 1145ء میں وفات پائی)

راجہ پراتا پال | راجہ سوم پال | راجہ ناگ پال

990ء میں ملکہ دیدہ (Didda) جو کھیم گپت کی بیوی تھی اور کشمیر کے تخت پر قابض تھی، کے زمانہ میں راجہ راجوری راجہ پرتھوی پال (968ء تا 1022ء) دوسرے پہاڑی سرداروں کی طرح خود مختار ہو گیا تھا۔ اس کی اس خود مختاری پر ملکہ دیدہ نے اپنے ایک وزیر پلگناہ (Phalguna) کے زیر کمان فوج کشی کروائی۔ جب 1000ء میں یہ وزیر مر گیا تو راجہ پرتھوی پال نے بغاوت کر دی اور ملکہ دیدہ کے بھی خلاف فوج کشی کر دی اور شکست دے دی۔ اس پر کشمیر کا وزیر ٹنگا (Tunga) اچانک راجپوری پر حملہ آور ہوا اور اس دارالحکومت کو جلا ڈالا۔ اس جنگ میں راجہ پرتھوی پال کو شکست ہوئی جس کو اطاعت پر چھوڑ دیا گیا۔ ملکہ دیدہ (Didda) دراصل راجہ پرتھوی پال کی سگی چچازاد بہن تھی۔

ملکہ کشمیر دیدہ کے زمانے میں جو کے لوہرا خاندان کے راجہ کی بیٹی تھی اور جس کی ماں کابل شاہی خاندان کی ایک قدیم شاخ سے تھی اور یہ خاندان کابل اور پنجاب پر حکمران تھا۔ ملکہ نے مرنے سے پہلے اپنے ایک بھتیجے راجہ سنگرام کو لوہرا کے تخت پر بٹھایا جس نے بعد میں کشمیر پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

البیرونی کی کتاب کتاب الہند (Indica) میں راجپوری کا ذکر اس وقت میں ملتا ہے جب سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور البیرونی ان حملوں میں اس کے ہمراہ تھا۔ البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان میں وارد ہوا۔ 1015ء اور 1021ء کے حملہ کشمیر میں لوہر کوٹ یا لوہ کوٹ کے محاصرہ کے وقت البیرونی خود موجود تھا۔ یہ مشہور مورخ کلر جک (Kalarjak) کی چوٹی جو پیر پنجال میں ہے کا حوالہ دیتا ہے۔ اس کے بعد وہ تتہ کوٹی کا ذکر کرتا ہے جو 15,524 فٹ بلند ہے اور اور وہ لکھتا ہے کہ قصبہ راجہ وری (Raja Wari) اس چوٹی سے تین فرسک (Farsakh) کے فاصلہ پر ہے۔ یہ دور ترین جگہ ہے جہاں ہمارے سوداگر تجارت کرتے ہیں اور وہ دوسری طرف کبھی نہ گئے۔ البیرونی کے بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے ابتداء میں راجوری کا قصبہ راج وری کہلاتا تھا اور راج وری، راج پوری اور راجوری کی درمیانی حالت ہے۔ مورکرافٹ نے اس کو راجور لکھا ہے اور وائن (Vigne) نے راجہ وار (Raja War) جبکہ فرشتہ نے اس کو راجوری لکھا ہے اور جہانگیر بادشاہ نے راجور (Rajour)۔

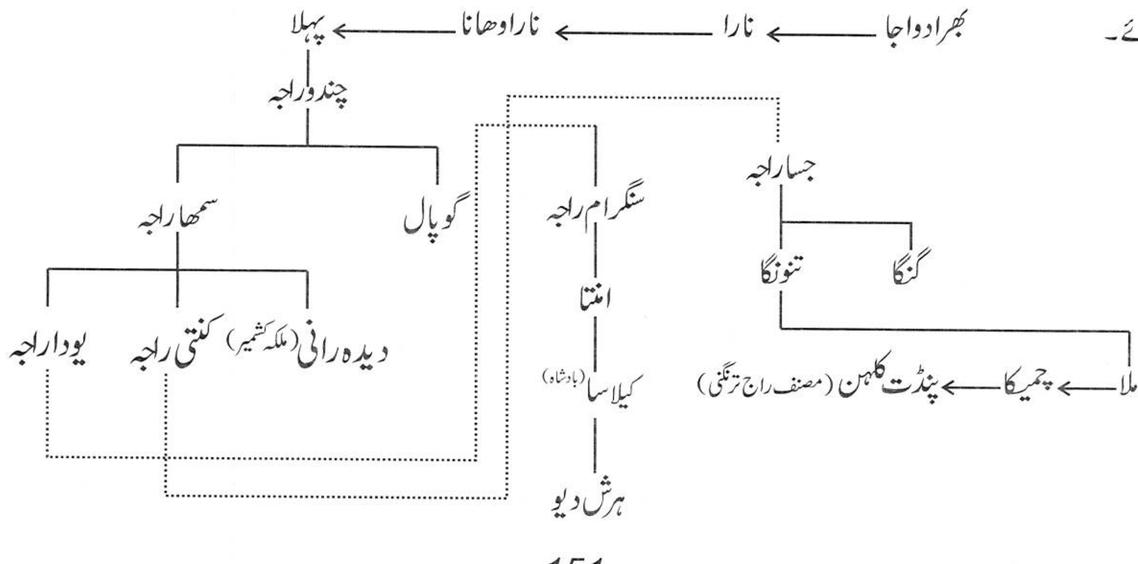
راجہ پرتھوی پال نے 1025ء تک راجوری پر حکومت کی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہجال پال حکمران بنا۔ یہ نام راج ترنگنی میں موجود ہے۔ شاہجال پال نے 1050ء تک حکومت کی اور اس کے بعد اس کا بیٹا سنگرام پال نے حکومت سنبھالی جو ابھی ایک نابالغ تھا اور اس کا چچا مدن پال (Madana Pala) نے حکومت کی بھاگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لی۔ سنگرام پال کی ایک بہن جو اب بالغ ہو چکی تھی، مدد کے لیے ایک مقامی سردار یا ٹھکر کے ہمراہ کشمیر کو گئی۔ چنانچہ جاوننده (Javananda) اور بجاہ (Bijja) کے زیر کمان فوج راجوری ارسال کی گئی جس نے اس کے چچا مدن پال (Madana Pal) کو شکست دے دی اور پھر جاوننده (Javananda) کافی عرصہ کے لیے ملک میں قیام پذیر ہو گیا۔ اطاعت قبول کروانے اور کچھ تحائف وصول کرنے کے بعد اپنی جگہ بجاہ (Bijja) کو کچھ فوج کے ہمراہ چھوڑ کر وہ واپس کشمیر چلا گیا۔ بعد ازاں مدن پال نے دوبارہ بغاوت کر دی جس پر کشمیر کے بادشاہ نے اس کو پھر شکست دی اور قید کر کے کشمیر لے گیا۔

راجہ سنگرم پال نے طویل عرصہ تک حکومت کی اور اس نے 88-1087ء میں کشمیر آ کر بادشاہ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے زمانہ میں کشمیر کے بادشاہ نے بیرونی پہاڑیوں کی تمام ریاستوں کو اپنے زیر نگین کر لیا جو چناب اور دریائے سندھ تک واقع تھیں۔ یہاں کے سب چھوٹے چھوٹے حکمرانوں نے سرینگر آ کر حاضری دی تھی۔ ان حکمرانوں اور سرداروں میں کرتی (Kirti) جو جموں یا بابا پورہ (Babapura)، استا

(Asata)، بادشاہ چمبہ، کلاس (Kalasa) کا بیٹا اور بالور (Ballor) یا (Basohli) وغیرہ شامل تھے۔ راجہ سنگرام پال، راجہ راجوری اتھردا (utharda) لوہراپونچھ کا حکمران، سنگاتا (Sangata) جو (Urasa) کا بادشاہ یعنی ہزارہ کا حکمران، گمبر شیاء (Gambhirashia) جو کنڈا کا سردار تھا اور مشہور اتم راجہ (Uttamaraja) جو کشتوواڑ کا حکمران تھا۔

بادشاہ کشمیر کیلاس پال (Kalasa) کا 1089ء میں انتقال ہو گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا ہرش دیو پال حکمران ہوا۔ راجہ راجوری، راجہ سنگرام پال نے اپنی آزادی اور خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ کشمیر کی حکومت کمزور پڑ گئی، چونکہ پنجاب پر مسلمانوں نے حملہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ سنگرام پال کے خلاف Sunna کے تحت فوج ارسال کی گئی اور دوسری فوج کندراپہ (Kandarpa) کے ماتحت پونچھ کو ارسال کی گئی۔ (Kandarpa) پونچھ کو فتح نہ کر سکا مگر اس نے راجوری پر قبضہ کر لیا۔ اس کو راجوری میں ایک خون ریز جنگ کرنا پڑی تھی۔ بہر حال کھشہ فوج کو شکست ہوئی۔ راجہ سنگرام پال نے اطاعت قبول کر لی۔ ہرش دور کے خاتمہ پر راجہ سنگرام پال نے دوبارہ سر اٹھایا اور راجوری کے قریب واقع قلعہ پرتھوی ویگری (Prithvigiri) کا محاصرہ کر کے راجوری پر دوبارہ حکمرانی کو قائم کر لیا۔

راج ترنگنی میں پونچھ اور راجوری کے ابتدائی شاہی خاندان کے بارے میں کافی ذکر ملتا ہے۔ جو پال راجگان کشمیر کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پنڈت کلاہن کے بیان کے مطابق بہت مدت قبل داروابھیسارا پر ایک بادشاہ نارا (Nara) نامی حکومت کیا کرتا تھا جو بھرادواجہ (Bharadwaja) کا بیٹا تھا اور نارا کے بعد اس کا بیٹا ناراوھانا (Naravahana) حکمران بنا۔ اس کے بعد پھولا Phulla، پھر سلواہن (Salavahana)، اس کے بعد چندا، پھر اس کا بیٹا چندوراجا (Chanduraja)، اس کے دو بیٹے گوپال (Gupal) اور سمھ راج (Simharaja) تھے۔ سمھ راجہ کے بہت سے بیٹے تھے اور اس کی ایک بیٹی دیدہ رانی (Didda) تھی جو کشمیر کے بادشاہ کھیم گپت (Khamgupt) سے بیاہی گئی۔ ملکہ دیدہ نے اپنے بھتیجا سنگرام راجہ کو کشمیر کا بادشاہ بنا دیا، جو اس کے ایک بھائی یودا راجہ (Udayaraja) کا بیٹا تھا۔ جبکہ اس کا ایک بھائی کنتی راجہ (Kantiraja) کا بیٹا جسا راجہ (Jassaraja) تھا جس کو ملکہ نے پونچھ کی حکومت دی تھی۔ سنگرام راجہ (Sangramraja) کا بیٹا امنتا (Amanta) اور جسا راجہ (Jassaraja) کے تنونگا (Tanvanga) اور گنگا (Ganga) بیٹے تھے۔ امنتا (Amanta) کا بیٹا کیلاسا (Kalsa) بادشاہ بنا اور گنگا (Gunga) سے ملا (Mulla) پیدا ہوا۔ پنڈت کلاہن مصنف کتاب راج ترنگنی اس ملا (Malla) کی اولاد میں سے تھا۔ کیلاسا (Kalsa) سے ہرش دیو (Harishdev) اور دوسرے پیدا ہوئے۔



راجہ سنگرام پال (5-1104ء) میں فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا راجہ سوم پال راجوری کا حکمران بنا۔ اس نے اپنے بھائی براٹا پال (Pratapala) کو قید میں ڈال دیا تو اس پر یوچل (Uchahala) ناراض ہوا مگر اس نے کچھ نہ کیا۔ 1112ء میں اچ ہالا (Uchahala) کو قتل کر دیا گیا اور اس کا بھائی سوسل (Sussala) جو بغاوت کا ایک سرغنہ تھا، تخت پر بیٹھا اور بہت جلد راجہ ہرش کو پوتا بھکشا چارا (Bhikshachara) جو مالوہ سے واپس آیا تھا اور چند پہاڑی سرداروں سے بمقام کرکشتارہ (Kyrukshatara) ملا۔ جہاں اس کو خوش آمدید کہا گیا اور اس کی حوصلہ افزائی کی گئی تا کہ وہ کشمیر کا تخت دوبارہ حاصل کر لے۔ چناب وادی میں اس کا ایک ساتھی جو یہاں پہلے ہی چار سال سے قیام پذیر تھا، نے ناکام کوشش کی تھی وہ چندر بھاگا میں ایک ٹھکر کے ہاں مدعو ہو کر کچھ عرصہ قیام پذیر ہو گیا اور واقعات کے رونما ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس اثنا میں راجوری میں ایک تازہ مشکل پیدا ہوئی کہ راجہ سوم پال نے اپنے بڑے بھائی کو قتل کر دیا اور سوم پال کا چھوٹا بھائی ناگ پال کشمیر کی طرف دوڑ گیا تھا اور سوسل سے مدد طلب کی۔ راجہ سوم پال نے بھی معاونت چاہی مگر رد کر دی گئی اور سوسل نے راجوری پر حملہ کر دیا۔ پھر راجہ سوم پال نے والا پورہ (Vallapura or Balor) سے بھکشا چارا کو بلایا، جس سے راجہ سوسل کا غصہ کم ہوا اور ایک فوج راجوری ارسال کر دی۔ اس فوج کی آمد کا سن کر راجہ سوم پال بھاگ گیا اور سوسل نے راجہ ناگ پال کو راجوری کی حکمرانی دے دی۔ وہ سات سال تک حکمران رہا۔ مگر راجوری کے لوگ راجہ سوم پال کے حق میں تھے، اس لیے راجوری کے نئے حکمران کو قبول نہ کیا اور سوسل کے ہٹ جانے کے بعد راجہ ناگ پال نے بھی اقتدار کو چھوڑ دیا۔ بعد میں جلد ہی ایک اور سیاسی مسئلہ کشمیر میں رونما ہوا کہ راجہ ہرش جس کو پنڈت کلاہن ترشک کہتا ہے، 1120ء میں بھکشا چارا نے کچھ پہاڑی سرداروں کی مدد سے کشمیر کی طرف درہ بانہال اور وسلتا (visalata) کے راستے چڑھائی کر دی اور کافی جنگ کے بعد اب وراثتی تخت کشمیر کو حاصل کر لیا تھا، جو صرف چھ ماہ تک جاری رہا۔ ان پہاڑی سرداروں میں صرف راجہ سوم پال کا نام ملتا ہے، جو اس وقت راجوری کا حکمران تھا۔ راجہ سوسل نے لوہ کوٹ پر اپنا حق چھوڑ دیا تھا۔ راجہ سوم پال نے بھکشا چارا کو ایک فوج دے کر راجوری سے کشمیر روانہ کیا۔ اس فوج کا سپہ سالار وسما گا (Vismaga) تھا۔ سرسٹائن (Sir Stein)، جو لوہ کوٹ یا لوہر کوٹ کے حملہ کا جو اشارہ دیا گیا ہے، اس پر وہ کہتے ہیں کہ یہ جنوب سے راجوری کی طرف سے تھا چونکہ راجہ سوم پال دراصل بھکشا چارا کا اتحادی تھا جس نے میدان توشہ سے پیر پنجال کو عبور کر کے حملہ کیا۔ کش اور ملیچھ افواج نے ہر چیز کو تباہ کر دیا تھا۔ بھکشا چارا کا وزیر بمبا (Bimba) تھا جس نے پرنتوش یعنی پونچھ کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ 1121ء میں اپریل یعنی بیساکھ کے مہینہ میں ادھر سوسل کی فوج حملہ کے لیے انتظار کر رہی تھی جس کے معاونت کالنجر (Kalinjra) کے سردار نے کی تھی۔ پونچھ کا قصبہ دریائے بتراہ (Bitarh) یا وتراہ (Vitala) کے کنارے پر واقع تھا۔

راجہ سوم پال نے راجہ راجوری کے تعاون سے بھکشا چرا دوبارہ پشیانہ کی طرف سے کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر ایک بڑی جنگ کے بعد اس کو ناکامی ہوئی اور بھکشا چرا واپس بھاگ کر پیر پنجال کے جنوب میں واقع پشیانہ کے علاقہ میں چلا گیا۔ کئی سال تک وہ کشمیر داخل ہونے کی کوششیں کرتا رہا۔

1128ء میں بادشاہ کشمیر راجہ سوسل کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر بھکشا چرا کو ارسال کیا گیا۔ اس نے اس سر کو راجہ سوم پال کی طرف بھیج دیا۔ راجہ سوم پال کا بھائی راجہ ناگ پال جس کی سوسل نے مدد کی تھی، نے التجاء کی کہ اس سر کی بے عزتی نہ کی جائے۔ اس پر سوسل کے سر کو صندل کی لکڑی اور مصبّر (ایک قسم کی حکیمی دوائی) میں جلا دیا گیا۔ سوسل کے بعد اس کا بیٹا جیا سمھا (Jayasimha) کشمیر کے تخت پر براجمان ہوا اور اس نے بھکشا چرا

کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھی۔ بکشا جرا کو ابھی تک راجہ سوم پال راجہ راجوری کی معاونت حاصل تھی۔ آخر کار بھکشا چرا اپنے وراثتی تخت کے حصول میں بار بار ناکام ہوا تو وہ کشمیر کی سیاست سے الگ تھلگ رہنے پر مجبور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے دوست وساتھی بھی اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ حتیٰ کہ راجہ سوم پال بھی اس کی مدد کو تیار نہ ہوا اور اس کو راجوری میں پناہ تک دینے سے انکار کر دیا تو بھکشا چرا بانہال کے جنوب میں واقع ریاست ورتولا (Vartula) اپنے سسر کے ہاں چلا گیا، جہاں وہ ایک بغاوت میں مارا گیا۔

اسی اثناء میں راجہ سوم پال حکمران راجوری نے کشمیر کے حکمران راجہ جیا سمھا کے ساتھ معاہدہ امن کر لیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی لڑکیوں سے شادی کر کے امن کو مزید فروغ دیا۔ بعد ازاں اس کے بیٹے راجہ بھو پال (Bhu pala) نے بغاوت کر دی اور اپنے باپ راجہ سوم پال کو راجوری سے نکال دیا۔

راج ترنگنی میں راجہ سوم پال کا ذکر اس موقع پر آتا ہے جب راجہ بھو پال کی شادی کشمیر کے بادشاہ کی بڑی لڑکی منیلا (Menila) سے اس کی شادی ہوتی ہے۔ یہ شادی 1145ء میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد راجہ سوم پال نے اپنے اقتدار کو اپنے بیٹے راجہ بھو پال کے حق میں چھوڑ دیا۔ وہ اس کے بعد جلد مر گیا۔ بہر حال پنڈت کلاہن نے اپنی کتاب راج ترنگنی میں راجہ سوم پال کی خوب تعریف کی ہے۔

کشمیر کا بادشاہ جیا سمھا 1154ء میں انتقال کر گیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد سب حکمران کمزور اور نااہل رہے۔ اس زمانہ میں کشمیر کی گرفت پہاڑی ریاستوں پر بالکل کمزور پڑ گئی تھی اور تمام پہاڑی ریاستیں اور ان کے سردار خود مختار ہو گئے تھے۔

1145ء تا 1149ء کے درمیان راجوری پر راجہ بھو پال حکمران رہا اور لگتا ہے کہ اس کے کشمیر کے ساتھ اچھے تعلقات رہے۔ ویسے تو راجوری کا ذکر متعدد بار راج ترنگنی اور جونا راجہ (Jonaraja) میں ہوا ہے۔ راجوری کا آخری بار ذکر 1560ء میں غازی شاہ کے زمانہ میں ملتا ہے۔ جونا راجہ (Jona raja) میں سب سے پہلا ذکر کشمیر کے حکمران راجہ سنگرام پال (52-1236ء) کا ہے۔ جب ڈامروں اور دیگر پہاڑی سرداروں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور یہ حکمران بھاگ کر راجوری میں پناہ گزیر ہوا تھا۔ ان باغیوں نے اس کا پیچھا راجوری تک کیا اور پھر راجوری کے قریب ایک بڑی جنگ لڑی گئی، جس میں ان باغیوں کو بری طرح سے شکست ہوئی اور راجہ سنگرام پال دوبارہ کشمیر کا حکمران بن گیا۔

1339ء میں ہندو پال راجگان کشمیر کا خاتمہ ہوا۔ شاہ میر ترک نے ان سے اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے دور حکومت کا آغاز ہوا۔ کننگھم کی تحقیق کے مطابق راجوری کے نئے حکمران جرال دراصل جیرا پال (Jira Pala) کی اولاد میں سے ہیں جو جہت پال (Jeht Pala) کا بھائی تھا، جس نے نور پور ریاست کی بنیاد رکھی تھی اور کلانور میں (96-1193ء) میں حکمران تھا۔ جب شہاب الدین غوری نے پنجاب پر حملہ کیا تو اس راجہ جیرا پال (Jira Pala) کو شکست ہوئی اور پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کا نیا نام صاحب سینہ (Sahib Sina) سے شیر افغان رکھا گیا اور اس کا بیٹا نیل سینہ کا نام نور الدین رکھا گیا۔ بعد ازاں انھوں نے راجوری کے پال راجگان سے اقتدار حاصل کر لیا تھا۔

راج ترنگنی سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ 1193ء تک راجوری پر پال ہندو راجگان حکمران تھے اور جہانگیر بادشاہ کے بیان کے مطابق یہ خاندان (88-1356ء) میں فیروز تغلق کے زمانہ میں مسلمان ہوا تھا۔ کننگھم نے جو نام جیسا کہ شیر افگیون (Sher Afkun) اور نور شاہ یا نیل سینہ رقم کیے ہیں یہ نام جہانگیر کی دی گئی فہرست میں موجود ہیں۔ جنھوں نے 1475ء تا 1500ء حکومت کی۔ نور شاہ یا نیل سینہ کہا جاتا ہے کہ راجوری کا پہلا مسلمان حکمران تھا۔ نیز کننگھم نے بیان کیا ہے کہ راجویر (Rajvir) یا راز ویر کدل (Razvir kadal) کو راجوری کی کسی شہزادی نے تعمیر

کروایا تھا۔

## ریاست پونچھ

راجوری کی طرح ریاست پونچھ پر بھی پال راجگان کی عمل داری اور حکمرانی قائم رہی۔ یہ قدیم زمانے سے ہی علاقہ توی کی وادیوں میں واقع تھی۔ اس کے شمال میں پیر پنجال ہے، مغرب میں جہلم، جنوب میں میدان اور مشرق میں راجپوری (راجوری) ہے۔

اس ریاست کا اصل نام پرنوتش (Parnotsa) تھا جس سے موجودہ نام پونچھ نکلا ہے، جبکہ اس کا دارالحکومت لوہرا (Lohara) تھا۔ یہ جگہ اب بھی پونچھ کے شمال مشرق میں لوہرین (Lohrin) کے نام سے موجود ہے۔ راجوری کی مانند یہ ریاست بھی پہاڑیوں میں گری ہوئی ہے اور قدیم زمانہ میں دارو ابھیسارا کہلاتی تھی، جو جہلم اور چناب کے وسط میں واقع تھی۔ یہ اس علاقہ کی پہلی قائم ہونے والی ریاست تھی۔

633ء میں ایک چینی سیاح ہیونگ ساہنگ (Huien Tsiang) جب پونچھ کے علاقہ میں آیا تو اس نے اس علاقہ کے نام پرنوتش پایا جو کہ کشمیر کے زیرنگین تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس علاقہ کا کوئی بادشاہ نہ تھا۔ ہیونگ ساہنگ نے اس ریاست کو Pun-nu-Tso لکھا ہے اور اس کو کشمیر کے جنوب مغرب میں بیان کیا ہے۔

کنگھم کے مطابق پرنوتش مختلف ناموں سے اخذ کردہ ہے، وہ اس کو Punach or Punch لکھتا ہے۔ کشمیری لوگ اس کو Panats کہتے ہیں۔ مورکرافٹ اسے Pruntz یا Punch لکھتا ہے۔ مرزا افضل بیگ نے اس کو Punje لکھا ہے جبکہ وائن (Vigne) نے اسے Punch لکھا ہے۔

راجوری کی طرح ریاست پونچھ میں بھی کھش قبیلہ (KhashaTribe) قدیم زمانے سے آباد تھا۔ دریائے جہلم اور درہ بانہال کے درمیان سارا علاقہ ان کے زیر تسلط تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کھکھہ قوم بھی اسی کھش قبیلہ کی اولاد میں سے ہیں جو زیریں جہلم وادی اور بیرونی پہاڑیوں میں قیام پذیر ہیں۔ راج ترنگنی میں درج ہے کہ راجگان راجوری اور لوہرا، کھش سردار تھے۔ مگر بہت بعد میں 1430ء میں اس علاقہ داروبھیسارا پر چب چند نے قبضہ کرلیا تھا اسی چب چند نے بھمبر اور کھڑی کھر والی ریاستوں کی بنیاد رکھی تھی تو یہ علاقہ چبال کہلایا۔

چینی سیاح کشمیر سے پونچھ اور راجوری کے راستوں سے ہندوستان کے میدانوں کی طرف آیا تو وہ اکھنور کے علاقہ سے گزر کر سکالا (سیالکوٹ) پہنچا تھا۔ اس نے پونچھ کے لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں کے لوگ بہادر ہیں اور بدھ مت ہیں اور اس علاقہ کے آگے Ho-lo-she pu-lo یعنی راجوری ہے۔ ابتدائی زمانہ میں موجودہ کوٹلی کا علاقہ پونچھ میں شامل تھا۔ راج ترنگنی میں پونچھ کے بہت سے حوالہ جات رقم ہیں۔

البیرونی نے پونچھ کے لوہرا کوٹا (Lohra Kota) یا لوہ کوٹ (Loh Kot) کا ذکر اپنی کتاب الہند میں کیا ہے۔ پونچھ اصل میں ریاست لوہرا (Lohara State) کا دارالحکومت تھا۔ اس ریاست کا بانی نارا (Nara) تھا اور اس کا تعلق بھی مقامی کھش قبیلہ سے تھا۔ نارا کا ذکر سب سے پہلے کشمیر کے ات پال پیڈا (Utpalapida) کے زمانے 55-850ء میں ہوتا ہے۔ داروابھیسارا کا علاقہ پرنارا اور دیگر سوداگروں کے قبضہ میں تھا اور اس پر ان کی حکمرانی تھی۔ درحقیقت یہ رانا اور ٹھکروں کی طرح کے سردار تھے جو مشرقی پہاڑیوں پر قابض تھے۔ ان میں سے نارا سب سے زیادہ طاقت ور تھا اور اس نے سارے علاقہ پر اپنا قبضہ قائم کر کے لوہرا ریاست کی بنیاد ڈالی۔ لوہرا خاندان تین صدیوں تک حکمران رہا۔

950ء میں لوہرااور کشمیر کے خاندانوں کے درمیان رشتہ داری قائم ہوئی۔لوہرا خاندان کی شہزادی دیدہ رانی کی شادی کشمیر کے بادشاہ کھیم گپت سے طے ہوئی۔دیدہ رانی اپنے خاوند کے انتقال کے بعد مکمل خودمختار ملکہ بنی۔اپنے مرنے سے قبل اس نے کشمیر کا اقتدار اپنے بھائی کے بیٹے راجہ سنگرام پال کو سونپ دیا تھا۔

کشمیر کے بادشاہ راجہ ہرش دیو پال (1089ء تا 1100ء) کے خلاف ایک بغاوت کی گئی تھی جس کے سربراہ لوہرا خاندان کے دو جوان بھائی تھے جو بعد میں کشمیر سے فرار ہوگئے تھے۔بڑا بھائی جس کا نام تاریخ میں یوچتا (Uchchata) آیا ہے، راجوری میں راجہ سوم پال راجہ راجوری کی پناہ اور مہمانی میں چلا گیا تھا۔

870ء میں ہندوشاہی خاندان، پنجاب اور کابل کے حکمران تھے۔اس خاندان نے ترک شاہی کی جگہ لی تھی۔880ء تا 890ء میں انھوں نے اپنا دارالحکومت کابل سے اوہند (Ohind) یعنی یودابھانداپورا (Udbhandapura) جو کے دریائے سندھ کے کنارے پر واقع تھا، میں منتقل کرلیا تھا۔اس منتقلی کی وجہ مغرب سے مسلمانوں کی حملہ آوری تھی۔

راجہ جے پال نے 962ء میں اپنے چچا راجہ بھیم پال کی جگہ حکومت سنبھالی تھی اور اس نے حکومت اور علاقہ کو بچانے کے لیے مسلسل حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔اس نے بعد ازاں اپنا دارالحکومت لاہور میں 970ء میں تبدیل کرلیا تھا۔جبکہ 1002ء میں اس کی جنگ پشاور میں سلطان محمود غزنوی سے ہوئی تھی۔راجہ جے پال کے بعد اس کا بیٹا انند پال حکمران بنا اور 1005ء میں اس کی جنگ سلطان محمود غزنوی سے ہوئی جس میں انند پال کو شکست ہوئی اور وہ پونچھ کی طرف چلا گیا۔1009ء میں دوبارہ ان کی جنگ ہوئی مگر اس بار بھی راجہ انند پال کو شکست ہوئی اور وہ پھر پونچھ کی طرف پناہ گزین ہوا۔اس کے بعد اس کا بیٹا ترلوچن پال حکمران بنا۔اس کے بعد اس کا بیٹا ندر بھیم پال (Nidar Bhimpala) حکمران بنا تو اس کی اٹک کی جانب راولپنڈی کے علاقہ مارگلہ کے قریب سلطان محمود غزنوی سے جنگ ہوئی۔1015ء اور 1021ء میں محمود غزنوی دوبارہ لوہرکوٹ پونچھ پر حملہ آور ہوا مگر ناکام رہا۔البیرونی نے ان جنگوں کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کے بیان کردہ حالات و واقعات مستند تسلیم کیے جاتے ہیں۔

**راجہ بھیم پال اول** (یہ راجہ اکھ پال حکمران کشمیر 347 قبل مسیح کے ایک بیٹے راجہ تراشٹ پال کی اولاد میں سے تھا۔ راجہ تراشٹ پال کی ہی اولاد سے ہندوستان کا مہاراہ سمندر پال جوگی 78ء تا 102ء بھی ہوگزرا ہے جس نے اپنے نام پر موجودہ لاہور کے مقام پر ایک بستی سمندر پال نگری بسائی تھی اور یہ مہاراجہ ہندوستان بکر ماجیت نارمہ 9ء تا 78ء کا داماد بھی تھا)

**راجہ بکرم پال** (راجہ لاہور 910ء)

**راجہ استبال پال**

**راجہ بھیمہ پال** (راجہ لوہر کوٹ و پونچھ)
(اس کی اولاد کشمیر اور پونچھ کی حکمران رہی ہے۔ ملکہ وحکمران دیدہ رانی اسی کی اولاد میں سے تھی)

**راجہ اتکیال پال** (راجہ بھمبر)
(بانی قبیلہ تھکیال راجپوت)

**راجہ جے پال** (راجہ لاہور 955ء تا 1003ء)
اس راجہ کی اولاد پنجاب اور بعدازاں کشمیر میں حکمران کے علاوہ سپہ سالار افواج کشمیر اور وزیر اعظم کشمیر ہوئے ہیں۔ کشمیر کی ملکہ اور حکمران کوٹہ رانی اسی کی اولاد میں سے تھی)

**راجہ پرتھوی پال** (راجہ راجوری 968ء تا 1022ء)

**راجہ سہم پال** (راجہ راجوری 1022ء تا 1073ء)

**راجہ سہج پال** (راجہ راجوری 1073ء تا 1102ء)

**راجہ سنگرام پال** (راجہ راجوری 1102ء تا 1125ء)

**راجہ سوم پال** (راجہ راجوری 1125ء تا 1133ء)

**راجہ مم پال** (راجہ راجوری 1133ء تا 1172ء)

**راجہ امنا پال** (آخری راجہ راجوری 1172ء تا 1217ء)

راجہ من پال
منیال راجپوت

راجہ منگر پال
منگرال راجپوت

راجہ بودھ پال
پال ٹھکر راجپوت

راجہ راج پال
ٹھکر پال راجپوت

راجہ سدھ پال
سدھال راجپوت

راجہ دریڈھ پال
دریڈپال راجپوت

**راجہ امر پال**

**راجہ ایندر پال**

**راجہ سہلن پال**

**راجہ سہنس پال خان** (موجودہ سہنسہ کے علاقہ میں آکر آباد ہوا اور بعدازاں کر اسلام قبول کیا)

**راجہ دان خان**
(اولاد سرساوہ میں آباد ہے)

**راجہ تا تار خان**
(اولاد بڑالی فگوش وغیرہ میں آباد ہے)

**راجہ مہتدان خان**
(لاولد)

**راجہ رحیم اللہ خان**
(اولاد چکسواری میں آباد ہے)

کی جلد اول صفحہ نمبر 46 پر پنجاب کے پہاڑی علاقہ جات کی ریاستیں کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ درج ذیل of the Punjab Hill States

ہے۔

46. HISTORY OF THE PUNJAB HILL STATES.

| Country | Clan |
|---|---|
| 17. Kushtwar. | Kushtwaria |
| 18. Punch | Mangral |
| 19. Kotali | Mangral |
| 20. Rajuri | Jaral |
| 21. Bhimbar | Chibh. |
| 22. Khari-Kharyali | Chibh |

the Hindu States were all situated between the Ravi and Chinab, except Aknur and part of Kashtawar.

صفحہ نمبر 49 پر یہ مصنفین رقم طراز ہیں کہ

Kotali was founded about the Fifteen Century by a branch of the Royal family of Kashmir. Kotali and punch remained in depended till 1815 and 1819.

اور کتاب کے صفحہ نمبر 59 پر دی گئی فہرست میں کوٹلی اور پونچھ کے نام اس طرح سے ہیں

The following are the family surnames or clan names of the Muhammadan States of the Central Group. Those of the Westrern Group have not been ascertained: -

| Country | Clan |
|---|---|
| Kashtwar. | Kashtwaria. |
| Bhimbar | Chibh |
| Khariali | Chibh |
| Punch | Mangral or Maghral |
| Rajauri | Jaral or Jarial |
| Kotali | Mangral |

So far as our records enable us to judge, the original rulers of almost all the Hill States of

the Eastern and Central Groups were Rajputs. the infrmation at our disposal also. The queen of Bhoja, son of King Harsha, was a daughter of the Raja of Urasha and mother of Bhikshachara, ... vide Rajatarangini, VIII., 16-18

پھران مصنفین نے اپنی کتاب کے صفحات نمبرات 699 تا 724 پر بھی ذکر کیا ہے۔راجوری کے حکمران پال راجگان کے حوالے بمعہ ریاست چھبنی، صفحات نمبر 619 تا 620 پر ہیں۔اسی طرح راجوری کے حکمران راجہ سوم پال کے بھائی راجہ بھاگ پال نے ریاست bhadu کی بنیاد رکھی (صفحات نمبر 630 تا 632)۔اسی کتاب کے صفحہ نمبر 554 پر ہے کہ کوٹلی پر پنجاب کے سکھوں کا قبضہ 1815ء میں ہوا۔کتاب کے آخر پر Appendix IV میں ریاست پونچھ کا مالیہ ( Revenue ) ستر ہزار اور کوٹلی کا اسی ہزار تحریر کیا ہے۔

Mr. Sir Denzil Ibbeston, Mr. Maclagan اور Mr. H.A. Rose نے اپنی کتاب A Glossary of the Tribes and Castes of the Punjab and NWF Province کی جلد سوم کے صفحہ نمبر 274 پر سورج اور چندر بنسی اقوام کی فہرست میں اس طرح سے درج کی ہے۔

Leaving the classified based on the method of salutation adopted, and arranging the hill, by the traditional races of Surajbansi and Soribansi, we have following results:---

| Chandar Bansi | | Suraj bansi | |
|---|---|---|---|
| Guleria | Ghandar | Jamural | Thakial |
| Pathania | Makhotra | Jasnotia (Jasrotia). | Bhadiar |
| Samria | Rakwal | Janglotia | Salehria |
| Khokhar | Chauhan | Manhas | Gahotra |
| Kohal | Madar | Harchand | Malotra |
| Bhatti | Kanauch | Jarral | Manj |
| Bhmrotra | Awan | Sin | Mangral |
| Lamin | Samanch | Indauria | Rial |
| Kakotra | Jhanjua | Chibh | Jhaggi |
| Naru | Dhamdal | Bagal | Sanauria |
| Ladit. Ladit. | Balim | Tangral | Mahotra |
| | | Saroch | Katil |
| | | Thakkar. | Lalotra |

---

Gurdaspur Gazetteer, 1891-2, pp. 68-70

Punjab Castes کتاب میں Sir. Denzil Ibbetson صفحہ نمبر 132 پر پنجاب کے راجپوتان کے تحت لکھتے ہیں کہ

PUNJAB CASTES.

Being a reprint of the chapter on "The Races, Castes and Tribes of the People" in the report on the Census of the Punjab Published in 1883 by the Late Sir Denzil Ibbeston, K.C.S.I.

442. The Rajput Tribes of the Punjab. ----- the Rajputs of the Punjab may be broadly divided into four groups, each of which I shall discuss separately in the following paragraphs. First come the Rajputs of the Dehli Territory and Jamna Valley, for the most part belonging to the two great tribes of Chauhan and Tanwar which gave Dehli its most famous dynasties. Next come the Rajputs of the river valleys of the Western Plains, many of them hardly or not at all to be distingushed from Jats, and belonging for the most part to the Bhatti of Jaisalmer and Bikaner, and their predecessors the panwar. The third group is the Rajputs of the western hills including the Salt-range Tract, comprising both dominant tribes of proud position such as the Janjua and Mongrel Rajputs from the Jammu hills, and descendants either of the Yadubandi (Bhatti) dynasty of the Kashmir and the mythical Raja Rasalu of Sialkot so famous in Punjab folklore, or of a group of tribes, apprently of Panwar origin, which now hold the hills on either bank of the Jahlam.

اوراس کے بعد A glossary of the Tribes and Casts the Punajb and NWFP کے صفحہ نمبر 298 میں درج ہے کہ

Janjua and Mongral Rajputs from the Jammu hills, and descendant either of yadubhansi (Bhatti) dynasty of Kashmir and the my thical Raja Rasalu of Sialkot, so famous in Punjab folk-lore, or of a group of tribes, apparently of Punwar origin, which now hold the hills on either bank of the jahlam.

A Glossary of the Tribes and Castes of Punjab and NWFP صفحہ نمبر 303 Appendix I کچھ اس طرح سے ہے

APPENDIX I.

The following table of the Rajputs of the Hill Rajputs is taken from bingley's Dogras, but its sources are not indicated:

I. --- Jullundur Circle.

Rajas or superior class Rajputs of the 2nd grade ---

laddu (Laddu)., Chandhleb, Bhanot, (Banot), Maile, Dodh, Bhabanria, Dattarach, Indauria, Manhas, Jarial, Habrol, Mankotia, Ghorewaha, Sonkla, Ranaut

Inferior class Rajputs of the 2nd grade

Taunia (Taoni), Sndhwal, Changra, Sangotra, Chauhan, Channauria, Gahaina, Bagsotra, Des, Bhihal, Malautar, Gomra, Raghubansi, Kapahtia, bhandari, Banial, Jasial, Dasoteh, Nangle, Dhatwal, Datial, Samkria, Anotreb, Taprial, Padniar Takhi, Pahria, Jaggi, Dhurial, Pandoad, Khansur, Kharwal, Ranant. Gori, Surial, Barlial, Pathiral, Sonkla, Narial, kanthwal, Garl.

of the aobve, the Chanban, Changra, Malautar, and Ranaut clans are by home classifed as Ranas. The exact position of the rest is has not bonified. The officer commanding the 2nd Sikhs describes them also as "Rathis, pure, and simple." The following subsidiary list of the Ranas clasns is furnished by the same suthority: --

Handoris., Samauria., Gumne., bhurie., Jaddil, Patiarach., kaniarach

II---Jammu or Dograr Circle.

Superior class Rajputs of the 2nd Grade ---

Chibh., Charak., langeh., manhas., Bhau., Salahria., Sonkla

Inferior class Rajputs of the 2nd Grade ---

Ambariyeh., Rukhwal., Raghubansi., Bhatti., Bijial.,m Anotreh., jaggi., Jarrial., Bagal., Chaudri Andotra., Sansial., harchand., Karar. khatri.,

---

**Note: Jarial is the al of old ruling family of Rajauri., as Mangral or mughral is that of Punch**

محمد یوسف صراف اپنی کتاب Kashmir Fight for Freedom کے صفحہ نمبر 149 پر قوم منگرال کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں

He (Ghulab Singh) next took up service with Raja Sultan Khan, the ruler of the principality of Bhimber, which extended upto Kotali and perhapse a little

beyond. Sultan Khan employed him on a salary of rupees three per month and put him incharge of the fort at Throuchi. This fort is also situated on a hill top and is at a road distance of nearly fifteen miles from Kotali. Ghulab Singh could not remain here for long perhapse because an ambitious but shrwed young man that he was, he realised that away from his clan and admidst an overwhelming muslim inhabited area, including the warlike MANGRAL, he returned back to his home town Jammu.

پنجابی مسلمان(Punjabi Muslims) کتاب میں Lt. Col. Mr. J.M. Wikeley نے دیگر اقوام کے ساتھ ساتھ قوم منگرال پر بھی تفصیل دی ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ

Mangrals are of good social position and are found cheifly in the Kotali Tehsil of Mirpur. A good number is serving in the army and some officers of tribes have been in the Fronteir Force. The men are small but of good physique and they are keen on military employement.

تاریخ گکھڑاں کے مصنف وآزاد کشمیر کے ضلعی انسپکٹر آف سکولز راجہ محمد یعقوب طارق (مترجم کیگو ہر نامہ فارسی) نے ایک مضمون بعنوان وادی سہنسہ تحصیل کوٹلی ضلع میر پور کو مرتب کر کے ماہنامہ نظام تعلیم سیالکوٹ کے شمارہ نومبر 1955ء میں شائع کروایا تھا۔ اس مضمون میں فاضل مصنف نے قوم منگرال پر مستند حوالہ جات کے تحت بھر پور روشنی ڈالی تھی۔ قوم منگرال کے ذی مرتبت حکمرانوں نے اپنے بزرگوں کے شجرہ نسب کی حفاظت کے لیے چند مخصوص داستان گو اور میراثی قوم کے افراد کا انتخاب کیا ہوا تھا۔ ان میں سرفہرست رائے قادر میراثی اور رائے وتو میراثی تھے جنھیں قوم منگرال حکمرانوں نے جاگیریں عطا کیں ہوئیں تھیں۔ ان کی اولادیں قدیم منگرال حکمرانوں کے نسب نامے اور متعدد واقعات از بر رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باپ دادا کی حاصل کردہ جاگیروں پر آج بھی متصرف ہیں۔ 1955ء میں اسی میراثی خاندان کے ایک فرد صاحب دین سے آزاد کشمیر کے ضلعی انسپکٹر آف سکولز راجہ محمد یعقوب طارق سے ملاقات ہوئی اور علاقہ سہنسہ اور یہاں آباد قوم منگرال پر ملنے والی تاریخی معلومات کو تحقیق کر کے ایک مضمون کی شکل میں شائع کروایا۔ مصنف تاریخ گکھڑاں نے نہ صرف اپنے تحقیقی مضمون بعنوان وادی سہنسہ تحصیل کوتلی ضلع میر پور میں قوم منگرال کے بارے میں تاریخی معلومات فراہم کیں بلکہ اپنی اس تاریخی کتاب میں بھی قوم منگرال کے بارے میں متعدد حوالہ جات رقم کیے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ صفحہ نمبر 8 پر مصنف کتاب لکھتے ہیں کہ ''کہاں وہ سولھویں صدی عیسوی کا زمانہ کہ سلطان جلال خان گکھڑ کے زیر قیادت اپنی ہی برادری اسکندرال، فیروزال، ہتھیال، بوگیال اور سارنگال بمعہ اپنے ساتھیوں پھکڑالوں، مہنگرالوں اور کردالاں اپنے وطن سے بالا بنگش (موجودہ خیبر پختونخواہ) کے علاقہ میں جانفشانی کی۔''

صفحہ نمبر 88 پر ہے کہ ''علاقہ پوٹھوہار میں دو سامیوں دوبیران پر منگرال قابض تھے، منگرالوں کو ان سامیوں سے بے دخل کر کے مرزا شریف خان کے قبضہ میں دی دیا گیا تھا۔'' اسی طرح صفحہ نمبر 94 پر شیر خان منگرال کا ذکر موجود ہے، جو سلطان جلال خان گکھڑ کا سالا تھا اور مغل

بادشاہ جہانگیر کے زمانہ میں ملک پوٹھوار کا حکمران تھا اور مغل دربان میں بارہ ہزار گکھڑ فوج کا سالار تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دفعہ بالا بنگش یعنی افغانوں کے ملک کے احداد خاں، شہباز خاں اور لعل خاں نے شورش بھرپا کی اور شاہی ملک میں خلل انداز ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ کے موقعہ پر ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ شمشیر زن لڑاکا فوج فراہم کر لی گئی۔ جہانگیر بادشاہ نے غیرت خان مغل کو فوج دے کر روانہ کیا۔ اس معرکہ میں کوٹلی منگرالاں کے راجہ شیر خان منگرال نے بھی اپنے حلیف گکھڑان پھرہانہ کی اعانت میں ملک بالا بنگش میں جا کر شہادت پائی۔ کوٹلی منگرالاں کے حکمران محمد دیار خان منگرال، راجہ شیر خان منگرال کے پوتے اور کوٹلی منگرالاں کے آخری حکمران راجہ شہسوار خان کے پردادا تھے۔

صفحہ نمبر 95 منگرالوں نے افغانوں کو جلال خان گکھڑ پر حملہ کی ترغیب دی چنانچہ افغانوں نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں منگرالوں کو بھی اس معاملہ میں دھوکہ ہوا۔ منگرالوں نے جرات و دلیری سے شیروں کی مانند جنگ کی طرح ڈالی اور ایسے لڑے کہ دوصد افراد کے قریب وہیں کھیت ہوئے۔

صفحہ نمبر 137 سلطان مکرم خان گکھڑ کے زمانہ میں یعنی 1755ء میں مولا خان مہنگرال (سائینلہ نزد سہنسہ کوٹلی) نے ایک جمیعت فراہم کر کے باغیوں کا سرگردہ ہوا اور سلطان کے خلاف جنگ چھیڑ دی مگر شکست پائی۔ اسی طرح صفحہ نمبر 191 پر بھی منگرال قوم کا ذکر ہے۔

کتاب ہست و بود از میاں اعجاز نبی منگرال بھی قوم منگرال پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور قوم منگرال پر لکھی گئی پہلی باقاعدہ کتاب یہی ''ہست و بود'' ہے۔ فاضل مصنف نے بڑی کاوش اور جانفشانی سے تاریخ منگرال مرتب کی ہے۔ یہ کتاب 1977ء میں شائع ہوئی تھی۔ چند اختلافات کے باوجود میاں اعجاز نبی کی یہ تالیف و تحقیق قابل تحسین و آفرین ہے اور ان کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں لکھا جانا چاہیے۔ یہاں ان کی کتاب سے چند اقتسابات پیش خدمت ہیں۔

صفحہ نمبر 80 پر لکھتے ہیں کہ'' بہر حال راجہ منگرپال کا پوتا راجہ سہنس پال راجوری سے تیرہویں صدی عیسویں کے اوائل میں ریاست جموں کے ضلع میرپور کی تحصیل کوٹلی کے علاقہ موضع ملوٹ میں نقل مکانی کر آیا تھا۔ وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کچھ عرصہ یہاں قیام پذیر رہا اور کچھ جمیعت اپنے ساتھ ملالی۔ جب اسے عوام میں ہر دل عزیزی حاصل ہوگئی تو اس کی سیمابی اور مہم جو طبیعت نے اسے اور آگے بڑھنے پر اکسایا۔ بقول اقبال

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

اب اس نے موضع ملوٹ سے جانب شمال غرب پہاڑی دامن میں موضع چھوچھ سے ملحق موضع کوبرا کو آباد کیا اور ساتھیوں سمیت بطور قوم منگرال بستی بسالی۔ اس قدیم بستی کے کھنڈرات اور آثار آج بھی زبان بے زبان سے گویا ہیں۔ اس بستی اور علاقہ سے ملحق موضع گل پور، تھروچی اور اٹکور کا درمیانی خطہ ہندو بھاٹ یعنی مہتروں کی عملداری تھی، جو آج کل وادی سہنسہ کہلاتی ہے۔ یہ علاقہ ہندو مہتروں کو راجپوت گکھڑ سرداروں کی طرف سے بعوض خدمت بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ جب ان ہندو مہتروں کو علم ہوا کہ ان کی جاگیر سے ملحق اعلیٰ ہندو جاتی کا ایک راجہ اپنے ہمراہیوں کی معیت میں آباد ہوا ہے تو وہ اپنے روایتی انداز میں راجہ سہنس پال کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کورنش بجالائے۔ اس کے ساتھ ہی ملتجی ہوئے کہ ان کی رکھشا کی جائے اور ان کی موجودہ اور آئندہ تکالیف کا مداوا کر کے انھیں ترقی یافتہ عہد سے ہمکنار کیا جائے۔ چنانچہ اس نے کمال دانائی اور وقار سے مہتر سرداروں کو دان پن کرتے ہوئے یہ ذمہ داری قبول کر لی اور انھیں ہر طرف سے یقین دلایا کہ وہ ان کی مکمل طور پر رکھشا کرے گا۔ اس نے یہ

بھی اعلان کیا کہ وہ اپنے موجودہ گاؤں میں کچھ ساتھیوں کو چھوڑ کر خود مہتر عمل داری کے پہاڑی سلسلے کے گاؤں نکہ ٹرانہ میں اقامت اختیار کرے گا۔ اب وہ اس نئی جگہ پر معہ اپنے معتقدین آباد ہو چکا تھا۔ رفتہ رفتہ مہتر سرداروں کا اثر و رسوخ زائل ہوتا گیا۔ اب راجہ سہنس پال کسی مناسب وقت کی انتظار میں رہا کیونکہ اسے علم تھا کہ گکھڑ سردار اپنے پروردہ مہتروں کی پشت و پناہ ہیں۔ اسی دوران سلطان محمد غوری اور سلطان قطب الدین ایبک نے دو مختلف اطراف سے گکھڑ سرداروں کی مملکت پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ راجہ سہنس پال خان نے فی الفور مہتروں کی سرکوبی کر کے ان کا اس علاقہ سے مکمل طور پر قلع قمع کر دیا اور اس پر مکمل دسترس حاصل کرتے ہوئے اس علاقہ کا خود مختار راجہ بن گیا کیونکہ باوجود مہتروں کی استدعا کے گکھڑ سردار خود کشمکش حیات و موت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے ان کی امداد کرنے سے قاصر رہے۔''

صفحہ نمبر 82 ہست و بود، میاں اعجاز نبی لکھتے ہیں کہ'' راجہ سہنس پال نے موضع سائینلہ کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہاں آج بھی ایک پرانی باؤلی اور بوسیدہ قلعہ کے کھنڈرات کے آثار موجود ہیں۔ قلعہ سے ملحق ایک بزرگ مستان شاہ ولی اللہ کا مزار اور ایک پرانا بوہڑ کا درخت ایستادہ ہے جس کے نیچے ایک عمودی پتھر نصب ہے جس پر سیندور رکھ کر منگرال حکمران اور ان کے ولی عہد کو ماتھے پر تلک لگایا کرتے تھے۔ اس عظیم راجہ کے وقت کے آثار اس کی شخصیت، عظمت اور راج نیتی کے شاہد ہیں۔ اس موضع سے چند فرلانگ دور راجہ سہنس پال نے اپنے نام پر سہنسہ نامی ایک بستی آباد کی جو انتہائی خوبصورت، سرسبز اور وسیع میدان پر بسائے جانے کی صورت میں ہر آنے والے کی توجہ اپنی طرف متوجہ کراتی ہے۔''

آج بھی منگرال قوم کی غالب اکثریت وادی سہنسہ اور اس کے قرب و جوار میں اقامت گزیر ہے۔ یہ علاقہ مشرق میں دریائے پونچھ اور مغرب میں دریائے جہلم کے درمیان واقعہ ہے اور شمال و جنوب کی جانب چیل دار سرسبز اور خوش منظر پہاڑوں اور وادیوں سے گھیرا ہوا ہے۔ اس علاقہ میں کم و بیش اسی دیہات آباد ہیں جن کی غالب اکثریت کھیتی باڑی کرتی ہے اور جو قوم منگرال راجپوت سے تعلق رکھتی ہے۔

کوٹلی منگرالاں کے مضافات میں کرتوٹ اور دکھاڑی دو ایسی بستیاں ہیں جو کوٹلی کے آباد کئے جانے سے قبل منگرال حکمرانوں کا پایہ تخت تھیں۔ یہیں کے راجہ شیر محمد خان منگرال نے اپنے حلیف گکھڑان پھرہانہ کی اعانت میں ملک بالا بنگش (موجودہ خیبر پختون خواہ) میں جا کر شہادت پائی۔ ان کے پوتے راجہ محمد دیار خان منگرال بھی مملکت کوٹلی کے ایک نامور حکمران گزرے ہیں۔ ان کے دیگر عظیم کارناموں میں جامع مسجد کوٹلی کی تعمیر بھی شامل ہے۔ اس بستی کا ایک محلّہ انہی کے نام سے موسوم ہے۔ ان کی تعمیر کردہ محلات و دیگر تعمیرات کے کھنڈرات دریائے پونچھ کے اس پار کوٹلی شہر کے مقابل نیر نگئے فلک کے شاہد ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں سکھ دربار لاہور کی دست برو کے زمانہ میں مملکت کوٹلی منگرالاں کے حکمران راجہ دیار محمد خان منگرال کے فرزند راجہ شاہ سوار خان منگرال تھے۔ سکھ افواج لاہور نے دیوان ہرچند کی زیر کمان اس علاقہ پر حملہ کیا۔ راجہ صاحب انتہائی بے جگری سے لڑے۔ دیگر منگرال سردار اپنی اپنی جاگیروں میں آپ راجی میں مگن تھے۔ چنانچہ یہ علاقوں سکھوں نے 1815ء میں فتح کر لیا اور راجہ شہسوار خان قید ہو کر لاہور لائے گئے، جہاں سکھوں کی قید میں ہی وفات پا گئے۔ ایک دوسری بیان کے مطابق وہ کوٹلی ہی میں دفن ہیں۔ اس طرح کوٹلی کے مرکزی مقام سے منگرال حکومت خاتمہ ہو گیا۔

منگرال قوم کی دوسری قابل ذکر مملکت تھروچ کا علاقہ تھی، جہاں تھروچی کا مضبوط قلعہ گل پور سے قریباً ڈیڑھ میل اوپر عمودی پہاڑ پر واقع ہے۔ یہ علاقہ آج سے قریباً ڈیڑھ صدی پہلے منگرال راجپوت قوم کی سربلندی کا امین تھا۔ اس علاقہ پر بھی مہاراجہ رنجیت سکھ والئی لاہور کی افواج نے سکھ سردار زورآور سنگھ کی سرکردگی میں حملہ کیا۔ منگرال سرداروں نے جن میں سردار سمت خان، سردار کرمدی خان (ساکن بڑالی)، سردار شادمان خان

اور سردار ستار محمد خان شامل تھے۔ مرزا ہاشم خان اور کنجلانی کی سربراہی میں سکھ افواج کا جم کر مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔ یوں بکرمی 1908 میں منگرال حکومت کا یہ آخری نشان بھی ختم ہوگیا۔ کتاب ہست و بود میں منگرال قوم کا ایک تفصیلی شجرہ بھی لف ہے جو ایک تاریخی دستاویز ہے۔

محلّہ بلیاں کوٹلی کے مشہور منشی چنن الدین کے بھانجے گلزار حسین ساگر کشمیری نے اپنی کتاب دست حنا میں منگرال قوم پر کچھ تاریخی واقعات مستند کتب کے حوالہ جات کی روشنی میں نقل کیے ہیں۔ جبکہ ساگر کشمیری نے ایک رسالہ نوید سحر میں بھی قوم منگرال پر ایک مضمون بعنوان کوتلی سے کوٹلی تک شائع کروایا تھا۔ قوم منگرال پر تحریر کیے گئے اس مضمون کو ساگر کشمیری نے مندرجہ ذیل کتب کی روشنی میں رقم کیا تھا۔

| نمبر شمار | نام کتاب | نام مصنف |
|---|---|---|
| 1۔ | بندوبست کی مثل حقیت | |
| 2۔ | تاریخ روہتاس | بخشی مہکراج |
| 3۔ | تاریخ اقوام پونچھ | محمد الدین فوق |
| 4۔ | تاریخ راجگان جموں و کشمیر | ٹھاکر کاہن سنگھ |
| 5۔ | تاریخ اقوام کوٹلی | منشی رام لال پونچھی |
| 6۔ | تاریخ گکھڑاں | راجہ یعقوم طارق (مترجم) |

1815 بکرمی میں کوٹلی کا موجودہ قصبہ ایک وسیع، گھنا اور خوفناک جنگل تھا۔ جہاں درندوں کے خوف سے انسان کا گزرنا ممکن تھا۔ اسی سال گکھڑ خاندان کے چند افراد پھروالہ دان گلی سے آئے اور انھوں نے فتح پور کے نام سے موجودہ قصبہ منڈی سے جانب اگھار جمال پور سے ملحق دریائے پونچھ کے کنارے ایک پہاڑی پر جو تین اطراف سے دریا سے گھری تھی، قصبہ آباد کیا۔ رفتہ رفتہ یہ خاندان قریب کے تمام پرگنوں پر چھا گیا۔ چنانچہ جمال خان کے نام پر جمال پور اور جلال خان کے نام پر جلال پور آباد ہوئے۔ کہتے ہیں کی فتح پور کے نیچے منڈی کے قصبہ میں دریا کے کنارے ایک بزرگ شاہ ہنس دیوان نامی رہا کرتے تھے جو حسن اتفاق سے اس وقت نقارہ بجوایا کرتے تھے۔ راجہ اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کی شہرت برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے اس نے شاہ ہنس کو نقارہ بجانے سے منع کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا نقارہ قیامت تک بجتا رہے گا، جبکہ تم چند دن کے مہمان ہو۔ چنانچہ چند روز بعد اچانک سکھوں نے رائے دیار خان منگرال کے ساتھ مل کر فتح پور پر حملہ کردیا۔ جمال خان اور جلال خان شکست کھا کر گجرات کی جانب بھاگ گئے۔ سکھ رائے محمد دیار خان منگرال کو سلطان بنا کر واپس لوٹ گئے۔

رائے محمد دیار خان منگرال کی فوج میں ککنی اور ٹینڈا کے ملک خاندان کی اکثرت تھی۔ چنانچہ انھی کے مشورہ سے رائے محمد دیار خان منگرال نے فتح پور کو سائیں شاہ ہنس دیوان کی دعا کا شاہکار سمجھ کر چھوڑ دیا اور دریا کے مشرقی کنارے موجودہ دکھاڑی کے بالمقابل ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اس قلعہ کے اردگرد اگرچہ منگرال زیادہ آباد تھے، مگر للاری (کھوکھر) قبیلہ بھی آباد تھا جو آج بھی شہر میں آباد ہے۔ انھیں اب بھی قلعے والے للاری کہا جاتا ہے۔

رائے محمد دیار خان منگرال کا وزیر اعظم گیادی خان تھا جس نے موجودہ قصبہ میں جنگل صاف کرا کے ایک مسجد تعمیر کروائی جو آج جامعہ مسجد ہے۔ جسے اب آزاد مسجد یا شہید مسجد کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ڈوگرہ حکومت نے اس ویران مسجد پر قبضہ کرکے اس کو آثار قدیمہ میں

شامل کر دیا تھا۔

رائے محمد دیار خان منگرال کے وفات کے بعد اس کا بیٹا راجہ شہسوار خان منگرال حکمران ہوا۔ گیادی خان کی وفات کے بعد لکنی کے ملک نیاز علی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ راجہ شہسوار خان منگرال نے نیاز علی کے مشورہ سے دریا کے اس پار دکھاڑی کے اوپر ہالہ کیری کے پہاڑ میں ایک ڈھلوان کو محفوظ سمجھ کر کوٹ آباد کیا۔ راجہ شہسوار خان کی رانی ہاشو نے وہاں ایک پختہ باؤلی تعمیر کروائی جو آج بھی موجود ہے۔ اب یہاں 1965ء کے مہاجر آباد ہیں۔

گلاب سنگھ نے جب جموں سے بڑھ کر مقامی راجوں اور سلطانوں کو مطیع کرنا شروع کیا تو راجہ شہسوار خان والی کوٹ کو بھی پیغام بھیجا، مگر سلطان نے انکار کر دیا۔ گلاب سنگھ نے دیوان ہر چند کو ہاتھی لشکر دے کر بھیجا ایک زبردست لڑائی کے بعد شہسوار خان منگرال گرفتار ہوا اور ریاسی کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد گلاب سنگھ نے سلطان کو اطاعت قبول کرنے کے وعدہ پر رہا کر دیا اور راج محل کا علاقہ بھی عطا کیا۔ سلطان واپس کوٹلی آتے ہوئے ایک رات ڈنہ میں رہا۔ ریاسی سے کوٹ تک کے ہر گاؤں میں سلطان کا شاندار استقبال ہوا۔ اس موقع پر عورتوں نے سلطان کے نام پر گیت بھی گائے جو آج کل علاقائی گیتوں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ سلطان کوٹ پر دوبارہ قابض ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد شہسوار خان نے ملک خاندان کے مشورے سے گلاب سنگھ کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب گلاب سنگھ نے بخشی شیر سنگھ کو لشکر دے کر بھیجا۔ شہسوار خان دلیری سے لڑا۔ سات روز تک ہالہ کیری کے پہاڑ پر لڑائی جاری رہی۔ مگر غداری کے باعث شہسوار خان کو شکست ہوئی اور وہ مجاڑی سرساوہ چلا گیا۔ جلوع کے جنگل میں پناہ لی اور سدھنوں کی مدد سے رانی ہاشو اور شہسوار علاقہ پنڈی پہنچ گئے اور وہاں سے لاہور چلے گئے۔ جہاں سلطان کی وفات ہوئی۔

کرتوٹ (سرہوٹہ) میں راجہ شہسوار خان کا حقیقی بھتیجا راجہ سخی ولایت خان (راجہ شہسوار خان کا حقیقی بھتیجا راجہ مل خان تھا، جبکہ راجہ سخی ولایت خان، سلطان کی چوتھی پشت میں سے تھا) آباد تھا جس کی اولاد آج بھی کرتوٹ میں موجود ہے اور علاقہ کے جاگیر دار ہیں۔

ساگر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ راجہ شہسوار خان کی وفات کے بعد شیر سنگھ کو کوٹ کا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ جس کا خاندان 1947ء کی جنگ آزادی تک کوٹلی میں آباد رہا۔ کوٹلی کا مشہور وکیل بخشی موتی رام، شیر سنگھ کی اولاد میں سے تھا۔ ملک خاندان نے آئے دن شب خون مار مار کر شیر سنگھ کو بے حد تنگ کیا۔ چنانچہ شیر سنگھ نے جو اکثر شکار کے لیے موجودہ کوٹلی کے جنگل میں جایا کرتا تھا اور یہاں بنی ہوئی دو مساجد کے پاس چند مکان دیکھ چکا تھا، حکم دیا کہ شاہی مسجد کے قریب سے جنگل صاف کیا جائے اور کوٹ کی تمام آبادی یہاں منتقل کر دی جائے۔ چنانچہ چند ماہ کے اندر اندر کوٹ سے نقل مکانی کی گئی۔ شیر سنگھ نے اپنے محل میں وہی ڈیوڑی اکھاڑ کر نصب کرائی جو کوٹ والے شہسوار خان کے محل میں لگی ہوئی تھی۔ یہ ڈیوڑھی 1947ء تک شیر سنگھ کی حویلی میں لگی رہی اور پھر جنگ آزادی میں مسلمان اس کو اکھاڑ کر نہ جانے کہاں لے گئے۔

کوٹلی کا یہ نیا قصبہ بالکل مشرقی جانب بلند پہاڑ کے دامن میں واقع تھا۔ اس کا نام شیر سنگھ نے جو ذوق سخن بھی رکھتا تھا، کوٹ کی یاد میں کوہ کی نسبت کوتلی رکھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کا نام کوٹ تلی رکھا گیا جس کا مطلب تھا کوٹ سے نیچے۔ کوٹ پرانے قصبہ شہسوار خان کا نام تھا، اور ایک اور روایت کے مطابق چونکہ قصبہ پہاڑ کے دامن میں تھا اس لیے کوہ تلی نام رکھا گیا یعنی پہاڑ کا دامن۔ بہر حال یہ کوتلی لکھا جانے لگا۔ جس کا ذکر تواریخ میں موجود ہے اور پھر انگریزی زبان میں استعمال ہونے سے کوتلی سے کوٹلی لکھا جانے لگا۔

گگناڑہ اور بڑالی کے حوالے سے ساگر صاحب کچھ یوں رقم طراز ہیں کہ 1906 بکرمی میں ہر چند سات سو سپاہیوں کو لے کر پونچھ سے آیا اور شیر سنگھ کی مدد کی۔ چنانچہ شیر سنگھ نے گگناڑہ کے راجہ شیر خان کا سر کاٹ کر ہر چند کو پیش کیا۔ جبکہ بڑالی پر اس وقت ایک منگرال کرمدی خان نامی شخص قابض تھا۔ شیر سنگھ کے باپ نے اس پر حملہ کیا مگر کرمدی خان منگرال نے اسے شکست دے کر قتل کر دیا۔ مرتے وقت اس نے شیر سنگھ کو تاکید کی تھی کہ کرمدی خان کو شکست دے کر اس بستی کو جلا دینا اور اس کے مکان پر ہل چلانا۔ بڑالی کا قصبہ خانقاہ سے اوپر والی پہاڑی پر آباد تھا۔ جس کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں۔ اب یہاں 1965ء کے مہاجرین آباد ہو چکے ہیں۔ بڑالی کی پہاڑی کے جانب شمال چٹان میں راجہ کرمدی خان منگرال کی بنی ہوئی ایک غار بھی موجود ہے، جس میں وہ چھپ کر دشمن کو دیکھا کرتا تھا۔

منشی چنن الدین کے خاندان کے پاس منگرال حکمرانوں کے بارے میں کافی تاریخی مواد موجود ہے مگر اس کا حصول ممکن نہ ہو سکا۔ اندیشہ ہے کہ یہ قیمتی مواد ضائع ہو جائے گا۔ سعی رہے گی کہ اس تک رسائی ممکن ہو سکے۔

قوم منگرال راجپوت اور کوٹلی کے بارے میں ایڈووکیٹ خالد محمود کھوکھر جو The kashmir کے مصنف بھی ہیں، نے کافی تحقیق کر کے ایک مضمون تحریر کیا تھا۔ کئی صفحات پر مشتمل یہ مضمون سردار سکندر حیات خان (سابق وزیر اعظم) کے حوالے کیا گیا تھا مگر اب یہ گم شدہ ہے۔ کوٹلی کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ اس پہاڑی علاقہ کے ایک منگرال حکمران نے رانی تلی کے نام موسوم کیا تھا۔ یہ رانی بارہ بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی جو قلعہ روہتاس کے قریب آباد تھے۔ راجہ ان کے ہاں بطور مہمان قیام پذیر تھا کہ اس کی نظر اس رانی تلی پر پڑی اور پھر اس راجہ نے اس خاندان سے اس کا رشتہ مانگا مگر وہ انکاری ہو گئے۔ اس پر اس منگرال حکمران نے اعلان کر دیا کہ اگر اس کی شادی رانی تلی سے نہ کرائی گئی تو پھر اس کی قبر ہی یہاں بنا دی جائے۔ بہر حال وہ خاندان اس شرط پر رانی تلی کا رشتہ دینے کو تیار ہوئے کہ راجہ کو اپنا سارا پہاڑی علاقہ رانی تلی کے نام لکھنا ہوگا۔ چنانچہ اس منگرال حکمران نے یہ علاقہ رانی تلی کے نام لکھ دیا۔ یوں یہ علاقہ رانی تلی کے نام سے موسوم ہو کر کوہ تلی کہلایا جو بعد میں کوٹلی کی شکل اختیار کر گیا۔

موضع پنگ پیراں کوٹلی کے راجہ عبدالکریم خان منگرال جو کوٹلی کے آخری منگرال راجہ شہسوار خان کے ایک بھائی راجہ ناصر خان کی اولاد سے ہیں۔ قوم منگرال کے بارے میں کافی معلومات رکھتے ہیں اور ان کے بقول چوکی منگ اور کرتوٹ کے منگرال ایک ہی شاخ سے ہیں۔

موضع دھنواں کی مشہور و معروف شخصیت مستری حسن الدین قوم منگرال کے بارے میں مستند حوالوں سے معلومات رکھتے ہیں۔ ان کی ذاتی ڈائری اور بیان کے مطابق ان کے آباؤ اجداد منگرال فوج کے لیے توڑی دار بندوقیں وغیرہ تیار کرتے تھے۔ منگرال حکمرانوں نے احترامی پٹوں پر جاگیریں لکھ کر دی ہوئی تھیں۔ دھنواں علاقہ راج محل کا دارالخلافہ تھا۔ یہ علاقہ راجہ شہسوار خان منگرال کی حکمرانی میں شامل تھا۔ اس راج محل میں کوئی بائیس گاؤں تھے، جن کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ دھنواں (جو وسط میں ہے) 2۔ گوئی (مشرق کی طرف) 3۔ پھگواڑی (مغرب کی طرف) 4۔ ایلاں (کوٹلی کے پیچھے)

5۔ پھگواڑ موہڑہ 6۔ مائل شریف 7۔ کومر 8۔ سونا 9۔ قمروٹی 10۔ ماریا 11۔ موہار

12۔ نڑالی 13۔ گتری دھڑہ 14۔ پناگ 15۔ کوٹھیاں 16۔ گواں 17۔ ہری دھڑہ

18۔ کرنیٹ 19۔ پھلایا 20۔ فندیوٹ 21۔ بھرموچ 22۔ نودیری

حسن الدین کے بقول منگرالوں اور سکھوں کی آخری لڑائی کے وقت ان کے دادا میاں شیر علی چھوٹے تھے جو اپنے والدین کے ہمراہ اپنے نانا صر الدین یعنی ننھیال گئے ہوئے تھے اور اب وہ سب سرساوہ کی طرف سے واپس آرہے تھے اور ان کو جنگ کی وجہ سے رات جنگل میں ہی بسر کرنا پڑی۔انھوں نے یہ جنگ اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ادھر ادھر گولیاں چل رہی تھیں اور جب گولیاں درختوں پر لگتی تھیں تو ٹہنیاں گرتی تھیں۔مستری حسن الدین کی معلومات کے مطابق راجہ شہسوار خان اس جنگ کے وقت دھنواں میں، ان کے والد راجہ دیار محمد خان جو کافی بوڑھے ہو چکے تھے، دکھاڑی میں جبکہ علاقہ کوٹلی میں راجہ فیض طلب خان تھے ۔ جنگ میں غداری کے باعث شکست ہوئی چونکہ بوریوں میں بارود کی جگہ کچھ اور بھر دیا گیا تھا یعنی مرچ وغیرہ۔اس شکست کے بعد دکھاڑی سے راجہ دیار محمد خان کو گرفتار کر کے لاہور لے جایا گیا جہاں وہ انتقال کر گئے۔رانی ہاشو بنت راجہ فیض طالب خان اور راجہ شہسوار خان دھنواں میں رہے اور یہیں وفات پائی۔ان کی وفات کے بارے میں دو روایات ہیں۔ایک یہ کہ ان دونوں نے بوجہ بیماری انتقال کیا دوسری یہ کہ ان دونوں کو ایک ہی ساتھ اپنے پاس موجود ایک انگوٹھی جس میں زہر مہرہ تھا، چاٹ لیا تھا اور دونوں ایک ساتھ انتقال کر گئے۔راجہ شہسوار خان کی میت کو ایک صندوق میں رکھ کر دفن کیا گیا۔یہ صندوق شیرو نے تیار کیا تھا جو مستری حسن الدین کے دادا ہیں۔ان کا نماز جنازہ میاں ناصر الدین قریشی نے پڑھایا جو ان کے استاد بھی تھے۔جبکہ صندوق کو قبر کے اندر میں شیرو نے اتارہ تھا۔قبرستان کا نام مجہاڑی ہے۔علاقہ دھنواں میں راجہ شہسوار خان کی بنوائی گئی ایک مسجد موجود ہے۔رانی ہاشو کے نام سے موسوم رانی کے چھپڑ اور گراٹ اور پانی یعنی کھوئی ہیں۔اس کھوئی کا پانی ٹھنڈا اور شفاء والا ہے۔لوگ اسے تبرک کے طور پر بھی پیتے ہیں۔ بمقام نیلاں میں ایک کھو کا درخت ہے جس پر رانی ہاشو پینگ ڈالتی تھیں۔نیز کوٹلی پر جنرل رغو پرتاب سنگھ نے حملہ کیا تھا اور اس نے یہ جنگ منگرالوں اور سدھنوں کے خلاف بھرپا کی تھی۔

علاوہ ازیں بیان کرتے ہیں کہ راجہ دیار محمد خان منگرال نے آخری وقت میں کوٹلی منگرالاں کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا۔مستری حسن الدین نے اپنی ذاتی ڈائری میں اس ضمن تفصیل کچھ یوں لکھی ہوئی ہے۔

1۔ راجہ شہسوار خان کو علاقہ راج محل یعنی کھڈ گوجراں سے رام باڑی تک، پھگواڑی، دھنواں اور گوئی تینوں بڑے گاؤں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں بائیس تھے جو علاقہ راج محل میں واقع تھے۔دھنواں ان سب کے وسط میں آتا ہے اور بہت خوبصورت ہونے کی وجہ سے راجہ شہسوار خان نے اسے راج محل کا دارالخلافہ بنایا۔

2۔ راجہ فیض طلب خان کو نیابت سہنسہ بڑے دریا تک دی۔

3۔ راجہ ناصر خان کو راجدھانی، ناڑ اور دیگر علاقے دیے گئے۔

راجہ دیار محمد خان منگرال ( حکمران کوٹلی )
( یہ راجہ شیر علی خان منگرال کے پوتے تھے )

راجہ شہسوار خان ( کوٹلی منگرالاں کا آخری حکمران ) راجہ فیض طلب خان ( نیابت سہنسہ ) راجہ ناصر خان ( راجدھانی، ناڑ تا حد کسگمہ )

تاریخ منگرال راجپوت از راجہ محمد سوار خان منگرال بھی ایک اچھی کاوش ہے۔ اس کتاب میں قوم منگرال راجپوت پر روشنی ڈالی گئی مگر اس میں کئی ایک پہلو معیاری طرز پر پیش نہیں ہو سکے ہیں۔ بہر حال اس میں قوم منگرال پر کافی مواد اور شجرہ جات رقم ہیں جو ایک تاریخی مواد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم نے ان شجرہ جات سے کئی ایک خاندانوں تک رسائی حاصل کی۔

ڈاکٹر محمد صادق ملک نے اپنی ایک تحقیقی تالیف پیش کی ہے۔ اس تالیف کا نام تواریخ ملکاں مع تواریخ ترک ملک راجگان ہے۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے ایک معیاری اور تاریخی ہے۔ مصنف موصوف نے طویل عرصہ پر محیط تحقیق کی ہے اور بڑے ہی جانفشانی سے قبیلہ کی تاریخ مرتب کی ہے۔ ملک صاحب نے جہاں اپنے قبیلہ کے بارے میں تحقیق کی ہے وہاں انھوں نے دیگر قبائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جموں و کشمیر کے راجگان پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔ قوم منگرال کے آباؤ اجداد پر ان کی تحقیق قابل ستائش و آفرین اور متاثر کن ہے۔ اس قوم کی ابتدائی تاریخ کو اجاگر کیا ہے۔ کشمیری راجگان کا شجرہ خصوصاً پال راجگان کا مکمل شجرہ پیش کیا ہے جو اس مورخ کا بڑا کارنامہ ہے۔ مستند حوالہ جات کے لیے یہ ایک قابل اعتبار تاریخی کتاب ہے اور قابل قدر تحقیق ہے۔

راجہ نوید احمد خان صاحب جو سرساوہ کے مشہور منگرال راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، نے قوم منگرال راجپوت پر کچھ انفرادی انداز میں ایک تاریخ مرتب کی ہے جس کا نام منگرال راجپوت ہے۔ یہ کتاب زیادہ تر قوم منگرال کے شجرہ ہائے نسب پر انحصار کرتی ہے اور موجودہ مقامی منگرال خاندانوں کے بارے میں مستند معلومات فراہم کرتی ہے جسے بلاشبہ انھوں نے بڑی تگ و دو کے بعد مرتب کیا ہے۔ ان کی یہ تحقیقی کتاب قوم منگرال راجپوت کے اصل حالات و واقعات کو بیان کرتی ہے اور ایک تحقیقی اور علمی کاوش ہے اگر چہ کتاب سرساوہ سہنسہ تک محدود ہے۔ راجہ صاحب نے کتاب منگرال راجپوت کی نیشنل، انٹر اور ڈگری کالجز کی لائبریری کے لیے منظوری حاصل کی ہے جو کے ایک بڑا خوش آئندہ قدم ہے۔

متعدد ایسی تاریخی کتب اور بھی ہیں جن میں قوم منگرال راجپوت پر تحقیقی کام ہوا ہے۔ مثلاً تاریخ راجپوت قبائل از کاہن سنگھ بلا وریہ، تاریخ اقوام پونچھ از محمد الدین فوق اور کتابچہ بندوبست کوٹلی از چوھدری امیر محمد ریٹائر گرداور، تاریخ سلہریا راجپوت از راجہ سرور سلہریا وغیرہ۔

| جرال راجپوت (مسلمان بزمانہ شہاب الدین غوری 80-1179ء) | پال ومنگرال راجپوت (ہندواور بعدازاں مسلمان) |
|---|---|
| راجہ نورالدین خان (راجہ نیل شینہ، 1217 تا 1218ء) | راجہ امنا پال (آخری حکمران راجوری، 1172ء سے 1217ء) |
| راجہ بہاالدین خان (راجہ بھاگ شینہ، 1218ء تا 1249ء) | راجہ منگر پال |
| راجہ انور خان (راجہ اوردن شینہ، 1249ء تا 1263ء) | راجہ امر پال |
| راجہ ہیبت خان (راجہ سبت شینہ، 1263ء تا 1288ء) | راجہ ایندر پال |
| راجہ سردار خان (راجہ رین شینہ، 1288ء تا 1307ء) | راجہ اودھے پال |
| راجہ شہسوار خان (راجہ سنسار شینہ، 1307ء تا 1337ء) | راجہ سہنس پال (بمقام سائینلہ مشرف اسلام ہوئے) |

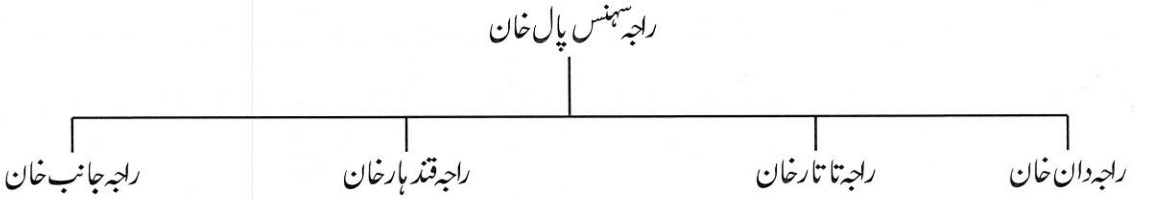
راجوری کے ان نئے حکمرانوں کے بارے میں مسٹر کنگھم کی تحقیق یہ ہے کہ جرال دراصل جیرا پال (Jira Pal) کی اولاد میں سے ہیں، جو جہت پال (Jeht Pal) کا بھائی تھا۔ جس نے نور پور ریاست کی بنیاد رکھی تھی اور کلانور میں 1193ء تا 1196ء میں حکمران تھا جب پنجاب پر شہاب الدین غوری نے حملہ کیا تو اس راجہ جیرا پال کو شکست ہوئی اور پھر وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کا نیا نام صاحب سینہ سے شیر افگن ہوگیا اور اس کا بیٹا نیل سینہ کا نام نورالدین ہوگیا اور بعدازاں انھوں نے راجوری کے قدیم پال راجگان سے اقتدار حاصل کرلیا تھا۔

واقعات سے یہی لگتا ہے کہ راجہ سہنس پال خان نے چودھویں صدی عیسوی کے آغاز اور 1322ء سے 1328ء کے دوران علاقہ راجوری سے نقل مکانی کی۔ اس نقل مکانی کی کئی ایک وجوہات ہوسکتی تھیں۔ جن میں وادی کشمیر میں ان کے اپنے خونی حکمران رشتہ دار یعنی ان کے جد امجد راجہ راجوری راجہ پرتھوی پال کے بڑے بھائی راجہ جے پال حکمران پنجاب ولاہور کی اولاد بوجہ حملہ مسلم جرنیل ذوالقدر خان ترک زوال پذیر ہورہا تھا چونکہ رانی کوٹہ بھی اپنے خاندانی اقتدار کو سنبھالا دینے میں ناکام رہی تھی اور آخرکار کشمیر کا اقتدار مسلم جرنیل ذوالقدر خان ترک کے چچازاد بھائی شاہ میر کے ہاتھ میں 1339ء میں چلا گیا تھا۔ نقل مکانی کے وقت یہ بات بھی راجہ سہنس پال کے ذہن میں تھی کہ موجودہ علاقہ کوٹلی اس کے ایک امجد راجہ منگر پال کو جاگیر میں ملا تھا، اس لیے کیوں نہ ادھر جا کر اپنی قسمت آزمائی کی جائے چنانچہ وہ اس میں کامیاب رہے تھے۔ قسمت اور وقت نے ان کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

راجہ سہنس پال خان دوراندیشی، جرات اور دلیری کا مظاہر کرتے ہوئے اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ دریائے پونچھ کو عبور کر کے موجودہ علاقہ کے موضع ملوٹ میں نقل مکانی کر آئے اور کچھ عرصہ یہیں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران راجہ سہنس پال نے کوشش کر کے کچھ جمعیت اپنے ساتھ کر لی تھی۔ آہستہ آہستہ علاقہ عوام میں وہ ہر دل عزیز ہوگئے اور ان کی سیمابی اور مہم جوطبیعت نے انھیں مزید آگے بڑھنے پر اکسایا۔ اب انھوں نے موضع ملوٹ سے جانب شمال غرب پہاڑی کے دامن میں موضع چھوچھ سے ملحق ایک اور موضع کو براکو آباد کیا اور اپنے ساتھیوں سمیت بطور قوم منگرال بستی کی بنیاد رکھی۔ اس قدیم بستی کے کھنڈرات اور آثار آج بھی موجود ہیں۔ اس بستی اور علاقہ سے ملحق موضع گل پور، تھروچی اور اٹکورہ کا درمیانی علاقہ ہندو بھاٹ یعنی مہتروکی عملداری میں تھا جو آج کل وادی سہنسہ کہلاتی ہے۔ دراصل یہ علاقہ ان مہتروں کو گکھڑ سرداروں نے بعوض خدمت بطور جاگیر دیا ہوا تھا۔ جب ان ہندو مہتروں کو معلوم ہوا کہ ان کی جاگیر سے ملحق ایک اعلی ہندو جاتی راجہ اپنے ہمرائیوں کی معیت میں سکونت پذیر ہوا ہے تو اپنے

روایتی انداز میں راجہ سہنس پال کی خدمت میں پیش ہوئے اور ملتجی ہوئے کہ ان کی رکھشا کی جائے اور ان کے موجودہ اور آئندہ کی تکالیف اور مشکلات کا مداوا کر کے ترقی یافتہ عہد سے ہمکنار کیا جائے۔ چنانچہ راجہ سہنس پال نے کمال دانائی اور وقار سے مہتروں کی دان پن کرتے ہوئے نہ صرف ان کی رکھشا کی ذمہ داری لے لی بلکہ اعلان کر دیا کہ وہ اپنے موجودہ گاؤں میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر خود مہتر عمل داری کے پہاڑی سلسلہ کے گاؤں نکہ ٹرانہ میں اقامت اختیار کرے گا۔ پھر وہ اپنے معتبر معتقدین کے ساتھ اس نئی جگہ پر رہائش پذیر ہوا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے مقامی مہتروں کا اثر ورسوخ زائل ہوتا گیا اور راجہ سہنس پال خان اردگرد کے تمام علاقہ پر قابض ہو کر حکمران بن گیا۔ کشمیر پر بڈشاہ (زین العابدین) تھی اور اس کا وزیر اعظم ملک مسعود ٹھا کر تھا، جس کی ہدایت پر راجہ سہنس پال نے بعمر 70 سال لگ بھگ 1424ء اسلام قبول کیا۔

راجہ سہنس پال چودھویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی میں براستہ سیالکوٹ سے یہاں آئے اور انھوں نے دو شادیاں کر رکھیں تھیں۔ (بحوالہ کتاب منگرال راجپوت از راجہ نوید احمد صاحب صفحہ نمبر 37) یعنی راجوری پر اس وقت راجہ شہسوار خان جرال کی حکومت تھی جیسا کہ راقم نے اوپر دونوں خاندانوں کے ادوار کا ایک جدول پیش کیا ہے۔ کتاب منگرال راجپوت از راجہ نوید احمد خان صاحب میں جو شجرہ درج ہوا ہے اس کے مطابق راجہ سہنس پال کے چار پسران لکھے گئے ہیں۔ اگر راجہ صاحب نے دو شادیاں کیں تھیں تو قرین قیاس ہے کہ ان کی اولاد چار سے زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ ہست و بود کے مصنف میاں اعجاز نبی مرحوم صاحب کی تحقیق کے مطابق یا جو مصدقہ شجرہ انھوں نے مرتب کیا ہے، میں راجہ سہنس پال خان کے بیٹے یوں درج ہیں۔



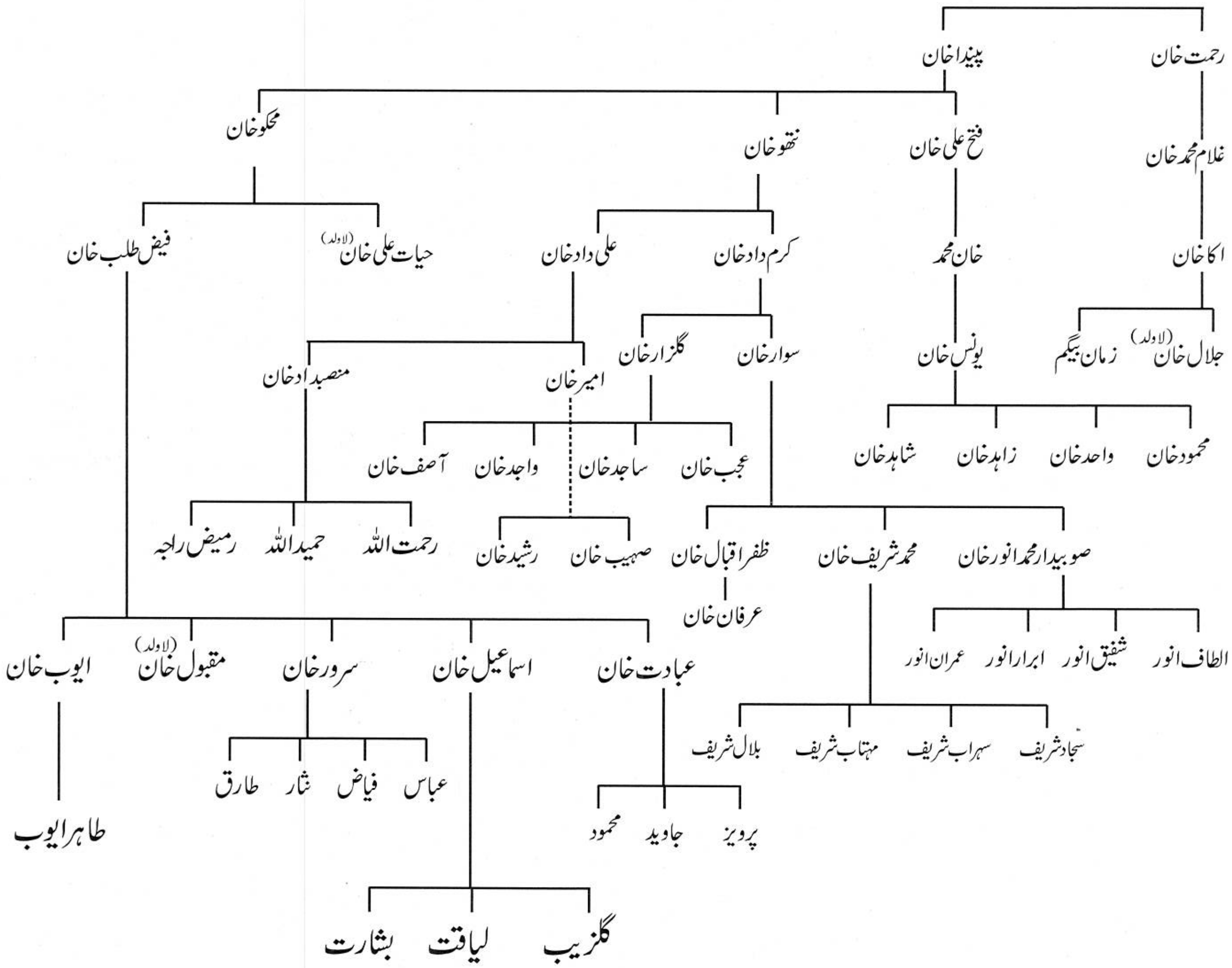

جبکہ ایک اور مصدقہ شجرہ جو گاؤں ماندلہ اسلام آباد کے منگرالوں کا ہے اور رائے قادر بخش کے ریکارڈ میں محفوظ ہے اس اصل ریکارڈ کے مطابق جو نقل تیار ہوئی اس پر 24 مارچ سن 1940ء کی تاریخ درج ہے اور منشی چنن دین کا نام بھی تصدیق کنندان میں موجود ہے اس شجرہ میں راجہ سہنس پال کے ایک بیٹے کا نام مراتب خان درج ہوا ہے۔ راجہ سہنس پال خان نے بعد ازاں اسلام قبول کر لیا تھا اور ایک مسلمان حکمران کے طور پر تاریخ میں ابھرے۔ ان کے مسلمان ہونے پر تمام آبادی نے بھی اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ علاقہ عوام آپ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے نام سے منسوب ہو کر علاقہ سہنسہ کہلایا۔

## سائینلہ گاؤں

صوبیدار محمد انور (والد کرنل محمد ابرار انور) کی بیان کی روشنی میں سائینلہ کا تاریخی پس منظر و آبادکاری۔ (نوٹ: راجہ سہنس پال کے بارے میں حقائق مصنف نے پہلے ہی پیش کر دیے ہیں) راجہ سہنس پال خان ریاست بیکانیر کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ سیر و تفریح کی غرض سے جموں و کشمیر میں آنے کے بعد راجہ نے گاؤں رنجوٹ موضع چھوچھ میں آبادکاری کی۔ جب راجہ سہنس پال نے نقل مکانی کر کے یہاں آ کر آباد ہوئے تو اس وقت اس علاقہ پر رنجوٹ مہتروں اور چوہڑوں کی حکومت تھی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد ان مہتروں نے راجہ سہنس پال سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ راجہ سہنس پال کو اس بات پر چوہڑوں پر غصہ آیا اور اس نے ایک منصوبہ کے تحت ان مہتروں کو بارات لانے کا کہا۔ راجہ سہنس پال نے بارات بٹھانے کی جگہ کو اردگرد سے لکڑیوں سے بند کیا اور لکڑیوں کو ڈھک دیا۔ بارات آنے کے بعد اس مخصوص جگہ میں بٹھا دیا گیا۔ راجہ سہنس پال نے ان لکڑیوں کو آگ لگا دی جس سے یہ سارے باراتی جل کر خاکستر ہو گئے۔ راجہ سہنس پال نے باقی ماندہ مہتروں سے جنگ کر کے پورے علاقہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور سائینلہ کے مقام کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ خاص سائینلہ کا رقبہ تقریباً ایک ہزار کنال سے زائد ہے۔ یہاں راجہ سہنس پال نے گردونواح کے علاقوں پر حکمرانی کی۔ ان میں نرناہ، بڈلی، بیہائی، کوٹلہ، گلوٹیاں، چھتران، رتائی، مڑالی، چھنی، اور ففڑیلہ وغیرہ گاؤں زیادہ اہم ہیں۔ سائینلہ کے مقام پر ایک گنجان آباد شہر آباد تھا جس کی چھتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں کہ ایک طرف سے کوئی بکری یا جانور چڑھتا تو دوسری طرف سے نیچے اترتا تھا۔ راجہ سہنس پال خان نے سائینلہ کے علاقہ میں متعدد صاف پانی کے چشمے تعمیر کروائے۔ یہ چشمے آج بھی اس طرح سے موجود ہیں۔ یہ چشمے دیکھنے پر تاریخی اور قدیم معلوم ہوتے ہیں۔ (راقم نے ان چشموں کو بذات خود ملاحظہ کیا ہے۔) یہ چشمے بہت خوبصورت طرز پر بنے ہیں۔ ان میں ایک چشمہ مردوں کو غسل دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ راجہ سہنس پال نے اسلام قبول کیا تو یہاں کی ساری آبادی بھی مسلمان ہو گئی۔ سائنلہ میں چار تاریخی مساجد موجود تھیں ان کا ذکر کاغذات مال اور محکمہ اوقاف میں موجود ہے۔ ان مساجد میں ایک ابھی تک موجود ہے۔ ہر مسجد 10 سے 12 مرلہ میں تعمیر کی گئی تھی۔

راجہ سہنس پال خان نے دیگر قبائل کے لوگ بھی یہاں لا کر آباد کیے۔ ان میں کمہار بھی تھے جو مٹی کے برتن بناتے تھے۔ یہ کمہار خاندان اب یہاں سے نقل مکانی کر کے نرناہ میں آباد ہے۔ کاشت کاری کے لیے ایک جٹ خاندان بھی آباد کیا، کپڑے تیار کرنے کیے ایک بٹ خاندان کو آباد کیا۔ نماز و جنازہ اور دیگر مذہبی رسومات ادا کرنے لے لیے ایک قریشی خاندان کو بھی لا کر آباد کیا۔ ان کے علاوہ کئی کسب دار افراد یہاں آباد ہیں جو اب دفعہ 8 موروثی کے تحت مالک ہیں۔

شاہ مستان علی شاہ کو بھی 25 کنال رقبہ ملکیت میں دیا گیا تھا۔ یہ رقبہ مستان شاہ کے مزار سے ملحقہ ہے۔ مستان شاہ کے دو بھائی تھے نادر علی شاہ اور مراد علی شاہ۔ یہ دونوں اپنی ابتدائی عمر میں انتقال کر گئے۔ یہ تینوں بھائی سید کسراں ضلع جہلم سے تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد چودہویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہوئی۔ مستان شاہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ یہاں سائیلہ سے ان کی دعا سے سانپ غائب ہو گئے۔ سائینلہ کے لوگ ان کے احترام میں اپنے مکانات کی دوسری اور تیسری منزل تعمیر نہیں کرتے اور اگر کوئی کر لے تو نقصان ہوتا ہے۔ نیز یہاں سے نزدیک ہی ایک بلند ٹیلہ ہے جو نتھروٹ کہلاتا ہے۔ اس کی چوٹی پر جو قلعہ تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی تو رات کو گر جاتا اور یہ کئی بار ہوا۔ چنانچہ اس قلعہ کے کھنڈرات اور آثار اب بھی موجود ہیں۔



رحمت خان
پیندا خان
غلام محمد خان
فتح علی خان
نتھو خان
محکو خان
اکا خان
خان محمد
کرم داد خان
علی داد خان
حیات علی خان (لاولد)
فیض طلب خان
جلال خان (لاولد)
زمان بیگم
یونس خان
سوار خان
گلزار خان
امیر خان
منصبداد خان
محمود خان
واحد خان
زاہد خان
شاہد خان
عجب خان
ساجد خان
واجد خان
آصف خان
صوبیدار محمد انور خان
محمد شریف خان
ظفر اقبال خان
صہیب خان
رشید خان
رحمت اللہ
حمید اللہ
رمیض راجہ
عرفان خان
الطاف انور
شفیق انور
ابرار انور
عمران انور
عبادت خان
اسماعیل خان
سرور خان
مقبول خان (لاولد)
ایوب خان
سجاد شریف
سہراب شریف
مہتاب شریف
بلال شریف
عباس
فیاض
نثار
طارق
پرویز
جاوید
محمود
طاہر ایوب
گلزیب
لیاقت
بشارت

سائینلہ سے ہی قوم منگرال راجپوت کی ابتداء ہوئی۔ سائینلہ میں منگرال حکمرانوں میں سے ماموں اور بھانجوں کے درمیان ایک شدید خون ریز جنگ ہوئی جس سے کئی ہزار لوگ مارے گئے۔ سائینلہ میں موجود دو بڑے قبرستان ایک شمالی اور ایک جنوبی میں انہی مارے گئے لوگوں کی قبروں سے وجود میں آئے۔ اس بڑی جنگ کی وجہ سے قوم منگرال کے کئی افراد ادھر اُدھر نقل مکانی کر گئے۔ یہاں سے نقل مکانی کر جانے والوں میں راجہ شہسوار نامی نے لاہور، کئی ایک خاندان راولپنڈی، ایک خاندان سہر منڈی جس کا نام فجو خان تھا، گلوٹیاں (گلوٹیاں کے خاندان کا تقریباً 25 کنال رقبہ بھی ان کے نام سے موجود ہے)، سرساوہ، انوہی سرہوٹہ، نمب کوٹلی، پیڑیاں، ڈنگہ، کوٹلی شہر، بڑالی، تھروچ، نین سکھ، خواص، براٹلہ، گکناڑہ وغیرہ کے منگرال خاندان شامل ہیں۔ سہنسہ کے گردونواح میں کئی ایک خاندان منگرال کہلاتے ہیں لیکن حقیقت میں منگرال نہیں ہیں۔ یہ فتح سال نامی فرد کی اولاد ہیں جو راجہ سہنس پال کا کوئی خاص آدمی تھا۔ راجہ سہنس پال خان کی اصل قبر کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ہے البتہ یہ قبرستان شاہ ولی کے مزار کے قریب ہی واقع تھی۔ مستان شاہ ولی کے مزار سے ملحقہ رقبہ 25 کنال اب محکمہ اوقاف کے زیر قابو ہے۔

مستان شاہ ولی کے انتقال پر یہاں ایک سید خاندان کو آباد کیا گیا۔ بعد ازاں اس سید خاندان کا سربراہ خود انتقال کر گیا تو صرف اس کی بیوی ہی اس جگہ پر مجاور رہی۔ سائینلہ کے منگرال خاندان سے ایک فرد راجہ علی داد خان اور ان کے ایک بزرگ کو اس بیوہ سیدانی نے کھانے میں زہر دے دیا۔ راجہ علی داد خان نے تو کھانا نہ کھایا مگر ان کے بزرگ اس زہر سے ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ راجہ علی داد خان منگرال نے یہ واقعہ اپنی دادی جان کو گوش گزار کیا۔ اس پر اس بیوہ سیدانی کو اس جگہ سے نکال دیا گیا اور اسے ایک سیدو نامی فرد کے حوالہ کر دیا گیا۔ یہ سیدو نامی فرد بمقام لالو (بلوچ) سے سائینلہ میں مانگنے کے لیے آیا کرتا تھا اور یہ سیدو فقیر یعنی ملنگ قوم سے تھا اور قوی ہیکل جوان تھا۔ جب بیوہ سیدانی کو شاہ مستان ولی کی مجاوری اور رقبہ سے بے دخل کیا گیا تو اس سیدو کو اس کی جگہ مجاوری سپرد کی گئی۔ چنانچہ یہ سیدو بلوچ سے نقل مکانی کر کے یہاں آ کر آباد ہو گیا اور اس مجاور کو دفعہ 8 موروثی کے تحت 3 کنال رقبہ دیا گیا۔ سیدو اپنے اہل خانہ سمیت یہاں آباد ہوا تھا اس نے اپنی بچیوں کی شادیاں کر دی تھیں لیکن کچھ بچیاں دوبارہ واپس اس کے پاس آ گئیں۔ ایک بچی کی شادی بعد ازاں غازی اللہ دتہ کے والد اکبر خان سے ہوئی جو میرہ مٹور سے نقل مکانی کر کے سائینلہ میں آباد ہو گئے۔ قوم گھروال جنجوعہ سے تعلق رکھنے والے اس خاندان کے افراد اب اس جگہ آباد ہیں۔ سائینلہ کے منگرال خاندان میں سے کسی نے غازی اللہ دتہ اور برکت کی خالہ سے نکاح کیا ہوا تھا جب اس شخص کا انتقال ہوا تو اس کی بیوہ نے اپنے خاوند کی طرف سے ملنے والا رقبہ کوئی 28 کنال اپنے خاندان والوں کو حبہ کر دیا تھا۔



مصنف اپنے بھتیجے راجہ شہریار خان کے ساتھ سائینلہ میں

سائینلہ گاؤں میں پڑا ایک پرانا وزن
جو پہلوانی کے لیے استعمال ہوتا ہے



مصنف صوبیدار راجہ محمد انور، کرنل ابرار انور خان کے ساتھ سائینلہ گاؤں



سائینلہ گاؤں میں ایک پرانی باولی جو راجہ سہنس پال خان کے زمانہ کی ہے




لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان



راجہ ظہور خان (نرناہ)، راجہ فیاض اللہ خان، راجہ وقار اختر خان
راجہ نوید احمد، راجہ نذیر احمد و راجہ کامران غازی وغیرہ سائینلہ گاؤں



سائینلہ گاؤں میں ایک پرانی باولی جوراجہ سہنس پال خان کے زمانہ کی ہے



تلک کی رسم ادا کرنے والا پتھر



مصنف موضع سائینلہ میں مرقد جدامجد راجہ سہنس پال خان کی مرقد پر

ایک ہی بیٹی ''شہر بانو'' تھی جو ایک سید خاندان میں بیاہی گئی۔ شہر بانو کے خاوند کا نام ''سید میر احمد علی شاہ بخاری'' تھا۔ شہر بانو کو جہیز میں کوٹلی کا کافی رقبہ دے دیا گیا تھا، جو پنگ پیراں کے نام سے اب بھی موجود ہے جہاں شہر بانو کی مرقد پنگ پیراں قبرستان میں دیکھی جا سکتی ہے جس پر کتبہ نصب ہے۔ اس قبرستان اور قبر کی نشاندہی مرزا صابر حسین جرال نے کی تھی جو تاریخ کے قاری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے ناول نگار بھی ہیں۔

راجہ شہسوار خان کا ایک بھائی راجہ ناصر خان تھا جو کس گماں (موجودہ میر پور علاقہ) تک کا حکمران تھا۔ ایک بھائی سہنسہ پر حکمران تھا۔ راجہ دیار خان منگرال نے آخری وقت میں کوٹلی منگرالاں کو اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا تاہم راجہ شہسوار خان منگرال تاریخ میں مشہور ہوا۔ جس نے اس علاقہ کی آزادی کے لیے سکھوں سے دو بڑی جنگیں لڑیں۔

موجودہ کوٹلی شہر کے آباد ہونے سے قبل بڑالی میں شہر آباد تھا جس کے کھنڈرات و آثار اب بھی موجود ہیں۔ خاص بڑالی 8 میل لمبی اور 8 میل چوڑی ہے۔

راجہ شہسوار خان منگرال کا بھتیجا حقیقی راجہ مل خان تھا جسے کرتوٹ میں سکھوں نے جاگیر دے دی تھی اور اس کی اولاد آج بھی اس جاگیر میں آباد ہے۔

سکھوں نے شیر سنگھ کی سرکردگی میں کوٹلی منگرالاں پر 1815ء میں دوبارہ حملہ کیا جس میں شکست کے بعد شہسوار خان کو لاہور کے قلعہ میں اسیر کر دیا گیا۔ پایہ تخت کوٹلی دکھاڑی پر سکھ حکمران شیر سنگھ قابض ہوا لیکن ملک برادری نے شیر سنگھ کی اطاعت نہ کی بلکہ آئے دن شب خون مار مار کر شیر سنگھ کو تنگ کر دیا۔ چنانچہ اس نے دکھاڑی سے پایہ تخت موجودہ شہر میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ پایہ تخت منتقل ہونے کی وجہ سے وہاں دکھاڑی کی آبادی بھی ادھر اُدھر منتقل ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ شیر سنگھ نے اپنے نئے محل میں وہی ڈیوڑھی نصب کروائی تھی جو راجہ شہسوار خان کے محل میں لگی تھی۔ 1947ء تک شیر سنگھ کا خاندان کوٹلی ہی میں موجود رہا۔

## کوٹلی نام کی وجہ تسمیہ

کوٹلی کا نام تاریخ کی دستاویزات میں کوٹلی منگرالاں درج ہے۔ کوٹلی نام کیوں رکھا گیا اس ضمن میں مندرجہ ذیل چند روایات کچھ یوں ہیں

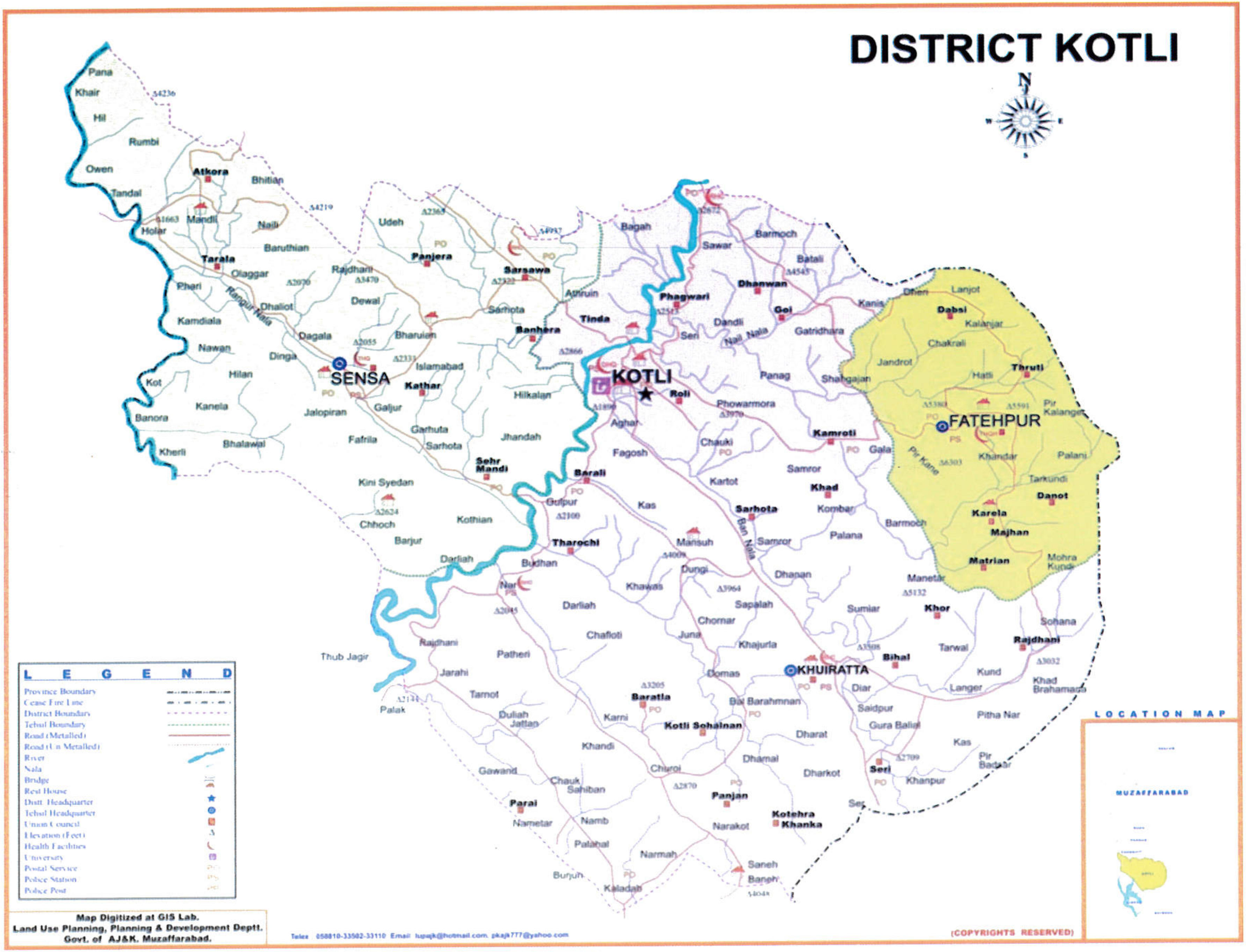
1۔ چونکہ کوٹلی منگرالاں شہر کے آس پاس پہاڑیاں ہیں اس لیے کوہ تلی کہلایا اور کوہ تلی سے کوٹلی بن گیا۔

2۔ موجودہ کوٹلی رانی تلی کے نام کی وجہ سے کوٹلی کہلایا۔ بہر حال کوٹلی کا سنسکرت میں مطلب ڈیرہ یا آبادکاری ہے، جو قریب تر صحیح ہے۔ پندرہویں صدی عیسوی کے اوائل میں جب منگرال قوم یہاں آ کر آباد ہوئی تو اس کا نام کوٹلی منگرالاں پڑ گیا۔

3۔ دکھاڑی میں راجہ شہسوار خان کا پایہ تخت تھا اور اس کا محل کوٹ کہلاتا تھا۔ جب یہ کوٹ موجودہ شہر کی جگہ منتقل ہوا تو یہ شہر کوٹلی کہلایا۔ 1815ء کے بعد منگرال اور ملک قبیلہ کے رئیس مقامی طور پر قابضین اور حکمران رہے۔

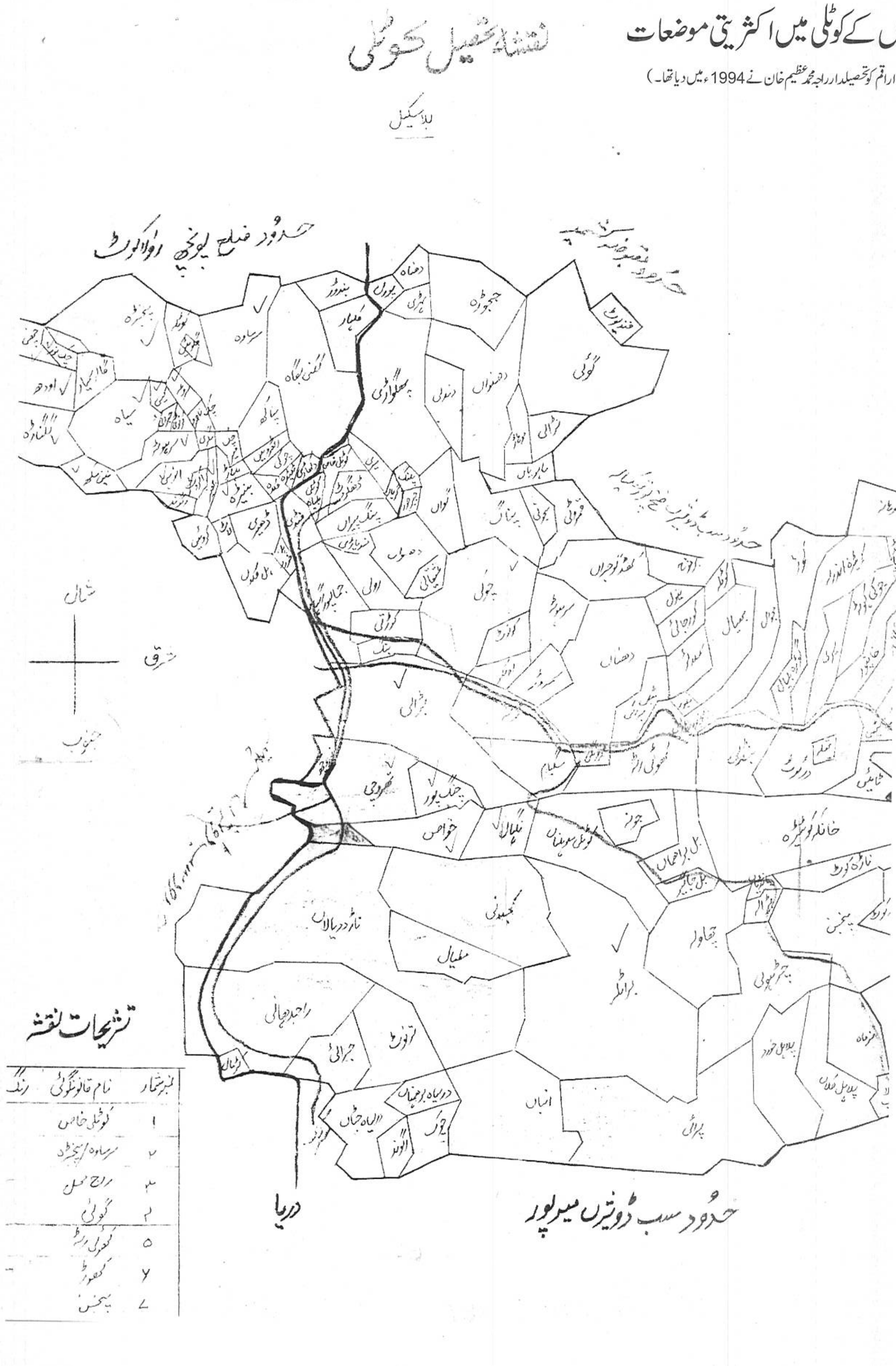
کوٹلی کے شمال میں ضلع پونچھ، جنوب میں ضلع مینڈھر، مشرق میں ضلع راجوری اور مغرب میں ضلع راولپنڈی واقع ہے۔ کوٹلی منگرالاں کو 1974ء میں سردار سکندر حیات خان اس وقت کے وزیر اعظم آزاد کشمیر کے زمانہ میں ضلع کا درجہ دیا گیا۔ اس وقت کوٹلی کی پانچ تحصیلیں ہیں۔ کوٹلی، سہنسہ، نکیال (فتح پور تھکیالہ)، چڑھوئی اور کھوئی رٹہ۔

کوٹلی شہر سطح سمندر سے 1960 فٹ کی اونچائی پر واقع ہے۔ ضلع کے صدر مقام کو سبز پوش پہاڑوں نے اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے،


DISTRICT KOTLI
N
KOTLI
SENSA
FATEHPUR
KHUIRATTA
LEGEND
Province Boundary
Cease Fire Line
District Boundary
Tehsil Boundary
Road (Metalled)
Road (Un Metalled)
River
Nala
Bridge
Rest House
Distt. Headquarter
Tehsil Headquarter
Union Council
Elevation (Feet)
Health Facilities
University
Postal Service
Police Station
Police Post
LOCATION MAP
MUZAFFARABAD
Map Digitized at GIS Lab.
Land Use Planning, Planning & Development Deptt.
Govt. of AJ&K. Muzaffarabad.
(COPYRIGHTS RESERVED)

## منگرالوں کے کوٹلی میں اکثریتی موضعات

(نقشہ ھذا راقم کو تحصیلدار راجہ محمد عظیم خان نے 1994ء میں دیا تھا۔)



جنگلات کی بہتات ہے اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہے جہاں سنگ مرمر اور کوئلے کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔

کوٹلی کی سرزمین میں مختلف اقوام کا بسیرا ہے۔ ان میں منگرال، نارمہ، گکھڑ، جنجوعہ، راٹھور، منہاس، قریشی، سدھن، وینس، بھٹ، گجر، جاٹ، مغل وغیرہ آباد ہیں۔ قوم منگرال کوٹلی شہر میں کم آباد ہے۔ 1815ء میں ایک معاہدہ کے تحت انھیں شہر میں آباد ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔ البتہ اب کوٹلی ہاؤسنگ سکیم بننے کی وجہ سے اردگرد علاقہ دیہات کے کئی منگرال خاندان اب شہر میں آباد ہو چکے ہیں۔

کوٹلی میں 1912ء میں ایک پرائمری سکول تھا جو 1930ء میں مڈل اور 1942ء میں ہائی اسکول بنا۔ ابتداء میں ایک سکول میرپور اور ایک پونچھ شہر میں تھا۔ ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ ایک سو کلو میٹر ہے۔ اس وجہ سے ہی یہاں کے رہائشیوں کے لیے پڑھائی جاری رکھنا دشوار تھا۔ ڈوگرہ حکمرانوں کے خلاف مسلمانوں نے تحریک چلائی۔ محلّہ بلیاں سے ایک تحریک چلی اس تحریک میں فاتح راجوری راجہ سخی دلی خان منگرال آف سرساوہ اور فاتح کوٹلی لیفٹننٹ کرنل محمود خان آف تھروچ نے اہم کردار ادا کیا۔ راجہ سخی دلیر خان منگرال راجوری فتح کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ جبکہ کرنال محمود خان آف تھروچ نے کوٹلی فتح کیا۔ 1947ء میں کوٹلی میں اڑھائی لاکھ آبادی کے لیے صرف ایک ہائی اسکول، ایک مڈل سکول، چار بنیادی اور بارہ پرائمری سکول تھے۔

آج سے دو یا تین صدیاں قبل منگرال خاندان نے موجودہ کوٹلی آباد کیا۔ منگرال خاندان کی دو نشانیاں دو بڑی مساجد، شاہی اور گنبد والی مسجد ہیں۔ ان مساجد کو ڈوگروں نے بند کروا دیا تھا اور یہ کوڑے کا ڈھیر بن گئیں تھیں۔ ایک مسجد علی راٹھور مرحوم اور شیخ فضل الٰہی راٹھور مرحوم کی کوششوں سے آزاد ہوئی۔ شاہی مسجد کے لیے 1946ء میں غازی الٰہی بخش راٹھور کی بھرپور قیادت میں تحریک چلی جس میں صوفی محمد زمان مرحوم، محمد دین میرپوری، مقبول احمد، محمد اقبال، شیخ لطیف والد شیخ فضل عالم میرپوری، تصدیق بٹ کوٹلی اور صدیق راٹھور گرفتار ہوئے۔ ان کی اجتماعی کوششوں سے ہی شاہی مسجد آزاد ہوئی۔ 1931ء کی تحریک میں علاقہ کے مسلمانوں نے بھرپور حصہ لیا۔ شیر سنگھ کی اولاد میں سے بخشی موتی رام وکیل کوٹلی ایک معروف اور بااثر شخص تھا اور موضع گوئی کے بڑے زمینداروں میں اس کا شمار کیا جاتا تھا۔ 1947ء سے قبل آخری مرتبہ مہاراجہ ہری سنگھ کوٹلی آئے تو فاتح کوٹلی کرنل محمود نے مہاراجہ کو برملا کہا کہ ''مسلمان پاکستان کے حمایت کرتے ہیں اور یہاں مسلمانوں کی رائے کا احترام کرنا''۔ جنگ آزادی کے دوران وادی بناہ کے مقام پر راجہ سخی دلیر خان منگرال نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ڈوگرہ فوج کو شکست دی۔ اس طرح فاتح کوٹلی فخر کشمیر کرنل راجہ محمود خان نے بھی کوٹلی کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے فتح کر لیا۔ کوٹلی میں بڑی تعداد میں مساجد ہیں جس کی وجہ سے کوٹلی ''مدینۃ المساجد'' بھی مشہور ہے۔ پیر صادق مرحوم گلہار شریف نے ان کی تعمیر میں خصوصی توجہ دی۔

کوٹلی کو 1974ء میں سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کے زمانہ میں ضلع کا درجہ ملا۔ کوٹلی ضلع بننے کے بعد تعمیر و ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ ضلع کوٹلی کا کل رقبہ 1663 مربع کلو میٹر ہے۔ 1998ء میں اس کی آبادی 5,83,057 نفوس پر مشتمل تھی۔ کوٹلی 264 دیہات کا ضلع ہے۔ کوٹلی کے پانچ سیاسی حلقہ جات ہیں۔ کوٹلی شہر، نکیال، سہنسہ، چڑھوئی اور کھوئی رٹہ۔ آزاد کشمیر کے موجودہ عام انتخابات 2016ء میں کوٹلی پر ان حلقہ جات میں جو سیاسی شخصیات کامیاب قرار پائیں وہ درج ذیل ہیں۔

1۔ کوٹلی شہر حلقہ نمبر 1 ملک محمد نواز خان

2۔ نکیال حلقہ نمبر 2 سردار محمد فاروق سکندر حیات خان

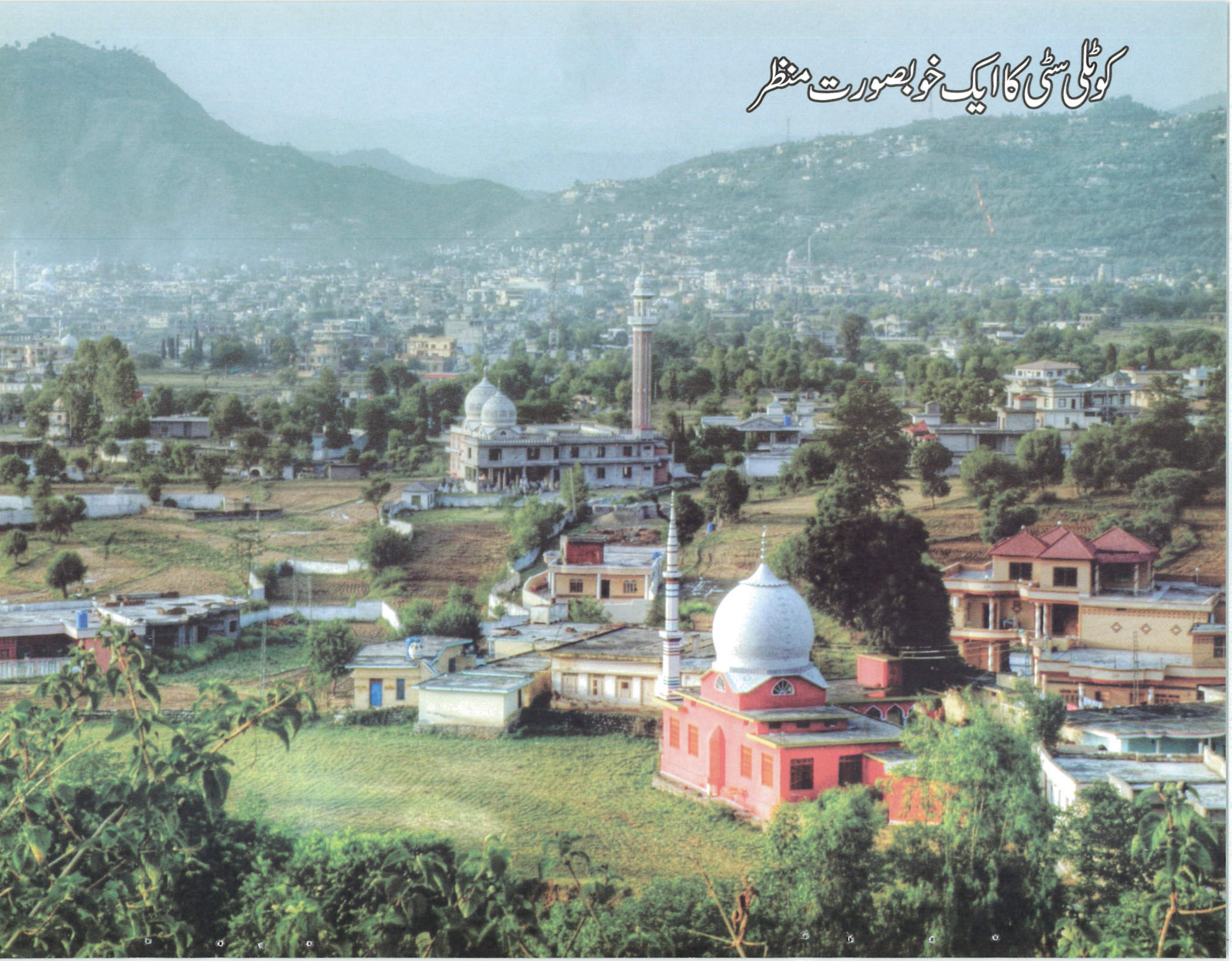
3۔ سہنسہ حلقہ نمبر 3 راجہ نصیر احمد خان

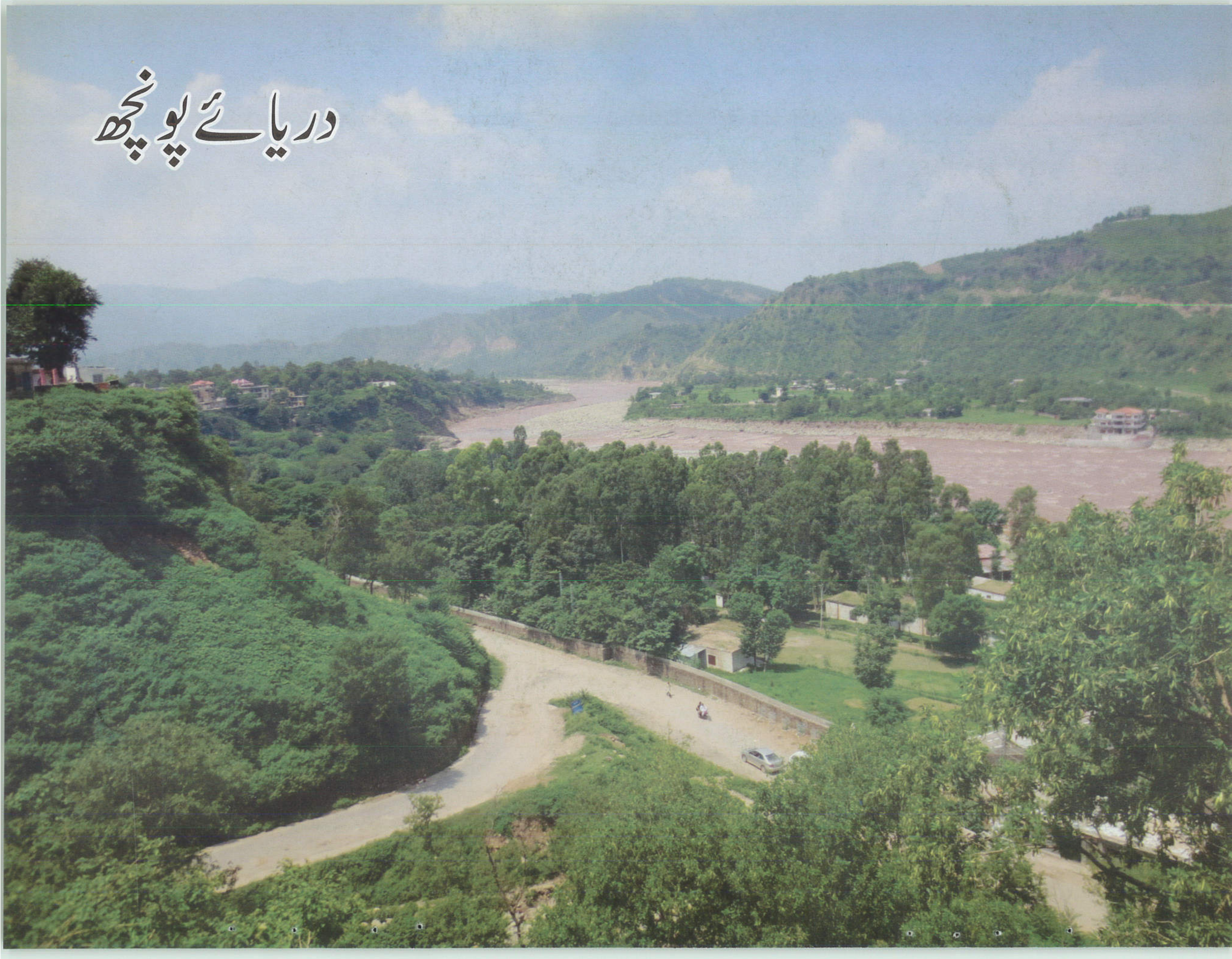
4۔ چڑہوئی حلقہ نمبر 4 چوھدری محمد یٰسین

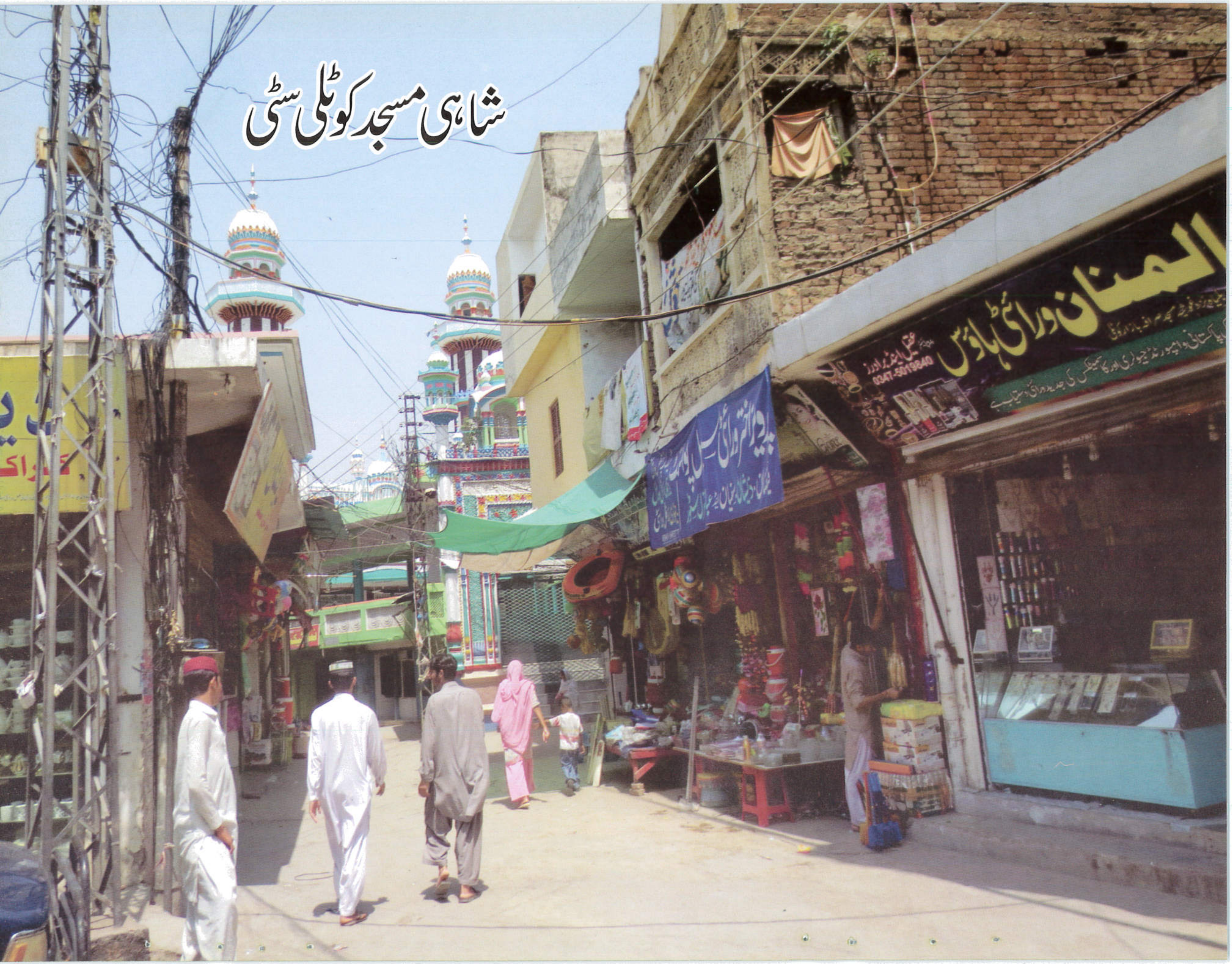
5۔ کھوئی رٹہ حلقہ نمبر 5 راجہ نثار احمد خان

کوٹلی قدرتی وسائل و معدنیات سے مالا مال علاقہ ہے۔ کوٹلی میں کوئلہ کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ کھوئی رٹہ، قمروٹی، نکیال، دندلی، دھنواں، گوئی اور نڑالی کے مقامات پر یہ ذخائر موجود ہیں۔ ماہرین کوالٹی کے اعتبار سے کوٹلی کا کوئلہ میں کاربن 70% ہے جبکہ چکوال کے کوئلہ میں 34% ہے اور چوہاہ سیدن شاہ والے کوئلہ میں 10% ہے۔ جبکہ ساوڑ، دندلی اور دھنواں کے مقامات پر لائم سٹون کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں۔

شیشہ بنانے میں ڈولومائیٹ کا استعمال ہوتا ہے جو دھنواں میں موجود ہے۔ دھنواں میں سنگ مرمر کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ شیشہ سازی کی صنعت میں کام کرنے والی دھات کوارٹزائیٹ کے وسیع ذخائر کوٹلی میں کوئی ساٹھ لاکھ ٹن سے زیادہ ہیں۔ گریفائیٹ نکیال، قمروٹی، ساوڑ اور مکیار میں ذخائر کی صورت میں موجود ہیں۔


کوٹلی سٹی کا ایک خوبصورت منظر


دریائے پونچھ


شاہی مسجد کوٹلی سٹی
المنان ورائٹی ہاؤس



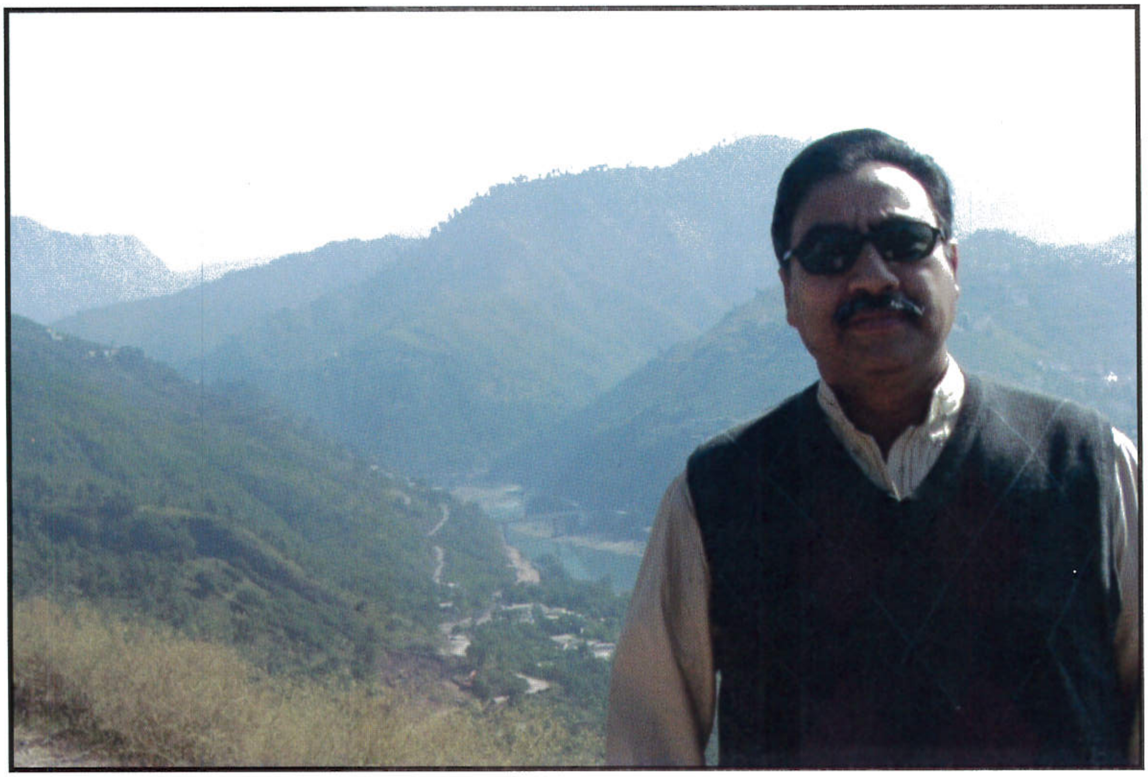

مشہور زمانہ گورنمنٹ ماڈل پائلٹ ہائی سکول کوٹلی



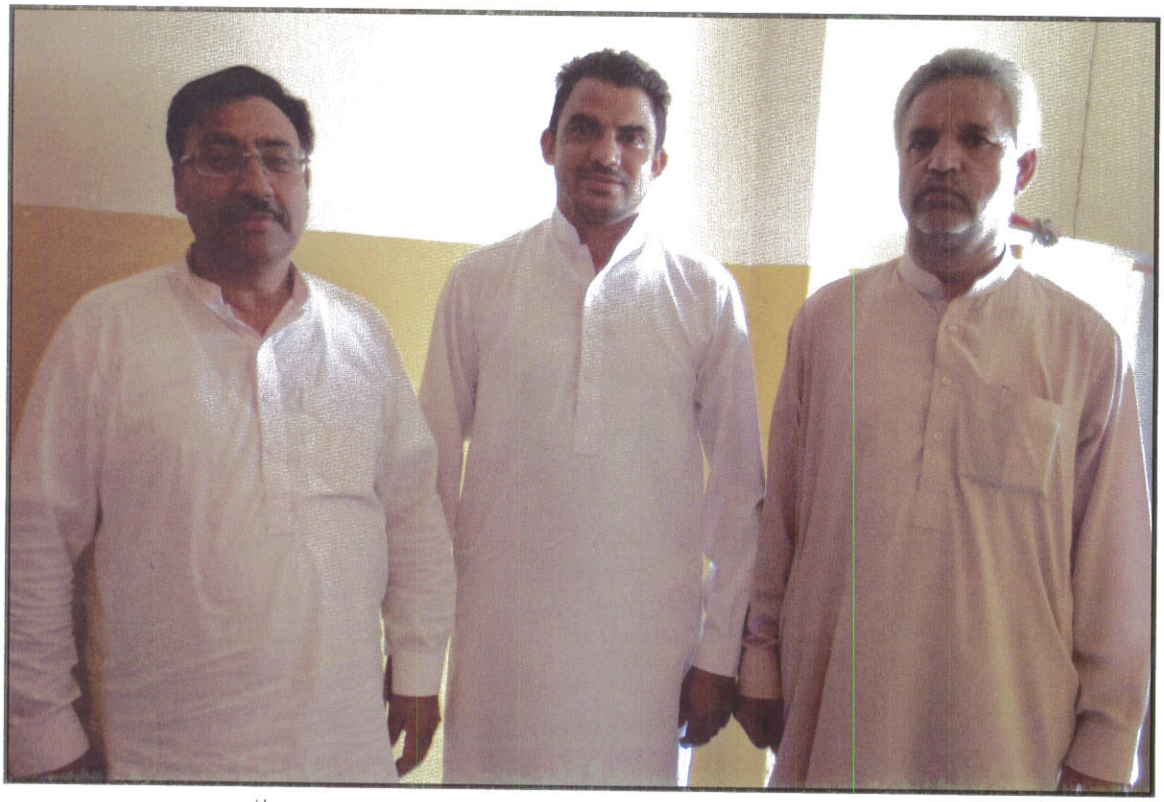

پنگ پیراں میں شہسوار خان کی بیٹی شہر بانو کی قبر



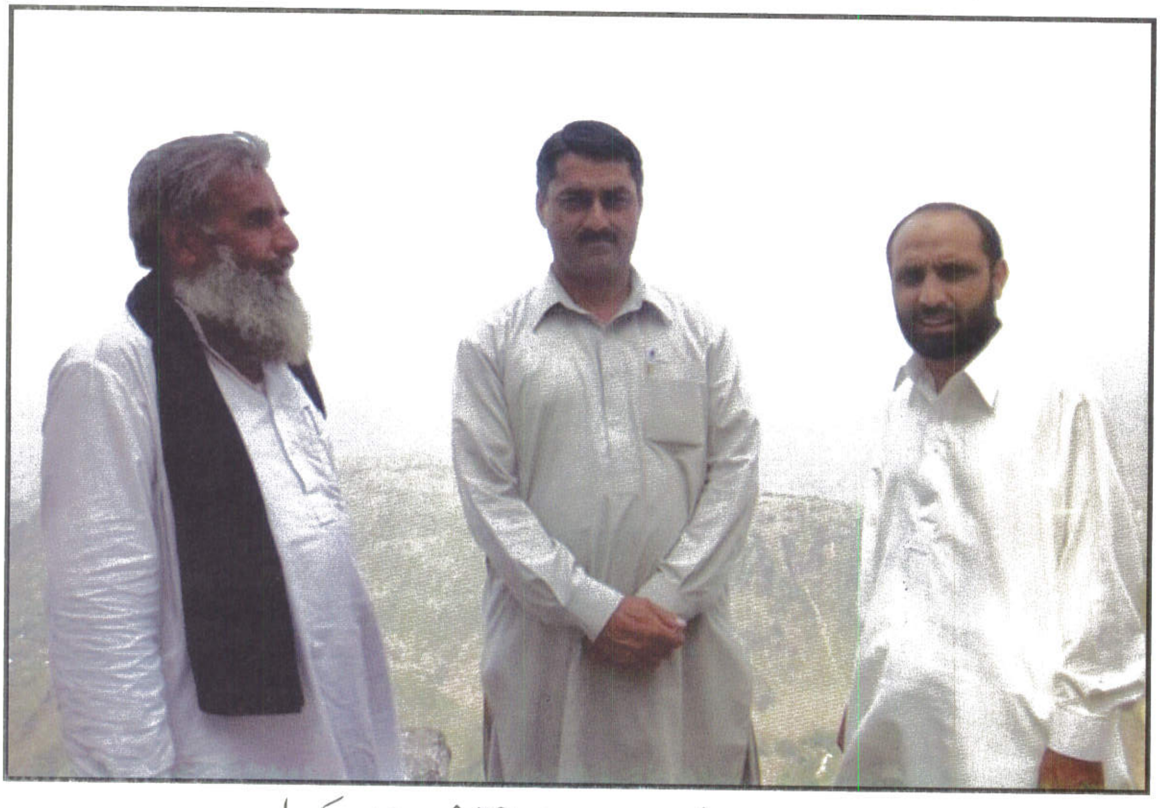
کوٹلی سٹی، مصنف راجہ حق نواز خان صاحب کی لائبریری میں



مصنف کوٹلی سارده کے مقام پر



مرزا صابر جرال (شعور کمال) اور راجہ وقار خان کے ساتھ مصنف کوٹلی شہر میں



راجہ نذیر احمد، راجہ نوید احمد اور راجہ حق نواز خان نکیال

# کوٹلی منگرالاں میں منگرالوں کے اکثریتی موضعات اور آبادکاری

قوم منگرال راجپوت وادی سہنسہ اور کوٹلی منگرالاں کے جن بڑے موضعات یا گاؤں یا علاقوں میں رہائش پذیر ہے ان میں مشہور کرتوٹ سرہوٹہ، دگالہ، اینٹی منگرال راجگان، سرساوہ، چوکی منگ، فلوش، نگہال، نمب کوٹلی جاگیر، کھراوٹ، پنجیڑہ، بڑالی، گڑھتہ، کلوڑ، گل پور، سائینلہ، بروئیاں، گگناڑہ، تھروچی، کٹھار، گلہوٹیاں، نین سکھ، براٹلہ، اسلام آباد، کوئی، چھوچھ، منیل، کھیرلی ڈھوک منگرالاں، وحی، سہر منڈی، ٹھلوٹ، انوہی سرہوٹہ، بنی، پیڑیاں، لگرا، لاٹ، پیاہی، چچلاڑ، کرائیٹوٹ، سیری، چنگ پور، سالہ، خواص، ناڑہ کوٹ، کھیتر اس وغیرہ مشہور ہیں۔نوٹ: متذکرہ منگرال خاندانوں کے تفصیلی شجرہ جات کتاب منگرال راجپوت از راجہ نوید احمد سن اشاعت 2012ء اور تاریخ منگرال راجپوت از محمد سوار خان (مولف میاں الیاس ہاشمی) سن اشاعت 2009ء میں درج ہو چکے ہیں۔طوالت کی وجہ سے یہاں شامل نہیں کیے گئے۔

## کرتوٹ جاگیر سرہوٹہ

شہر کوٹلی سے کھوئی رٹہ سڑک قدرتی نالہ بان کے داہنی طرف کنارے کنارے رواں دواں ہے۔اسی نالہ بان کے بائیں جانب ڈنہ سرہوٹہ کے نزدیک ایک گاؤں ہے جو کرتوٹ کے نام سے مشہور ہے اور اپنا ایک تاریخی پس منظر رکھتا ہے۔ پل منیل کے قریب سے بائیں طرف ایک سڑک براستہ چوکی منگ گاؤں کرتوٹ سے سرہوٹہ کو جاتی ہے۔ یہ سڑک چوہدری رحیم داد سابقہ چیف جسٹس کے نام سے موسوم ہے۔

کرتوٹ کا علاقہ نہایت سرسبز وشاداب اور دلکش منظر پیش کرتا ہے یہ علاقہ راجہ مل خان، جو راجہ شہسوار خان آخری حکمران کوٹلی منگرالاں کا حقیقی بھتیجا تھا، کو سکھ حکومت کی طرف سے بطور جاگیر دیا گیا۔ یہ جاگیر بارہ سو مالیہ کی تھی۔ کرتوٹ کا علاقہ بھی بڑالی اور دکھاڑی موضعات کی طرح تاریخی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ یہ موضعات منگرال حکمرانوں کے پایہ تخت رہ چکے ہیں۔

کوٹلی منگرالاں کے آخری حکمران راجہ شہسوار خان کے پڑدادا راجہ شیر علی خان علاقہ کرتوٹ کے حکمران ہو گزرے ہیں۔ راجہ شیر علی خان مغلیہ دور میں علاقہ پوٹھوہار کی گکھڑ فوج کی معاونت کے لیے بنگش بالا (خیبر پختون خواہ) میں ہونے والی جنگ میں شریک تھے جہاں وہ شہید ہو کر وہیں مدفون ہوئے۔ یہ گکھڑ فوج مغلوں کے حق میں جہانگیر بادشاہ کے حکم پر پٹھانوں کی ایک شورش کو دبانے کے لیے علاقہ بنگش بالا ارسال کی گئی تھی۔ گکھڑ، منگرال اور مغل افواج فتح حاصل کر کے واپس آئیں تھیں۔ اسی راجہ شیر خان کے ایک پوتے راجہ دیار خان نے اپنے باپ دادا کے بعد بھی کرتوٹ اور اس کے ملحقہ علاقہ جات پر حکمرانی کی اور اپنی حکمرانی کو دریائے پونچھ کے پار علاقہ دکھاڑی تک وسعت دی۔

راجہ دیار خان کے بعد ان کا بیٹا راجہ شہسوار خان حکمران بنا تو اس نے علاقہ دکھاڑی کو اپنی ایک مضبوط راجدھانی بنایا اور موجودہ کوٹلی شہر جو اس وقت ایک جنگل تھا، کو آباد کرنے کی ابتداء کی۔ یہاں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی جو اب بھی موجود ہے اور شاہی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ 1812ء میں سکھوں نے کوٹلی پر حملہ کیا اور جنگ کے نتیجہ میں راجہ شہسوار خان قید ہوا، معاہدہ اطاعت پر راجہ شہسوار خان کو نہ صرف چھوڑ دیا گیا

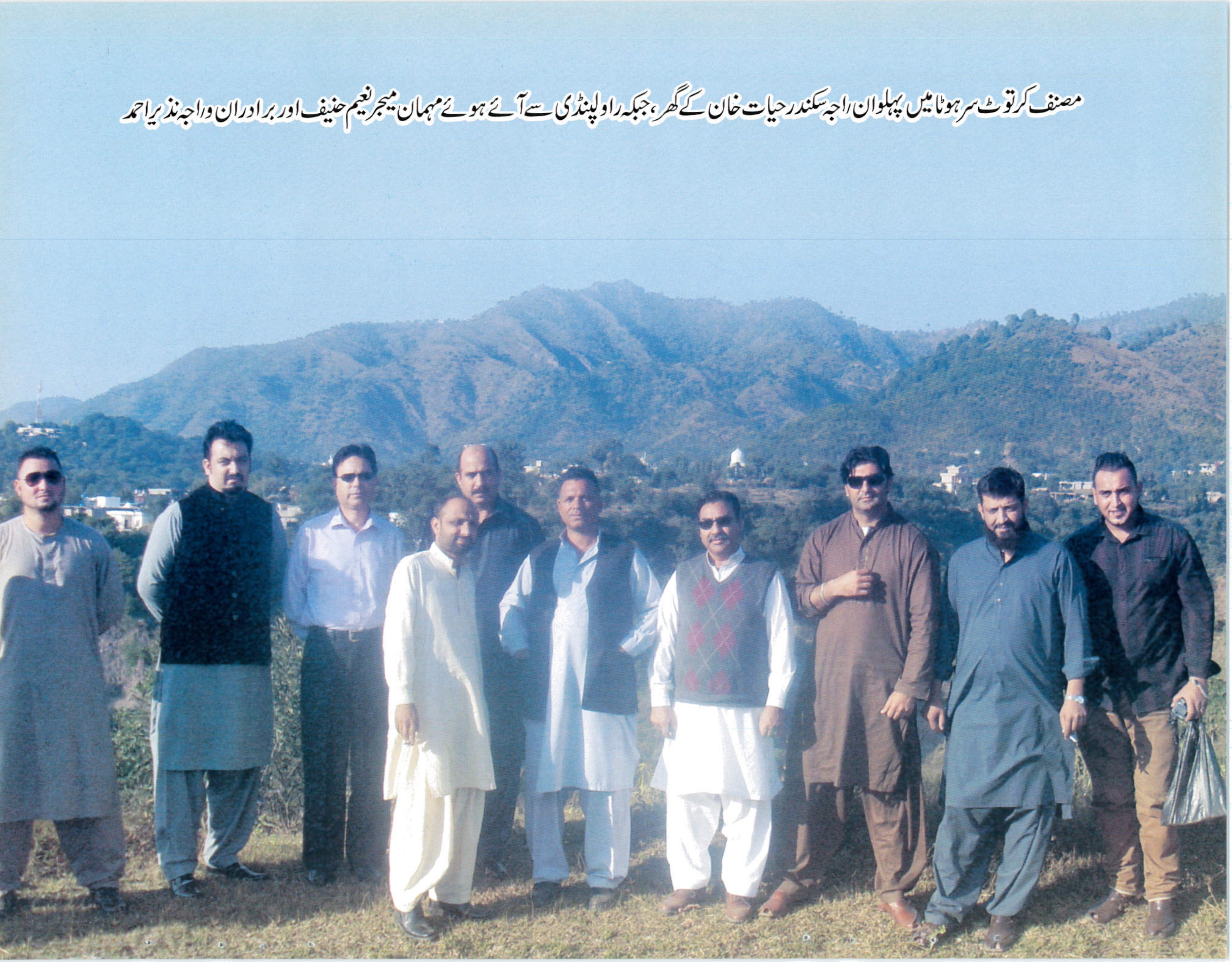
بلکہ اس کی حکمرانی میں علاقہ راج محل بھی شامل کر دیا گیا۔ راجہ شہسوار خان کی حکمرانی کا یہ سارا علاقہ کوٹلی منگرالاں کہلایا۔ 1815ء میں راجہ شہسوار خان نے سکھ حکومت سے علاقہ عمائدین کے کہنے پر بغاوت کر دی جس کے نتیجہ میں دوبارہ جنگ ہوئی اور بوجہ غداری مکمل شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ کوٹلی منگرالاں کا آخری حکمران ٹھہرا۔ اس کے بعد ایک رائے کے مطابق شہسوار خان قلعہ لاہور میں اسیری کے دوران ہی فوت ہو گیا اور وہیں مدفون ہوا اور مستری حسن دین کی رائے کے مطابق ان کے دادا نے راجہ شہسوار کا تابوت تیار کیا تھا اور وہ کوٹلی کے علاقہ دھنواں کے قدیمی قبرستان میں دفن کیا گیا۔

راجہ شہسوار خان کو سادات گھرانوں سے بڑی عقیدت تھی اس نے موجودہ کوٹلی شہر میں کئی ایک سید خاندان کو بسایا اور ان کو کئی سو کنال کا کاشتکاری رقبہ تحفہ میں دیا۔ مشہور حکیم اور شاعر سید حاکم شاہ اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ راجہ شہسوار خان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی ان کی ایک ہی بیٹی ''شہر بانو'' تھی جو سید گھرانہ میں بیاہ دی۔ اس کو جہیز میں موجودہ کوٹلی کا وہ تمام علاقہ لکھ دیا تھا جس میں آج کل کے موضع پنگ پیراں اور رولی وغیرہ بھی شامل تھے۔ شہر بانو وفات کے بعد یہیں مدفون ہوئی اور اس کی قبر آج بھی پنگ پیراں قبرستان میں موجود ہے۔

کرتوٹ میں راجہ شہسوار خان کے حقیقی بھتیجے راجہ مل خان کی اولاد در اولاد آج بھی آباد ہے اور علاقہ کی مالک اور جاگیر دار ہے۔ اس خاندان نے اپنے اس علاقہ میں دیگر اقوام کو بھی آباد کیا جن میں قریشی، مغل و سید وغیرہ شامل ہیں۔

اسی خاندان سے راجہ سخی ولایت خان یہاں کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہو گزری ہے جن کا شمار اپنے زمانہ کی ان شخصیات میں آتا ہے جن کی رسائی ڈوگرہ حکمرانوں تک تھی۔ راجہ سخی ولایت خان ایک عالم و فاضل شخصیت کے حامل تھے اور عربی و فارسی کے استاد گنے جاتے تھے۔ کوٹلی شہر کی مشہور و معروف شخصیت منشی چنن الدین آپ کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ راجہ صاحب کے تین پسران ہیں، ایک راجہ سرور خان، دوسرے راجہ عبدل خان اور تیسرے راجہ محمد داد خان۔ کرتوٹ کے اس منگرال راجپوت خاندان سے راجہ رحیم داد خان بھی مشہور ہوئے۔ ان کے والد راجہ فضل داد خان دراصل راجہ سخی ولایت خان، راجہ نور محمد خان اور راجہ منظور خان کے بھائی تھے۔ راجہ رحیم داد خان پیشہ کے لحاظ سے ایک فوجی تھے۔ جنرل گریسی اور جنرل محمد ایوب خان کے ملٹری ڈرائیور کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں سیاست سے بھی وابستگی رہی اور سردار محمد عبدالقیوم خان کے دست راست بنے۔ اپنے علاقہ کے ممبر اور چیئرمین بھی رہے۔ علاقہ کی تعمیر و ترقی میں اپنا اعلیٰ، ارفع اور مثالی کردار ادا کیا۔ سرہوٹہ ہائی سکول کی منظوری حاصل کی۔ ڈنہ اور کرتوٹ (سرہوٹہ) کے درمیان ایک پل تعمیر کروایا اور علاقہ کو بجلی فراہم کرائی۔ تعلیم جیسی سہولت سے روشناس کرانے پر آپ کو اس علاقہ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ پہلوان راجہ سکندر حیات خان کا تعلق بھی کرتوٹ کے اسی منگرال خانوادے سے ہے۔ ان کے والد راجہ محمد اکبر خان ایک سماجی کارکن ہیں اور علاقہ کی سرکردہ شخصیت ہیں۔

راجہ محمد اکبر کرتوٹ کی اس جاگیر کے تیسرے حصہ کے واحد مالک ہیں۔ آپ ایک درویش صفت اور سفید پوش انسان ہیں۔ ان کے کل ملا کر سات پسران ہیں۔ 1۔ پہلوان راجہ سکندر حیات خان، 2۔ راجہ خضر حیات خان، 3۔ راجہ نثار احمد خان، 4۔ راجہ مظہر خان، 5۔ راجہ رمیض خان، 6۔ راجہ محسن خان اور 7۔ راجہ نوید احمد خان۔ پہلوان راجہ سکندر حیات خان کوٹلی کی معروف شخصیت ہیں اور اپنے خاندان کا ایک چمکتا دمکتا ستارہ ہیں۔ اپنی قوم اور خاندان کے لیے خلوص، ہمدردی اور تڑپ رکھتے ہیں۔ بنیادی طور پر آپ ایک پہلوان ہیں اور مرد میدان ہیں۔ بازوگیری کے ماہر مشہور ہیں اور کئی معرکوں کے فاتح ہیں۔ علاقہ کے مایہ ناز، ماہر پہلوان اور منصف ہیں۔ ان کی شہرت اس حوالہ سے پورے کشمیر اور پوٹھوہار میں ہے۔ آپ کے دادا محترم مرحوم راجہ فیض محمد خان بھی اپنے دور کے نامی گرامی پہلوان تھے۔ پہلوان سکندر حیات خان اپنے حلقہ کی سیاست میں آپ اہم



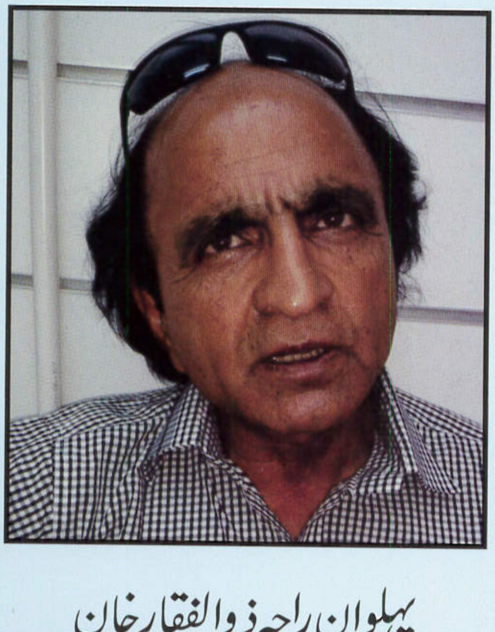
مصنف کرتوٹ سرہوٹا میں پہلوان راجہ سکندر حیات خان کے گھر، جبکہ راولپنڈی سے آئے ہوئے مہمان میجر نعیم حنیف اور برادران و راجہ نذیر احمد



مصنف، پہلوان راجہ سکندر حیات خان، راجہ اکبر خان، میجر نعیم حنیف، راجہ سہیل خان (راولپنڈی)، راجہ مظہر خان (راولپنڈی)
کرتوٹ سرہوٹہ

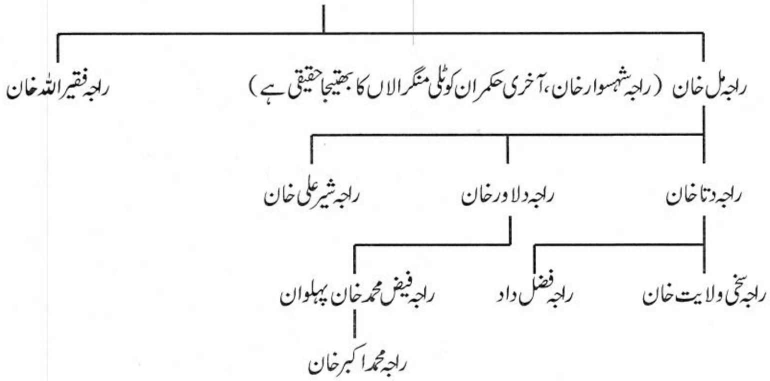


پہلوان راجہ رستم خان



پہلوان راجہ ذوالفقار خان
عرف ذلفی پہلوان

کردارادا کرتے ہیں۔ مسلم لیگ ن آزاد کشمیر حلقہ 5 کھوئی رٹہ کے رابطہ سیکریٹری کے طور پر کام سرانجام دے رہے ہیں۔ مشہور سیاسی وسماجی شخصیات راجہ فاروق حیدر خان، سردار سکندر حیات خان، راجہ نصیر احمد خان، راجہ فاروق سکندر حیات خان اور راجہ نثار احمد خان آپ کے رفقاء میں شامل ہیں جبکہ بیرون کوٹلی منگرال خانوادوں میں راجہ یاسین اقبال خان آف ماندلہ راجہ نذیر احمد خان آف شکریال، راجہ عبدالباسط مسکین خان آف للیال اور میجر راجہ نعیم حنیف خان تمغہ امتیاز ملٹری، آف بھوربن مری سے آپ کے گہرے مراسم ہیں۔




کرتوٹ کے اس منگرال راجپوت خاندان کے رشتہ دار جو چوکی منگ میں آباد ہیں ان میں سے کچھ نام درج ذیل ہیں، راجہ شہناز خان ایڈووکیٹ چوکی منگ، راجہ مصطفیٰ خان چوکی منگ، راجہ رستم خان چوکی منگ، راجہ ساجد خان عرف بھولا پہلوان چوکی منگ، راجہ غلام محی الدین اکاؤنٹس آفیسر کوئٹہ (چوکی منگ)، پہلوان راجہ عمر حیات خان چوکی منگ، راجہ ربنواز خان انگلینڈ (چوکی منگ)، راجہ جہانگیر خان چوکی منگ، راجہ بشارت خان چوکی منگ، راجہ گلزیب خان چوکی منگ، راجہ اورنگزیب خان مرحوم چوکی منگ، راجہ پرویز خان چوکی منگ، راجہ عنایت خان، راجہ شمس خان، راجہ فیصل خان ولد راجہ لعل محمد خان مرحوم، راجہ پنوں خان، راج علی اصغر خان، راجہ امجد خان، راجہ ارشد خان، راجہ ہدایت خان مرحوم وراجہ پرویز خان چوکی منگ، اکاؤنٹنٹ خان عبداللطیف خان وغیرہ۔

راجہ ذوالفقار خان پہلوان آف چوکی منگ منگرال قبیلہ کے نامور پہلوان ہیں۔ پہلوان راجہ سکندر حیات خان صاحب نے پہلوانی کچھ عرصہ آپ سے سیکھی تھی۔ اس کے علاوہ راجہ رستم خان صاحب بھی پہلوان استادوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ راجہ ساجد عرف بھولا پہلوان اور راجہ ساجد کے والد راجہ کرامت خان بھی فن پہلوانی میں طاق نام گنے جاتے ہیں۔

## راجگان بڑالی (فگوش) تحصیل کوٹلی

بڑالی نام قدیم سے ہے۔ قرین قیاس ہے کہ یہ نام دراصل بڑھ والی تھا یعنی بوڑھ والی۔ بڑھ والی سے یہ نام بڑالی بن گیا۔ بڑالی خاص میں کوئی قدیم بوڑھ کا درخت ہوا ہوگا جس کی وجہ سے گاؤں بڑالی مشہور ہوا۔ بڑالی خاص موجودہ خانقاہ اکبر بادشاہ سے نیچے جانب جنوب ایک گنجان آبادی کی جگہ ہے جو 8 میل لمبی اور 8 میل چوڑی ہے اور یہ جگہ منگرال راجپوت کی ملکیت ہے۔ دیگر اقوام موروثی ہیں۔ بڑالی میں راجہ ستار محمد خان کی اولاد آباد ہے۔

بڑالی میں مہاجر کالونی کا مقام ایک تاریخی مقام ہے کیونکہ موجودہ کوٹلی شہر آباد ہونے سے قبل اس مقام پر منگرال حکومت قائم تھی۔ جس کے کھنڈرات اور آثار اب بھی موجود ہیں۔ بعدازاں راجہ شہسوار خان منگرال کے زمانہ میں موجودہ شہر کوٹلی کے مقام پر جیل کی جگہ آبادکاری کی ابتداء

ہوئی۔ اس شہر کے سات دروازے تھے۔ اس راجہ نے دریا کے کنارے بارہ دری بھی بنوائی تھی جس کے آثار ساردہ موڑ سے دریا کی جانب دیکھے جا سکتے ہیں۔ بڑالی خاص سے ہی فلگوش کے منگرال نقل مکانی کر کے آباد ہوئے۔ راقم کے خاندان کا تعلق بھی موضع بڑالی ہی سے ہے۔ یہ خاندان یہیں سے راجوری منتقل ہوا تھا۔

اسسٹنٹ کمشنر راجہ محمد عظیم خان منگرال راجہ حفیظ اللہ خان کے گھر میں 15 فروری 1942ء میں پیدا ہوئے، 1955ء میں کوٹلی ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ 1961ء میں ایک سال محکمہ تعلیم کو دیا، اور اس کے بعد 1962ء میں محکمہ مال میں بطور ناظر بھرتی ہوئے۔ 1962ء سے 1977ء تک بطور سینئر کلرک ڈسٹرکٹ ریونیو اکائنٹ اور بطور ریڈر خدمات سرانجام دیں۔ 1977ء میں آپ بطور نائب تحصیل دار ڈڈیال ضلع میرپور تعینات ہوئے۔ 1980ء میں بطور نائب تحصیلدار ہی آپ کوٹلی آ گئے، جہاں 1988ء میں آپ ترقی پا کر بطور تحصیلدار زکوۃ عشر تعینات ہوئے۔ 1989ء میں آپ بطور تحصیلدار فتح پور تھکیالہ تعینات ہوئے۔ 1999ء میں آپ ترقی پا کر بطور اسسٹنٹ کمشنر بنا دیے گئے 2000ء میں آپ کی تعیناتی بطور اسسٹنٹ کمشنر ضلع جھنگ پاکستان بسلسلہ آبادکاری مہاجرین جموں کشمیر ہوئی جہاں آپ کافی عرصہ تک اپنی خدمات سرانجام دینے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ آپ کے ہمر کابوں میں ایک نام راجہ اکبر داد خان مرحوم، کلکٹر و کمشنر انکم ٹیکس، ساکن سہر منڈی تحصیل سہنسہ والے بھی تھے۔

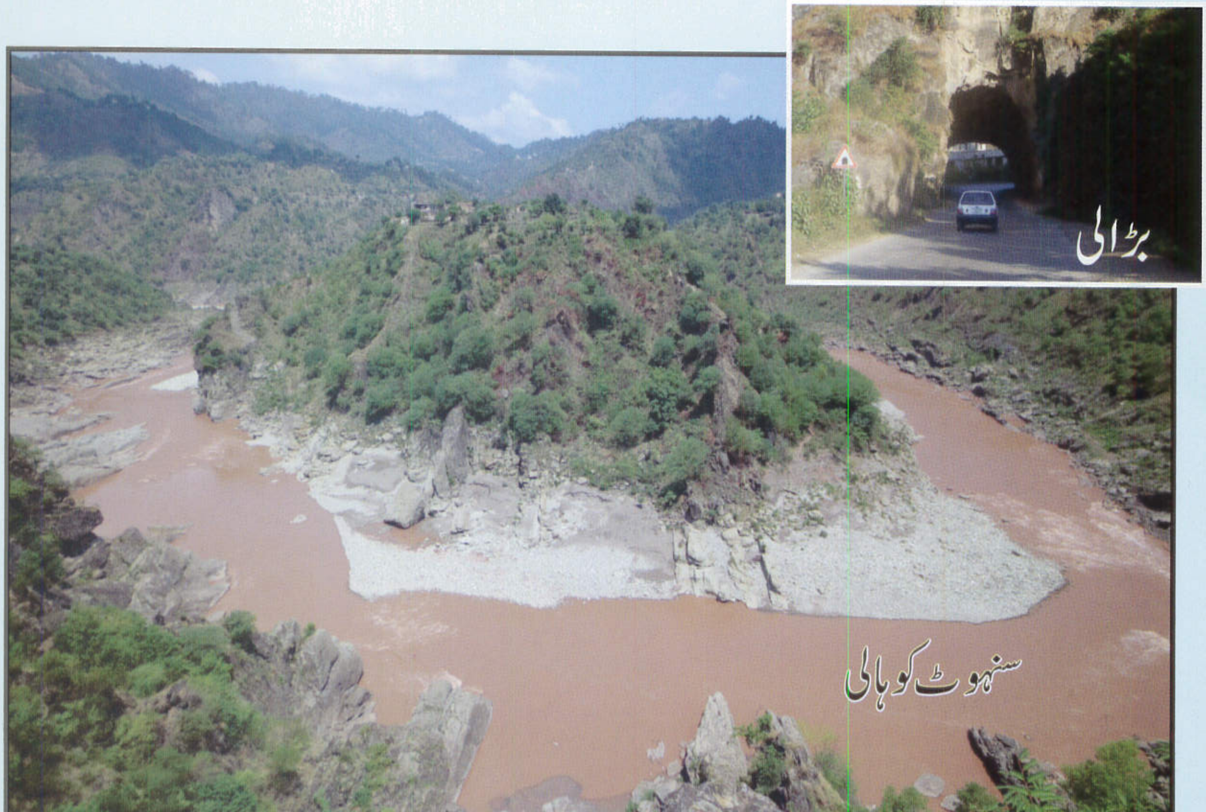
(ر) بریگیڈیئر راجہ محمد اکبر خان بڑالی (منیل) کوٹلی، راجہ محمد اکبر خان مرحوم راجہ حشمت علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے 1945ء میں جہلم سے KG ہائر سیکنڈری سکول سے ایف اے کیا اور کمشنڈ آفیسر بن کر ڈیرہ دون ہندوستان سے ملٹری تعلیم لی۔ ہندوستان کی تقسیم پر آپ پاک فوج کے حصہ میں آئے۔ 63-1962ء میں آپ نے بطور B.M بریگیڈ یئر میجر، بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کوٹلی کے فرائض سرانجام دیے۔ جو کہ آپ کا آبائی علاقہ بھی ہے۔ آپ دوران سروس مشرقی پاکستان میں بھی عسکری خدمات سرانجام دیں۔ 1971ء کی جنگ کے دوران آپ کی تعیناتی مظفرآباد سیکٹر پر تھی۔ 1976ء میں آپ پشاور سے اپنی عسکری خدمات سے سبکدوش ہوئے۔ 1985ء میں آپ نے بطور ایم ڈی اے چیئرمین میرپور اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے سیالکوٹ سے شادی کی تھی، اور اپنی زندگی کے آخری ایام آپ نے لالہ زار راولپنڈی میں گزارے۔ آپ کی وفات 6 مئی 2000ء میں ہوئی اور آپ ریس کورس راولپنڈی میں مدفن ہیں۔ آپ کے فرزندوں میں ڈاکٹر فیصل اکبر خان، راجہ عادل اکبر خان سیکشن افسر، اور راجہ جلال اکبر خان ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ میں فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کو منگرال خانوادے میں پہلا بڑا فوجی افسر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ راجگان فلگوش کی اصل قدیم آبادی موضع بڑالی میں تھی۔ بڑالی سے دوری ہونے کی وجہ سے فلگوش کی زمینیں غیر آباد رہیں۔ ان موضعات کی معروف شخصیات میں منشی دوست محمد خان، راجہ نیاز علی خان، راجہ زمان علی خان پسران راجہ غلام محمد خان، راجہ امتیاز علی خان، راجہ نیاز علی خان (مدفن لنڈی کوتل، صحن علی مسجد)، راجہ حفیظ اللہ خان، راجہ محمد زمان خان (مسلم کانفرنس کے بانیوں میں ان کا نام لیا جاتا ہے) راجہ محمد بشیر خان ولد منشی دوست محمد خان، راجہ عبدالقیوم خان (تحصیلدار) ولد راجہ محمد بشیر خان، راجہ نصیر احمد خان ولد راجہ محمد بشیر خان (انگلینڈ)، راجہ پرویز خان ولد محمد بشیر خان (انگلینڈ)، راجہ کرم اللہ خان ولد راجہ دیوان خان (مدفن حسن ابدال)، راجہ کالا خان، راجہ علی اکبر خان، راجہ حفیظ اللہ خان اور راجہ عزیز اللہ خان، راجہ علی اکبر خان پسران راجہ کرم اللہ خان۔ فارسٹر راجہ محمد اکرم، چیئرمین راجہ اکرم، راجہ محمد ایوب اور ویٹنری ڈاکٹر خالد خان مشہور لوگوں میں سے ہیں۔

فلگوش سے ہیں راجہ غلام حیدر خان ایک اولادیں آج کل مری روڈ سکیتھ روڈ چوک کے قریب آباد ہیں۔ جن میں بزنس مینیجر راجہ تنویر حیدر خان پی ٹی سی ایل سے ریٹائرڈ ہیں۔ جن کا ذکر راولپنڈی میں آئے گا۔


گورنمنٹ
بوائز ہائی سکول
ضلع کوٹلی



مصنف سابق ایس ڈی ایم راجہ محمد عظیم خان اور اپنے بھتیجے راجہ ناصر خان کے ساتھ فلگوش میں



بڑالی

سنہوٹ کوہالی

## قلعہ تھروچی وعلاقہ تھروچی کے منگرال خاندان

علاقہ تھروچی میں قوم منگرال راجپوت کی اکثریت آباد ہے۔ یہ راجہ سہنس پال خان کے دوسرے بیٹے راجا تاتار خان کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ علاقہ قوم منگرال راجپوت کی سر بلندی کا امین رہا ہے۔ اس علاقہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کی افواج نے سکھ سردار زور آور سنگھ کی سرکردگی میں حملہ کیا۔ منگرال راجپوت سرداروں نے پرزور دفاع کیا ان سرداروں میں سردار سمت خان، سردار کرمدی خان ساکن بڑالی، سردار شادمان خان اور سردار ستار محمد خان شامل تھے۔ مگر انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سب قلعہ بند ہو گئے یوں جون 1908 بکرمی میں یہ منگرال حکومت اختتام پذیر ہوگئی۔ قلعہ تھروچی ستار محمد خان اور ان کے ساتھیوں کے قبضہ سے نکل گیا بعد ازاں ان کے پڑپوتے راجہ محمود خان نے ڈوگروں سے آزاد کروایا۔ اس علاقہ کا موجودہ تعارف کرنل محمود خان کے بغیر ادھورا ہے۔ کرنل صاحب کی اولادوں کا ذکر ان کے باب میں اور مشاہر منگرال میں راجہ آفتاب پوتا کے صفحہ پر ملے گا۔ راجہ آفتاب پوتا حلقہ چار چڑھوئی کے اس وقت اہم سیاسی عمائدین میں شامل ہیں اور مسلم لیگ ن کے حلقہ کے صدر ہیں۔

قلعہ تھروچی دراصل کشمیر کے بادشاہ زین العابدین (بڈشاہ) کے وزیراعظم اور سپہ سالار افواج کشمیر ملک مسعود ٹھاکر نے 1425ء میں تعمیر کروایا تھا اور اس میں کشمیری فوج کا ایک دستہ تعینات کیا تاکہ وادی کشمیر میں وقتاً فوقتاً پڑنے والے قحط کے دوران اس علاقہ سے وادی کشمیر کو غلہ کی فراہمی یقینی بنایا جاسکے۔

قلعہ تھروچی، گلپور اور اس سے ملحقہ علاقوں، چنگ پور، خواص سمہالا وغیرہ میں آباد منگرال راجپوتوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ تھروچ کی معروف ہستی راجہ آفتاب حسین پوتا اور راجہ محمد ریاست خان ہیں جن کا تعارف مشاہیر منگرال میں موجود ہے۔

سمالہ بکال سے صوبیدار محمد اسحاق خان کے چار فرزند ہیں راجہ محمد افضال خان، راجہ اشفاق احمد خان، راجہ محمد اسرار خان اور راجہ محمد ابرار احمد خان۔ راجہ محمد شفیق خان ولد راجہ منظور خان سابقہ ایڈمنسٹریٹر ضلع کوٹلی اس علاقہ کی اہم اور جاندار لوگوں میں سے ایک ہیں۔ آپ مسلم کانفرس کے سرگرم رکن اور اہم سیاسی بصیرت و تجربہ کے حامل ہیں۔ سابقہ ادوار میں مسلم کانفرنس سے وابستگی پر آپ کو ہمیشہ سے ہی جماعت میں اہم عہدوں پر رکھا گیا۔ اب بھی آپ مسلم کانفرنس سینٹرل ایگزیکٹو باڈی کے ممبر ہیں اور مسلم کانفرنس کے سرکردہ لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ تھروچی گاؤں کی سب سے حلیم طبع شخصیت اور عوامی آدمی گنے جاتے ہیں۔

راجہ محمد خالق مرحوم ولد راجہ رنگ باز خان علاقہ تھروچ کی سب سے زیادہ سماجی شخصیت تھے۔ آپ 1925ء میں راجہ رنگ باز خان جو علاقے کے ایک بڑے زمیندار تھے ان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پاکستان آرمی میں شمولیت کی لیکن جلد ہی آپ نے پاک آرمی کو خیر آباد کہہ کر 1962ء میں انگلینڈ میں رہائش اختیار کی۔ آپ کی شادی 1970ء میں راجہ مدد خان کی صاحب زادی سے ہوئی۔ آپ کے ہاں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا راجہ زاہد خان (1975ء) پیدا ہوا۔ راجہ زاہد خان ابتدائی تعلیم میٹرک تک کرنل محمود خان ہائی سکول سے حاصل کرنے کے بعد انگلینڈ مقیم ہو گئے۔ آپ اس وقت بھی اپنی فیملی کے ساتھ سٹوک میں رہائش پذیر ہیں اور اپنا ذاتی کاروبار سے منسلک ہیں۔ بطور سیاسی کارکن راجہ زاہد خان کا کشمیری سیاست میں اہم رول ہے۔ آپ مسلم لیگ ن آزاد کشمیر ونگ کے سٹوک سے بطور صدر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اپنے والد اور دادا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ علاقہ کی فلاح و بہبود اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ

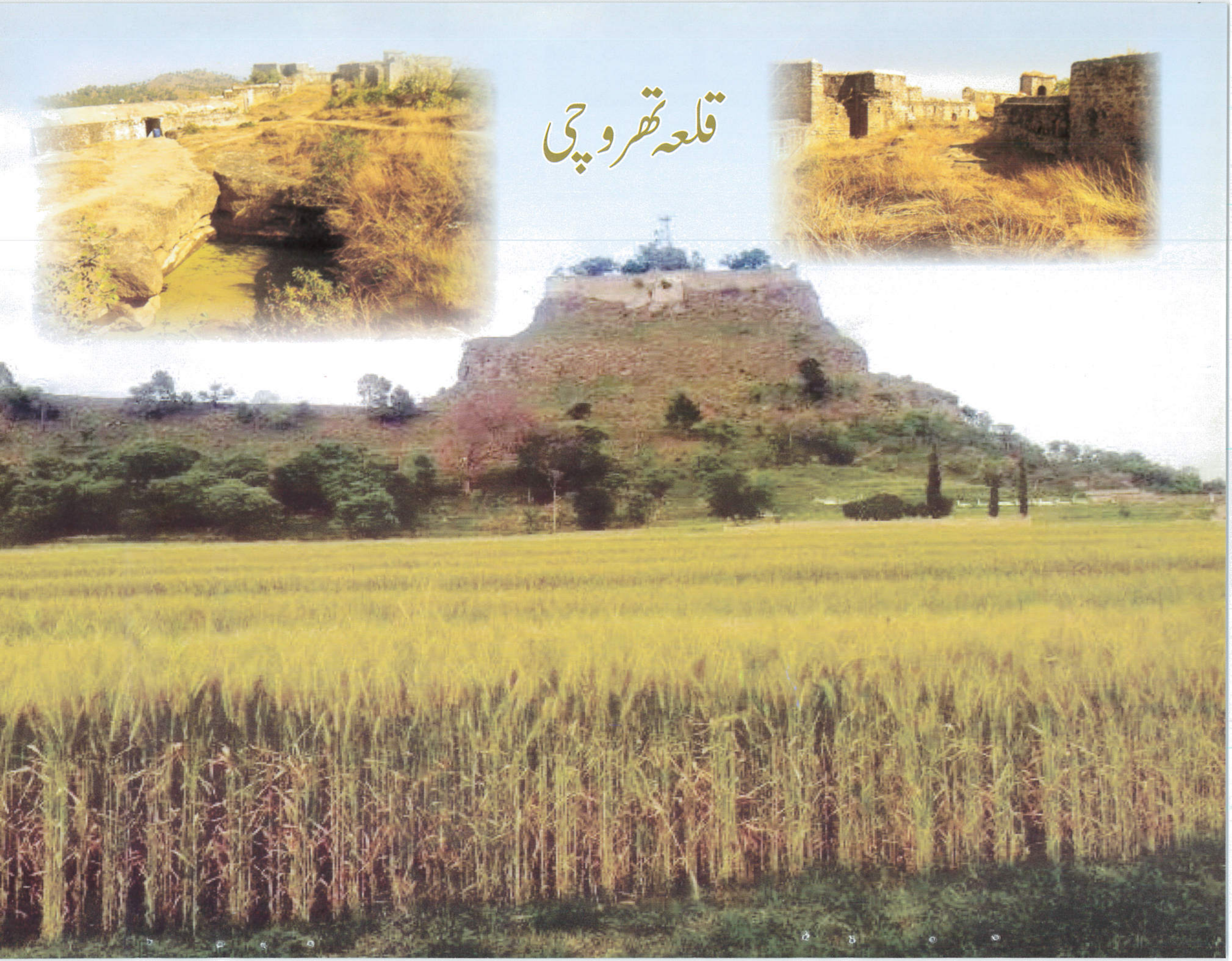
لیتے ہیں۔آپ کی شریک حیات منگرال خاندان کی ایک بڑی آبادی براٹلہ کے ایک سیاسی خاندان سے ہیں،آپ کے سسر راجہ نسیم خان، مرحوم راجہ اسلم خان سابق ایم ایل اے کے چچازاد بھائی ہیں اور علاقہ براٹلہ میں اہم سماجی و سیاسی شخصیت گردانے جاتے ہیں۔ راجہ رنگ باز کی اولادوں میں راجہ خالق خان کے علاوہ راجہ صادق خان، راجہ فاضل خان، رجہ شائق عرف راجہ کالا خان بھی معتبر لوگ ہیں۔ راجہ کالا خان 1965ء میں علاقہ کے بی ڈی ممبر رہ چکے ہیں جبکہ آپ کے فرزند راجہ اعجاز کالا مسلم کانفرنس برطانیہ ونگ کے صدر رہیں۔

راجہ نصیر احمد خان جو راجہ مددخان کے بیٹے تھے علاقہ تھروچ کی اہم شخصیات میں گردانے جاتے ہیں۔آپ نے اپنے علاقے کے لیے کئی ایک سماجی وسیاسی خدمات سرانجام دیں۔اسی طرح راجہ حنیف خان جو راجہ نصیر احمد خان کے چچازاد بھائی تھے، بھی ہمیشہ سے راجہ نصیر احمد خان کے ہم پلہ رہے اور اہم سیاسی وسماجی رول ادا کرتے رہے۔اس خاندان کا مصدقہ و تفصیلی شجرہ ملاحظہ کیا گیا۔نقل محفوظ ہے۔

گاؤں تھروچی سے کچھ اور اہم لوگوں کے نام درج ذیل ہیں۔راجہ عابد حسین، علی اشرف خان، راجہ مظہر خان، راجہ یوسف، راجہ تنویر، راجہ عقیل خان، نمبردار راجہ آفتاب خان، نمبردار راجہ سجاد خان، لالہ افتخار خان، راجہ ذوالقرنین، راجہ اجمل، راجہ نثار خان، راجہ گلبہار خان، راجہ اشفاق صحافی، راجہ بابر خان، راجہ اظہر خان، راجہ وحید خان، راجہ اشتیاق، راجہ قیصر، راجہ صفدر نصیر، راجہ ظہیر، اشفاق نصیر، صفدر نصیر، راجہ وقاص ایڈووکیٹ، راجہ حسنین شفیق، راجہ ارباز شفیق، راجہ جاوید عزیز، راجہ تیمور، راجہ ابوذر، راجہ اسماعیل بھٹو، راجہ عمران اشرف، راجہ راشد خان بنک مینیجر، نمبردار راجہ خضر حیات خان، راجہ نازک، راجہ عدالت، راجہ زاہد یعقوب، راجہ ساجد یعقوب، راجہ نزاد حیات، راجہ مزمل، حافظ مسعود، راجہ مسعود، راجہ مالک، راجہ ماجد، راجہ ماسٹر ادریس، راجہ عتیق الرحمان، راجہ افتخار خالا، راجہ محمد یاسین، راجہ صفدر شریف، راجہ فیاض بابو، راجہ غالب، راجہ شبیر یوسف، راجہ ضمیر یوسف، راجہ آفتاب، راجہ طالب محکمہ پولیس، چیئرمین راجہ کالا خان، حافظ یاسر یونس، راجہ طارق خان آف انگلینڈ، راجہ گلفراز خان آف یوکے، راجہ اشرف آف یوکے، راجہ امیر اللہ خان، راجہ عظیم خان، راجہ علی شان آف یوکے، راجہ شیر افضل خان آف انگلینڈ، راجہ اجمل صادق آف انگلینڈ، راجہ بابو زبیر آف انگلینڈ، چیئرمین راجہ امتیاز خان، چیئرمین راجہ سلیم خان، راجہ بابو الیاس خان، راجہ ظفر خان حویلی والے، محمد اعظم خان، راجہ طفیل خان، راجہ محمد اسحاق خان، راجہ رزاق خان، راجہ حکمداد خان، راجہ بنارس خان اور راجہ اخلاق خان قابل ذکر ہیں۔

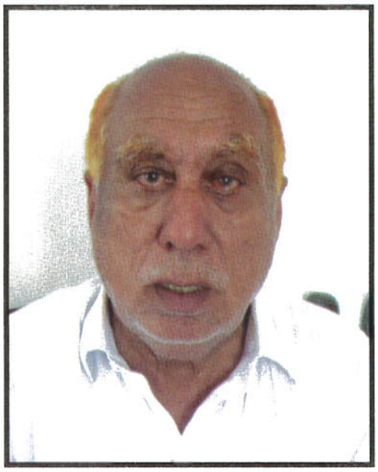
راجہ ولی دادخان اپنے دور کے ایک صوفی شاعر تھے جنکے تین بیٹے تھے، راجہ بشیر احمد خان جو ایک معروف کاروباری شخصیت ہیں، ان سے چھوٹے راجہ محمد اخلاق ہیں اور سب سے چھوٹے راجہ سہراب خان ہیں جو آزاد کشمیر سمال انڈسٹریز میں بطور ڈائریکٹر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔راجہ بشیر خان کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہی، سب سے بڑا بیٹا راجہ زوہیب خان پاکستان آرمی میں بطور کیپٹن اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جبکہ راجہ عدنان انگلینڈ میں اپنے ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں اور سب سے چھوٹے بیٹے کیڈٹ کالج پلندری میں زیر تعلیم ہیں۔

راجہ عارف خان صاحب گلپور کی معروف ترین کاروباری شخصیات میں گردانے جاتے ہیں آپ کا گلپور مرچنٹس میں اہم نام ہے۔آپ کے بیٹے راجہ ابرار عارف خان ایک معروف وکیل ہیں جبکہ کافی عرصہ تک ابرار عارف شعبہ صحافت سے بھی وابستہ رہے۔اپنی چھوٹے بھائی عمران عارف بھی چنار پریس کلب گلپور کا حصہ رہے ہیں جبکہ آجکل وہ انگلینڈ میں مقیم ہیں اور آفتاب عارف بھی شعبہ صحافت میں اپنی مثال آپ ہیں۔آفتاب عارف خان کے بیٹے راجہ شہریار احمد عارف، اور شاہزیب عارف خان ہیں۔صوبیدار جان محمد خان کے بیٹے راجہ کرم الٰہی خان کی پہلی


قلعہ تھروچی



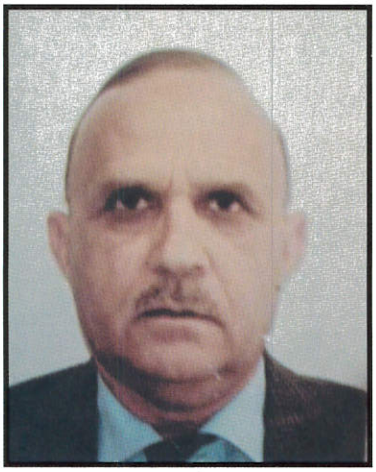
مصنف راجہ زاہد خان، پہلوان راجہ سکندر حیات خان اور راجہ رفاقت بشیر خان



راجہ بنارس خان



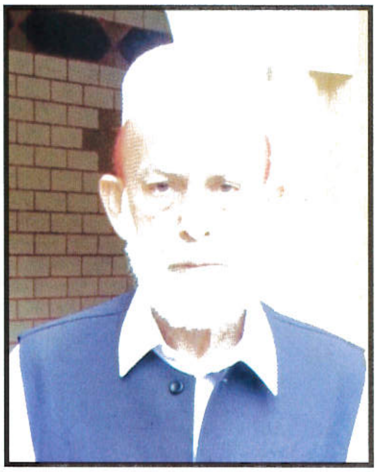
راجہ محمد شفیق خان سابقہ ایڈمنسٹریٹر



راجہ رفیق خان



راجہ عقیل خان



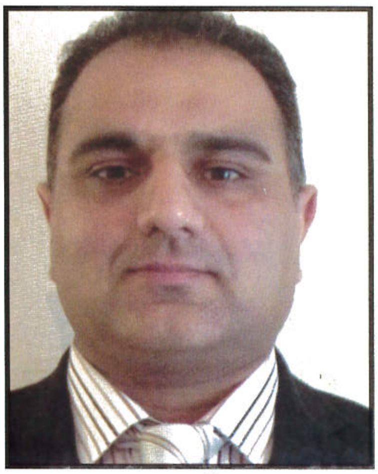
راجہ محمد عارف خان



راجہ محمد اشفاق خان



راجہ محمد غفار خان



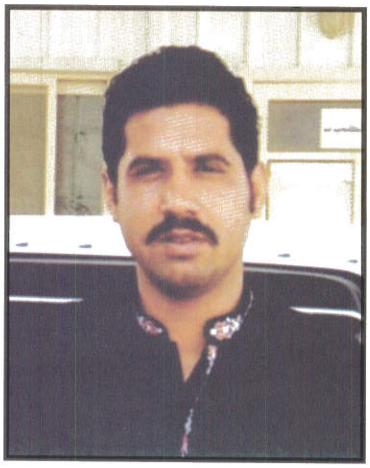
راجہ اسجد کریم خان



راجہ اعجاز کالا



راجہ ارشد سکندر



راجہ رضا خان



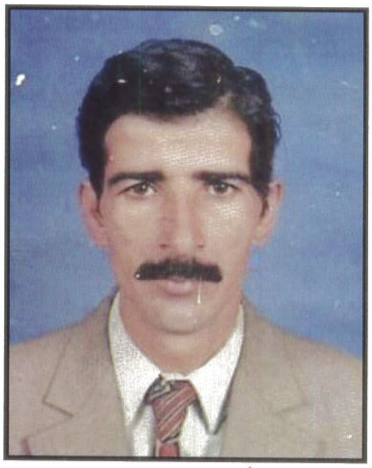
راجہ عامر خان



راجہ رمیض اختر



راجہ اشفاق خان



راجہ گلبہار خان



راجہ ابرار عارف



راجہ فیصل خان



راجہ شفیق حسین پوتا

اولاد راجہ محمد عارف خان تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے جبکہ دوسرا بیٹا راجہ ظاہر خان تھا جن کی اولادوں میں راجہ زاہد محمود، راجہ طاہر محمود، راجہ اظہر محمود، راجہ جمیل محمود، راجہ اجمل محمود شامل ہیں جبکہ راجہ زاہد محمود کی اولاد میں راجہ راشد اور راجہ شاہد ہیں۔ آج کل چنار پریس کلب کی صدارت راجہ اشفاق صاحب کے پاس ہے جو ایک معروف صحافی ہیں جبکہ رمیض اختر بھی اسی خاندان کا حصہ ہونے کے ساتھ ساتھ علاقہ کی معروف سماجی وصحافی شخصیت ہیں، آپ کے ایک چچازاد بھائی راجہ فیصل خان دوبئی میں مقیم ہیں۔

تھروچ سے ملحقہ چنگ پور اور خواص کا علاقہ بھی تھروچ ہی کی طرح منگرال آباد کاروں اور خانوادوں کا مسکن ہے جہاں راجگان کی اکثریتی آبادی بیرون ملک مقیم ہے۔ خواص سے جیلدار راجہ عبدالکریم خان ایک نمایاں شخصیت ہیں جو پچھلی صدی میں 60 کی دہائی میں انگلینڈ بسلسلہ روزگار مقیم ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ بولٹن انگلینڈ ان کا مسکن ہے اور آپ کی اولاد وہاں پر ہی اپنے ذاتی کاروبار سے وابستہ ہے۔ راجہ اسجد علی خان آپ کے بڑے بیٹے ہیں جو کہ نہ صرف انگلینڈ بلکہ اپنے علاقہ کی معروف سماجی اور سیاسی شخصیت ہیں۔ مرحوم میجر منصبدادخان سابقہ ایم ایل اے حلقہ چار چڑھوئی، کی فیملی سے آپ کا قریبی تعلق ہے۔ حالیہ الیکشن 2016ء میں میجر صاحب کا بیٹا نعیم منصبدادخان بطور آزاد امیدوار الیکشن لڑ رہا تھا جبکہ خواص راجگان کے اس گھرانے ہی کے توسط سے مسلم لیگ ن کے سرکردوں نے نعیم خان کو ن لیگ کے امیدوار کے حق میں بیٹھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جیلدار عبدالکریم خان صاحب کا گھرانہ ایک متقی، ملنسار اور مہمان نواز گھرانہ ہے جبکہ علاقہ عوام کی سماجی خدمت کے سلسلے میں اس گھرانے کی خدمات یہاں نسلوں تک یاد رکھی جائیں گی۔ چنگ پور خواص کے محلے جن میں راجگان منگرال کی آبادکاریاں ہیں ان میں کھجوری، پڑینی، گھراں، گھوڑہ جبکہ متصل گاؤں میں نگھال وغیرہ ہیں۔ خواص کی نمبردار گھرانہ منگرال راجگان ہی سے نمبردار رحمت اللہ خان صاحب ایک معروف شخصیت ہیں جبکہ نمبردار جیون خان بھی اسی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی فیملی سے رفیق خان اکاؤنٹنٹ مقیم انگلینڈ اور صوبیدار کرامت اللہ خان سابقہ بی ڈی ممبر بھی علاقہ کے سرکردہ لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ بطور بی ڈی ممبر صوبیدار صاحب نے اپنے علاقہ میں بہت سے اہم کام سرانجام دیے جن میں واٹر سپلائی، گلیوں کی پختگی اور سڑکوں کا کام اہم ہے۔ چنگ پور اور خواص کے جو افراد انگلینڈ میں مقیم ہیں یا مقامی طور پر اہم ہیں ان کے چند نام حسب ذیل ہیں راجہ طارق یاسین خان بولٹن، راجہ محمد اعظم خان انجینئر، راجہ انصار حسین شعبہ وکالت، راجہ محمد ندیم کیمیکل انجینئر، راجہ طارق محمود سیلف ایمپلائی، راجہ فضل مجدد خان، راجہ فیض رسول ایل ایل بی، راجہ آصف جاوید خان، راجہ فضل رسول بار ایٹ لاء شعبہ وکالت، راجہ اختر علی ظفر، راجہ عمر حیات خان اکاؤنٹنٹ، راجہ نوازش علی خان، راجہ عدیل خان شعبہ وکالت، راجہ بختاور خان، راجہ رب نواز علی خان، مرحوم راجہ سلطان سکندر علی خان، راجہ ارشد سکندر علی خان، راجہ دولت خان، راجہ امتیاز خان لیوٹن آف خواص، راجہ ارشد علی خان آف کھجولی خواص، راجہ پرویز اختر خان، پہلوان راجہ مسکین خان، پہلوان راجہ نسیم خان، حوالدار راجہ مقصود خان، راجہ سعید خان، راجہ وحید خان، راجہ امجد خان کریم، راجہ اجمل خان کریم، راجہ عظمت اللہ خان، راجہ حوالدار رحمت اللہ خان، راجہ عبدالرشید خان، راجہ محمد رفیق خان نگھال، راجہ زبیر جاوید گاؤں نگھال، ماسٹر مطلوب خان، مرحوم چیئرمین راجہ محمد بشیر خان، راجہ فاروق خان، حاجی عبداللہ خان، محمد شریف خان، حاجی راجہ محمد عارف، راجہ محمد عالم خان، راجہ محمد شبیر خان، راجہ محمد شریف خان، راجہ زید اللہ خان، حوالدار میجر مجید خان، راجہ حمید اللہ خان، راجہ اشفاق خان، نمبردار راجہ یعقوب خان، چیئرمین راجہ اصغر خان المعروف کالا خان، تنویر عجاب خان، نمبردار اللہ داد خان سمالہ، راجہ محمد طفیل خان سمالہ، ریٹائرڈ کیپٹن راجہ محمد رفیق خان سمالہ، کیپٹن راجہ محمد عاطف خان سمالہ، لیفٹننٹ راجہ اویس آصف، بنک مینیجر راجہ محمد زرین خان، مدرس راجہ محمد اختیار خان، راجہ محمد فیاض خان یوکے، مدرس راجہ محمد حسین خان سمالہ۔ سمالہ سے راجہ مہذب خان کی

اولادوں میں مدد خان، امان علی خان اور محمد خان تھے۔ مدد خان کا بیٹا محمد زمان خان تھا اور ان کا بیٹا محمد اسحاق خان ہیں جن کی اولادوں میں محمد افضال خان یو کے، محمد اشفاق خان یو کے، اسرار احمد خان یو کے، ابرار احمد، سجاد حسین، ساجد فاروق خان، اسد کمال، آصف حسین اور طاہر زمان ہیں۔

## راجگان منگرال براٹلہ، ناڑہ کوٹ اور کالا ڈھب

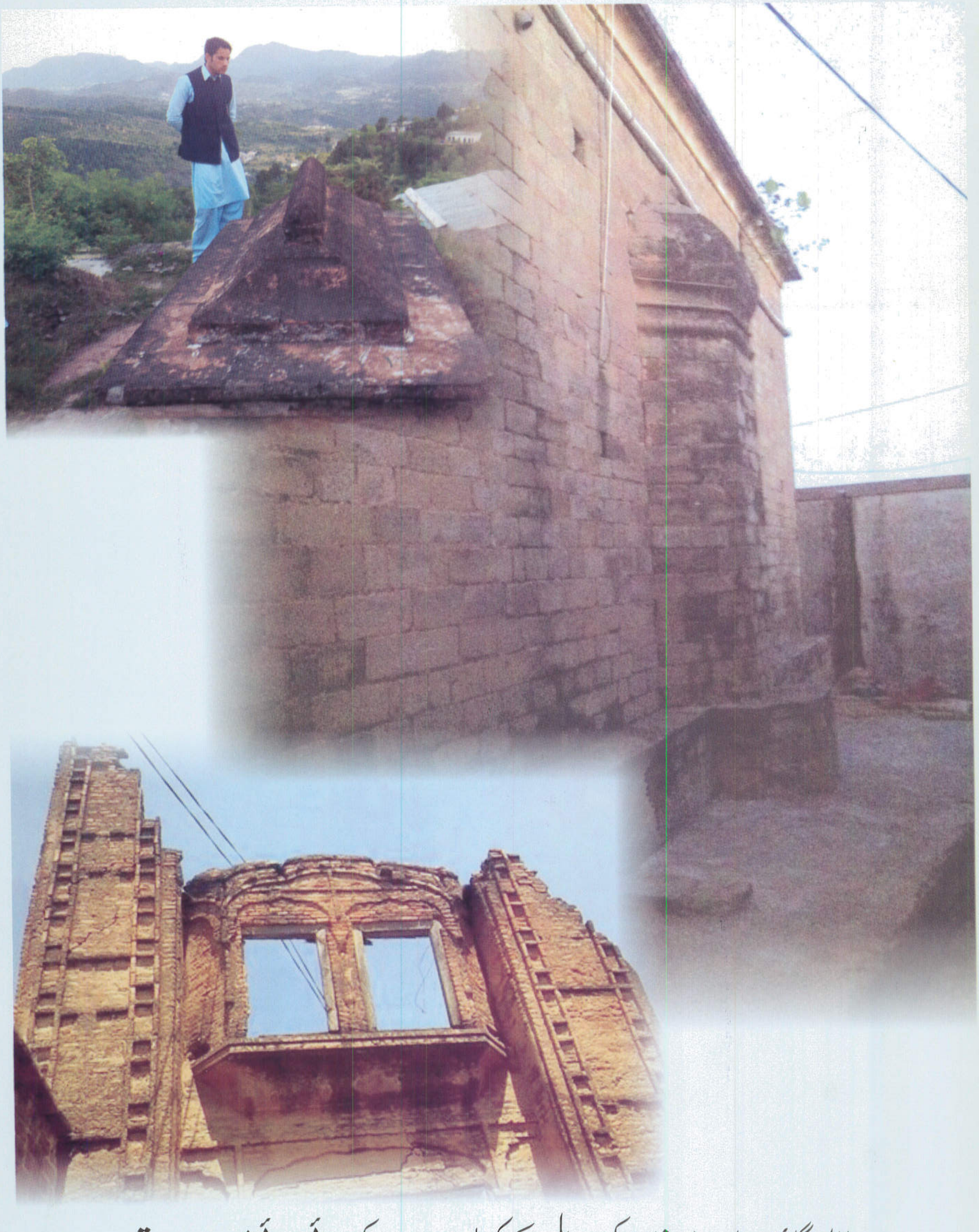
براٹلہ اپنی خوبصورت اور اونچائی کی وجہ سے ''بڑا ٹیلہ'' سے براٹلہ مشہور ہوا۔ اگر اس گاؤں کو کچھ دوری سے دیکھا جائے تو براٹلہ بالا آپ کو ایک ٹیلہ نما لگتا ہے شاید اس کے نام کی یہی وجہ تسمیہ رہی ہو۔ راجہ کرنل باز خان بیسویں صدی عیسویں کے شروع میں اس موضع کے سب سے زیادہ جاندار شخصیت تھے جو نواب آف بہاولپور کے ہاں فوج میں ملازم تھے اور نواب آف بہاولپور کے سرکردہ لوگوں میں گنے جاتے تھے۔ آپ کی مرقد انور اس وقت بھی براٹلہ بالا کے قدیمی قبرستان میں کتبہ کے ساتھ موجود ہے اور آپ کی رہائشی ایک قدیمی حویلی اور مسجد آپ کے اس دور کی شان وشوکت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس گاؤں کے راجگان منگرالوں نے بہت نام کمایا یہاں کی مشہور شخصیات جن پر پوری پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے اور ان کی اولادوں کے نام حسب ذیل درج ہیں۔ صوبیدار دوست محمد خان، صوبیدار راجہ شیر باز خان، صوبیدار جیون خان، جمعدار رحیم اللہ خان، نمبردار راجہ قدرت اللہ خان، نمبردار راجہ جیون خان، نمبردار راجہ حکم داد خان، نمبردار علی حیدر خان۔ نمبردار راجہ قدرت اللہ خان مرحوم کی اولاد، بیٹا نمبردار راجہ نسیم خان اور پانچ بیٹیاں، نمبردار راجہ جیون خان، دو بیٹے راجہ اسحاق خان اور نمبردار راجہ ایوب خان اور تین بیٹیاں، نمبردار راجہ حکم داد خان، دو بیٹے نمبردار راجہ بابر خان اور نمبردار راجہ یاسر خان، دو بیٹیاں، نمبردار راجہ علی حیدر خان، اولاد نہیں تھی آگے نمبرداری ان کے بھتیجے راجہ نصیب اللہ خان کو ملی۔ صوبیدار دوست محمد خان کے دو بیٹے راجہ علی اکبر خان مرحوم اور راجہ ہدایت اللہ خان مرحوم اور دو بیٹیاں تھیں۔ راجہ علی اکبر خان مرحوم کے بھی دو بیٹے راجہ محمد اسلم خان ایڈووکیٹ مرحوم اور راجہ محمد اصغر خان تھے انکی بیٹی کوئی بھی نہیں تھی۔ راجہ محمد اسلم خان مرحوم کے تین بیٹے راجہ بلال اسلم ایڈووکیٹ راجہ ڈاکٹر خرم اسلم خان اور راجہ وحید احمد خان ہیں اور تین بیٹیاں ہیں۔ راجہ محمد اصغر خان کے تین بیٹے راجہ اشتیاق احمد، راجہ نوید احمد خان وغیرہ۔ راجہ ریاض احمد خان، راجہ اعجاز کی اولاد ہی نہیں اور راجہ فیاض کی صرف چھ بیٹیاں ہیں۔

صوبیدار راجہ شیر باز خان مرحوم براٹلہ کی سب سے نامور اور جاندار شخصیت ہیں۔ انھوں نے براٹلہ بوائز ہائی سکول کے لیے ایک بہت بڑا رقبہ وقف کیا تھا اور سکول کی عمارت کی بنیاد اپنے ذاتی خرچہ سے رکھی، عمارت اپنے پیسوں سے خود تیار کروائی جہاں سے آج تک ہزاروں کی تعداد میں طالب علم تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر میں براٹلہ اور گردونواح کے نوجوانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے باقاعدہ ڈوگرہ افواج کے خلاف جہاد کیا اور ڈیریاں کے مقام پر گورکھا رجمنٹ کو شکست دینے میں آپکا کلیدی کردار تھا۔ تحریک عدم ادائیگی مالیہ میں آپ نے باقاعدہ ایک فورس بنا کر دیگر قبائل کے خلاف باقاعدہ کریک ڈاؤن کیا جس کے نتیجہ میں تحریک براٹلہ میں ناکام ہوئی۔ یوں صوبیدار صاحب کی وجہ سے چھوٹے دیگر قبائل کے اندر جو بغاوت پیدا ہو گئی تھی اس کو ختم کر دیا گیا۔

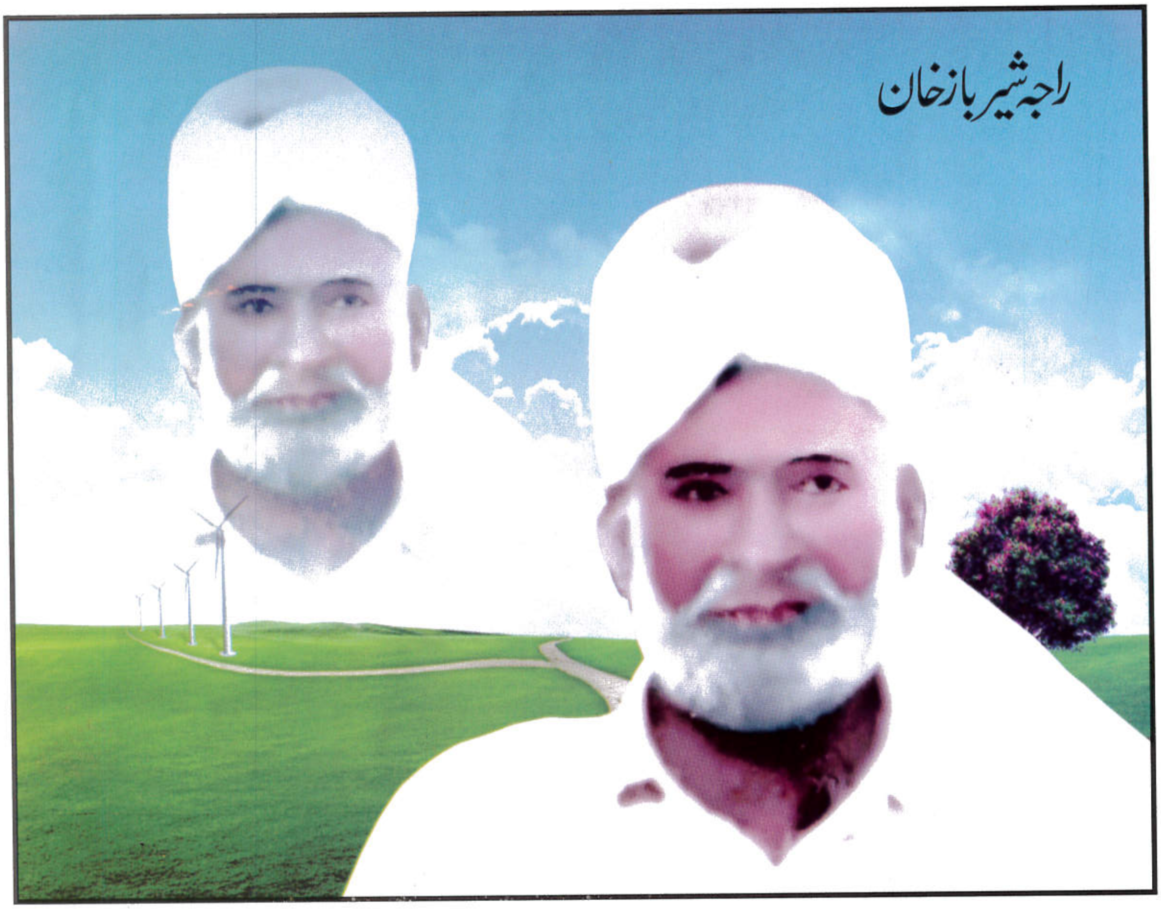
منگرال قبیلہ کی بیسویں صدی کی سب سے اہم اور نامور شخصیت راجہ محمد اسلم خان مرحوم بھی تھے۔ منگرال خانوادوں میں پہلے ممبر قانون ساز اسمبلی، ایک نامور قانون دان، انتہائی غریب پرور، ایک خدا ترس انسان۔ براٹلہ کی تعمیر وترقی میں آپ کا کلیدی کردار ہے۔ براٹلہ میں سول ڈسپنسری کا قیام، براٹلہ میں ڈسپنسری حیوانات کا قیام۔ براٹلہ بالا کو کہائی کے مقام سے ایک بہت بڑی واٹر سپلائی کے ذریعے پانی کی فراہمی۔ آپ کی براٹلہ کی خدمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ براٹلہ کی تمام سڑکیں اور گلیاں آپ کے دور میں پکی ہوئیں، گرلز ماڈل سکول کا قیام عمل میں آیا۔ حلقہ کی سطح پر بھی آپ

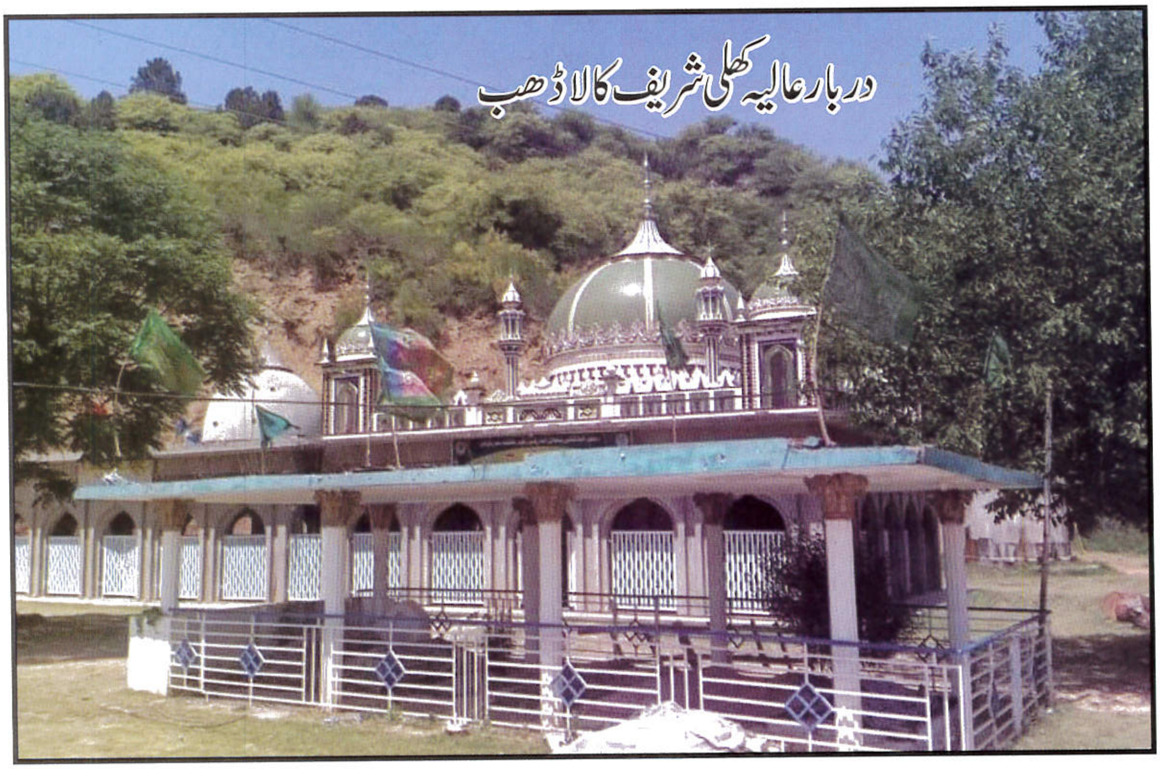


راجہ زاہد خان تھروچی، راجہ ابرار عارف گلپور، راجہ اکرم خان براٹلہ ، راجہ نذیر احمد راولپنڈی، ہیڈ ماسٹر راجہ محمد ریاض خان، راجہ بشیر خان براٹلہ ، راجہ قاری جمروز خان اور راجہ لقمان خان



براٹلہ گاؤں راجہ باز خان کی حویلی کے کھنڈرات ان کی بنائی ہوئی مسجد اور مرقد


راجہ شیر باز خان


دربار عالیہ کھلی شریف کالا ڈھب



راجہ عدیب خان



طارق منگرال اسپین



راجہ لیاقت خان



راجہ نوید خان



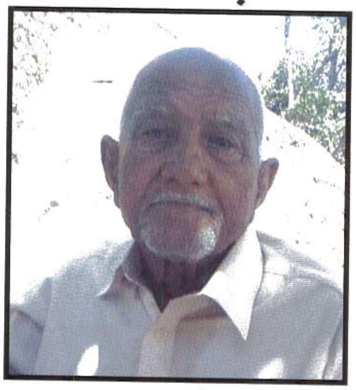
راجہ وقار مشتاق



راجہ بلال اسلم ایڈووکیٹ



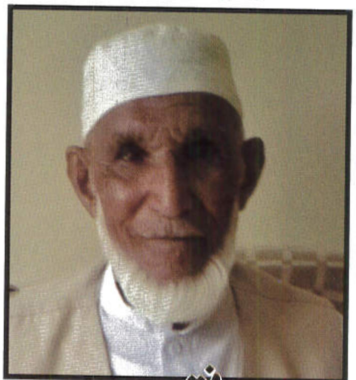
راجہ فیاض اللہ خان



راجہ منشی خان



راجہ غلام مرتضیٰ وقدرت اللہ خان



راجہ فتح باز خان



راجہ محمد اکرم خان



راجہ رحمت اللہ خان

نے بہت سے اصلاحاتی کام کروائے جو کہ آج تک لوگوں کے دلوں میں راج کر رہے ہیں۔ راجہ اسلم خان مرحوم 1985ء میں دل کا دورہ پڑنے سے فوت ہو گئے تھے اور آج تیس سال بعد بھی لوگوں میں یادوں کے ذریعے زندہ ہیں۔ براٹلہ میں آج بھی کوئی آپ کا ہم پلہ منگرال قبیلہ میں نہیں۔ آپ نے پرنس آف ویلز کالج جموں میں تعلیم حاصل کی۔ 1952ء سے آپ نے وکالت کا آغاز کیا۔ 1961ء میں اسٹیٹ کونسلر منتخب ہوئے۔

پروفیسر راجہ مطلوب خان براٹلہ میں منگرال قبیلہ کی ایک بہت بڑی پہچان تھے۔ انھوں نے تعلیمی میدان میں اپنا بہت بڑا نام پیدا کیا، ابتدائی تعلیم براٹلہ اور کھوئی رٹہ سے حاصل کی بعد کراچی چلے گئے اور باقی تعلیم کراچی سے حاصل کی۔ بعد ازاں لیکچرر بھرتی ہوئے اور پھر سردار عبدالقیوم خان وزیر اعظم آزاد کشمیر کے اصرار و خواہش پر آزاد گورنمنٹ میں کھوئی رٹہ سے اپنے کیریئر کا دوبارہ آغاز کیا۔ بعد میں ڈگری کالج کوٹلی میں بطور استاد فزکس اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آخر میں بطور پرنسپل سائنس کالج کوٹلی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران وہ شدید بیمار ہو گئے اور ریٹائرمنٹ لے لی۔ ابھی ایک پنشن بھی نہیں لی تھی کے آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی تعلیمی خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔

راجہ ریاض احمد خان بھی براٹلہ میں منگرال قبیلہ کی بہت بڑی شخصیت گردانے جاتے ہیں۔ آپ نے تقریباً چالیس سال تک محکمہ تعلیم میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ستر کی دہائی میں بطور معلم اپنی سروس کا آغاز کیا اور آزاد کشمیر گورنمنٹ میں مختلف جگہوں پر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ براٹلہ ہائی سکول میں بطور صدر معلم تقریباً پندرہ سال خدمت سرانجام دیتے رہے اسکے بعد آپ بطور پرنسپل پروموٹ ہو کر دھیر کوٹ رنگلہ انٹر کالج میں چلے گئے۔ آخر میں آپ اپنی سروس مکمل کر کے 2011ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ براٹلہ میں ہیلتھ اینڈ ایجوکیشن سوسائیٹی آف براٹلہ کے پلیٹ فارم سے براٹلہ کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔

چیئرمین راجہ عظمت اللہ خان مرحوم بھی براٹلہ کی بہت بڑی شخصیت تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم براٹلہ سکول اور میٹرک ہائی سکول کھوئی رٹہ سے پاس کی۔ اس کے بعد پاکستان آرمی میں بھرتی ہوئے لیکن وہاں پر زیادہ عرصہ کام نہ کر سکے اور تقریباً سات سال بعد ہی پاک آرمی کو خیر آباد کہہ کر گھر آ گئے۔ کچھ عرصہ لیبیا گزارا اور واپس گاؤں آ کر سیاست سے وابستہ ہو گئے۔ 1990ء میں بلدیاتی الیکشن میں یونین کونسل براٹلہ سے چیئرمین منتخب ہوئے۔ آپ نے براٹلہ کی تعمیر میں خاصہ اہم رول ادا کیا۔ جس میں لسہ تا ہائی سکول واٹر سپلائی۔ پڑاٹ کی گلیوں کی پختگی اور نوجوانوں کے روزگار سمیت اور بہت سی خدمات قابل ذکر ہیں۔ آپ 19 اگست 2001ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ راجہ عظمت اللہ خان راجہ اسلم صاحب کے بعد منگرال قبیلہ کی براٹلہ میں اہم شخصیت تھے۔ نمبردار بقا محمد خان آف براٹلہ بھی ایک تاریخی شخصیت تھی۔

دیگر اہم شخصیات کے کچھ نام ذیل ہیں۔ راجہ حاجی شاہنواز خان مرحوم، راجہ اورنگزیب خان ولد مولا داد خان مرحوم، راجہ عبدالحمید خان آف سہر، راجہ غلام فرید آف کوئی، راجہ رفیق آف پڑکس، راجہ منشی خان آف پڑکس، راجہ نواز خان آف پڑکس، راجہ اسلم خان آف باغاں، راجہ غلام شیر آف براٹلہ بالا، راجہ عارف خان، راجہ حفیظ اللہ خان، راجہ محمد ایوب خان آف سہنسہ، راجہ رحمت اللہ خان (یو، کے) آف سہنسہ، راجہ عبدالقیوم خان، راجہ مطلوب خان آف پراٹ، راجہ عبدالرزاق خان آف باغاں، راجہ نذیر احمد خان آف کنڈ، راجہ لطیف خان آف کنڈ، راجہ ریاض نمبردار، راجہ مختار احمد خان آف سہنسہ، راجہ امیر خان آف سہنسہ، راجہ افضل خان آف سہنسہ، راجہ ماسٹر ظفر خان آف ٹھہ، راجہ اورنگزیب خان آف کوئی، راجہ حفیظ اللہ خان آف کوئی، راجہ مجید اللہ خان آف کوئی، راجہ مشتاق احمد خان آف پڑکس، راجہ اکبر دار خان، راجہ اللہ دتہ خان آف پڑکس، راجہ معروف خان ولد راجہ حمید اللہ خان آف انگلینڈ، راجہ اختر خان، راجہ معروف خان آف براٹلہ بالا، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں لیکن چیدہ چیدہ نام لکھ دیے ہیں۔

اسی گھرانہ سے راجہ رحمت اللہ خان ایک سماجی شخصیت ہیں جن کا تعلق براٹلہ بلہیری سے ہے۔ آپ بھی انگلینڈ ہی میں مقیم ہیں۔ راجہ غلام احمد کے گھر دو بیٹے ہیں راجہ رحمت اللہ خان اور راجہ محمود خان۔ راجہ رحمت اللہ خان مقیم انگلینڈ سٹوک ان ٹرنڈ ہیں، آپ کی دو اولادیں ہیں۔ راجہ عدیل خان اور انضمام خان ہیں۔

ڈاکٹر راجہ خرم شہزاد خان، روس سے MBBS کی ڈگری لی، اور راولپنڈی میں پریکٹس کی۔ بعدازاں بے نظیر میڈکل کالج میر پور میں ملازمت اختیار کرلی آپ راجہ محمد اسلم خان مرحوم کے صاحبزادہ ہیں اور اس وقت میر پور ہی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

راجہ محمد اکرم خان، منگرال قبیلہ براٹلہ کے پہلے گریڈ 17 میں بنکاری کے شعبے میں بھرتی ہونے والے افسر ہیں۔ آپ بنک آف آزاد جموں کشمیر براٹلہ برانچ کے مینیجر ہیں آپ نمبردار غلام مرتضیٰ خان کے پوتے اور راجہ منشی خان آف پڑکس کے بیٹے ہیں اور اس وقت براٹلہ میں ہی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالشکور خان براٹلہ سے ہیں جو موجودہ ڈی ایچ او کوٹلی تعینات ہیں۔

راجہ طاہر احمد خان، گورنمنٹ بوائز ہائی سکول براٹلہ میں بطور معلم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ مرحوم راجہ محمد ایوب خان کے صاحب زادہ ہیں اور راجہ عبدالقیوم خان صاحب کے داماد ہیں۔

ڈاکٹر راجہ احسن ایوب خان، ڈاکٹر راجہ احسن ایوب خان نے بھی روس سے ڈاکٹری کی ڈگری لی بعدازاں آپکی شادی انگلینڈ میں ہوگئی اور آپ انگلینڈ چلے گئے جہاں آج کل آپ انگلینڈ ہی میں مقیم ہیں اور انگلستان گورنمنٹ کے ایک سرکاری ہسپتال میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

راجہ حفیظ اللہ خان لندن انگلینڈ میں مقیم ایک مالدار گھرانہ ہے، آپ کے دو بیٹے راجہ فیاض اللہ خان اور راجہ وسیم اللہ خان ہیں۔ اس کے علاوہ لندن انگلینڈ میں مقیم اس گھرانا کے ایک نہایت مالدار شخص راجہ اسحاق خان ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

**ناڑہ کوٹ:** راجہ رحمت اللہ خان ناڑہ کوٹ یونین کونسل سے تین دفعہ بی ڈی ممبر منتخب ہوئے۔ آپ کے بڑے بیٹے راجہ امتیاز ہیں جو امریکہ میں مقیم ہیں۔ جن کے ہاں تین بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا راجہ کاظم خان ہیں جو ذاتی کاروبار چلاتے ہیں راجہ عتیق خان امریکہ پولیس میں ہیں راجہ عدیل خان میڈیکل ڈاکٹر ہیں۔ چیئرمین راجہ لیاقت صاحب راجہ رحمت اللہ کی دوسری اولاد ہیں جو اپنے علاقہ کی معروف سیاسی شخصیت ہیں۔ راجہ لیاقت علی خان علاقہ کے سابق چیئرمین ہیں اور مسلم لیگ (ن) سینئر نائب صدر حلقہ چار چڑھوئی کے اہم عہدے پر فائز ہیں۔ آپ کی چھوٹے بھائی راجہ طارق منگرال کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ راجہ طارق منگرال صاحب اسپین میں مقیم ہیں اور اسپین میں مسلم لیگ (ن) آزاد کشمیر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ آپ بہت ہی ملنسار، خوش گفتار اور دلیر شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ نے اسپین نیشنل خاتون سے شادی کی ہے اور آپ کی اولاد آپ کے ساتھ اسپین میں ہی مقیم ہے۔ اس خاندان کے افراد کے چند اور نام درج ذیل ہیں۔

حوالدار ارشد ریاض خان، پروفیسر نصیر ریاض خان لیکچرر کشمیر ماڈل کالج میر پور، رمیض راجا صدر مسلم لیگ (ن) یونین کونسل پنجن، راجہ ادریس ریاض خان لیب اسسٹنٹ، کشمیر ماڈل کالج میر پور، راجہ واجد محکمہ پولیس آزاد کشمیر، راجہ عمران منگرال دبئی، راجہ عرفان ساجن دبئی مقیم، راجہ مسعود احمد اسپین، راجہ سعید احمد اسپین، راجہ رئیس خان سعودی عریبیہ، راجہ راشد سعودیہ، راجہ ادریس اسپین، راجہ منور سعودیہ، راجہ نوید کنول مقیم سعودیہ،

راجہ نعمان ادریس مقیم اسپین، راجہ ذیشان ادریس مقیم اسپین، راجہ عدنان اعجاز مقیم سعودیہ، میجر ریٹائر گل حمید مقیم سعودیہ اور راجہ نادر خورشید مقیم سعودیہ، پروفیسر راجہ عارف خان صاحب ایم ایس سی وغیرہ۔

کالا ڈھب: وادی سہار کے بیشتر علاقے کشمیر کی طرح اپنے اندر بے شمار حسن رکھتے ہیں۔ اونچی پہاڑیاں سدا بہار درخت، پانی کے چشمے قدرتی حسن پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ماضی کے قصوں کے مطابق سہار کی آبادکاری سہارت خان نامی شخص سے ہوئی۔ وادی سہار پیر گلی، کالا ڈب، پنجن بالا وگردنواع کی بیشتر جگہوں پر بیٹھ کر عارف کھڑی رومی کشمیر حضرت میاں محمد بخش نے اپنی کتاب سیف الملوک بھی لکھی وادی سہار میں منگرال راجپوت کی آبادی 3 ہزار کے لگ بھگ ہے اور اس علاقہ میں سب سے بڑا نام حضرت خواجہ سائیں سخی قلندر ہیں۔ کہتے ہیں سائیں سخی کی والدہ ماجدہ کے گھر اولاد نہیں تھی۔ غربت کا عروج تھا۔ ان کی والدہ گھاس کاٹنے کے لیے جایا کرتی تھیں۔ سائیں صاحب کی والدہ سے اکثر میاں محمد بخش کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ جو اس زمانے میں کھڑی شریف سے پنجن بالا پیدل جایا کرتے تھے۔ میاں صاحب ان کے گھر پانی ولسی پیا کرتے تھے۔ ایک دن سائیں قلندر کی والدہ ماجدہ نے میاں صاحب سے کہا کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے گھر اولاد دے۔ میاں صاحب خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تم کو پانچ بیٹے عطا کرے گا۔ جن میں سے چار تمہارے ہوں گے اور ایک ہمارا ہوگا۔ میاں صاحب کی بات سچ ہوئی اور ان کے گھر پانچ بیٹے ہوئے اور ایک بیٹا فقیر ہوا جن کا نام آج بھی سہار و گردونواح میں عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ سائیں سخی قلندر کے فقیری کے چرچے عام ہوئے وہ ایک جگہ سے اڑ کر دوسری جگہ چلے جایا کرتے تھے۔ سخت سردی کے عالم میں وہ برف جمع پانی میں چھلانگ لگا دیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ ان کے دوست یار جو پیدل چلا کرتے تھے وہ چلتے رہتے اور آپ کئی کلومیٹر کے فاصلوں پر برف جمع ہوئے پانی سے نمودار ہوا کرتے تھے۔ سائیں صاحب کی شادی سہار گاہی منگرال قبیلہ ہی سے ہوئی۔ آپ کے ہاں کوئی بیٹی نہیں تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات بیٹے عطا کیے جن میں سے تین اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں جب کہ باقی چار حیات ہیں۔ 21 اپریل 1977ء کو سائیں سخی قلندر اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ پیر حیدر شاہ گیلانی پناگ شریف والے ان کے پیر و مرشد تھے انھوں نے فرمایا تھا جس نے مجھے دیکھنا ہو وہ سخی صاحب کو دیکھ لیا کرے۔ سخی صاحب سے دربار عالیہ پناگ شریف کے بیشتر صاحبزادے بھی بیعت ہوئے۔ موجودہ حالات میں دربار عالیہ کھلی شریف کے سجادہ نشین سائیں سخی کے صاحبزادے سائیں فرقت حسین ہیں۔ آپ کا عرس ہر سال 21، 22، 23 اپریل کو جوش وخروش سے منایا جاتا ہے۔ دربار عالیہ کھلی شریف کی تعمیر و ترقی میں سائیں سخی صاحب کے صاحبزادے سائیں آفتاب حسین کا کلیدی کردار ہے۔ سائیں سخی صاحب نے 13 سال کی عمر میں اپنے لخت جگر سائیں آفتاب کو لندن روانہ کر دیا تھا۔ جہاں انھوں نے سخت محنت کی اور دربار کی کروڑوں کی تعمیر کے لیے ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ آج بھی برطانیہ کے شہر بریڈفورڈ میں سائیں سخی قلندر کے سالانہ عرس مبارک منایا جاتا ہے اور چاند کی ہر دس تاریخ کو گیارہویں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں اولیاء اللہ سے محبت کرنے والوں سینکڑوں لوگ شرکت کرتے ہیں۔

پیر گلی سہار ریاست جموں وکشمیر کی تاریخ میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا نام یہاں آباد ہونے والے سہارت خان کی وجہ سے پڑا۔ یہ جگہ ضلع میرپور کی سب سے بلند ترین جگہ ہے۔ یہ جگہ میرپور ڈویژن کے تینوں اضلاع کا سنگم بھی ہے سہار میں منگرال راجپوت برادری کے اندر اتحاد و اتفاق قائم ہے یہاں کے لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ منگرال قبیلے میں گاہی، کوٹلہ، باندی، آیال اور رولی قابل ذکر ہیں۔ بے شمار لوگ روزگار کے سلسلے میں بیرون ممالک میں آباد ہیں جن میں سے زیادہ تر لوگ برطانیہ میں مقیم ہیں۔ تعلیمی حوالے سے زیادہ تر لوگ

پڑھے لکھے ہیں اور مختلف شعبہ فکر زندگی میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں سیاسی میدان میں بھی لوگ وابستہ ہیں جن میں سابق کونسلر راجہ محمد نعیم ، راجہ کالا خان ، راجہ چاند افراز ، راجہ ظاہر خان ، راجہ ذیشان علی شامل ہیں جبکہ شعبہ صحافت میں راجہ خاور ساحل کے نام کا طوطی بولتا ہے جنہوں نے صرف 21 سال کی عمر میں اپنی پہلی کتاب بھی شائع کی اور ان کی مزید دو کتابیں اگلے چند ماہ میں بھی آنے والی ہیں اس وقت وہ اسلام گڑھ میں پریس کلب کے سیکرٹری جنرل بھی ہیں اور روزنامہ جذبہ کے ایڈیٹر بھی ہیں۔

درج ذیل کالا ڈھب سے منگرال خاندان کے اہم سپوت ہیں۔ راجہ محمد نعیم سابق کونسلر سہار ، راجہ عامر الحسن ، ڈپٹی ڈائریکٹر احتساب بیورو ، راجہ خاور ساحل سیکرٹری جنرل اسلام گڑھ پریس کلب ، راجہ محمد یعقوب سنیئر مدرس محکمہ تعلیم ، راجہ محمد ایوب سماجی راہنما بریڈفورڈ برطانیہ ، راجہ کالا خان سیاسی راہنما سہار ، راجہ وقار مشتاق RJ FM برطانیہ ، راجہ چاند افراز صدر یوتھ ونگ سہار ، راجہ ظاہر خان صدر مسلم لیگ ن سہار ، راجہ علی جہانگیر طالب علم راہنما سہار۔

## راجگان منگرال سہر منڈی

راجہ اکبر داد خان ولد (ذیلدار راجہ کرم داد خان تاریخ وفات 18 جنوری 1962) ، موضع سہر منڈی 1918ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بھائیوں میں بڑے تھے۔ آپ نے 1937ء میں پرنس آف ویلز کالج جموں سے بی اے کیا۔ تحصیل کوٹلی میں آپ پہلے گریجویٹ تھے۔ آپ نے عملی زندگی کا آغاز محکمہ جنگلات سے کیا ، لیکن پھر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن میں چلے گئے جہاں سے آپ کلکٹر ، کمشنر انکم ٹیکس کے عہدہ سے 1974ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ کے پسران راجہ محمد نعیم خان ، راجہ سلیم اختر خان (محکمہ انکم ٹیکس) اور راجہ سعید اختر خان ہیں۔ آپ نے 1982 ، 17 جولائی کو اس دار فانی کو خیر آباد کہا۔ سابق چیئرمین مرحوم راجہ محمود داد خان ، ذیلدار کرم داد خان موضع سہر منڈی کے دوسرے فرزند اور بڑی قد آور شخصیت تھے۔ 1962ء میں آپ انگلینڈ گئے جہاں مقیم رہنے کے بعد 1968ء میں واپس عازم وطن ہوئے۔ 1962ء سے 1983ء تک آپ مسلسل چیئرمین سہر منڈی منتخب ہوتے رہے۔ اس دوران آپ پانچ سال تک ڈسٹرکٹ چیئرمین بھی رہے۔ سہر منڈی کا بازار آپ ہی نے قائم کیا ، آپ کے علاقہ کی ایک اور جاندار شخصیت چیئرمین راجہ عبدالمجید خان بھی تھے۔ راجہ وفاء المجید خان ایڈووکیٹ راجہ عبدالمجید خان صاحب کے فرزند ہیں۔ راجہ مقبول داد خان مرحوم کے گھرانے کا تعلق بھی موضع سہر منڈی سے ہی تھا جن میں راجہ فیض رسول ، راجہ آفتاب اور ڈاکٹر فدا حسین وغیرہ مشہور ہیں۔ جبکہ یہ گھرانہ اب رنگ پور (میر پور) میں آباد ہے۔

راجہ مختار خان ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کا تعلق سہر منڈی کے گاؤں سہر سے ہیں۔ آپ پچھلے بیس سال سے شعبہ وکالت سے وابستہ ہیں۔ آپ کا ذکر سہر منڈی کی اہم شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ راجہ ساجد مختار ، راجہ آصف مختار ، فرزان مختار اور عابس مختار۔ راجہ افضال خان آف سہر منڈی علاقہ کی معروف شخصیت گردانے جاتے ہیں آپ کا ایک بیٹا راجہ بلال افضل بھی اہم سیاسی رکن ہے۔ آپ انگلینڈ مقیم ہیں۔

راجہ قاسم خان سہر منڈی۔ آپ کے تین فرزند ہوئے ، زمان علی ، دیوان علی لاولد ، مردان علی نے ایام کمسنی میں وفات پائی۔ راجہ زمان علی خان کا ایک ہی فرزند ہے راجہ ریاست خان ایڈووکیٹ جو یکم دسمبر 1948ء ، میں پیدا ہوا۔ میٹرک کا امتحان کوٹلی سے پاس کیا۔ تین سال تک پاکستان نیوی میں سروس کی۔ پھر ایم ایس لاء کالج کراچی سے ایل ایل بی کی ڈگری لی۔ 2001ء میں جماعت اسلامی کے ٹکٹ سے حلقہ تین سہنسہ کوٹلی سے الیکشن لڑا۔ افغانستان روس جہاد میں حصہ لیا۔ اور ہزاروں کارکنان کو جہاد پر بھیجا۔ آپ کا ایک بیٹا راجہ ارشد محمود خان جس نے راحیل شہید سہنسہ


سہر منڈی



راجہ فیاض حیدر نوابی (سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل)




راجہ فاضل خان



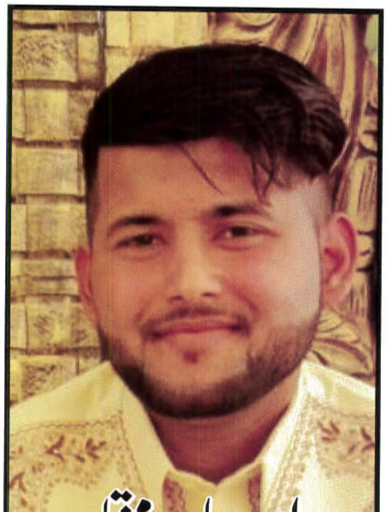
راجہ عامر شہزاد نوابی ڈی ایس پی



راجہ وفا المجید (ایڈووکیٹ)



راجہ نعیم خان



راجہ ساجد مختار



راجہ بلال فاضل

مجاہدین کیمپ کی بنیاد رکھی تھی 16 جنوری 1995ء میں سوپور میں انڈین آرمی سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گیا اس کی مرقد انوار سوپور مقبوضہ کشمیر میں ہی ہے۔ اس خاندان میں تین اور شہید بھی ہیں، راجہ حسیب خان، موضع پنجیڑہ گالا سمہار کے رہنے والے تھے، 4 اپریل 1998ء کو راجوری کے مقام پر ایک جھڑپ میں اپنی جان کا نذرانہ دیا۔ راجہ محمد نصیر خان شہید، جو سہنسہ نرناہ کے رہنے والے تھے 5 مارچ 2002ء میں کالاکوٹ راجوری میں شہید ہوئے، اور وہیں مدفون ہیں۔ راجہ الیاس خان شہید، پنجیڑہ چک نور کے رہائشی تھے، 8 اگست 2000ء میں بڈگام مقبوضہ کشمیر میں جام شہادت نوش کیا۔ راجہ قاسم کے دوسرے فرزند راجہ خالد محمود ہیں۔ آپ کے تیسرے بیٹے کا نام راجہ راشد محمود ہے۔

## سہر منڈی کا نوابی خاندان

نوابی خاندان سہر منڈی کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ میاں اعجاز نبی مرحوم ساکن گجرات نے قوم منگرال راجپوت پر کتاب ہست و بود 1977ء میں تحریر کی تھی اس کے صفحہ نمبر 105 تا صفحہ نمبر 110 میں اس خاندان پر کافی تفصیل درج کی ہوئی ہے۔ اس قوم منگرال راجپوت پر لکھی جانے والی اس کتاب میں مصنف نے اس نوابی خاندان کو منگرال نوابی خاندان درج کیا ہوا ہے۔ علاقہ میں یہ خاندان کافی جان پہچان والا ہے۔ اس خاندان کی مقامی رشتہ داری منگرالوں سے زیادہ گکھڑ قبائل سے ہے۔ ابتدائی معلومات کے مطابق یہ خاندان پنجاب سے نقل مکانی کر کے موضع سروٹہ میں آباد ہوا۔ راجہ جنگ خان کے بیٹے راجہ نواب خان کے نام سے موسوم ہو کر یہ خاندان نوابی خاندان مشہور ہوا اور علاقہ میں ایک مضبوط سماجی، معاشی، اور سیاسی پوزیشن رکھتا ہے۔ اس خاندان کے کئی ایک افراد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور فائز ہیں۔ اس خاندان کے اقراء خان علاقہ کے ایک بڑے زمیندار تھے۔ راجہ اقراء خان کے سات فرزند بالترتیب راجہ عجب خان نوابی (سابق پی ڈی ایس پی)، راجہ محمد رفیق خان نوابی (ڈی ایس پی)، راجہ محمد افضل خان نوابی (سابق پوسٹ ماسٹر و بانی افضل پور)، راجہ طارق پرویز نوابی (ایڈووکیٹ)، راجہ سعید نوابی (برطانیہ)، راجہ خلیق احمد خان نوابی (صدر مسلم کانفرنس سہنسہ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

راجہ عجب خان نوابی کے بیٹے راجہ فیاض حیدر نوابی سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل و سابقہ سکریٹری جنرل بار میرپور تھے اور اب وہیں پر وکالت کے شعبہ سے وابستہ ہیں، کافی شہرت کی حامل یہ ہستی راجہ زبیر خان ایڈووکیٹ کے قریبی عزیز دوستوں میں سے ہے۔ راجہ فیاض نوابی اور راجہ زبیر خان ایڈووکیٹ دونوں راقم کے ہاں امریکہ دو ماہ تک مہمان بھی رہے۔ راجہ محمد رفیق خان نوابی، ڈی ایس پی کے بیٹے راجہ عامر شہزاد نوابی ڈی ایس پی کے عہدہ پر فائز ہیں اور محکمہ میں ایک اچھی شہرت کے حامل ہیں۔

راقم کی اس خاندان سے رشتہ داری بھی ہے، یہ خاندان بڑا با اخلاق، ملنسار، خوددار اور مہمان نواز ہے۔

## کٹھاڑ کے راجگان منگرال

تین اطراف میں برساتی نالہ ہونے کی وجہ سے اس گاؤں کا نام کٹھاڑ پڑا۔ کٹھاڑ کا ماخذ ''کٹھا'' یعنی پانی کی درمیانی جگہ ہے۔ یہاں کے خانوادوں میں راجہ رفیع اللہ خان کے دو بیٹے راجہ افضل خان اور راجہ رنگ خان ہوئے ہیں۔ اب ہر ایک کی اولادوں کا ذکر یوں ہے کہ راجہ افضل خان کے تین فرزند راجہ بشیر خان، راجہ نصیر خان اور راجہ سپارس خان عرائض نویس ہیں۔ راجہ بشیر خان کے بھی تین فرزند ہیں، راجہ مجاہد خان، راجہ طارق خان، یاسر خان، راجہ نصیر خان کے ہی فرزند راجہ حنیف خان ہیں۔

موضع کٹھار میں راجہ علی اختر صاحب یہاں کی سب سے زیادہ اہم شخصیت ہیں آپ کے بیٹے کا نام عربی کاریز ہے جو آج کل ایس ڈی ایم

سہنسہ تعینات ہیں۔آپ ہی کی رشتہ داری سے میجر راجہ نعیم حنیف خان آف راولپنڈی ہیں۔اس کے علاوہ ماسٹر راجہ حبیب صاحب ایک نہایت متقی، پرہیزگار اور مذہبی شخصیت کے حامل ہیں۔آپ کے خاندان کے بچے یورپ اور انگلینڈ میں رہ کر بھی نہ صرف حفاظ ہیں بلکہ میڈیکل ڈاکٹرز اور انجینئرز ہیں۔ڈاکٹر شہنواز خان بھی اسی خاندان سے ہیں جو آج کل میرپور میں اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کا بیٹا راجہ عمر شہنواز خان انگلینڈ مقیم ہے۔راجہ سپارس خان عرائض نویس کے سات فرزند ہیں راجہ سجاد خان، راجہ سعید خان، راجہ آزاد خان، راجہ ندیم خان، راجہ نبیل خان، اور راجہ اسد خان۔جبکہ راجہ رنگ خان کے دو فرزند ہوئے ہیں راجہ محمد زمان خان، راجہ قربان خان اول الذکر کے دو فرزند ہیں۔راجہ بنارس خان اور راجہ وارث خان۔ثانی الذکر کے چار فرزندوں کے نام یوں ہیں۔راجہ محبت خان، راجہ خالد خان، راجہ ریاض خان، راجہ محمد اکبر خان، یہ خاندان موضع کٹھاڑ میں آباد ہے۔

## موضع چچلاڑ و نرناہ راجگان منگرال

موضع چچلاڑ سے راجہ وقار خان ولد علی اختر خان صاحب ایک کاروباری شخصیت اور آسودہ حال ہیں۔آپ اسلام آباد سبزی منڈی میں آڑہت کے کاروبار سے وابستہ ہیں جبکہ بڈلی سٹاپ پر آپ کے پاس کافی کمرشل عمارات موجود ہیں جہاں پر آپ کے بیٹے راجہ وقاص خان اپنے ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں۔آپ کے دو بیٹے راجہ ذیشان خان اور راجہ توقیر خان آپ کے ساتھ اسلام آباد منڈی ہی میں کام کرتے ہیں جبکہ ان کی تعلیم بھی جاری ہے۔اس خاندان کے بزرگوار راجہ محمد خان صاحب اپنے دور کی پانچ جماعتیں پڑھے ہوئے تھے اور علاقہ کی چھٹی رساں تھے۔راجہ محمد خان کے بیٹے اور راجہ وقار کے والد راجہ علی اختر اور راجہ وقار کے دو بھائی راجہ جاوید خان اور راجہ عمران خان انگلینڈ میں ہی مقیم ہیں۔

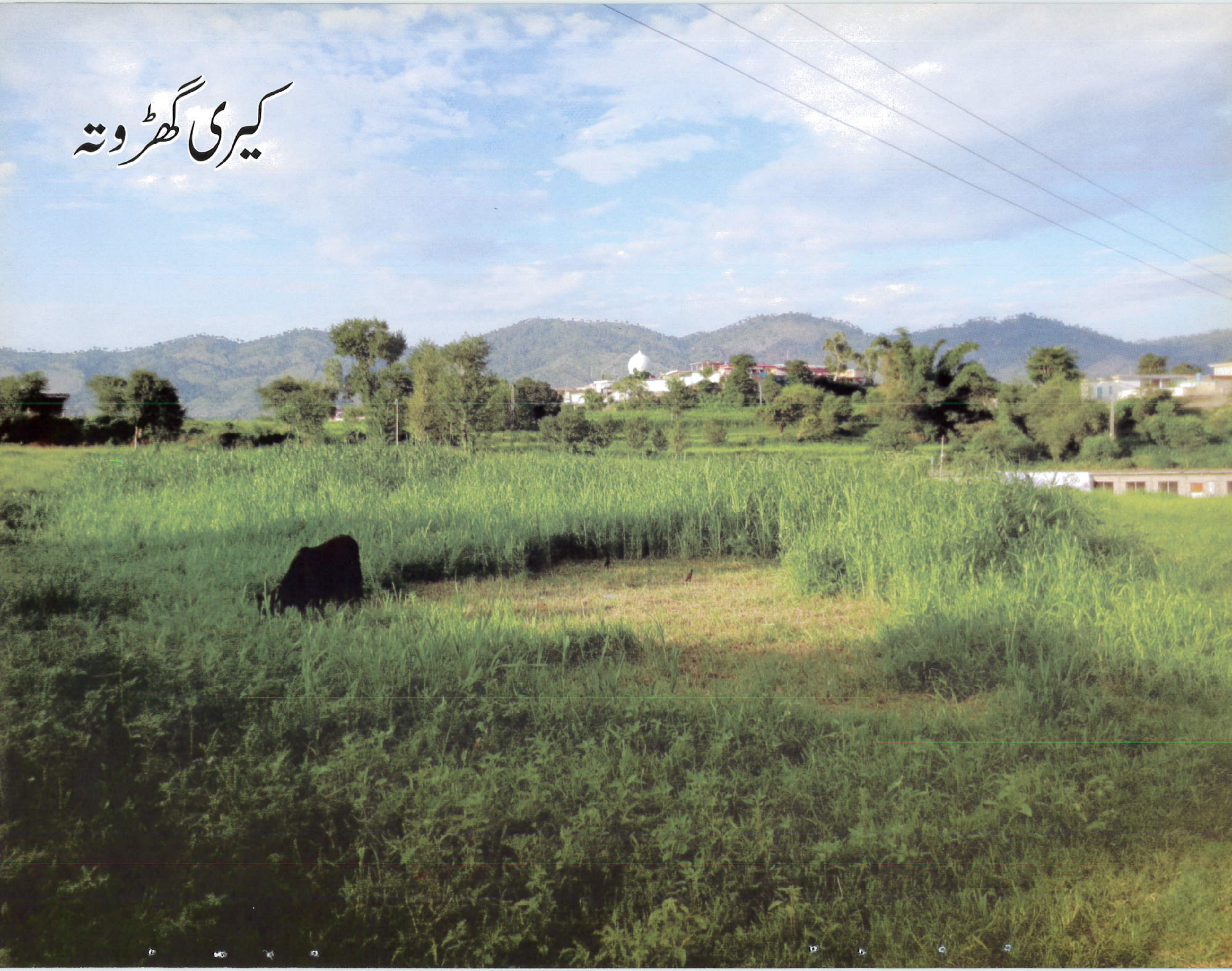
راجہ ظہور احمد خان موضع نرناہ سے ایک نہایت ملنسار، مہمان نواز اور سماجی شخصیت ہیں۔آپ کے کارناموں میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے شوق سے جد امجد راجہ سہنس پال خان کی مرقد مبارکہ کو پختہ کرایا۔آپ کا خاندان 1950ء میں چچلاڑ سے نرناہ میں سکونت پذیر ہوا تھا۔نرناہ کی زمینیں اس خاندان کی خرید ہیں۔آپ علاقہ کی سرگرم سیاسی شخصیت ہیں اور اپنے ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں۔آپ کے خاندان کے چند اہم لوگ درج ذیل ہیں، راجہ رنگ خان، راجہ کرامت خان، راجہ عدالت خان، راجہ داؤد خان، راجہ عالم داؤ خان، راجہ حمزہ ظہور خان، حامد ظہور خان، راجہ جاوید خان، راجہ فرمان علی، ارمان عالی، شاہد کرامت خان، آفاق خان اور بلال خان، راجہ گلفراز خان، ریحان خان اور آیان خان وغیرہ۔

## منگرال راجگان کیری گڑوتہ

موضع کیری گڑہوتہ لیفٹیننٹ کرم داد خان کی وجہ سے کسی تعارف کا محتاج نہیں جو آزادی کشمیر کے ایک ہیرو کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔آپ کی سرکردگی میں مجاہد بٹالین کو بعد میں 12AK کے طور پر باقاعدہ پاک آرمی کا حصہ بنایا گیا۔آپ کے بیٹے راجہ نواز خان بھی ایک اہم سیاسی و سماجی شخصیت ہیں جو انگلینڈ میں رہائش پذیر ہیں اور اپنے ذاتی کاروبار سے منسلک ہیں۔راجہ عبدالرشید خان وغیرہ آپ کے چچازاد ہیں۔راجہ امیر کابل انجمن نادائے حق سہنسہ کے ایکٹیو کارکن ہیں اور بڑی سیاسی و سماجی شخصیت گردانے جاتے ہیں اس کے علاوہ مرحوم منشی خان صاحب کیری کی ایک تاریخی شخصیت تھے۔لیفٹیننٹ کرم داد خان کا مکمل تعارف اس کتاب کے باب مشاہیر منگرال میں موجود ہے جبکہ کتاب ہذا لیفٹیننٹ صاحب کے نام بھی کی گئی ہے۔


کٹھاڑ گاؤں


راجہ نعیم حنیف خان، ماسٹر راجہ حبیب خان و عمر شاہ نواز خان وغیرہ کٹھاڑ


کیری گھڑوتہ

خان کے پانچ فرزندوں کے نام یوں ہیں۔راجہ ذوالقرنین، راجہ سبتین خان، راجہ گل خطاب خان، راجہ حسنین اور راجہ صیاد عمر خان۔

اولاد راجہ پہالا خان بن امان اللہ خان موضع اینٹی۔راجہ پہالا خان کی اولادیں بھی موضع اینٹی میں آباد ہیں۔آپ کے چھ فرزند ہوئے ہیں۔جن کے اسماءاس طرح سے ہیں۔راجہ دیوان خان، راجہ فتح خان، راجہ پلا خان، راجہ اقبقال خان، راجہ شامان خان، راجہ دلدار خان، اول الذکر راجہ دیوان خان کے پانچ فرزند ہوئے ہیں۔راجہ اشرف خان، راجہ مظفر خان، راجہ اکبر خان، راجہ حسنین خان، راجہ باغ خان نے لاولد وفات پائی۔ راجہ اشرف خان کے تین فرزند حاجی راجہ صابر خان، راجہ نذیر خان کے چھ بیٹے ہیں راجہ طارق خان، راجہ خالد خان، راجہ خلیل خان، راجہ جمیل خان، راجہ شارک خان، راجہ وقار خان، راجہ اشرف خان کے دوسرے بھائی راجہ مظفر خان کے تین بیٹے ہوئے ہیں۔راجہ وزارت خان مدرس، راجہ پرویز خان اور راجہ بنارخان۔راجہ وزارت خان کے دو بیٹے بابر خان اور زبیر خان، راجہ پرویز خان کے بھی دو ہی فرزند ہیں، بابو خان اور مشرف خان، راجہ بنارس خان کے بیٹے کا نام ساجد خان ہے۔راجہ مظفر خان کے چھوٹے بھائی راجہ اکبر خان کے دو بیٹے ہوئے ہیں۔راجہ میر محمد خان اور راجہ نذیر محمد خان۔میر محمد خان نے چار فرزند قیوم خان، شہباز خان، ظہور خان اور حبیب خان۔راجہ نذیر محمد خان کے بیٹے راجہ غفور خان، رحمان خان، اور سلیم خان ہیں۔راجہ پلالا خان کے دوسرے فرزند راجہ فتح خان کے بیٹے کا نام فضل داد خان ہے۔راجہ حسین خان بن راجہ دیوان خان کے بیٹے کا نام راجہ حکم داد خان کے فرزند کا نام راجہ طفیل خان راجہ آصف خان ہوئے ہیں۔

اولاد راجہ پلا خان بن راجہ پہالا خان موضع اینٹی۔راجہ پلا خان کے دو بیٹے ہوئے ہیں۔راجہ بیرولی خان، راجہ ریاست خان، راجہ بیرولی خان کے تین فرزند راجہ لیاقت خان، راجہ منشی خان، راجہ غلام عباس خان، راجہ ریاست خان کے بھی تین بیٹے ہیں راجہ اسلم خان راجہ میرا خان، راجہ پپو خان۔

اولاد راجہ شاماں خان موضع اینٹی۔راجہ شاماں خان بن راجہ پہالا خان موضع اینٹی کے تین فرزند ہوئے ہیں۔راجہ فرمان علی خان، راجہ زمان علی خان، راجہ قائم علی خان نے لاولد وفات پائی۔راجہ فرمان علی خان کے تین بیٹے ہوئے راجہ رشید خان، راجہ فرید خان، راجہ صدیق خان، راجہ زمان علی خان کے فرزند راجہ گل شیر خان کے دو فرزند ہوئے ہیں۔صوبیدار امریز خان راجہ محمد عربی خان۔راجہ دلدار خان ولد پہالا خان کا ایک ہی فرزند راجہ مقبول خان کے چار فرزند ہوئے ہیں۔راجہ فیاض خان، راجہ محمد تاج خان، راجہ محبوب خان، راجہ سلمان خان، راجہ سلیمان خان کے دو فرزند راجہ گل شیر خان اور نذراں خان۔راجہ فیاض خان کے بیٹے کا نام شکیل خان ہے۔

راجہ کالو خان کے تین فرزند ہوئے، راجہ نذر محمد خان، ریٹائرڈ کیپٹن راجہ سردار خان مرحوم، راجہ سیف علی خان جو کہ لاولد ہوئے۔جبکہ راجہ نذر محمد خان نے چار فرزند ہوئے، راجہ امان اللہ خان، راجہ محمد رفیق خان، راجہ غلام خان، راجہ محمد ریاض خان۔راجہ محمد رفیق خان کے دو بیٹے راجہ محمد نسیم خان، راجہ عبدالحمید خان، راجہ محمد نسیم خان کے تین فرزندوں میں سے دو کے نام یہ ہیں راجہ بابر حسین اور راجہ صابر حسین۔راجہ غلام خان کے تین فرزند راجہ محمد یونس خان، اعجاز احمد خان، اور صعیف خان ہیں۔جبکہ راجہ محمد ریاض کے دو بیٹے راجہ محمد اسحاق خان اور صہیب خان ہیں۔ریٹائرڈ کیپٹن راجہ سردار خان کے چار بیٹے ہوئے۔حاجی راجہ محمد اقبال خان، حاجی راجہ محمد نواز خان، حاجی راجہ شہنواز خان، حاجی راجہ حق نواز خان۔راجہ محمد اقبال خان نے دو بیٹے ہیں راجہ محمد سلیم خان اور راجہ محمد حلیم خان۔راجہ سلیم خان کے تین بیٹوں کے نام اس طرح ہیں۔راجہ خرم سلیم خان اور راجہ عمر سلیم خان۔ راجہ محمد نواز خان کے چار بیٹے ہیں۔راجہ سہیل نواز خان، راجہ ساجد نواز خان، راجہ ماجد نواز خان، راجہ واجد نواز خان۔راجہ شہنواز خان کے تین فرزند ہیں

راجہ آصف نواز خان، راجہ راشد نواز خان، راجہ احمد نواز خان۔ راجہ حق نواز خان کے تین بیٹے ہیں راجہ محمد اجمل خان، راجہ عظمت نواز، راجہ اسد نواز۔ ان میں سے اہم شخصیات درج ذیل ہیں۔راجہ کالو خان اس قبیلہ کے جد امجد تھے اور صاحب الرائے تھے، ذریعہ معاش زمینداری ہی رہا۔راجہ نذر محمد خان، آپ کا اس علاقہ میں مشہور واقعہ شیر مارنا تھا۔آپ نے بعمر 95 سال وفات پائی۔کیپٹن راجہ سردار خان موضع اینٹی، علاقہ کی سب سے بڑی اور اہم شخصیت، انڈین برٹش انڈیا آرمی میں بھرتی ہوئے۔انڈین برٹش آرمی نے آپ کی سردار بہادر کے خطاب سے نوازا، او بی آئی ایوارڈ اور ایس ایس بی ایوارڈ دیا۔تحریک آزادی کشمیر کے موقع پر آپ پاک آرمی میں شامل ہوئے اور مجاہدین کی سرپرستی کی۔کرنل محمود مرحوم کے ہم رکاب رہے۔یونین کونسل سہنسہ کے چیئر مین بھی رہے۔آپ نے 3 جنوری 1977ء میں دارفانی سے کوچ کیا۔تمغہ جات میں ڈیفنس میڈل، او بی آئی ایوارڈ، وار میڈل برما، پاکستان میڈل۔موضع اینٹی میں آپ کے نام پر ایک موضع چک سردار آباد ہے۔اس کے علاوہ اس علاقہ میں راجہ محمد اقبال خان کے فرزند اپنی پہچان آپ ہیں جو انگلینڈ میں رہائش پذیر ہیں۔راجہ محمد نواز خان، الائیڈ بنک سے بطور وائس پریذیڈنٹ ریٹائرڈ ہیں، آج کل وکالت سے وابستہ ہیں اور علاقہ کی اہم سیاسی شخصیت ہیں۔آپ کے بیٹے سہیل نواز خان ایڈووکیٹ ہیں، کونسلر راجہ شہنواز خان بھی علاقہ کی اہم شخصیت میں شمار کیے جاتے ہیں آپ تنظیم خدمت خلق سہنسہ کے اہم رکن ہیں۔آپ کے دو فرزند راجہ آصف نواز خان اور راجہ حق نواز خان ہیں۔اس کے علاقہ اینٹی سے راجہ عباس خان کی اولاد بھی موضع چک سردار خان میں آباد ہے۔راجہ عباس خان کے دو فرزند ہوئے، راجہ کالو خان اور راجہ فقیر خان، کالو خان کی اولاد کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اور فقیر خان کی اولادیں کچھ اس طرح سے ہیں۔راجہ فقیر خان کے بیٹے راجہ کریم حیدر خان تھے، جن کے دو بیٹے راجہ صادق خان اور راجہ کفالت خان (شہید جنگ 1971ء)، راجہ کفالت خان شہید کے ایک ہی فرزند راجہ سلطان محمود خان کے دو بیٹے، فیصل کفایت اور سعید احمد خان۔راجہ کفالت خان شہید ستارہ جرات ملٹری ہیں۔راجہ کریم خان کے فرزند راجہ صادق خان کے بیٹے ہیں ریٹائرڈ حوالدار محمد طفیل خان اور ان کے تین بیٹے ہیں راجہ ظفر اقبال خان، راجہ عنصر اقبال خان اور راجہ رمیض اقبال خان۔راجہ فضل داد خان سابق ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر کا تعلق بھی اسی علاقہ سے تھا۔آپ راجہ حکم داد خان کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد راجہ حکم داد خان برٹش آرمی کے ایکس سروس مین تھے۔راجہ فضل داد خان نے ابتدائی تعلیم موضع جبری سے حاصل کی۔میٹرک گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول کوٹلی سے پاس کیا۔1964ء میں آپ کے والد اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اس دوران آپ کراچی تشریف لائے اور محکمہ ریلوے سے وابستہ رہے، جہاں آپ نے تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں اور 1973ء میں سند مسلم لاء کالج سے قانون کے گریجویٹ ہوئے۔واپس وطن آزاد کشمیر پہنچ کر آپ نے پبلک سروس کمیشن کے تحت اسسٹنٹ کمشنر اور سول جج کے امتحانات پاس کیے لیکن نوکری نہ کی بلکہ پیشہ وکالت سے وابستہ ہو گئے۔آپ کے عزیز اقارب راجہ سردار خان آف کلوڑ، راجہ مقبول خان آف سائیلہ، اور کیپٹن سردار خان آف اینٹی اور راجہ زراعت خان ذیلدار راجہ ولایت خان آف گگناڑہ کے کہنے پر عملی سیاست میں آ گئے۔1975ء میں مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر منتخب ہوئے۔اس کے بعد 1985ء میں آپ دوبارہ ممبر قانون ساز اسمبلی منتخب ہوئے۔1985ء سے 1988ء تک آپ پارلیمانی سیکریٹری آزاد کشمیر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔جون 1988ء سے آزاد کشمیر کابینہ میں بطور وزیر لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی خدمات سرانجام دیں۔1990ء کے انتخابات میں آپ تیسری بار ممبر اسمبلی آزاد کشمیر حلقہ 3 سہنسہ سے منتخب ہوئے۔ایک سال بعد اسمبلی تحلیل ہوئی اور دوبارہ انتخابات ہوئے جس میں آپ ممبر اسمبلی منتخب ہوئے۔اس مرتبہ آپ کی صحت آپ کی سیاسی سرگرمیوں میں ساتھ نہیں دے رہی تھی باوجود اس کے آپ وزیر امور نوجوانان و ثقافت کام کرتے رہے۔20 جنوری 1993ء آپ بوجہ کینسر اپنی خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ کی اولادوں میں

ایک بیٹی اور چار بیٹے ہیں۔ راجہ اعجاز خان (حالیہ مقیم انگلینڈ)، راجہ محمد اشتیاق خان، راجہ ممتاز احمد خان، اور راجہ الیاس خان۔ آپ کے دو اور بھائی بھی ہیں راجہ خادم حسین مدرس، راجہ محمد سرور (مقیم انگلینڈ)۔ آپ کے چچا زاد بھائیوں میں راجہ محمد بشیر خان مقیم بحرین، راجہ محمد وزیر خان آفیسر فارسٹ ڈیپارٹمنٹ آزاد کشمیر۔

## موضع ساکڑہ کرائیٹوٹ کے منگرال راجگان

متذکرہ بالا گاؤں تحصیل سہنسہ میں آباد ہے جہاں سدھن قبائل کی بہتات ہے۔ اس گاؤں میں منگرال برادری کے تقریباً 80 گھر موجود ہیں۔ بڑی بڑی زرخیز زمینیں چراگاہیں موجود ہیں۔ اس گاؤں کے بہت سے لوگ بیرون ملک آباد ہیں، بہت سے سرکاری ملازم بھی ہیں۔ ان کے مورثان یہاں دوسرے موضعات سے آکر آباد ہوئے ہیں۔ یہ 80 خاندان ایک دادا کی اولاد سے نہیں ہیں لیکن آپس میں رشتہ دار ہیں۔ راجہ فضل کے دو فرزند ہوئے، راجہ شان خان اور راجہ بہادر خان۔ اول الذکر کے ایک ہی فرزند راجہ گل زمان خان کے چار بیٹے ہوئے، راجہ روم، راجہ شہنواز خان، راجہ شہپال خان اور راجہ شہباز خان، راجہ خان بہادر کے چھ بیٹے ہوئے راجہ حاجی راجہ محمد شریف خان، حکم داد خان، راجہ محمد صدیق خان، راجہ کالو خان، راجہ محمد رفیق خان، راجہ محمد حنیف خان، حاجی محمد شریف خان کے سات بیٹے ہوئے، راجہ مہربان خان، راجہ اورنگزیب خان، راجہ محمد آزاد خان، ظفر اقبال خان، ایڈووکیٹ راجہ اللہ رکھا خان، راجہ محمد نسیم خان راجہ مہربان خان کے تین بیٹے ہوئے راجہ نصیر خان، راجہ عابد حسین، راجہ شفیق خان، راجہ اورنگزیب خان کے دو بیٹے راجہ ہاشم اورنگزیب خان اور راجہ یاسر اورنگزیب خان، راجہ عبدالعزیز خان کے تین بیٹے راجہ طارق عزیز محسن عزیز مبشر عزیز راجہ محمد آزاد خان کے تین فرزند راجہ واصل آزاد، راجہ واجب آزاد اور راجہ رحیم آزاد ہیں۔ راجہ ظفر اقبال خان کے چار بیٹے راجہ ثاقب ظفر، راجہ ماجد ظفر اور راجہ ضیاء ظفر ہیں۔ اس گاؤں کی اہم شخصیات میں سے راجہ عبدالعزیز مدرس ہیں، صوبیدار محمد آزاد خان، ایڈووکیٹ راجہ اللہ رکھا خان، راجہ محمد نسیم خان جو پاکستان نیوی سے مستعفی ہو کر کمرشل نیوی یورپ میں کیپٹن پائلٹ بھرتی ہوئے تھے۔

## گلہوٹیاں وبروئیاں کے راجگان منگرال

نمبردار راجہ اقبال خان مرحوم ولد نمبردار راجہ باز خان منگرال راجپوت موضع گلہوٹیاں تحصیل سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر، نے اپنے دادا راجہ محمد خان کو 112 سال کی عمر میں دیکھا جب کہ اقبال صاحب کی عمر اس وقت 16 سال تھی۔ مرحوم راجہ محمد خان نمبردار، ڈوگرہ دور میں نمبرداری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپکی زمین تقریباً 300 کنال تھی، روزگار زندگی کاشتکاری ہی تھا۔ آپ علاقہ نمبرداری سے مالیہ اکٹھا کرنے پر مامور تھے اور آپ نے یہ کام بخوبی احسن ادا کیا۔ آپ کی والدہ سدھن قبیلہ سے تھیں، اور نہایت غریب پرور اور مہمان نواز تھیں۔ گلہوٹیاں کے اس خاندان مہمان نوازی بنیادی وصف ہے۔ نمبردار راجہ محمد خان نمبردار کی رحلت کے بعد نمبرداری راجہ باز خان منگرال کے ذمہ آئی، آپ ٹمبر سپلائرز کے ساتھ بطور منشی کام کرتے تھے۔ مال مویشیوں کی کثرت تھی اور زمیندارہ سے اناج حاصل کرتے تھے۔ آپ نے فریضہ حج 1969ء میں ادا کیا جو اس وقت ایک مشکل مرحلہ تھا۔ اس کے بعد آپ بطور جیل داروغہ پونا ستارا بمبئی 22 سال تک ملازمت کرتے رہے۔ آپ نے 1991ء میں لوگوں کی زبانی 119 سال کی عمر میں وفات پائی۔ گلہوٹیاں سہنسہ شہر کے مشرقی سمت واقع ایک میدانی علاقہ ہے جہاں کاشتکاری کی وسیع زمین موجود ہے۔ گرمی قریباً زیادہ پڑتی ہے، اس خاندان کی سردیوں کی اماج گاہ بروئیاں تھی جو وقت کے ساتھ تقسیم ہوتی گئی۔ آج بھی گلہوٹیاں بروئیاں ایک ہی موضع شمار ہوتا ہے۔ نمبردار راجہ باز خان منگرال کے پانچ فرزند ہیں جن کی آگے بہت سی اولادیں ہیں۔ راجہ سوار خان مرحوم، راجہ اقبال خان مرحوم، لانس


وادی سہنسہ

نام محمد حبیب خان ہے، راجہ کرم داد خان کے بیٹے کا نام محمد زر خان ہے۔ جن کے تین بیٹے مبشر خان، منظر خان اور شعیب خان ہیں۔ راجہ صحبت عالی خان کے چار بیٹوں کے نام یوں ہیں۔ امان اللہ خان، سید اللہ خان، فیض اللہ خان اور امیر اللہ خان۔ جبکہ راجہ ولی داد خان کے تین بیٹے راجہ ظفر علی خان، راجہ اسماعیل علی خان لاولد، راجہ لطیف خان راجہ ظفر خان کے چھ بیٹے ہیں۔ محمد وسیم، محمد نعیم، محمد امین، محمد کلیم، محمد نعمان، انضمام، راجہ لطیف خان کے بیٹے محمد حکیم، محمد علی اور اسامہ ہیں۔ راجہ برکت علی خان کے اورنگزیب اور گلزیب دو بیٹے ہیں۔

**راجہ جمیل خان بروئیاں:** آپ کے بیٹے کا نام شمس خان تھا جن کے ایک ہی فرزند راجو لی خان کے تین بیٹے راجہ بہاول خان، راجہ مانا خان، راجہ پہلوان خان ہوئے۔ راجہ بہاول خان کے تین بیٹے ہوئے سردار خان، کرم داد خان، زرید اد خان، راجہ حمید اللہ خان۔ راجہ کالا خان کے چار بیٹے ہوئے زراعت خان، راجہ گلزار حسین، محمد اسحاق خان۔ راجہ زراعت خان کے بیٹوں کے نام محمد خلیل، محمد جلیل، محمد جمیل ہیں۔ جبکہ محمد خلیل خان کے دو بیٹے ہیں راجہ عمیر علی، محمد دانش۔ راجہ گلزار خان کے ابرار حسین محمد احسان دو بیٹے ہیں۔ راجہ حسین اختر خان کے پانچ بیٹے یوں ہیں۔ محمد عمیل عبدالصبور محمد فراقت محمد رفاقت محمد عتیق۔ راجہ محمد اسحاق خان کے محمد ثاقب، محمد عاطف نامی دو بیٹے ہیں۔ راجہ پہلوان خان کے دو بیٹے حاجی گلداد خان راجہ علی داد خان، حاجی گلداد خان کے تین بیٹے ہوئے شاہین سرفراز گلفراز راجہ امتیاز ے عدنان اور محمد علی ہیں۔ راجہ علی داد خان کے پانچ بیٹے ہوئے محمد جہانگیر محمد امیر محمد آفتاب محمد نوید محمد مہتاب۔

**راجہ محمد جمیل خان آف گلھوٹیاں:** آپ کے دو بیٹوں کے نام اچھا خان اور بنگش خان بتائے جاتے ہیں۔ بنگش خان کے بیٹے کا نام راجہ لعل خان ہے لعل خان کے بیٹے راجہ فقیر خان کے دو بیٹوں میں سے راجہ حسین خان لاولد ہوئے دوسرے راجہ دلاوہ خان کے تین بیٹے راجہ محمد حسن خان حاجی راجہ کرم خان اور راجہ محمد یوسف خان ہیں۔ راجہ محمد حسن خان کے تین بیٹے ہیں۔ اخلاق خان، اشتیاق خان اور ساجد خان۔ حاجی کرم خان کے تین بیٹے ہیں راجہ مشتاق احمد خان، خلیل احمد خان، اور ارشد محمود خان۔ راجہ لعل خان گلھوٹیاں کے بجائے بروئیاں میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ بروئیاں میں آباد ہیں۔ راجہ محمد یوسف خان کے بھی تین بیٹے ہیں۔ راجہ اشفاق احمد خان کے بیٹے کا نام راجہ عمران خان ہے دوسرے محمد رفیع اور تیسرے کا نام کامران ہے۔

**اولاد راجہ گلاب خان بروئیاں:** آپ کے تین فرزند ہوئے حکمداد خان جمعداد خان، راجہ حکم داد خان کے چار بیٹے محمد افسر خان، راجہ امیر داد خان ریٹائرڈ صوبیدار علی افسر خان، راجہ اللہ دتہ خان۔ اب ہر ایک کی اولادوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ راجہ محمد افسر خان کے چار بیٹے ہوئے ہیں۔ محمد اعظم خان، صغیر خان، کبیر خان، ظہور احمد خان، محمد اعظم خان کے راشد داؤد محمد بلال عبدالقدوس بیٹے ہیں۔ ظہور احمد خان کے بیٹے کا نام عاصم خان ہے۔ راجہ امیر داد خان کے چار بیٹے ہوئے خلیل خان، جاوید خان کا بیٹا ہے۔ محمد فیصان تیسرے محمد حنیف خان اور حبیب خان خلیل خان کے بیٹے ہیں۔ محمد ادریس محمد سعید محمد کلیم محمد اسد خان نصارت علی راجہ اللہ دتہ خان کے تین محمد ظہیر خان، محمد نعیم خان محمد طیب خان بیٹے ہیں۔ راجہ جمعداد خان کے چار بیٹوں کے نام یوں ہیں۔ راجہ باز خان، راجہ محمد صدیق خان، راجہ محمد بشارت خان، راجہ محمد فاروق خان۔ راجہ باز خان کے ایک فرزند راجہ عبدالرؤف خان کے بھی ایک بیٹا عبدالقدیر نامی ہے۔ راجہ محدم صدیق خان کے شاہد حسین مظہر حسین محمد سلیم خان تین بیٹے ہیں۔ راجہ شاہد حسین کے احمد علی محمد عثمان نامی دو بیٹے ہیں جبکہ راجہ محمد بشارت خان کے تین بیٹے نقیب اللہ محمد سفیان محمد توقیر نامی ہیں۔ راجہ محمد فاروق خان کے دو ہی بیٹے محمد روحیل اور شمس نام ہیں۔ راجہ رحیم داد خان بن راجہ گلاب خان موضع بروئیاں کے ایک ہی فرزند راجہ محمد شریف خان کے پانچ فرزندوں کے نام اس طرح ہیں۔ غلام نبی، شوکت

علی، محمد شکور، محمد عادل، محمد عابد۔

راجہ زمان علی خان موضع نین سکھ سے موضع بروئیاں میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔آپ کی اولادوں کی تفصیل یوں ہے۔آپ کے پانچ فرزند ہوئے۔راجہ محمد اکبر خان، کے بیٹے راجہ محمد افضل خان۔آپ کے چھوٹے بھائی راجہ علی اکبر خان کا ایک بیٹا راجہ محمود نامی ہے۔تیسرے راجہ سخی ولایت خان کے تین بیٹے ہوئے محمد عارف خان، راجہ محمد حبیب خان، راجہ محمد شعیب خان۔چوتھے راجہ محمد یوسف خان کے چار بیٹے ہیں۔محمد تجارف خان، محمد خالد خان، محمد شعیب، محمد سہیل پانچویں راجہ علی حسین خان کے چار بیٹے ہوئے۔محمد شکیل۔محمد رقیب۔محمد وحید۔محمد اسد یہ خاندان موضع بروئیاں میں آباد ہیں۔

## گگناڑہ، سوئیاں و نین سکھ کے منگرال راجگان

راجہ بہادو خان کے دو فرزند ذیلدار راجہ سیف علی خان اور راجہ شیر دل خان تھے۔ذیلدار راجہ سیف علی خان کے راجہ ولایت خان، راجہ زراعت خان اور راجہ عنایت اللہ خان ہوئے۔عنایت اللہ خان کے فرزند راجہ سرور خان ہوئے، راجہ ولایت خان کے بیٹوں کے نام راجہ اکرم خان، راجہ محمد نواز خان، راجہ عبدالقیوم خان، شاہنواز خان، حق نواز خان، ربنواز خان، محمد آزاد خان اور محمد حبیب خان ہیں۔جبکہ زراعت اللہ خان کے ظفر اللہ خان، زائید اللہ خان، رفیع اللہ خان سلطانی (جج) ہیں۔تیسرے راجہ شیر دل خان کے راجہ عبدالعزیز خان راجہ غلام خان کے بیٹے کا نام حمید اللہ خان ہے اور راجہ عبدالعزیز خان کے چار بیٹے راجہ عبدالرشید خان، راجہ عبدالطیف خان، راجہ محمد عزیز خان، راجہ ذوالفقار خان ہیں۔یہ خاندان موضع گگناڑہ میں آباد ہے اوران کی زیادہ تر اولادیں انگلینڈ میں مقیم ہیں۔راجہ الیاس خان صدر مسلم کانفرنس ضلع کوٹلی کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔

موضع سوئیاں راجہ ممتاز خان منشی ایڈووکیٹ، راجہ محمد مطلوب خان منگرال، راجہ فتح شیر خان موضع سوئیاں میں آباد تھے جن کے تین فرزندوں سے اولادیں چلیں راجہ دوست محمد خان راجہ فتح حیدر خان، راجہ نیاز علی خان اول الذکر کے مرزا خان، افرا خان گلداد خان، حکمداد خان، مرزا خان کے دو بیٹے محمد افضل خان، امیر داد خان نامی ہوئے جبکہ افرا خان لاولد ہوئے اور تیسرے گلداد خان کے راجہ اکبر خان کے دو بیٹے ہوئے، راجہ ممتاز احمد خان اور راجہ محمد آزاد خان۔راجہ ممتاز احمد خان کے اشتیاق احمد، امتیاز احمد، وقاص احمد، سرفراز احمد، ہمراز احمد، افراز احمد، اقراص احمد نامی، سات بیٹے ہوئے۔راجہ حکمداد خان کے بیٹے عبدالواحد خان ہوئے، راجہ فتح حیدر خان کے سوار خان، ولی داد خان، اور محمد خان ہوئے۔الیاس خان ریاض خان غلام عباس خان اور امیر عباس خان، راجہ ولی داد خان کے جاوید اورنگزیب اور امیر نامی بیٹے ہیں راجہ محمد خان کے سلیم خان، نسیم خان، جمشید خان اعجاز خان، الطاف خان، راجہ نیاز علی خان، ولد فتح شیر خان کے راجہ اقبال خان راجہ رنگ خان، اقبال خان کے بیٹے کا نام سید اکبر خان اور سید اکبر خان کے بیٹے کا نام راجہ عظیم خان ہے۔راجہ اورنگزیب خان کے راجہ اصغر خان اور راجہ لیاقت خان ہوئے۔راجہ اصغر خان کے راجہ افضل خان ساجد خان اکرم خان بیٹے ہوئے ہیں۔یہ خاندان موضع سوئیاں میں آباد ہے۔

گنگ ناڑہ سے راجہ سخی دلیر خان مرحوم کی نواسے راجہ اسرار خان کشمیری انجینئرنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔آپ نے کوئٹہ سے انجینئرنگ کرنے کے بعد اولاً پاکستان ٹیلی ویژن میں کچھ عرصہ کام کیا اس کے بعد آپ سعودیہ مقیم ہو گئے جہاں آپ تا حال اپنے فرائض منصبی سرانجام دے رہے ہیں۔

موضع نین سکھ سے کوٹلی کی سب سے بڑی شخصیت راجہ سخی دلیر خان صاحب فاتح راجوری تھے۔ان کا تفصیل ذکر مشاہیر منگرال میں ہے۔

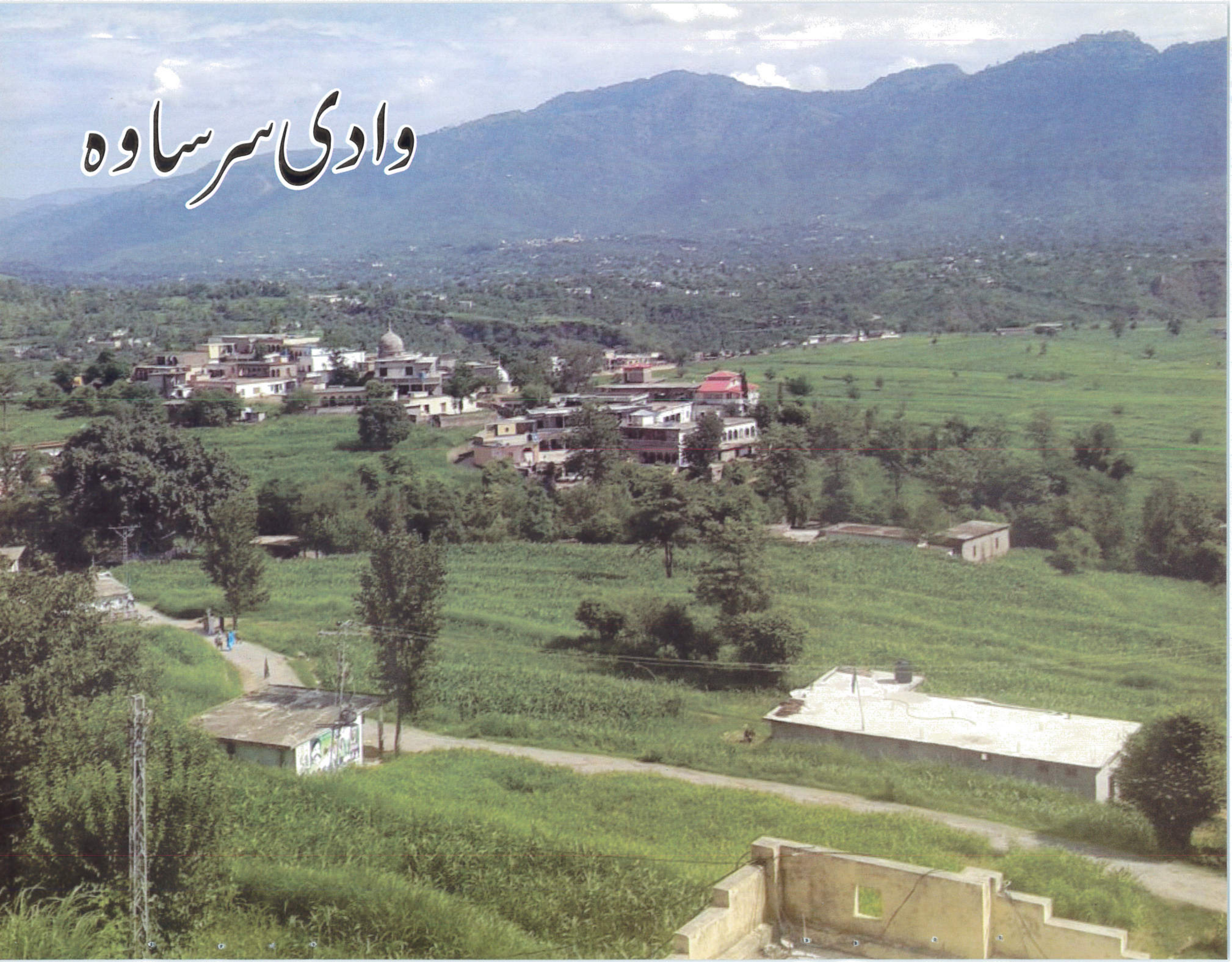
## اسلام آباد سہنسہ کے راجگان منگرال

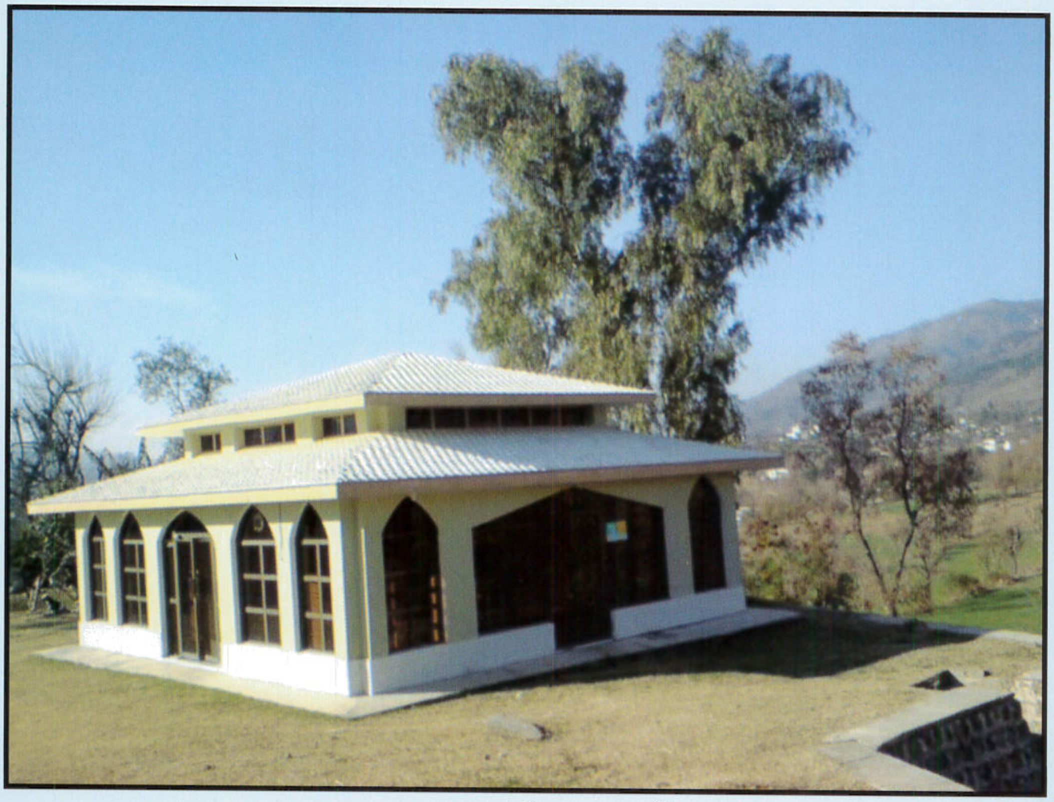
ڈاکٹر راجہ علی اختر آرتھوپیڈک سرجن، پمز ہسپتال اسلام آباد پاکستان اس موضع کی سب سے زیادہ جاندار شخصیت ہیں جبکہ ڈاکٹر راجہ شبیر خان بھی نہ صرف اپنے شعبے کی معروف شخصیت گردانے جاتے ہیں بلکہ آپ کا حلقہ تین کی سیاست میں کلیدی کردار ہے۔ راجہ شیر باز خان اور راجہ جاوید خان (ای او) بھی اسی گاؤں سے معروف شخصیت گنی جاتی ہیں۔

## سرساوہ وانوہی سرہوٹہ کے راجگان منگرال

تحصیل کوٹلی میں سرساوہ وانوہی سرہوٹہ منگرال خانوادوں کا مسکن گنا جاتا ہے جہاں پر منگرال قبیلہ اپنی شان وشوکت اور غالب اکثریت سے موجود ہے۔ یہاں کی مشہور سیاسی شخصیات میں راجہ نصیر احمد خان سرفہرست ہیں، راجہ ایوب خان کسی تعارف کے محتاج نہیں۔قومی سطح پر منعقدہ لانگ ڈسٹنس ریس میں اول پوزیشن حاصل کرنے والے راجہ سردار خان کا تعلق بھی انوہی سرہوٹہ سے ہے۔ راجہ اسماعیل خان سابق چیئرمین، راجہ کبیر خان چیئرمین، پروفیسر نوید احمد خان، پروفیسر غضنفر صاحب، ریٹائر تحصیلدار راجہ محمد نواز، راجہ محمد ملک داد ریٹائر تحصیلدار ڈاکٹر محمد طارق خان صاحب، راجہ شہنواز خان (ای او)، راجہ حمید صاحب، پہلوان راجہ واجد خان، راجہ محمد حسین اسپین، انسپکٹر توقیر خان، حاجی راجہ زبیر خان ممبر مجلس عاملہ ن لیگ، راجہ سرفراز احمد شعبہ وکالت، راجہ یامین خان بنی راجگان انوئی سرہوٹہ، راجہ توصیف عاصمی شاعر حال مقیم دوبئی، راجہ افراز احمد خان نکئی، راجہ فراز خان یامین، راجہ عاطف خان یامین، راجہ بہرام خان یامین، ماسٹر راجہ سیاست خان، پٹواری راجہ عبدالریاض صاحب، راجہ رفیق خان صاحب معلم، راجہ سوار خان مرحوم سماجی شخصیت انوہی، راجہ امجد خان پروجیکٹ مینیجر، راجہ آصف یو کے، راجہ طالب وکیل یو کے، راجہ خورشید سرساوہ کبڈی آرگنائیزر، راجہ اشفاق خان جے کے ایل ایف، چیئرمین راجہ منشی خان مرحوم، راجہ منشی کوٹلہ، راجہ بنارس خان، راجہ محبوب خان، ماسٹر راجہ قدیر خان، راجہ ایاز خان، راجہ جہانزیب انوہی، راجہ اسماعیل انوہی، راجہ زبیر خان، راجہ لیاقت یو کے۔ راجہ عبدالرؤف خان ایڈووکیٹ، راجہ افضال ایڈووکیٹ، راجہ وقاص ایڈووکیٹ، راجہ اکرام خان ایڈووکیٹ، سیکریٹری راجہ عمران خان، راجہ حفیظ خان سکریٹری یونین کونسلر راجہ امداد مرحوم، راجہ محمد رفیق خان معلم، لیفٹننٹ راجہ زمان علی خان 1931ء، ماسٹر راجہ آفتاب خان، ماسٹر راجہ ظہور خان، راجہ عبدالغفار خان، نمبردار راجہ شجاعت خان، راجہ طیب خان، راجہ طالب خان، راجہ رفاقت، راجہ ملک داد، راجہ ارشد، راجہ نصیر، راجہ رفیق خان، راجہ گوہر ایوب سرساوہ، راجہ عاصم دلیر خان ایڈووکیٹ، ماسٹر راجہ شفاقت خان، راجہ محمد قاسم خان، راجہ فیاض خان، راجہ خاور حیات ولد راجہ لال خان، راجہ آفتاب ولد راجہ بوستان خان، رنگ زیب خان ولد راجہ مظفر خان، راجہ کالا خان ولد بگا خان، راجہ نزاکت خان ولد محمد شریف خان، راجہ مکھن شاہین ولد مصطفیٰ خان، راجہ لیاقت خان ولد جیون خان، راجہ بنارس خان عدالت خان، راجہ محمد تہذیب خان مرحوم، راجہ حاجی محمد سرور خان، ماسٹر راجہ محمد رفیق خان، نمبردار راجہ خاقان خان، راجہ محمد قاسم خان، راجہ محمد تاج خان، راجہ محمد اقبال خان، راجہ محمد خالد خان، راجہ محمد حسین اسپین، راجہ محمد عجائب خان، راجہ فاضل فاروقی، راجہ محمد ریاض دلیر، راجہ ثاقب خالد ایڈووکیٹ، راجہ محمد ازرم اکرم، راجہ ظہیر احمد خان اسپین، راجہ شیراز خان، پروفیسر راجہ محمد رفیق خان مرحوم، راجہ گلنواز خان، راجہ طارق جاوید، راجہ ربنواز خان، چیئرمین راجہ فیاض خان۔ سیری سرساوہ سے راجہ عقیل خان بھی ایک معروف نوجوان ہیں۔

راجہ زراعت خان انوہی سرہوٹہ سے ایک معروف سماجی شخصیت ہیں، جن کی زندگی کا زیادہ حصہ انگلینڈ میں ہی گزرا جبکہ واپس اپنے گاؤں آنے کے بعد سماجی کاموں میں ہی مصروف عمل ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے راجہ ریاس خان پٹواری ہیں، راجہ زیاد خان یو کے میں مقیم ہیں، راجہ شہزاد


وادی سرساوہ



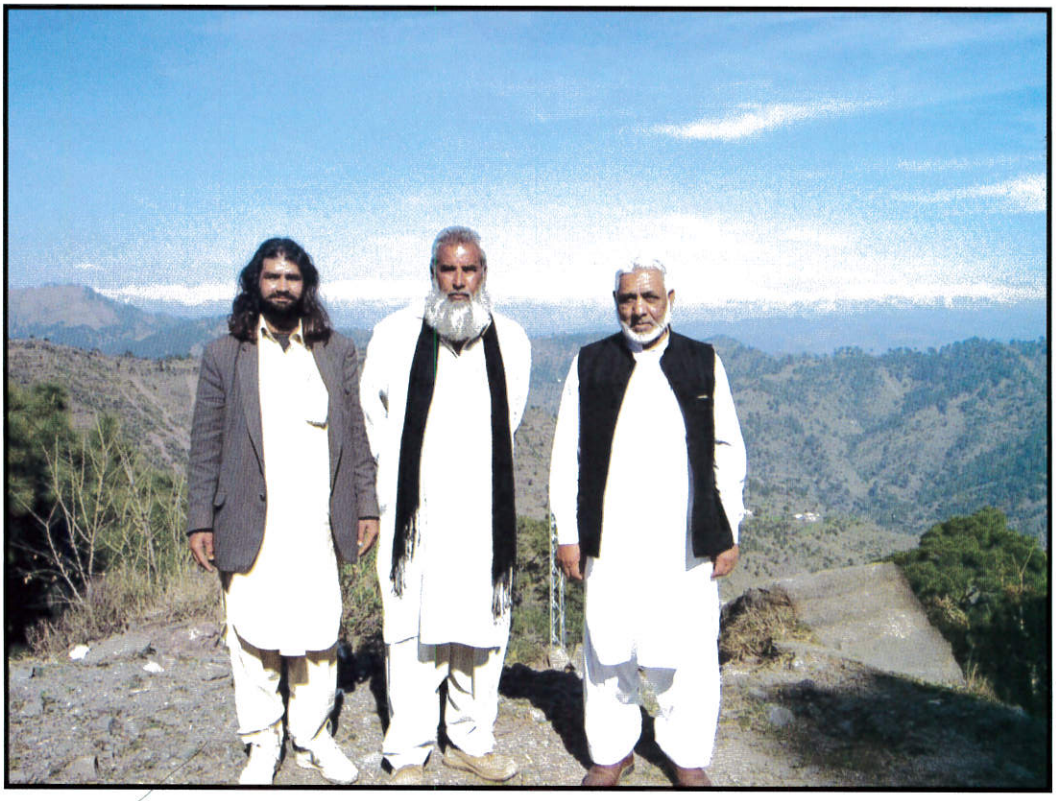
مقبرہ فاتح راجوری فخر کشمیر راجہ سخی دلیر خان



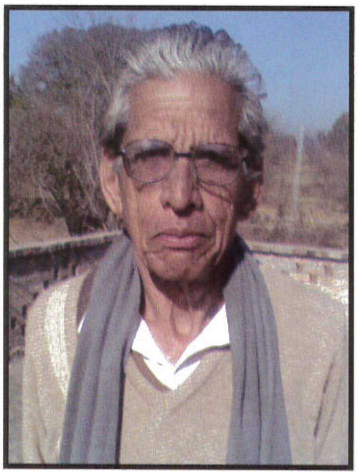
راجہ نوید احمد، مصنف و راجہ نذیر احمد پہاڑ خان کی قبر پر سرساوہ

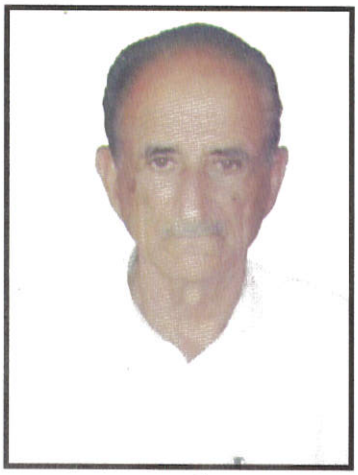


پروفیسر نوید احمد، راجہ نعیم نجمی، مصنف اور راجہ رفاقت خان

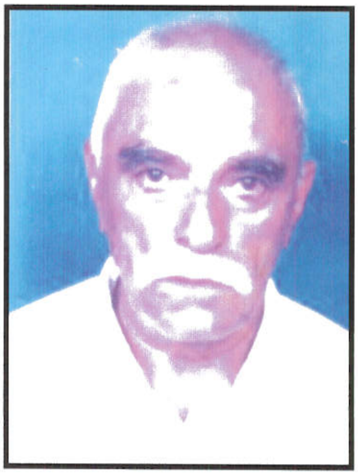


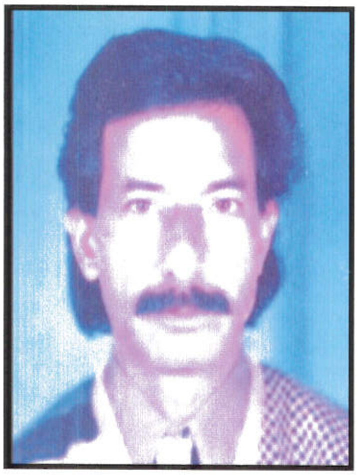
عبدالحمید بٹ، راجہ حق نواز خان اور راجہ اشفاق خان


راجہ محمد کفایت خان

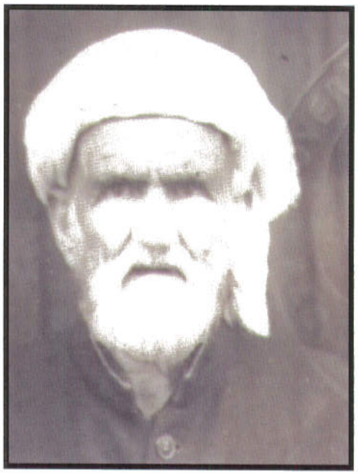

راجہ محمد اکرم خان


راجہ محمد رفیق

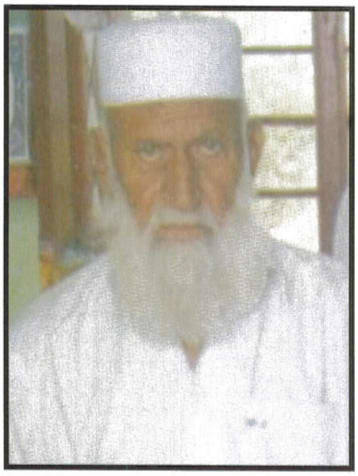

راجہ محمد رزاق خان

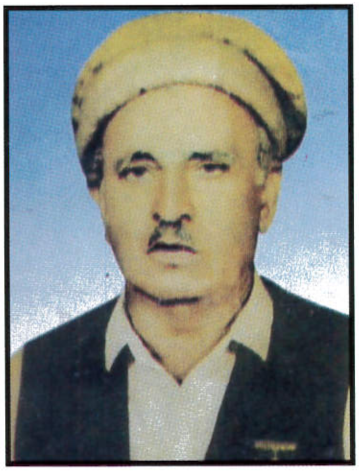

راجہ محمد تاج خان


راجہ محمد خالد اسماعیل

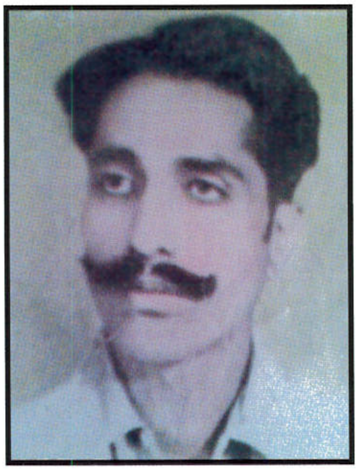

نمبردار راجہ خاقان خان


راجہ محمد شریف خان

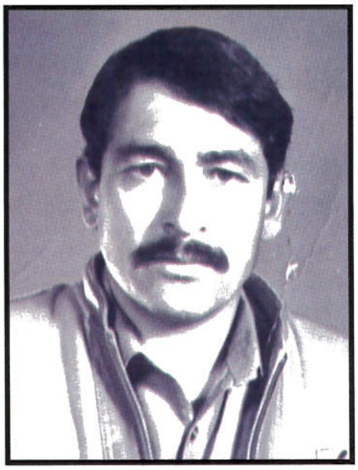

راجہ شیر ولی خان



راجہ محمد اسماعیل خان



راجہ زراعت اللہ خان



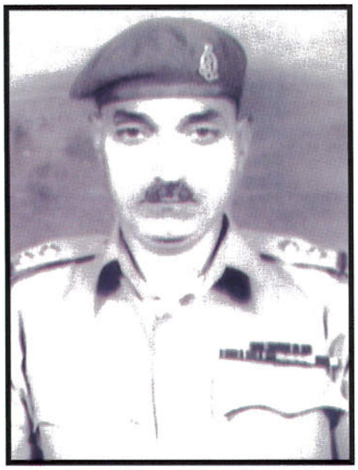
راجہ محمد ایوب خان



راجہ محمد قاسم خان



راجہ محمد طالب خان



صوبیدار (ر) شہباز خان



راجہ محمد تہذیب خان



راجہ حاجی محمد سرور خان



راجہ محمد کبیر خان


راجہ ظہیر احمد


راجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ


راجہ امیر محمد خان

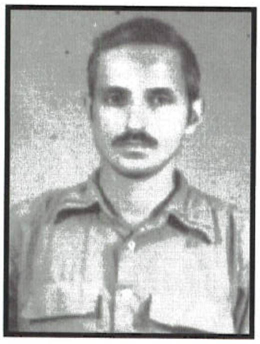

راجہ یامین خان


راجہ توقیر احمد


راجہ اسرار کاشمیری


راجہ توصیف عاصمی


راجہ شیراز احمد


راجہ شاہ نواز خان


راجہ فیصل دلیر خان


راجہ افراز علی


راجہ آصف

سعودیہ میں کام کرتے ہیں اور راجہ وقار خان معروف سماجی کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی اور سیاسی میدان میں اہم کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں۔آپ ایم فل زوآلوجی کے سٹوڈنٹ ہیں اور سیاسی طور پر سٹوڈنٹ لیڈر ہیں اور راجہ وقاص خان ایل ایل بی کر رہے ہیں۔

## موضع پنجیڑہ کے راجگان منگرال

راجہ صوفی عزیز صاحب ولد راجہ رحیم داد خان ولد راجہ نواب خان بمقام منور پنجیڑہ نے اس گاؤں کا تفصیلی تعارف اور مشہور شخصیات کا اندراج کرایا۔آپ کے مطابق اس علاقہ کا تعارف کچھ یوں ہے۔علاقہ پنجیڑہ پانچ بھائیوں کا ورثہ ہونے کی وجہ سے پنجیڑہ کہلایا۔راجہ کیماں خان اصل نام راجہ کریم داد خان تھا اور یہ راجہ صوفی عزیز کے سگے تایا تھے۔کیما خان ایک ذہین وفطین اور تیز طرار آدمی تھے۔1931ء کی تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور ایک جاندار کردار ادا کیا۔یہاں کی تمام ہندو آبادی کے گھروں کو آگ لگا دی گئی۔ڈوگرہ ملٹری ان کو گرفتار کر لیا۔ہاشم خان ان کے وزیر تھے۔ان کے دباؤ دینے پر بھی نہ چھوڑا گیا۔سری نگر بھی گئے،راجہ سیف علی خان ذیلدار تھے۔ان کو معطل کیا گیا ان کو بحال کرنے کے لیے تمام راجگان راجہ کیماں خان کے زیر کمان سری نگر گئے۔ڈوگرہ حکمران کی بگھی نے دو بجے گزرنا تھا۔کیما خان نے فیصلہ کیا کہ وہ حکمران کی بگھی کو روکے گا۔دونوں طرف لوگ کھڑے تھے۔پولیس نے ان کو ہٹانے کی کوشش کی۔مگر کیما خان اور ان کے ساتھی وہاں سے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔آخر تنگ آکر ڈوگرہ حکمران اپنی بگھی سے نیچے اترا۔اس نے کیما خان سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو اور تمہارا کیا مطالبہ ہے۔کیماں خان نے تین مطالبات پیش کیے۔اول سیف علی خان کو بحال کیا جائے،دوم کوٹلی تا پلندری سڑک تعمیر کیا جائے سوم علاقہ میں سکول کی منظوری دی جائے۔

مہاراجہ نے پہلے دو مطالبات تسلیم کر لیے اور کہا کہ میں حکم کوٹلی بھیج دوں گا۔مگر راجہ کیما خان نے اسرار کیا کہ وہ حکم نامہ ابھی ابھی لکھ دے۔چنانچہ مہاراجہ نے حکم نامہ وہیں پر لکھ دیا۔تیسرے مطالبہ پر مہاراجہ نے دلیل دی کہ تم اور تمہارے ساتھی ان پڑھ ہو کر اس قدر تیز ہو تو پھر تمہارے لوگ پڑھ لکھ کر میرے خلاف کیا کچھ نہ کریں گے۔مگر کیماں خان کے اسرار اور مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے مہاراجہ نے پنجیڑہ کے لیے سکول کی منظوری بھی دے دی۔

1931ء میں ملٹری گرفتاری کے لیے آئی تو کیما خان اور ہاشم خان نے گرفتاری دے دی۔ان کو کوٹلی شہر لے جا کر جیل میں بند کر دیا گیا اور یہ دونوں چھ ماہ تک قید رہے۔اس زمانہ میں پیغام رسانی کے لیے لالٹین کا استعمال کیا جاتا تھا۔کیماں خان کو چھ ماہ بعد رہا کیا گیا۔کوٹلی کے لوگوں نے ڈھول بجا کر اور ہار پہنا کر کیماں خان کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔

دریائے پونچھ کو کشتی کے ذریعہ سے پار کیا جاتا تھا۔اس زمانہ میں شاہ دین (شام دین) کشتی کا کام کرتا تھا۔شاہ دین ملاح ایک مشہور آدمی تھا۔شاہ دین کو کہا گیا کہ وہ ملٹری کے پار جانے کی اطلاع کر دے۔پھر اس نے پیغام بھیجا کہ آج ملٹری دریا کو پار کر رہی ہے۔۔راجہ کیماں خان نے راجہ سخی دلیر سے رابطہ کیا اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔خط و کتابت راجہ عنایت خان کے ذریعہ ہوتی تھی۔

راجہ سخی دلیر خان نے ساری نفری کو کیمپ سے باہر بلایا اور کوٹلی کی طرف مارچ کا حکم دیا اور پھر نالہ رنگڑ پر اپنی پوزیشنیں سنبھال لیں۔راجہ سیف علی خان ذیلدار ایک سرکاری آدمی تھے اور اس وقت وہ ڈوگرہ ملٹری کے ہمراہ تھے اور وہ ایک سفید گھوڑے پر سوار تھے۔ڈوگرہ فوج کو سامنے پا کر راجہ سخی دلیر نے اپنی نفری کو حملہ کا حکم دے دیا۔اس اچانک حملہ سے ڈوگرہ فوج کی اکثریت ماری گئی۔ڈوگرہ ملٹری نے شک کیا کہ کہیں یہ ذیلدار سیف علی خان دوسری طرف ملا ہوا ہے۔چنانچہ ڈوگرہ فوج نے ذیلدار سیف علی خان کو موقع پر ہی شہید کر دیا اور تتر بتر ہو گئے۔راجہ سخی دلیر خان نے کوٹلی شہر کو

خالی کر دینے کا حکم بھیجا یوں دوسرے دن کوٹلی کوروٹلی تک فتح کر لیا گیا۔ اس سارے معرکہ میں راجہ کیماں خان فاتح کوٹلی راجہ سخی دلیر کے دست راست رہے۔

فاتح کوٹلی راجہ سخی دلیر خان کی سفارش پر راجہ کیماں خان کو تمغہ دیا گیا۔ یہ میڈل ان کو ان کے انتقال کے تین سال بعد ملا تھا۔ راجہ کیماں خان ایک مذہبی آدمی تھے۔ 1932ء میں شاہ احمد بخاری سے آپ نے ملاقات کی جبکہ شیخ عبداللہ اس وقت ان سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ پالکی میں سوار ہو کر آتے تھے۔ راجہ زراعت اللہ خان ولد جلال خان اس زمانہ میں بچے تھے۔ جوانی کے زمانہ میں خوب شہرت حاصل کی۔ راجہ کیماں خان ان کے استاد اور چچا تھے۔ راجہ زراعت اللہ خان نے راجہ کیماں خان سے بہت کچھ سیکھا۔ راجہ نواز خان عرف ناز خان راجہ زراعت اللہ صاحب کے صاحبزادے ہیں اور علاقہ کی اہم سیاسی شخصیت گردانے جاتے ہیں۔ راجہ رفیق خان صاحب صوفی عزیز صاحب کے بیٹے ہیں اور انگلینڈ میں ہی مقیم ہیں۔

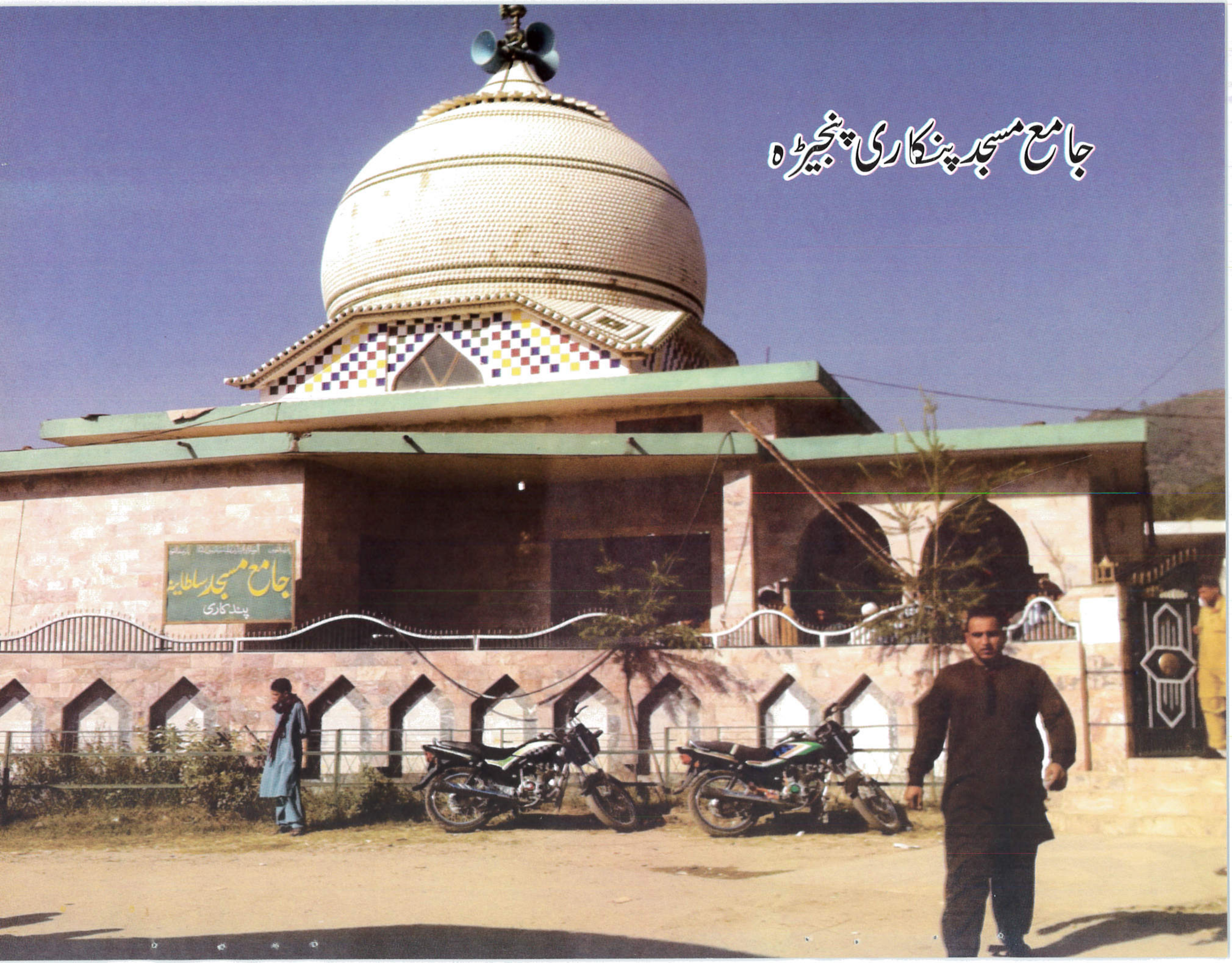
جیسا کہ درج کیا گیا تھا کہ پنجیڑہ کا درج بالا تعارف راجہ صوفی عزیز صاحب ولد راجہ رحیم داد خان ولد راجہ نواب خان نے بمقام منور پنجیڑہ مورخہ 8 دسمبر 2014ء کو ریکارڈ کرایا تھا اور کہا تھا میرا یہ بیان من وعن شائع کیا جائے۔ باقی پنجیڑہ سے کچھ منگرال خانوادے کا تذکرہ درج ذیل میں کیا گیا ہے۔

راجہ نواز خان ولد راجہ وزیر محمد خان آف بری انگلینڈ کافی عرصہ سے راقم سے رابطہ میں ہیں لیکن دوری ہونے کی وجہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ ہی کی فرمائش پر میں راجہ رفیق خان آف منور پنجیڑہ سے ملا جن کے والد نے درج بالا بیان ریکارڈ کرایا تھا۔ راجہ نواز خان انگلینڈ میں ہی اپنی بہن بھائیوں سے ساتھ مقیم ہیں۔ آپ بری انگلینڈ میں اپنی ذاتی کیپ کمپنی چلا رہے ہیں۔ آپ کے بھائیوں میں راجہ فیاض خان راجہ شہزاد خان جنرلسٹ برطانیہ آپ کے ساتھ انگلینڈ میں کام کرتے ہیں جبکہ راجہ عنصر خان اور راجہ عامر خان انگلینڈ کے علاوہ زیادہ تر وقت پاکستان میں گزارتے ہیں اور اپنی زمیندارہ پیشہ کے ساتھ ساتھ ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کے نانا راجہ ریاست خان علاقہ کے نمبردار تھے۔ اس کے علاوہ منور میں دوسری نمبرداری راجہ ابرار خان آف بری انگلینڈ کے والد راجہ کالا خان نمبردار کے پاس تھی جو کہ ایک تاریخی شخصیت ہیں۔ آپ کے پاس موجود مالیہ کا ریکارڈ اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

راجہ عبدالطیف خان ولد راجہ محمد انور خان آف کتھیاڑی پنجیڑہ اٹلی میں مقیم ہیں۔ آپ اٹلی جانے سے قبل عرصہ بارہ سال لاہور اور گوجرانوالہ کی جیل میں قید رہے۔ جس کے بعد آپ یورپ چلے گئے اور وہاں پر سیاسی پناہ میں ہیں۔ اس کے علاوہ اس علاقہ سے راجہ محمد سلیم خان آف ہودے شریف پنجیڑہ مرحوم منگرال ایک سیاسی بصیرت رکھنے والے جاندار شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی رہائش خیابان سرسید راولپنڈی میں تھی جہاں اب بھی آپ کے بچے سکونت پذیر ہیں۔ آپ مسلم لیگ ن اسلام آباد کے جنرل سکریٹری کے عہدہ پر فائض رہے اور آپ اسلام آباد سبزی منڈی میں آڑھت کا کام کرتے تھے۔ مرحوم جوانی میں ہی ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے اس دنیا فانی کو خیر آباد کہہ گئے۔ چیئرمین راجہ مکھن خان منور پنجیڑہ کی ایسی شخصیت ہیں جو کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں۔

## موضع جندروٹ و گوئی نکیال کے راجگان منگرال

موضع گوئی اور جندروٹ، نکیال کے مقام پر منگرال خاندان آباد ہیں جن میں راجہ فتح جنگ خان کی اولادیں اور راجہ گوہر خان کی اولادیں




جامع مسجد پنکاری پنجیڑہ



راجہ زراعت اللہ خان



راجہ خلیل خان



راجہ نذیر احمد راولپنڈی، مصنف، راجہ ناز خان، راجہ رفیق خان، راجہ نوید احمد و دیگر



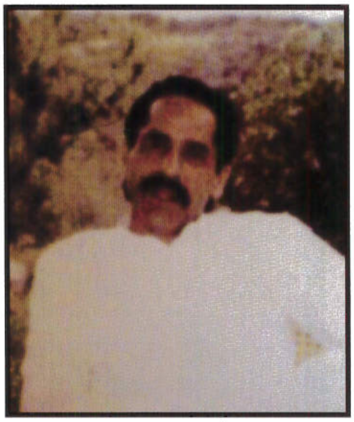

عامر خان، فیاض خان، راجہ وزیر محمد خان، الواز خان، شہزاد خان راجہ عنصر خان



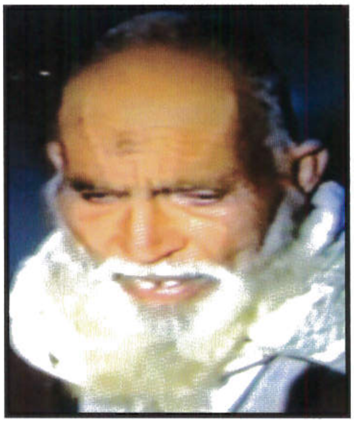




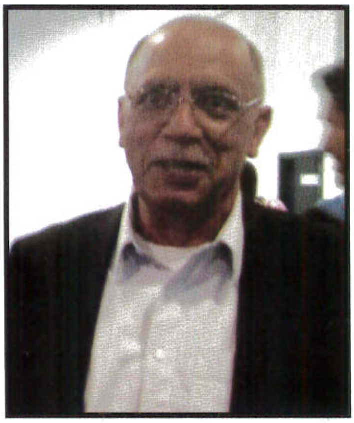




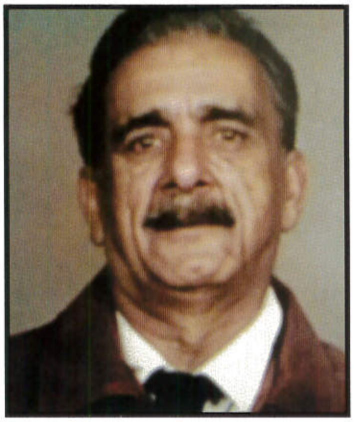
راجہ الیاس خان



راجہ ریاست خان



راجہ رزاق خان



راجہ ایوب خان



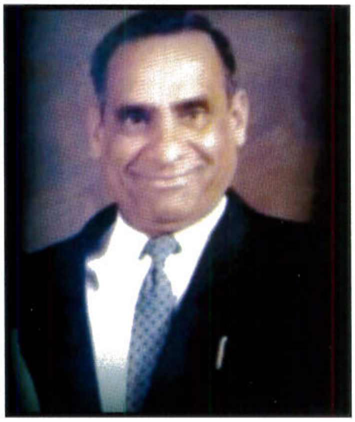
راجہ علی خان



راجہ محمد خان



راجہ نواز خان



راجہ عجائب خان



عبداللطیف خان

بستی ہیں۔ جن میں راجہ برھان خان، راجہ سردار خان، راجہ ولی خان اور راجہ نویس علی خان اکثریت میں ہے جبکہ ان میں مشہور شخصیت ماسٹر عبدالغفور خان ہیں جن کے دو بھائی راجہ منظور حسین اور راجہ غلام فرہاد خان ہیں۔ گوئی میں راجہ فضل داد خان مشہور شخصیت ہیں۔ آپ کو بہادری سر ٹیفکیٹ آزاد حکومت کی طرف سے دیا گیا۔

## کوٹلی شہر میں مقیم منگرال

ہاؤسنگ سکیم میں راجہ بشیر احمد خان منگرال جو راقم کے بھائی ہیں آباد ہیں۔ آپ کا سابقہ تعلق بڑالی سے ہے۔ ان میں مشہور شخصیات راجہ شہر یار خان منگرال کریڈٹ آفیسر این آر ایس پی ہیں، راجہ شفقت بشیر منگرال کا ذاتی کاروبار ہے، راجہ رفاقت بشیر خان منگرال (راجہ رفیع) بھی ذاتی کاروبار سے وابستہ ہیں۔ ہاؤسنگ سکیم بننے کے بعد کئی منگرال خاندان اردگرد کے موضعات سے اراضی خرید کر اب ہاؤسنگ سکیم میں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد مہاجرین کی بھی کوٹلی شہر میں آباد ہے لیکن طوالت کے پیش نظر مہاجرین کو یہاں نہیں لکھا جا رہا۔

## کھوئی رٹہ میں مقیم راجگان منگرال

کھوئی رٹہ میں منگرال خانوادے میں سب سے زیادہ جاندار شخصیت پروفیسر راجہ رفیق خان مرحوم تھے جو ایک عظیم معلم اور بلند مرتبہ استاد تھے۔ آپ کے بھائی راجہ شکیل ایڈووکیٹ ہیں جو کوٹلی میں وکالت کے پیشے سے منسلک ہیں۔

منشی رکن الدین منگرال بھروتی مہنڈھر ضلع پونچھ سے 1947ء میں کنبہ کے باقی افراد یہاں کھوئی رٹہ میں قیام پذیر ہوئے۔ کھوئی رٹہ کا یہ گھرانہ نسبی طور پر راقم کا چچا دادا کی اولاد ہے۔ یہ گھرانہ کھوئی رٹہ شہر میں عرصہ دراز تک تجارت سے منسلک رہے۔ محمد بصیر الحق ظفر کھوئی رٹہ شہر کی معروف شخصیت ہیں۔ مختلف سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کے ساتھ منسلک رہے۔ زندگی کا ایک بڑا عرصہ محکمہ لوکل گورنمنٹ آزاد جموں و کشمیر کے ساتھ مختلف علاقوں اور مختلف عہدوں پر گزارا، بعد ازاں 2010ء میں اپنی مدت ملازمت پوری کر کے کھوئی رٹہ شہر سے بحیثیت پروجیکٹ مینیجر لوکل گورنمنٹ (اے جے کے) اور ایڈمنسٹریٹر کھوئی رٹہ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

راجہ آفتاب الحق منگرال ایسوسی ایٹ انجینئر ہیں اور اسپین میں مقیم ہیں، آپ اب بھی سیاست سے وابستہ ہیں جبکہ بطور صحافی آپ اسپین میں بیورو چیف ہیں۔ راجہ مہتاب الحق منگرال ماس کمیونیکیشن میں ماسٹر ہیں اور حال مقیم اسپین ہیں۔ جبکہ شہاب الحق نے ماسٹر ڈگری پاس کی ہے اور اب آگے ایم فل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

والدراجہ محمد کریم خان ایک زراعت پیشہ نیک بزرگ ہیں جن کا زیادہ تر وقت کھیتی باڑی میں ہی گزرا۔ راجہ کریم خان کے اولادوں میں پروفیسر صاحب کے علاوہ محمد کبیر خان، داؤد کریم خان، عنصر کریم خان شامل ہیں۔

حوالدار عبدالرحمان صاحب جو کسی دور میں نواب آف خیر پور کے حفاظتی دستہ کا حصہ تھے۔ آپ بطور جنگی قیدی جاپان میں اسیر بھی رہے اس کے بعد آپ کی ذاتی زندگی زیادہ تر نواب صادق عباسی اور اس کے خاندان کے ساتھ ہی گزری۔ آپ ایک بلند مرتبہ، دراز قد اور وجیہ شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً 100 سال سے تجاوز کر گئی ہے، آپ کی اولادوں میں محمد صغیر خان مقیم سعودیہ بسلسلہ روزگار، محمد سعید ملازم سعودی ایمبیسی اسلام آباد اور نعیم نجمی مقیم سعودیہ بسلسلہ روزگار ہیں۔ محمد نعیم نجمی ایک اچھے سوشل نیٹ ورک رکھنے والے وجیہ شخصیت کے مالک ہیں، آپ کا شمار منگرال کمیونٹی میں اچھے نام سے کیا جاتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ منگرال خانوادوں سے اپنی راہ و رسم بڑھائی اور قوم کے لیے اچھے جذبات رکھتے ہیں۔ راقم سے نعیم نجمی کا تعلق کافی پرانا ہے۔

اسی خاندان سے جمس خان بھی ایک باریش اور اخلاص سے بھرپور شخصیت کا نام ہے۔ آپ کی اولادوں میں نواز خان، ریاض خان، فیاض خان، حوالدار اعجاز خان اور سجاد خان ڈپٹی ڈائیرکٹر انٹیلی جنس شامل ہیں۔ جبکہ اول الذکر اولادیں اپنے کاروبار سے منسلک ہیں۔

اس خاندان میں ایک اور بزرگ راجہ صفدر علی خان نہایت معروف شخصیت تھے جن کے معاملات راجہ افسر خان صاحب کی طرح بہت وسیع تھے۔ آپ ملنسار، مہمان نواز اور ایک سخی شخصیت وطبیعت کے حامل تھے۔ اس علاقہ کے چھوٹے قبائل آپ سے بہت محبت رکھتے تھے اس کی وجہ شاید آپ کی سخاوت ہی تھے۔ آپ نے عقد سدھن گھرانے سے کیا اور آپ کی اولادمیں بھی رشتہ داری سدھن فیملی ہی میں کی گئی۔ آپ کے دو بیٹے تھے علی اصغر اور اور علی اختر۔ علی اصغر کی اولادمیں سے راجہ زاہد حسین صاحب نہ صرف راولاکوٹ میں معروف شخصیت گردانے جاتے ہیں بلکہ پنڈی صدر کے علاقہ میں بھی آپ کے نام کا طوطی بولتا ہے۔ آپ کا پیشہ ہوٹل سے وابستہ ہے اور آپ اپنے پیشے کے علاوہ سماجی وسیاسی معاملات میں بھی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ آپ کی دو اولادیں عاصم زاہد اور عامر زاہد ہیں، جو آپ کے شریک کاروبار ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائی راجہ نقی محمد خان علاقہ کی آپ ہی کی طرح ایک اہم شخصیت ہیں، جو خاص طور پر سیاسی حوالہ سے جانے جاتے ہیں۔ آپ کی اولادوں میں راجہ رئیس خان، راجہ شعیب خان اور راجہ حمزہ خان شامل ہیں جو ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ راجہ علی اصغر کے بھائی راجہ علی اختر کی اولاد مصطفیٰ کمال اور عاطف اختر ہیں جو مقیم کراچی ہیں۔ راجہ صفدر علی کے بھائی عبدالرحمان کی اولاد درسرائے خربوزہ اسلام آباد میں رہائش رکھتی ہے جہاں پر آپ کی خرید جائیداد بطور زرعی زمین اچھی خاصی ہے، آپ عدالتی پیشہ سے منسلک اسٹام فروش ہیں۔ آپ کی اولادمیں عرفان عارف اور عسقان عارف شامل ہیں۔

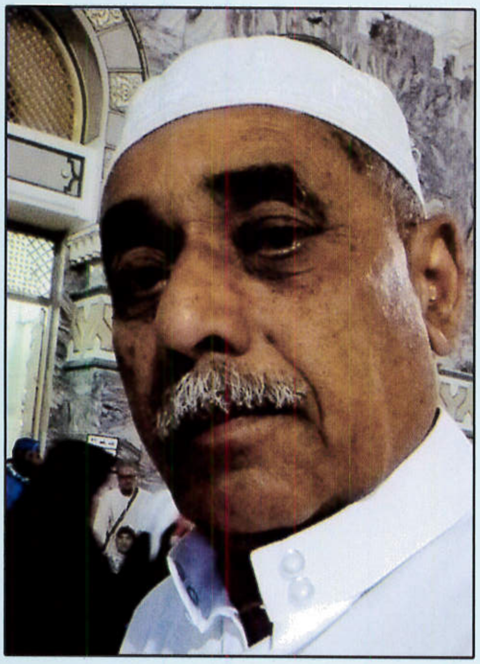
اسی خاندن کے شجرہ سے راجہ مردان خان کی دو اولادیں ہیں راجہ موسیٰ خان اور راجہ وارث خان۔ راجہ موسیٰ خان کی اولاد پانیولہ راولاکوٹ میں آباد تھی جو بعد میں پاکستان چلے گئے۔ جبکہ راجہ وارث علی کی اولاد لاہور کے علاوہ تراڑ دیوان میں بھی موجود ہے۔ راجہ وارث خان کے بیٹے راجہ رستم علی خان کی اولادمیں راجہ سجاول خان اور راجہ دلاور خان ہیں۔ راجہ سجاول کی اولادمیں میر محمد خان اور عبدالرزاق کاشمیری اہم شخصیات ہیں۔ میر محمد خان کی اولادمیں ایک بیٹا پی ڈبلیو ڈی کی ملازمت میں ہے اور دوسرا اپنے کاروبار سے وابستہ ہے۔ راجہ عبدالرزاق کاشمیری اس وقت اس خاندان میں ایک اہم شخصیت گردانے جاتے ہیں اور تراڑ دیوان کے اس خاندان میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کچھ عرصہ پہلے تک اسلام آباد میں مقیم تھے اور پراپرٹی کے پیشہ سے منسلک رہے۔ آپ نے اپنی تعلیم لاہور میں ہی حاصل کی وہیں سے شادی بھی کی۔ حال ہی میں آپ اپنے


راولاکوٹ بنجوسہ جھیل






صوبیدار راجہ اطہر خان



راجہ عبدالرزاق کاشمیری



عاقب رزاق



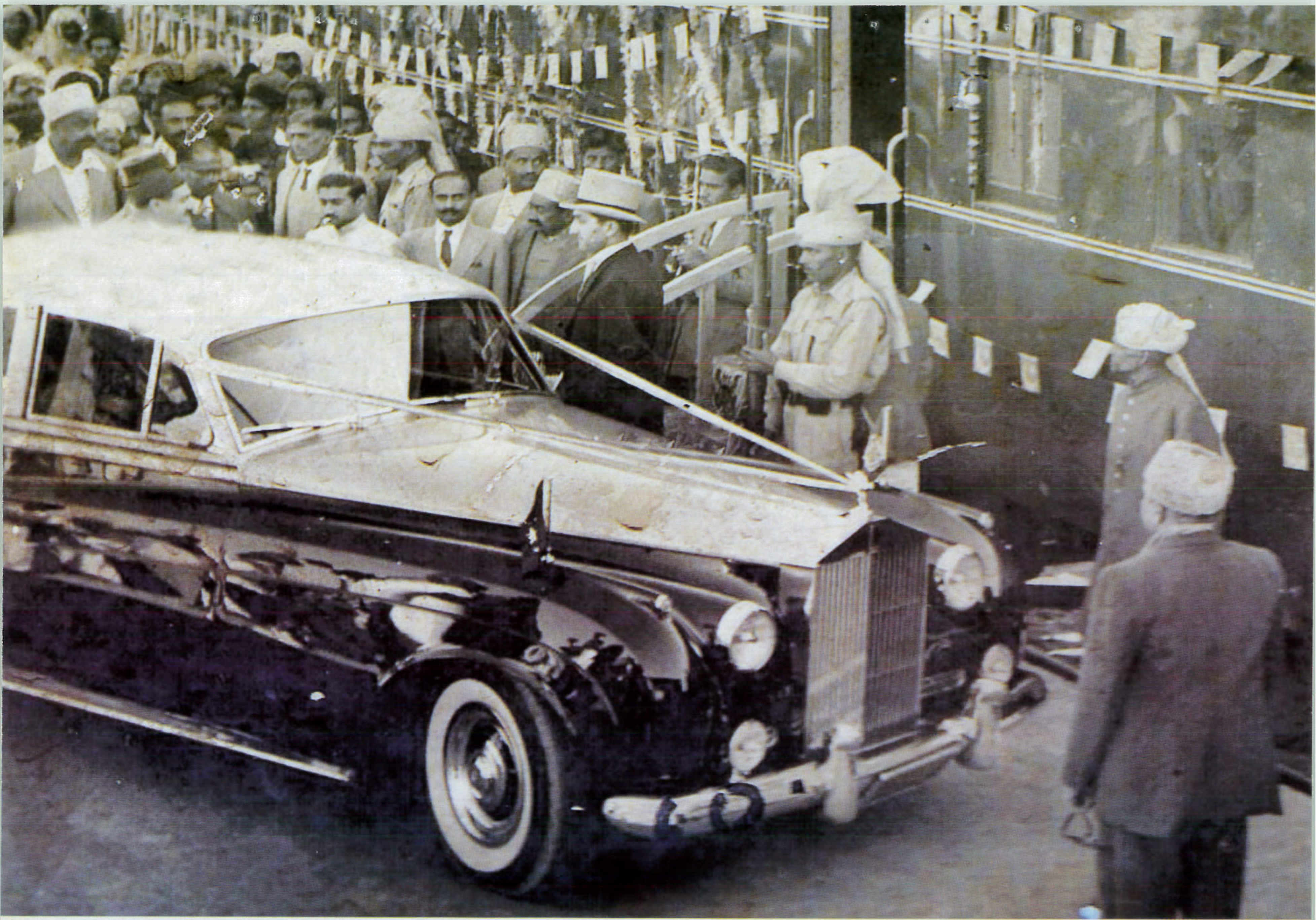
ثاقب رزاق



ثاقب عزیز



کاشف رزاق



راجہ عبدالرحمن منگرال نواب آف خیر پور کو گارڈ آف آنر پیش کرتے ہوئے

دوران ہی موضع پتراٹھ کے ملدیال قبیلہ کے معززین نے گاؤں پتریاٹھ میں زمینیں آبادکاری کے لیے دیں۔ چونکہ پتراٹھ ایک خوبصورت جگہ، اور مرکزی پگڈنڈی سے قریب تھالہذا ان حضرات نے پتراٹھ میں رہائش اختیار کرلی۔ کہتے ہیں بندوبست میں ان حضرات نے زمینیں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں کے ملدیال قبیلہ کے سرداروں نے با اسرار زمینیں ان حضرات کے نام کروائیں کہ یہ اب شادی شدہ ہیں اور ان کی اولادیں یہیں پروان چڑھیں گی۔ چنانچہ ستار محمد صاحب نے پتراٹھ کو ہی جائے رہائش کے طور پر اختیار کرلیا چونکہ نامدار صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی لہذا محکمہ مال ریکارڈ میں ان کا نام نہ آسکا۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ انھوں نے کہیں ہجرت کرلی تھی یا پھر بندوبستی ریکارڈ مرتب ہونے سے قبل ہی انتقال کرگئے۔

ستار محمد کے بڑے بیٹے جمعہ خان کی شادی سدھن گلی کے موضع ریڑھ بن میں سدھن قبیلہ سے ہوئی جبکہ دوسرے بیٹے گل خان کی شادی راولاکوٹ سدھن قبیلہ سے ہوئی۔ جمعہ خان عین عالم شباب میں 1925ء میں انتقال کر گئے اور ایک بیٹا جس کا نام محمد علی تھا چھوڑا۔محمد علی کی شادی راولا کوٹ کے قریب مجاہد آباد کے موضع کچھیں میں سدھن قبیلہ میں ہوئی جبکہ محمد علی ایک عرصہ تک بصرہ میں ملازمت کرتے رہے بعدازاں بیمار پڑ گئے اور پتراٹھ میں ہی بیماری کی حالت میں 1960ء میں انتقال ہوا۔آپ کے دو بیٹے غلام حسین اور غلام حیدر ہیں۔

روایت ہے کے ستار محمد اور نامدار اور پھر ستار محمد کے بیٹے جمعہ خان اور گل خان اپنے آبادئی علاقہ کوٹلی کبھی کبھار جاتے رہتے تھے۔اور پتراٹھ کے لوگوں میں سے بعض حضرات نے ان کے ساتھ کوٹلی کا دورہ بھی کیا، بعدازاں رسل و رسائل کی سہولت نہ ہونے اور زندگی کے دیگر مسائل مثلاً غربت، قحط سالی اور بیماری وغیرہ کے باعث وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آنے والی نسلوں میں آنا جانا مفقود ہوگیا اور ناخواندگی کی وجہ سے کوئی چیز تحت ریکارڈ بھی نہ لائی جاسکی تاہم یہ حضرات کوٹلی کے ساتھ پنجیڑہ، سرساوہ، سہنسہ، تھروچی وگلپور وغیرہ سے اپنا تعلق بیان کرتے تھے۔ یہ تذکرے زبانی ہی آج تک کی نسلوں تک پہنچے ہیں۔

محمد علی کے بڑے بیٹے غلام حسین مرحوم کے چار بیٹے علی افسر خان، علی محمد خان، گل افسر خان اور محمد سجاول خان حیات ہیں۔مرحوم کا انتقال 2007ء میں ہوا۔محمد علی کے دوسرے بیٹے غلام حیدر کے تین بیٹے محمد اکرم، محمد سلیم اور محمد کبیر بقید حیات ہیں۔مرحوم کا 2006ء میں انتقال ہوا۔آپ برٹش آرمی میں بھی رہے اور حوالدار میجر ریٹائر ہوئے۔ بعدازاں PIA میں سروس کی اور ریٹائر ہوئے۔موضع پتراٹھ میں بعض دیگر شخصیات کا مختصر احوال درجہ ذیل ہے

راجہ علی افسر خان غلام حسین مرحوم کے بیٹے ہیں۔فوج میں بھرتی ہوکر جلد ہی ریٹائر ہوئے۔عوام علاقہ میں ہر دلعزیز ہونے کی وجہ سے آپ کو گزشتہ بلدیاتی الیکشن میں ممبر منتخب کیا گیا اور وائس چیئرمین یونین کونسل جگلڑی بنے۔آپ کے پانچ بیٹے ہیں جو شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں اور برسرروزگار ہیں۔ان کے بیٹے سجاد حیدر عالم دین ہیں اور مشتاق علی پولیس کانسٹیبل ہیں۔تیسرے بیٹے شوکت علی اسلام آباد میں لیب ٹیکنیشن کے طور پر سروس کرتے ہیں۔

راجہ محمد سلیم خان، غلام حیدر خان مرحوم کے بیٹے ہیں۔تعلیم یافتہ وضع دار شخصیت ہیں۔بطور سینئر معلم اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علاقہ بھر میں نامور استاد و معلم کی حیثیت میں پہچانے جات ہیں۔آپ کے چار بیٹے ہیں اور ایک بیٹی ہے۔دو بیٹے بیرون ملک ہیں، جبکہ ایک بیٹا محمد عامر سلیم پوسٹ گریجویٹ ہے اور ایک بیٹی اقرا سلیم بی ایس کی سٹوڈنٹ ہے۔

راجہ محمد سجاول خان، غلام حسین خان کے فرزند ہیں۔ گریجویشن کے بعد محکمہ تعلیم میں بھرتی ہوئے۔آزادکشمیر پبلک سروس کمیشن کے امتحان

گھرانے سمیت امریکہ رہائش پذیر ہو گئے جہاں آپ نیو یارک میں ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے منسلک ہیں۔آپ کی سماجی خدمات اس خاندان میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔آپ کے تین بیٹے ہیں۔سب سے بڑے ثاقب رزاق سافٹ ویئر انجینئر ہیں،آپ نے انجینئرنگ کی ڈگری بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد سے حاصل کی آپ آئی ٹی کے پیشہ ہی سے منسلک ہیں۔منجھلے بیٹے راجہ عاقب رزاق ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور اکاؤنٹس مینیجر کام کرتے ہیں آپ نے ایم بی اے محمد علی جناح یونیورسٹی اسلام آباد موجودہ کیپیٹل یونیورسٹی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، سے کیا۔سب سے چھوٹے بیٹے راجہ کاشف رزاق ہیں جنھوں نے ایم بی اے کوالالمپور ملائشیا سے کیا اور آج کل امریکہ ہی میں رہائش پذیر ہیں اور ہوٹل کے پیشہ سے ہی منسلک ہیں۔راجہ کاشف رزاق راولپنڈی کے مشہور منگرال راجگان راجہ نذیر احمد خان کے گھرانے کے داماد ہیں جہاں ان کی رشتہ داری دھنیال گھرانہ سے راجہ رفیق مرحوم (جو راجہ نذیر احمد کے بہنوئی تھے) کے گھر میں ہے۔راجہ سجاول خان کے بھائی راجہ دلاور خان کا ایک ہی بیٹا ہے سیف اللہ خان جو حال مقیم لندن ہے۔

راجہ موسیٰ خان پانیوالہ کی اولاد زیادہ تر راولپنڈی میں آباد ہے جن میں کچھ اشخاص کے نام حسب ذیل ہیں۔راجہ جہانداد خان اوران کی اولادیں راجہ غلام حسین،صوبیدار باقر علی خان،راجہ اسماعیل خان وغیرہ۔

تراڑ ہی کے مقام پر راجہ فضل خان کی اولاد بھی آباد ہے۔آپ کی اولادوں میں دو بیٹوں کی آگے اولادیں راجہ لال خان،راجہ غلام خان، یہاں اپنے اپنے کاروبار سے منسلک ہیں اور روزگار زندگی چلاتے ہیں۔حسب ذیل میں کچھ نام درج ہیں۔محمد حسین،سید محمد،محمد عظیم،محمد رفیق،محمد سرور،محمد انور،میر اکبر مرحوم لاولد،محمد حنیف،محمد شبیر حال مقیم نیو یارک امریکہ،محمد صادق،محمد امتیاز،محمد عمران،محمد کامران،محمد سلیم،محمد مشتاق،محمد ظہیر،محمد جمیل،محمد نصیر،محمد سعید،محمد سدھیر وغیرہ۔

## ضلع باغ کے منگرال راجگان

راولاکوٹ سے متصل ضلع باغ میں راجہ ستار محمد کی اولادیں رہتی ہیں۔آگے چل کر ایک ان اولادوں میں سے ایک بھائی کی اولاد راولاکوٹ میں مقیم ہوئی۔اس خاندان کی بابت معلومات راجہ محمد سلیم خان آف پتریاٹہ باغ نے دیں اوران کا جس طرح سے مسودہ موصول ہوا،اس کا متن ایسا تھا کہ اس کو من وعن شائع کیا جارہا ہے۔اس کے علاوہ منڈول عباس میں بھی منگرال قبیلہ آباد ہے۔

مشہور اور معتبر روایت ہے کہ کوٹلی سے دو بھائی ستار محمد اور نامدار مہاراجہ کی پولیس میں بھرتی ہوئے۔ان کے والد کا نام علی محمد تھا۔سری نگر میں ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد ان دونوں بھائیوں کو پونچھ کے راجہ نے باغ کی مالگزاری پر مامور کیا اور یہ دونوں بھائی لوگوں سے مالیہ اکھٹا کر کے پونچھ بھیجا کرتے تھے۔مستند روایات وآثار قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل باغ آئے۔چونکہ دونوں بھائی پونچھ کے راجہ کی طرف سے مامور تھے لہذا با اختیار تھے۔بایں وجہ مقامی قبائل نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اوران کو کافی پذیرائی حاصل ہوئے۔پھر دونوں حضرات عین جوانی میں تشریف لائے لحاظہ دونوں نے وہاں پر ہی شادیاں بھی کرلیں اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔بہرحال یہ واقعہ 1846ء کے بعد کا ہے۔

بڑے بھائی ستار محمد خان نے موضع کفل گڑھ میں نارمہ راجپوت خاندان سے شادی کی،جبکہ چھوٹے بھائی نامدار نے کھکھہ خاندان سے شادی کی۔ستار محمد کے دو بیٹے ہوئے ایک کا نام جمعہ خان اور دوسرے بیٹے کا نام گل خان تھا۔موضع پتراٹہ میں آباد منگرال جمعہ خان کی اولادیں ہیں جبکہ دوسرے بیٹے گل خان کی اولاد موضع پڑاٹ راولاکوٹ میں آباد ہے۔

ستار محمد اور نامدار ایک عرصہ تک کفل گڑھ قیام پذیر رہے اور وہیں سفر آخرت بھی اختیار کیا اور وہیں مدفون ہیں۔کفل گڑھ کے قیام کے


باغ آزاد کشمیر



راجہ اعجاز احمد خان



ماسٹر راجہ محمد سلیم خان



راجہ عمران خان



سینئر ہیڈ ماسٹر راجہ محمد سجاول خان

میں ریاست بھر میں اول پوزیشن حاصل کی اور صد معلم تعینات ہوئے۔ آج کل ہائی سکول ارجہ میں بطور صدر معلم اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا حافظ نعمان احمد COMSATS اسلام آباد میں ایم فیل انگلش کا طالب علم ہے۔ جبکہ دیگر بیٹے اور بچیاں بھی زیر تعلیم ہیں۔

راجہ محمد کبیر خان، غلام حیدر مرحوم کے فرزند ہیں۔ ایئر فورس میں چیف ٹیک ریٹائر ہوئے دس سال سے زائد عرصہ ہوا۔ کویت میں ملازمت کرتے ہیں۔ ان کے دو بیٹے عمران اور یاسر دوبئی میں سیکیورٹی گارڈز ہیں۔

گل افسر خان، غلام حسین مرحوم کے فرزند ہیں۔ سعودیہ میں ملازمت کرتے رہے اور آج کل بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں پراپرٹی کے کام سے منسلک ہیں۔ ان کے دو بیٹے پہلی شادی کے ہیں۔ قمر اقبال جو دبئی میں کام کرتے ہین اور دوسرا بیٹا ظفر اقبال پاک فوج میں حوالدار ہے۔ دوسری بیوی کے بطن سے تین بیٹے کامران، عمران اور رضوان ہیں جو ایبٹ آباد میں آباد ہیں۔

الحاج محمد اکرام خان، غلام حیدر مرحوم کے بڑے بیٹے ہیں۔ دوکاندار ہیں ان کے دو بیٹے نسیم اور نوید ہیں۔ نوید اکرام فوج سے بورڈ پنشن ریٹائر ہوئے ہیں۔

باغ سے ستار محمد کے دوسرے فرزند گل خان جو عالم دین بھی تھے راولاکوٹ چلے گئے وہاں وہ درس وتدریس کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور وہیں پر شادی بھی کر لی۔ بعدازاں موضع پڑاٹ میں پہلے سے آباد منگرال قبیلہ کے افراد ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ گل خان کے بیٹے سمندر علی کی شادی پڑاٹ کے سدھن قبیلہ سے ہوئی۔ سمندر علی اور ان کے بیٹے عطر خان کی اولاد دختری حقوق کے تحت جائیداد زمین میں آباد ہیں۔ موضع پڑاٹ میں آباد ان منگرال قبیلے کے نمایاں افراد کا تذکرہ مختصر تذکرہ پیش ہے۔

سمندر علی خان برٹش آرمی میں بھرتی ہوئے اور نمایاں خدمات کی بنا پر ایوارڈ وانعام سے نوازا گیا۔ تحریک آزادی کشمیر میں بھرپور حصہ لیا اور ڈوگرہ افواج کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ کہتے ہیں کہ تحریک آزادی کشمیر کے دوران راجہ سخی دلیر سمندر علی سے ملاقات کی غرض سے پڑاٹ آئے تھے۔ سمندر علی بہت بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل، تعلیم یافتہ انسان تھے۔

عطر خان مرحوم، سمندر علی کے بیٹے تھے۔ برٹش آرمی میں رہے، آزادی کے بعد برٹش آرمی چھوڑ کر پاک آرمی جوائن کی اور صوبیدار میجر کے عہدہ تک ترقی پائی۔ انتہائی باوقار، نفیس اور نظم وضبط کے پابند اور پڑھے لکھے فرد تھے۔ علاقہ میں انتہائی معتبر تھے۔ آپ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تاحیات ہیں۔ آپ کی بہترین تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے تمام بیٹے اور ایک بیٹی تعلیم یافتہ ہوئے اور اعلی عہدوں تک پہنچے۔

محمد اختر، عطر خان مرحوم کے بڑے بیٹے تھے۔ پی آئی اے سے آفیسر ریٹائر ہوئے۔ کراچی قیام پذیر ہیں۔ ایک بیٹا ثناءاللہ اختر خان کینیڈا مقیم ہے اور ایک بیٹا وقار اختر خان دبئی ایئرویز میں انجینئر ہے۔ عطر خان مرحوم کے بیٹے محمد اصغر خان طویل عرصہ بیرون ملک رہے۔ محمد اصغر خان کے بڑے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر ناصر علی خان بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ ریاضی کے استاد ہیں۔ امریکہ سے PhD کیا محمد اصغر کے دوسرے بیٹے پروفیسر ڈاکٹر عامر علی خان قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد مین جیوفزکس کے پروفیسر ہیں۔ آپ نے ناروے سے PhD کی ہے۔

عطر خان مرحوم کے بیٹے، شیر افسر کرنل ریٹائر ہیں۔ آپ نے 1967ء میں فوج میں بطور کمیشن آفیسر شمولیت اختیار کی۔ آپ نے سٹاف کالج کوئٹہ میں اور PMA کا کول میں بطور چیف انسٹرکٹر اپنی خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا عمر علی خان سافٹ

ویئر انجینئر ہے جبکہ ایک بیٹی سعدیہ پاک آرمی میں میجر ہیں جو پاکستان آرمی کی پہلی خاتون پیراٹروپر بھی ہیں۔ دوسری بیٹی ہما ڈاکٹر ہیں۔ کرنل صاحب کی رہائش راولپنڈی میں ہے۔

پروفیسر غلام مصطفےٰ تبسم مرحوم، پوسٹ گریجویٹ کالج راولاکوٹ سے ریٹائر ہوئے۔ فروری 2014ء میں دوران سفر راولپنڈی سے راولاکوٹ جاتے ہوئے آپ ایک کار حادثے میں انتقال فرما گئے۔ مرحوم کے ہمراہ ان کی بیٹی ڈاکٹر سلمٰی جو LUMS میں انگریزی کی پروفیسر تعینات تھیں، بھی انتقال فرما گئیں۔ مرحوم کے دو بیٹے زیر تعلیم ہیں اور دو بیٹیاں ہیں ایک بیٹی ڈاکٹر مرینہ MBBS کے بعد سپیشلا ئیزیشن کر رہی ہیں اور ایک بیٹی ایوب میڈیکل کالج میں MBBS کی طالبہ ہیں۔

محمد ظفر خان بھی عطر خان مرحوم کے بیٹے ہیں جو ISI سے آفیسر ریٹائر ہوئے اور آجکل اسلام آباد میں قیام پذیر ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ محمد ارشد خان عطر خان کے سب سے چھوٹے بیٹے ہیں۔ ٹیچر ریٹائر ہوئے ان کے ایک بیٹے فیصل علی خان نے ٹیکسلا یونیورسٹی سے ڈیزائن انجینئرنگ میں ایم فل کیا ہے۔ پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے آج کل مظفرآباد ڈائریکٹوریٹ میں ڈیزائننگ انجینئر تعینات ہیں۔ ارشد صاحب کی بیٹی صدف سلطانہ NDU سے PhD کر رہی ہے۔

ڈاکٹر رضیہ سلطانہ MBBS کے بعد سرکاری ہسپتال میں تعینات ہوئیں۔ CMH راولاکوٹ بطور میڈیکل آفیسر تعینات ہوئیں اور وہیں سے ریٹائر ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحبہ سابق امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر ڈاکٹر اعجاز افضل کی اہلیہ ہیں۔

## موضع پڑاٹ راولاکوٹ میں آباد منگرال قبیلہ کے افراد

محمد افسر خان، محمد امین خان، غلام حسین، فروز خان، محمد امیر خان، محمد اکبر خان، امام دین، ممتاز خان، مکھن خان، جاوید خان، حمید خان، عبدالرزاق خان، سلیم خان وغیرہ۔ ان کی اکثر رشتہ داریاں سدھن قبیلہ کے ساتھ ہیں اور آپس کی بھی رشتہ داریاں ہیں۔

## ضلع باغ کے موضع پنیالی اور جگلڑی میں آباد منگرال راجپوت

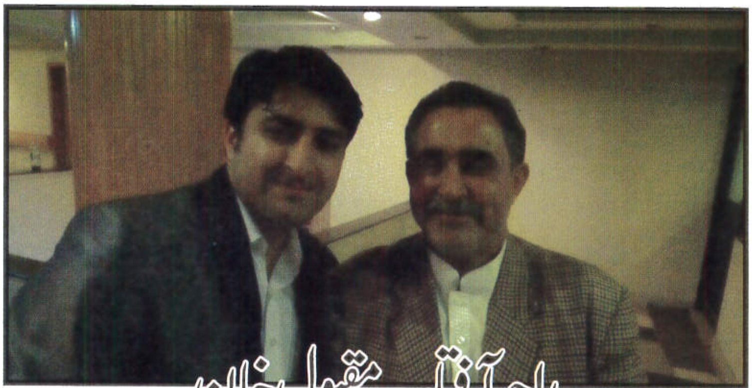
کوٹلی پنجیڑہ سے تعلق رکھنے والے پیر بخش اور ان کے دو بیٹے قاسم علی اور حیات خان ہیں۔ حیات خان کی اولاد پنیالی میں آباد ہے ان کے بیٹے فقیر خان اور فتح دین ہیں اور آگے ان کے بیٹے فتح دین کے صدیق خان، عبدالکریم خان، فیض العالم خان اور سہیل خان ہیں۔ یہ حضرات ایبٹ آباد اور صوابی ٹوپی میں بیکری کا کاروبار کرتے ہیں۔ صدیق خان کے بیٹے حفیظ خان کوہ نور بیکری ایبٹ آباد کے مالک ہیں۔

قاسم علی کی اولاد جگلڑی کے محلّہ باچھاڑ میں آباد ہے۔ قاسم علی کے بیٹے عالم دین تھے۔ جس کے دو بیٹے راجہ محمد بشیر اور راجہ مقبول ہیں۔ یہ دونوں حضرات حویلیاں اور ہری پور میں آباد ہیں اور بیکری ہی کے کاروبار سے وابستہ ہیں۔

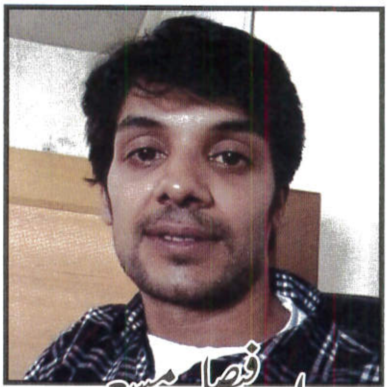
انہی میں سے فیض اکبر، بلوچ خان اور فرید خان بھی ہیں جو محلّہ باچھاڑ میں آباد ہیں اور بیکری کے کاروبار سے ہی منسلک ہیں۔ ان کی اولادیں اب تعلیم یافتہ ہیں۔ ان حضرات کی اکثر رشتہ داریاں نارمہ، سدھن اور کھکھہ راجپوتوں سے ہیں۔ کاروباری ہونے کی واجہ سے یہ خاندان کافی خوش حال ہیں۔ زلزلہ 2006ء کے بعد یہ خاندان تقریباً ایبٹ آباد، ہری پور و حویلیاں ہی میں آباد ہو چکے ہیں۔ باغ شہر سے تقریباً 15 کلو میٹر کے فاصلہ پر ڈھلی کے مقام پر منگرال قبیلہ کی خاصی تعداد آباد ہے۔ لیکن دوری کی وجہ سے ان لوگوں تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔

مزید برآں شجاع آباد سے اوپر بانڈی کوٹھیاں میں بھی منگرال قبیلہ کے چند افراد آباد ہیں۔ اسی طرح باغ شہر سے تھوڑا آگے بھونٹ کے

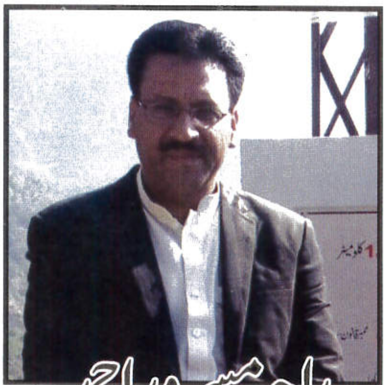

کوہالہ پل مظفرآباد



راجہ آفتاب مقبول خان



راجہ فیصل مسعود



راجہ مسرور احمد



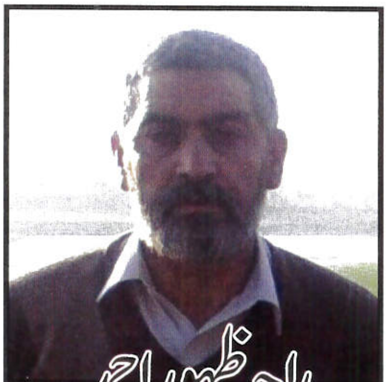
فرحان جلیل



راجہ فرخ جلیل



راجہ اسد رحمانی



راجہ ظہور احمد



راجہ فہد رحمانی

مقام پر بھی منگرال قبیلہ کے کچھ لوگ آباد ہیں، جن میں سے ایک شخص سے راقم کا رابطہ کتاب پرنٹ ہونے سے بس ایک دن ہی پہلے ہوا جن کا نام راجہ گلفراز خان ہے جو فوج سے ریٹائر ہیں۔

## راولاکوٹ موٹاریں میں مقیم منگرال خاندان

راولاکوٹ میں ہی موضع موٹاریں کے مقام پر مصدر علی خان کی اولاد رہائش پذیر ہے جن میں جعفر علی، باغ علی، شیر علی، محمد روشن محمد شریف وغیرہ اوران کی اولادیں محکمہ مال ریکارڈ کے مطابق منگرال خاندان سے ہیں۔ ان میں راقم سے ایک شخص راجہ اعجاز علی خان کا رابطہ کتاب شائع ہونے سے چند دن پہلے ہوا، جس کی بنا پر زیادہ تفصیل درج نہ ہوسکی۔

## منڈھول، عباس پور، ہجیرہ کے راجگان منگرال

معلم راجہ منیر احمد خان، معلم راجہ عبدالرحمان اور ہیڈ ماسٹر بشیر صاحب اس علاقہ کے مشہور منگرال راجگان ہیں۔ ہجیرہ میں راجہ محمد سید خان کی اولاد موضع پنا کھا میں آباد ہیں جن کی زیادہ تر رشتہ داری سدھن قبائل سے ہے۔ آپ کے گھرانہ میں مشہور شخصیات راجہ محمد ارشد خان، راجہ محمد روشن خان، راجہ ریاض خان، راجہ محمد تاج خان، راجہ محمد نیاز خان، راجہ محمد جمیل خان، راجہ محمد صابر خان، راجہ عبدالرحمان خان، راجہ محمد خادم خان، راجہ فیضان خان، راجہ عمران خان، راجہ فتح محمد خان مرحوم، راجہ نیاز علی خان مرحوم وغیرہ شامل ہیں۔ راجہ امین خان کراچی، راجہ حمید خان جیو پروڈیوسر، راجہ عامر خان ایڈیٹر ہم چینل، راجہ نوید خان نیب آفیسر۔ باغ سے ہی ایک اور فیملی راجہ شوکت خان صاحب کی ہے جو صدر راولپنڈی میں پراپرٹی کا کام کرتے ہیں۔ حاجی نذیر احمد خان، محمد افسر مرحوم صاحب کی فیملی ناڑ شیر علی خان یونین کونسل میں آباد ہے۔ محمد اسماعیل خان، محمد حسین، راجہ نعیم اقبال، صوبیدار راجہ عظیم خانا آف عباس پور منگرال قوم سے ہیں۔ راجہ ابرار عظیم، راجہ عظیم خان کے بیٹے ہیں اور آپ بارہ می ں یونیورسٹی آف سینٹرل پنجاب یں زیر تعلیم ہیں۔

## ہٹیاں بالا میں مقیم منگرال خاندان

مظفر آباد میں ہٹیاں بالا کے مقام پر ایک منگرال خاندان آباد ہے جن کے کچھ لوگ اوڑی نامبلہ مقبوضہ کشمیر میں بھی آباد ہیں۔ راجہ آفتاب مقبول خان مظفر آباد میں بطور سینئر وائس ایگزیکٹو نیشنل بنک کی ملامت میں ہیں، راجہ مسرور منگرال محکمہ برقیات میں ایس ڈی او ہیں، عبید ظہور خان سعودیہ میں مقیم ہیں اور سیفٹی انجینئر ہیں۔ راجہ محمود HEB آزاد کشمیر کے محکمہ سے وابستہ ہیں اور چیل بانڈی مظفر آباد میں مقیم ہیں۔ فرحان جلیل ہٹیاں بالا سافٹ ویئر انجینئر ہیں۔ راجہ فرخ جلیل نیشنل بنک آف پاکستان مظفر آباد برانچ میں بطور آفیسر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی خاندان سے صدرالدین منگرال مقبوضہ کشمیر میں ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہیں اور اکثر آزاد کشمیر آتے جاتے رہتے ہیں۔ محمد مسعود احمد راجہ محکمہ برقیات سے بطور اسسٹنٹ ڈائیریکٹر ریٹائر ہوئے ہیں۔ انجینئر راجہ فیصل مسعود آج کل مظفر آباد میں ایک پاور پروجیکٹ کے انچارج ہیں۔ اس خاندان کے ہی ایک بزرگ راجہ رحمت اللہ خان رحمانی، شعبہ تعلیم سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا ایک سکول چلا رہے ہیں، جبکہ آپ کے بیٹے راجہ اسداللہ خان رحمانی بھی اسی سکول سے ہی اپنے تدریسی پیشہ سے وابستہ ہیں۔

## مقبوضہ کشمیر میں مقیم منگرال خاندان

محلہ سلپتھر، تحصیل اوڑی ضلع بارامولا مقبوضہ کشمیر میں منگرال خانوادوں کی ایک اچھی خاصی تعداد آباد ہے۔ بشارت حسین منگرال ولد راجہ

گلاب حسین اسی گاؤں سے ہیں، آپ کا تعلق انڈیا پولیس کے محکمہ سے ہے۔ ڈاکٹر شبیر منگرال صاحب کا تعلق بھی اسی منگرال خاندان سے ہے جو کئی دفعہ مقبوضہ علاقہ سے جموں کشمیر پیپلز ڈیموکریٹ پارٹی کے ٹکٹ سے الیکشن لڑ چکے ہیں، اور علاقہ میں ایک اہم سیاسی و سماجی مقام کے حامل ہیں اسی علاقہ سے عبدالاحد منگرال صاحب بھی ایک منجھے ہوئے سیاست دان ہیں اور مقامی سیاست میں آپ کا ایک اہم رول ہے۔ راولپنڈی پاکستان کے علاقہ چاہ سلطان میں راجہ لعل دین منگرال مرحوم جو منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کے نمایاں ناموں میں سے ایک تھے، اسی خاندان کے سپوت تھے۔

## بھمبر میں مقیم منگرال خاندان

کوٹ جیمل بھمبر آزاد کشمیر میں منگرال خاندان کے تقریباً دو سو گھرانے آباد ہیں۔ یہ منگرال خاندان راجوری سے 1947ء میں ہجرت کر کے کوٹ جیمل میں آ کر آباد ہوا۔ اس خاندان کے سرکردہ راجہ گل محمد خان ہیں جن کے آباؤ اجداد کا تعلق سائیلنہ سہنسہ کوٹلی کے کسی خاندان سے ہے۔ جو کسی وجہ سے نقل مکانی کر کے راجوری جا کر آباد ہوئے اور جنگ آزادی کشمیر کے بعد یہ خاندان بھمبر میں آباد ہے۔ اس خاندان کا ایک قدیمی شجرہ محکمہ مال راقم کے پاس محفوظ ہے۔

راجہ نواب خان کا واحد بیٹا راجہ زکریہ خان تھا۔ راجہ زکریہ خان کے دو بیٹے راجہ محمود خان اور لشکری خان تھے۔ راجہ گل محمد خان کا خاندان اسی لشکری خان کی اولاد میں سے ہے۔ راجہ لشکری خان نے علاقہ سائیلنہ سے راجوری نقل مکانی کی تھی۔

راجہ گل محمد کو قوم منگرال کے لیے بڑی تڑپ اور لگن تھی۔ آپ ایک باوقار و با اخلاق شخصیت کے حامل اور ملنسار شخصیت تھے۔ راجہ گل محمد خان کا بڑا بیٹا راجہ محمد اصغر محکمہ تعلیم میں مدرس ہے اور چھوٹا بیٹا راجہ محمد اکرم خان محکمہ برقیات میں لائن سپرینٹنڈنٹ ہے۔

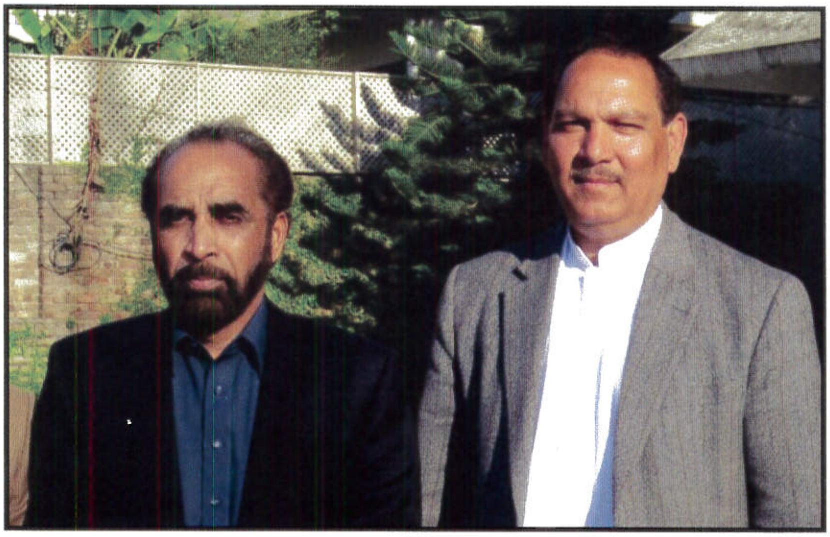
## میرپور کے منگرال خاندان

میرپور منگلا ڈیم کے مقام پر فتح پور نامی گاؤں منگرال مکینوں کا مسکن رہا ہے۔ جہاں سے راجہ عارف خان صاحب کونسلر برنلے انگلینڈ کا گھرانہ منگلا ڈیم بننے کی وجہ سے ہجرت کر کے جہلم پنڈ رتوال نزد ٹالیاں والا (جہلم ڈگری کالج) گیا اور وہاں سے اس گھرانے کی اکثریت انگلینڈ میں آباد ہے۔ راجہ عارف خان صاحب 1963 نومبر میں انگلینڈ گئے اور اپنی محنت شاقہ سے نہ صرف انگلینڈ میں اپنے کاروبار میں اپنے قدم جمائے بلکہ سیاسی بصیرت رکھنے والے اس گھرانے میں اس وقت راجہ عارف خان اور ان کا بڑا بیٹا راجہ آصف کونسلر برنلے ہیں۔ آپ کی ایک بیٹی شبانہ خان برٹش ڈپلومیٹک آفیسر ہیں جبکہ پاکستان میں برٹش ایمبیسی کی آپ عرصہ تین سال تک ڈپلومیٹک آفیسر تعینات رہیں۔ آپ تعلیمی لحاظ سے وکیل ہیں اور برٹش فارن آفس میں اس وقت اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اس خاندان میں ایک اور اہم سپوت بیرسٹر راجہ ہارون رشید، برنلے وکالت کرتے ہیں۔ راجہ عارف خان کے بھتیجے راجہ محمد پرویز خان بھی کونسلر ہیں اور لیبر پارٹی میں لیڈر آف ضلع کونسل ہیں۔ آپ پیشے کے لحاظ سے سائنسدان ہیں۔ اس فیملی نے تعلیم کے میدان میں بہت اہم کردار ادا کیا اور انگلینڈ میں اہم مقام بنایا۔ منگلا ہی کے مقام پر پرانی ڈڈیال گاؤں سے راجہ شوکت عزیز خان صاحب کی فیملی آباد تھی جو جھیل کے پھیلاؤ کی وجہ سے اب نئی ڈڈیال شہر میں مقیم ہے۔ راجہ شوکت عزیز اس وقت انگلینڈ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ وہاں پر موٹر مکینک کی ورکشاپ چلا رہے ہیں۔ آپ 1991ء میں انگلینڈ گئے تھے۔ آپ انگلینڈ میں مڈلینڈ والسال کے مقام پر مقیم ہیں۔ اس فیملی کے چند اہم نام ذیل ہیں۔ طارق عزیز، اللہ دتہ، عنایت حسین، محمد خان، خان عبدالعزیز خان، بھلوان خیرات علی، نذیر حسین، فضل حسین، نائب حسین، ولایت حسین، محمد یعقوب، ارشد محمود، راشد محمود، یاسر محمود، محمد حسین وغیرہ۔ راجہ شوکت عزیز منگرال کی ایک بیٹی میڈیکل ڈاکٹر

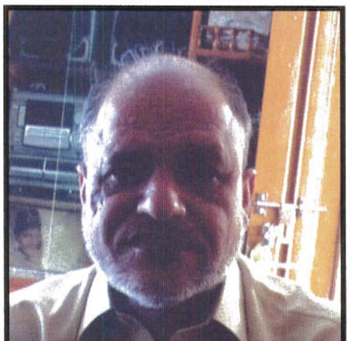

میرپور آزاد کشمیر



مصنف راجہ گل محمد اور ان کی فیملی ممبرز کے ساتھ کوٹ جیمل بھمبر



راجہ عارف خان کونسلر برنلے یوکے ن لیگ کے ترجمان صدیق الفاروق کے ساتھ

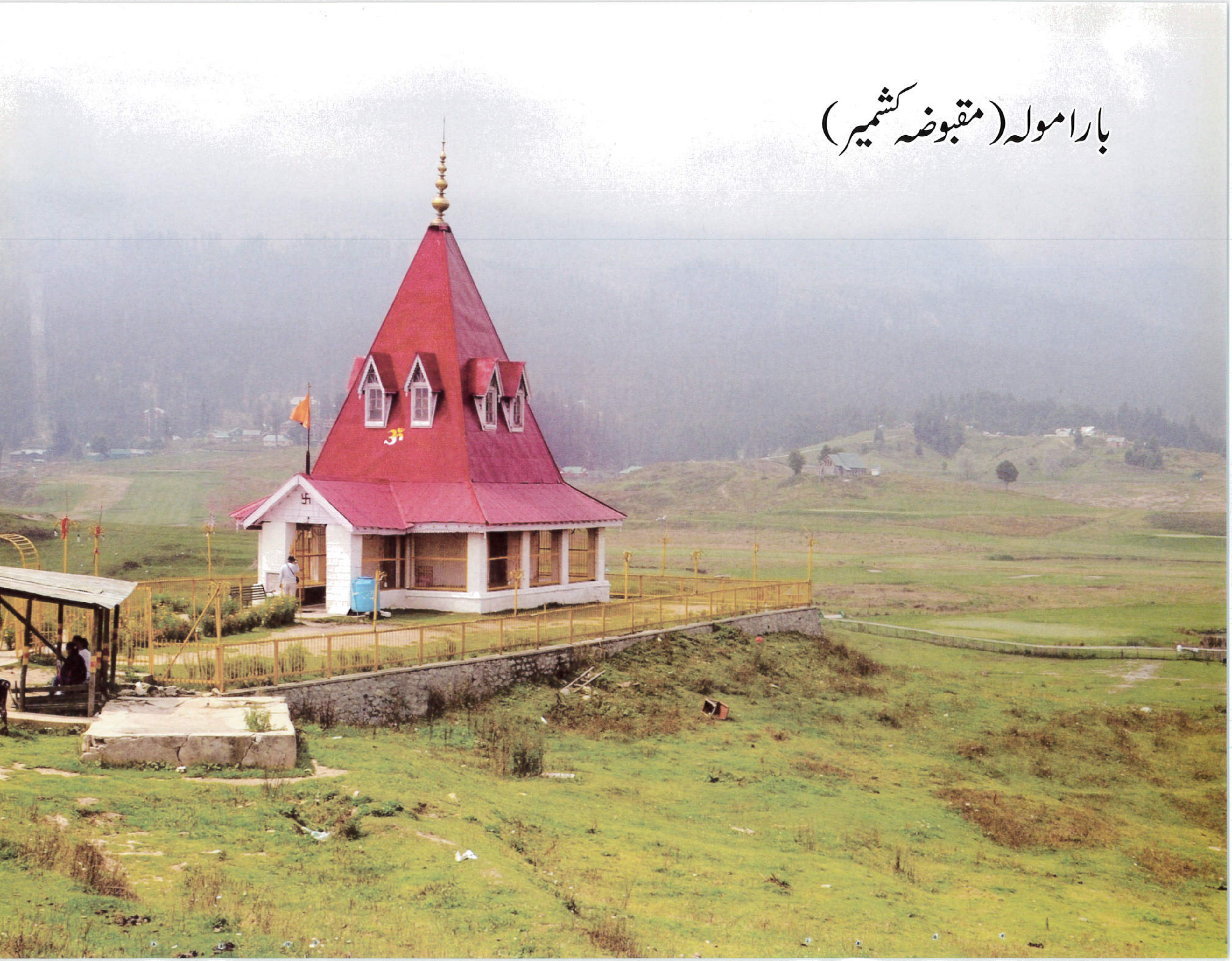


راجہ شوکت عزیز خان ڈڈیال

ہیں، ایک بیٹا اکاؤنٹس کا طالب علم ہے جبکہ چھوٹی بیٹی ٹیچر ہے۔ ڈڈیال کا یہ گھرانہ نہایت ملنسار اور خوش گفتار لوگوں کا گھرانہ ہے۔

فتح پور منگلا سے ہی میجر راجہ الف دین خان کا خاندان بھی تھا، جن کے بیٹے راجہ محمد صدیق ایڈووکیٹ میر پور ہیں۔ یہ گھرانہ حال مقیم میر پور شہر ہے۔

راقم کے بھائی راجہ ریاض احمد خان مرحوم کی اولاد بھی میر پور شہر میں آباد ہے۔ ان کے بیٹے راجہ عامر ریاض خان مینیجر ہیں، راجہ محمد علی خان دوبئ مقیم ہیں، راجہ احمد علی یاسر خان اپنے کاروبار سے وابستہ ہیں جبکہ راجہ عبدالقادر خان مقیم امریکہ ہیں جو راقم کے داماد بھی ہیں۔ راجہ بابر خان دوبئ مقیم ہیں۔


بارامولہ (مقبوضہ کشمیر)




صدرالدین سلطان ہیڈ ماسٹر اوڑی




سیاست دان ڈاکٹر شبیر منگرال اوڑی

# بیرون کشمیر راجگان منگرال (راولپنڈی)

راولپنڈی صوبہ پنجاب میں سطح مرتفع پوٹھوہار میں واقع ایک اہم قدیمی شہر ہے۔ یہ شہر بری اور فضائیہ افواج کا صدر مقام بھی ہے اور 1960ء میں جب موجودہ دارالحکومت اسلام آباد زیر تعمیر تھا ان دنوں میں قائم مقام دارالحکومت کا اعزاز بھی راولپنڈی کو ہی حاصل تھا۔ نئی مردم شماری کے مطابق راولپنڈی پاکستان کا چوتھا بڑا شہر ہے اور اس کی آبادی 30 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے۔

راولپنڈی، پنڈی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ پوٹھوہار سطح مرتفع پر واقع اس ضلع کی ثقافت 3000 سال قدیم ہے۔ یہاں ملنے والی باقیات اور آثار اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہاں پر بدھ پرست لوگوں کا استحکام ٹیکسلا، ویدی استحکام (ہندو تمدن) کے ہم عمر ہے۔ ٹیکسلا اس بات سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس کا شمار گینس بک آف ورلڈ ریکارڈ میں بھی ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر دنیا کی سب سے قدیم یونیورسٹی ''تکشاہلا یونیورسٹی'' کے آثار ملے ہیں۔

یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ شہر تباہی کی طرف ایشیاء کی ایک خانہ بدوش قوم ''وائٹ ہن'' کے حملوں کے باعث گیا تھا۔ اس علاقے میں پہلے مسلمان حملہ آور محمود غزنوی نے تباہ شدہ شہر کو ایک گکھڑ حاکم ''کائے گوہر'' کے حوالے کر دیا اور اس کا نام گجنی پور رکھا۔ شہر بہر حال، ایک حملہ آوری کے راستے پر ہونے کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور تب تک بنجر رہا جب تک ایک اور گکھڑ رہنما ''جھنڈا خان'' آیا اور اس نے شہر کی صورتحال کو درست کیا اور اس کا نام اپنے ایک گاؤں ''راول'' کے نام پر 1493ء میں ''راول پنڈ'' رکھ دیا جو زمانہ کے ساتھ بدلتا گیا اور اب راولپنڈی کہلاتا ہے۔ راولپنڈی گکھڑوں کے زیر حکومت رہا حتیٰ کہ آخری گکھڑ حکمران ''مقرب خان'' کو سکھوں کے ہاتھوں 1765ء میں شکست واقع ہوئی۔ سکھوں نے دوسرے علاقوں کے تاجروں کو راولپنڈی میں آ کر رہنے کی دعوت دی۔ یوں راولپنڈی نمایاں ہوا اور تجارت کے لیے بہترین علاقہ ثابت ہو کر ابھرا۔

پھر انگریزوں نے 1849ء میں سکھوں کی پیروی میں اسے مزید مستحکم کیا اور 1851ء میں اسے انگریز فوج کا قلعہ بنا دیا گیا۔ 1880ء کے عشرہ میں راولپنڈی تک ریلوے لائن بچھا دی گئی اور ٹرین سروس کا افتتاح 1 جنوری 1886ء میں کیا گیا۔ ریلوے لنک کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب راولپنڈی کو شمالی کمانڈ کا صدر مقام بنا دیا گیا اور راولپنڈی برطانوی فوج کا ہندوستان میں سب سے بڑا قلعہ بن گیا۔

راولپنڈی بطور ڈویژن میں ضلع اٹک، ضلع جہلم، ضلع چکوال اور راولپنڈی شامل ہیں۔ راولپنڈی آٹھ تحصیلوں پر مشتمل ایک بڑا ضلع ہے جن میں راولپنڈی، پوٹھوہار ٹاؤن، مری (متصل باغ و مظفر آباد)، کہوٹہ (متصل کوٹلی، آزاد کشمیر)، کوٹلی ستیاں (متصل سدھنوتی)، گوجر خان، کلر سیداں (متصل میر پور ڈڈیال) اور ٹیکسلا شامل ہیں۔ دارالخلافہ پاکستان اسلام آباد جو اسی ضلع کو کاٹ کر بنایا گیا ہے، کے تین اطراف پھیلے ہوئے اس میدانی علاقے کو تجارت اور سکونت کی غرض سے خصوصی اہمیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں ہر رنگ و نسل اور علاقے کے افراد بستے ہیں۔ اس سطح مرتفع کی ایک بڑی آبادی کا تعلق کشمیر سے بھی ہے، جو یہاں مستقل سکونت پذیر ہیں یا بسلسلہ روزگار آباد ہیں۔ راولپنڈی میں تجارت میں ایک بڑا حصہ کشمیر کے لوگوں کا ہے۔ جن میں شیخ، خواجہ اور بٹ سر فہرست ہیں، جبکہ راجہ بازار کی آبادکاری میں کوٹلی کے منگرال راجپوت خاندانوں کا ایک بھی کلیدی کردار رہا ہے۔ زیادہ تر لوگ روزگار ہی کی غرض سے کوٹلی جموں کشمیر سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ راولپنڈی سے کوٹلی کے منگرالوں کا زمانہ قدیم سے ہی گہرا تعلق رہا ہے جیسا کہ شہسوار خان کے پردادا راجہ شیر محمد خان اپنے ہم رکابوں کے ساتھ مغل بادشاہت کے دور میں راولپنڈی کے گکھڑوں

کے شانہ بشانہ مختلف محاذوں پر لڑتے رہے اور بنگش بالا میں شہید و مدفون ہوئے جس کا تذکرہ پچھلے ابواب میں کیا جا چکا ہے اور صوبیدار راجہ انور خان کے بیان کی روشنی میں بھی منگرال خاندان سائیلہ سے ہجرت کر کے راولپنڈی آتے رہے۔ ہجرت کی کچھ دوسری وجوہات بھی رہی ہوں گی جو قابل ذکر نہیں۔ راولپنڈی میں مقامی زمیندار آبادی کا تعلق، دھنیال، کیٹھوال، ڈھونڈ، کورال، گکھڑ، ستی، قریشی، اعوان، بھٹی اور مختلف راجپوت خاندانوں سے ہے جو یہاں کی بڑی اقوام ہیں۔ پچھلے صدی میں محکمہ مال راولپنڈی کا ریکارڈ جل جانے کی وجہ سے بہت سے چھوٹے قبائل نے موجودہ جمع بندیوں میں اپنی قوم منگرال لکھوادی لیکن مقامی طور پر ان خانوادوں کو بطور منگرال تسلیم نہیں کیا جاتا۔

راولپنڈی میں منگرال خاندانوں کا بھی بطور زمیندار ایک بڑا حصہ موجود رہا ہے۔ ان خاندانوں میں بغیر کسی ترتیب کے درج ذیل گاؤں اور گھرانے مشہور ہیں۔

## ڈھوک للیال کے راجگان منگرال

مرحوم صوفی راجہ مسکین صاحب کی فیملی جو ڈھوک للیال، گنگال اور اسلام آباد انٹرنیشنل ائیر پورٹ کے ارد گرد پھیلی ہوئی ہے یہاں آباد ہے۔ صوفی صاحب مرحوم ایک نہایت بلند مرتبہ کے حامل سماجی و سیاسی شخصیت تھے۔ آپ کے تین بیٹے مرحوم راجہ طارق مسکین، مرحوم راجہ بشارت مسکین اور تحصیل صدر مسلم لیگ ن عبدالباسط مسکین راجہ ہیں۔ راجہ عبدالباسط مسکین اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صوفی صاحب کے مشن کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں اور راولپنڈی کی بڑی سیاسی و سماجی شخصیات میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کے بیٹے راجہ عبدالحسیب خان حافظ قرآن ہیں اور ڈرافٹن یونیورسٹی سے بی کام کر رہے ہیں۔ آپ اپنی ایک این جی او کے زیر سایہ تدریسی ادارے اور تبلیغی ادارے چلا رہے ہیں، جو نہ صرف تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں بلکہ دین اسلام کی بھی خدمت ہو رہی ہے۔ ان اداروں کے مالی معاملات بڑی حد تک آپ اپنی ذاتی آمدنی سے پورے کرتے ہیں۔ مرحوم صوفی راجہ مسکین صاحب کا نام منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کے نسبت سے بھی کافی مشہور ہے کہ آپ اس تنظیم کے بانیان میں سے ہیں۔ آپ تاحیات ایسوسی ایشن کے سرپرست اعلی رہے اور آپ کے زیر سایہ تنظیم نے خوب ترقی کی۔ آپ نے اپنے قوم کے نام پر دو کالونیاں بھی آباد کرائیں جن میں سے ایک منگرال ٹاؤن اور دوسری منگرال ماڈل ٹاؤن ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان ٹاؤنز میں صوفی صاحب نے انتہائی ارزاں پلاٹ صرف منگرال خاندانوں کو دیے تا کہ اس قوم کو ایک جگہ اکٹھا کیا جا سکے لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ اسی خاندان سے راجہ ارشد خان صاحب سابق ایم پی اے ہیں۔ اس خاندان میں وکلاء کی خاصی تعداد ہے جبکہ بیوروکریسی میں بھی یہ خانوادہ حصہ دار ہے جن میں اہم نام جناب راجہ شفیق الرحمان سابقہ جوائنٹ سیکریٹری او ورسیز و پیٹرولیم اور راجہ خرم شہزاد ڈپٹی کمشنر جھنگ کے ہیں۔ اس خاندان کی ایک منگرال بیٹی ہما الطاف راجہ سول جج اٹک اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ آرمڈ سروس میں بھی اس خاندان کے لوگ بطور سپاہی و آفیسر تعینات ہیں راجہ قدیر خان صاحب بطور انسٹرکٹر پاکستان ائرفورس سے ریٹائر ہیں جب کہ ان کے بیٹے راجہ اسد محمود صاحب بطور ایڈووکیٹ ہائی کورٹ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ راولپنڈی پبلک ٹرانسپورٹ میں بھی اس خاندان کا کلیدی کردار ہے۔ راجہ فیصل ایک ٹرانسپورٹر ہیں جن کا ایک ہی بیٹا راجہ عمران فیصل ہے جو پاکستان آرمی کو بطور کیپٹن (انجینئر کور) میں خدمات فراہم کر رہا ہے۔ لیفٹیننٹ کرنل راجہ وقار الرحمان کے بھائی راجہ فخر الرحمان اس علاقہ و یونین کونسل کے وائس چیئرمین (نائب ناظم) رہ چکے ہیں۔ راجہ غلام غوث خان بھی اسی خاندان سے تعلق رکھنے والے سماجی آدمی ہیں ان کے بیٹے راجہ عاطف اقبال منگرال اور راجہ کاشف اقبال منگرال ہیں۔ اس کے علاوہ راجہ غلام مرتضی، راجہ محمد اعظم وغیرہ بھی اسی خاندان سے ہیں۔




راولپنڈی ریلوے اسٹیشن



منگرال ماڈل ٹاؤن
MY SOLAR HOUSE



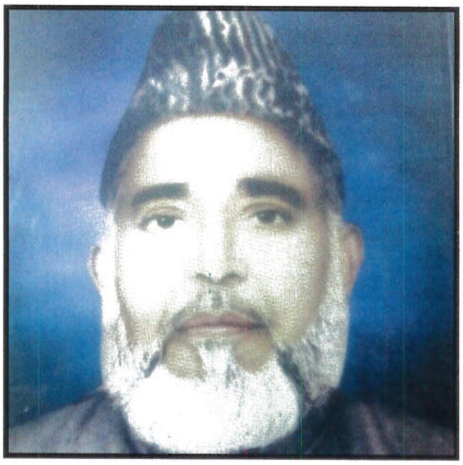
راجہ عبدالباسط مسکین، چوہدری نثار احمد خان اور راجہ طارق مسکین خان



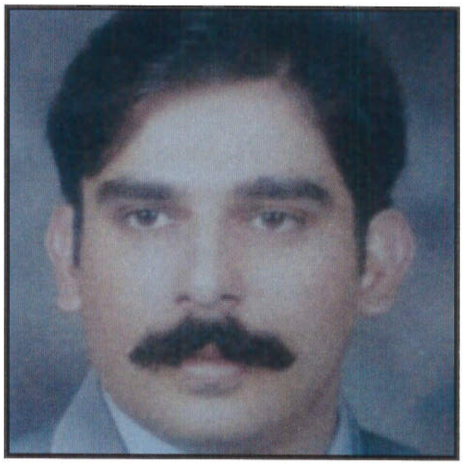
راجہ قدیر احمد خان　　　　راجہ اسد قدیر خان



راجہ محمد شفیق الرحمان



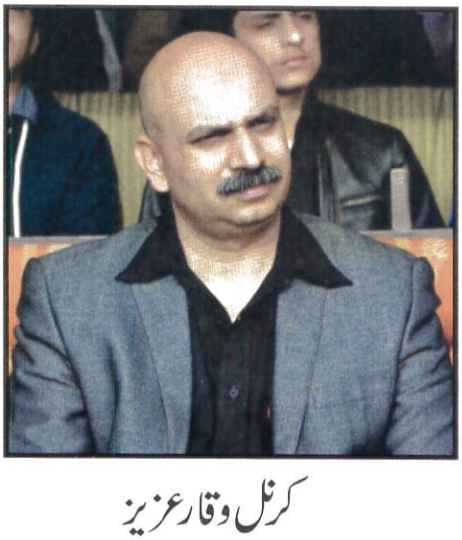
حاجی راجہ صوفی مسکین



راجہ فخر الرحمان



راجہ عاطف غوث



کرنل وقار عزیز

## راجگان منگرال مانڈلہ اسلام آباد

راولپنڈی ہی سے متصل دارالخلافہ اسلام آباد میں مانڈلہ (مانڈلہ) بھارہ کہو کے مقام پر جناب بابو راجہ یاسین اقبال خان صاحب کا خاندان آباد ہے۔ یاسین اقبال خان صاحب محکمہ سی ڈی اے میں بطور سپروائزر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی پانچ اولادیں ہیں جبکہ بیٹی کوئی نہیں۔ بیٹے زیادہ تر بیرون ملک مقیم ہیں۔ گاؤں مانڈلہ میں زیادہ تر آبادی منگرال گھرانوں کی ہے جبکہ کچھ گھر گکھڑ، کیٹھوال اور گجر قبائل کے بھی ہیں۔ یہاں ایک صوفی بزرگ سائیں قادر بخش منگرال مرحوم کا مزار بھی موجود ہے جو ایک روحانی پیشوا تھے اور اس مزار کے گدی نشین سائیں سلامت خان جو بزرگوں کے رشتہ میں پوتا بھتیجا ہیں گدی نشین ہیں۔ اس گاؤں کی مشہور شخصیات میں مرحوم راجہ اورنگ زیب خان صاحب سابقہ سینیٹر پاکستان مسلم لیگ اور ان کی اولاد میں راجہ جہانزیب خان وغیرہ ہیں۔ اسی گاؤں سے راجہ مقصود خان ایک نہایت جاندار شخصیت تھے۔ مرحوم کا علاقہ برادری میں اپنا ایک مقام تھا اور سیاسی اثر ورسوخ کے حامل تھے۔ راجہ مقصود خان کی اولاد میں راجہ محفوظ خان صاحب سابقہ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل، راجہ مسعود خان، راجہ مسرور خان، راجہ تیمور خان، راجہ حمزہ خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ موجود راجہ سبطین خان جو ممبر محفوظ صاحب کے بیٹے ہیں اور موجودہ ممبر یوتھ کونسلر مل پور ہیں۔ اس گاؤں کی اکثریتی آبادی ملازمت پیشہ وہنر پیشہ ہے۔ ٹرانسپورٹ کے شعبہ سے اس خاندان کا ایک خاص تعلق ہے۔ رشتہ ناطے اس خاندان کے زیادہ تر دھنیال اور ڈھونڈ خانوادوں سے ہیں۔ اس خاندان کا ایک قدیم شجرہ راقم کے پاس محفوظ ہے۔

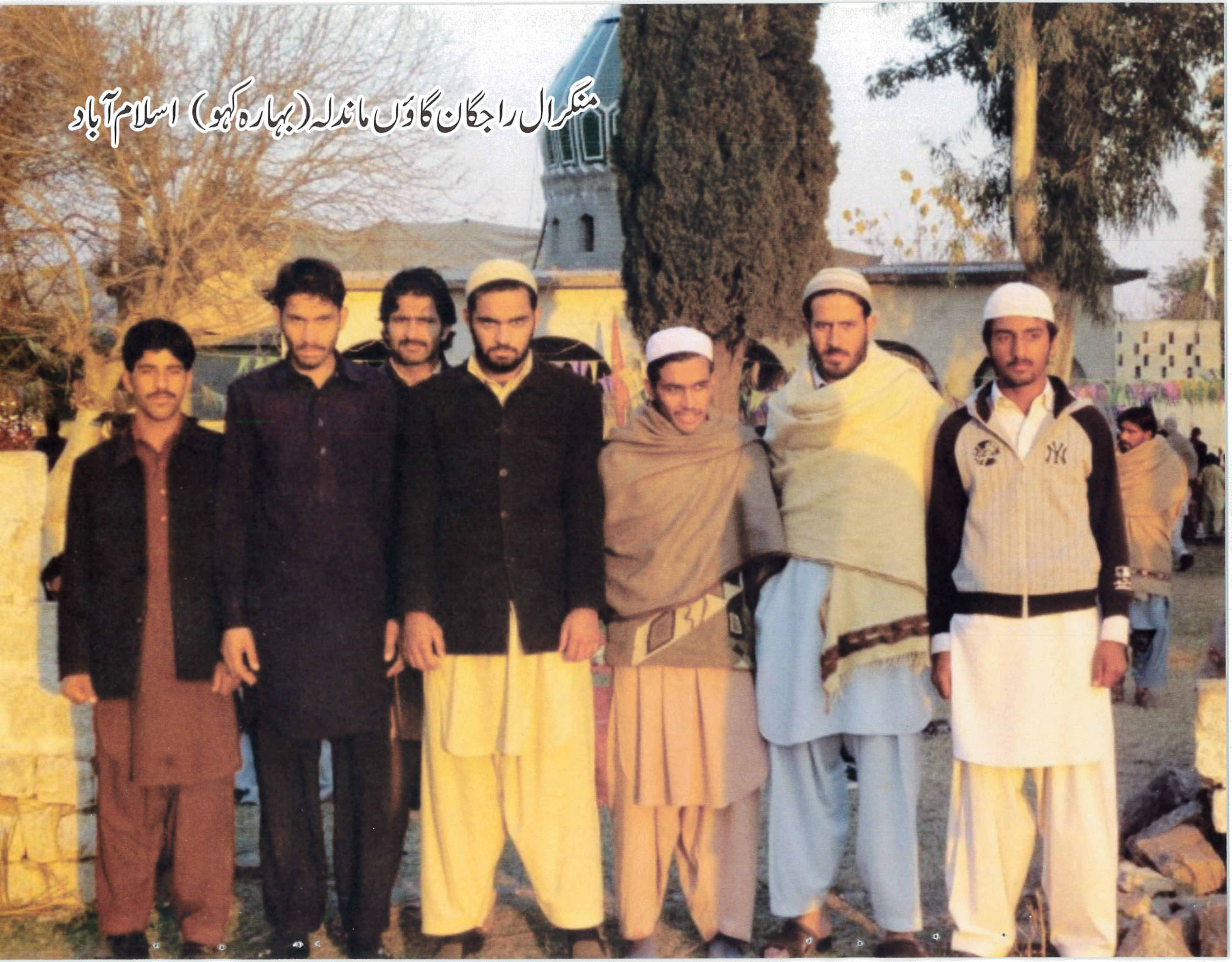
ایک روایت کے مطابق اس خاندان کے جداعلیٰ کوٹلی سے سکھوں کے حملہ کے دوران علاقہ بدر کر دیئے گئے جن کا مسکن اس گاؤں میں آ کر ہوا۔ اس علاقہ پر ایک گکھڑ حکمران نادر خان راجواڑی کرتا تھا جس کے زیر اثر علاقہ جات میں مانڈلہ، شاہدرہ، سبن سیداں، منگیال وغیرہ کے علاقہ جات تھے۔ اس راجہ نے ان علاقوں میں اس وقت کے حکمرانوں سے ہمیشہ بغاوت کی۔ یہ واقعات تقریباً 30-1825ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے، جو اس خاندان کی موجودہ جگہ پر رہنے کے عوامل بنے۔ اس منگرال خاندان کے جدامجد نور خان اور ان کے بیٹے راجہ کرم خان بھی اس کے ہمرکاب ہوئے اور انگریز راج کے خلاف بغاوت کرتے رہے، جس کے نتیجہ میں ان لوگوں نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ راجہ نور خان کے پانچ بیٹے تھے جن کی اولاد یہاں پر آباد ہے۔ ان پانچ بیٹوں کے نام یہ ہیں حیدر خان، کرم خان، شرف خان، میر خان اور بگھو خان۔

اس خانوادے کی مشہور شخصیات میں قابل ذکر نام ذیل ہیں۔ راجہ مقصود خان صاحب، راجہ سپارس خان صاحب، راجہ زمرود خان صاحب حال مقیم بھارہ کہو، راجہ اعتبار خان صاحب، راجہ حاجی سخاوت حسین صاحب، راجہ محمد نیاز صاحب حال مقیم راولپنڈی، راجہ ہارون خان، راجہ وسیم خان، راجہ حاجی بشارت صاحب حال مقیم پنڈوڑہ راولپنڈی، راجہ حسنین خان، راجہ ذوالقرنین خان، راجہ عبدالصبور خان، عبدالشکور خان، عبدالرقیب خان، عبدالحسیب خان، عبدالرازق خان، راجہ حاجی فراقت حسین، راجہ شیر دل خان، راجہ محمد اسحاق خان، راجہ محمد الطاف، راجہ محمد ارشاد، راجہ مشتاق خان، راجہ ابرار خان، راجہ غفار خان، راجہ نثار خان، راجہ گل زرین، حاجی غلام حسین صاحب، راجہ علی اصغر صاحب، راجہ شبیر احمد خان۔ راجہ محمد فیاض، راجہ امتیاز احمد، راجہ سرفراز احمد خان شکریال۔ راجہ مظہر سپارس، راجہ اظہر سپارس اور مرحوم راجہ یاسر سپارس۔ شاہدرہ میں آباد راجگان میں قابل ذکر نام یہ ہیں۔ راجہ رفاقت خان، راجہ محمد حنیف خان، راجہ عبدالقیوم خان، راجہ عمر منگرال حال مقیم پنڈوڑہ، راجہ ریاض خان، راجہ ریاست خان، راجہ شاہد خان، راجہ عبدالوحید، راجہ ظریف خان، راجہ جہانگیر خان، راجہ صغیر خان، راجہ توصیف، راجہ زاہد خان، راجہ طاہر خان، راجہ ارباز خان، راجہ غلام حیدر خان اور راجہ شہریار خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اسلام آباد سے ہی موضع کری شہر میں مقیم ایک گھرانہ عامر رشید منگرال صاحب کا بھی ہے۔ راقم سے ان کی پرانی

شناسائی ہے۔ اسلام آباد کے کچھ اور موضعات سے بھی کچھ لوگ منگرال ہونے کے دعویدار ہیں لیکن مقامی زمیندار گھرانے اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی یہ لوگ کوئی ایسا ثبوت فراہم کر سکے جو ان کو بطور منگرال ثابت کر سکے۔ اس لیے ان گھرانوں سے معذرت کر لی گئی۔ یہ گھرانے اپنے آپ کو راجہ کالا خان کی اولاد کہلواتے ہیں جو کوٹلی منگرالاں سے ہجرت کر کے یہاں اسلام آباد آ کر مقیم ہوئے۔ قرین قیاس ہے کہ یہ راجہ کالا خان وہی ہیں جن کی اولادیں جنجوعہ کہلائیں۔

## راجگان منگرال شکریال، ڈھوک علی اکبر و اسلام آباد

شاہین کالونی شکریال کے مقام پر مرحوم غازی صوبیدار محمد اسحاق خان صاحب کا خاندان آباد ہے۔ مرحوم کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ راجہ نذیر احمد سرکاری ملازم و ادیب، راجہ صغیر احمد تاجر، راجہ گفتار احمد انجینئر اور راجہ زین العابدین انجینئر مقیم دوبئی۔ مرحوم صوبیدار صاحب غازی جنگ 1965ء (بی آر بی سیکٹر)، 1971ء (چھمب جوڑیاں سیکٹر) اور جس جنگ کا تذکرہ کیا جانا ضروری ہے وہ 1982ء میں جہاد کعبہ اللہ کا غازی ہونا ہے۔ آپ پاک آرمی کے اس دستہ کا حصہ تھے جس نے دہشت گردوں سے کعبہ اللہ کی خلاصی کرائی جو کہ منگرال قوم کا فخر ہے۔ یہ خاندان اپنے ایک بڑے دادا جعفر علی خان کی نسبت سے جعفرال کہلاتا ہے۔ جعفر علی خان صاحب کا خاصہ یہ تھا کہ آپ دارالعلوم دیوبند انڈیا کے فارغ التحصیل تھے اور آپ کا تعلق علی گڑھ یونیورسٹی سے بھی رہا۔ دنیاوی و دینی تعلیم پر آپ کا مکمل عبور تھا۔ تعلیم کے بعد آپ برٹش ایمپائر کے ساتھ بطور کنٹریکٹر کام کرتے رہے۔ اس کے علاوہ مری شہر ہی میں آپ کی ملکیت دو ہوٹل تھے۔ جبکہ آپ کا ایک پوتا راجہ ذیشان خان جو اس وقت بی اے کرنے کے بعد محکمہ مال میں بھرتی ہوا لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور جلد ہی اس دنیا سے چل بسا۔ جس کے صدمہ سے آپ بھی غالباً 33-1932ء میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کے ہاں دو بیٹے تھے عبدالغنی اور خان عبدالحمید۔ صوبیدار اسحاق خان صاحب عبدالغنی مرحوم کی اولاد ہیں۔ اس خاندان کا زیادہ تر تعلق ملٹری فورسز سے وابستہ رہا جبکہ اب کچھ لوگ سول سروس اور تجارت کی طرف راغب ہیں۔ سابقہ و حاضر سروس فوجیوں میں اہم نام میں نیول لیفٹیننٹ راجہ شبیر احمد خان صاحب ولد خان عبداللطیف خان، چیف ماسٹر پیٹی آفسر راجہ پرویز خان صاحب، صوبیدار مرحوم راجہ اسحاق خان صاحب جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ حوالدار راجہ محمد الیاس خان صاحب، مرحوم خان عبداللطیف خان (برٹش آرمی)، حوالدار راجہ فہیم خان صاحب، صوبیدار راجہ رقیب خان صاحب، وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ راجہ عبدالستار خان صاحب (زیرو پوائنٹ والے) کی اولاد جو صوبیدار محمد اسحاق خان صاحب کے بڑے بھائی تھے زیادہ تر سول اداروں میں ملازم پیشہ ہے جبکہ بڑا بیٹا مرحوم جمیل خان پاکستان آرمی سے بطور حوالدار ریٹائر ہوا اور بعد میں بطور ایس ڈی او ٹی این ٹی اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوا۔ ایک بیٹا راجہ نوید احمد خان آج کل سی ڈی اے میں بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کام کر رہا ہے جبکہ روبز احمد خان بطور ہیڈ کلرک اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ ایک بیٹا راجہ سلیم احمد خان پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کو بطور اکاؤنٹنٹ اپنی خدمات فراہم کر رہا ہے۔ مرحوم صوبیدار اسحاق خان صاحب کے چھوٹے بھائی راجہ شمریز خان آف کوہ نور ملز بطور ڈپٹی ڈائریکٹر کے آرایل حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں۔ ان کا ایک ہی بیٹا محمد جہانگیر خان ہے جو انجینئر ہے۔ جعفرالوں کے چند گھرانے لاہور میں بھی آباد ہیں جو مرحوم خان عبدالحمید کے اولاد میں سے ہیں۔ ریاض خان اور مظلوم خان کی اولاد لاہور مقیم ہے۔ مظلوم خان کے دو بیٹے عبدالوحید خان اور محمد ظہیر خان ہیں جبکہ ریاض خان کا ایک ہی بیٹا راجہ زین العابدین ہے جو انگلینڈ مقیم تھا۔ مذہبی حوالہ سے راجہ صدیق خان صاحب کی اولاد میں سے راجہ زہید اختر خان اور راجہ زرین خان مشہور ہیں۔ راجہ زہید اختر خان مفتی ہیں اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر اپنے کئی ایک لیکچر ریکارڈ کرا چکے ہیں۔ راجہ راحیل خان ساؤتھ افریقہ میں مقیم ہیں اور راجہ


منگرال راجگان گاؤںماندلہ (بہارہ کہو) اسلام آباد



راجہ عامر خان، راجہ حسین خان، مصنف، راجہ یاسین اقبال خان، راجہ نذیر احمد اور عبدالقادر خان (ماندلہ اسلام آباد)

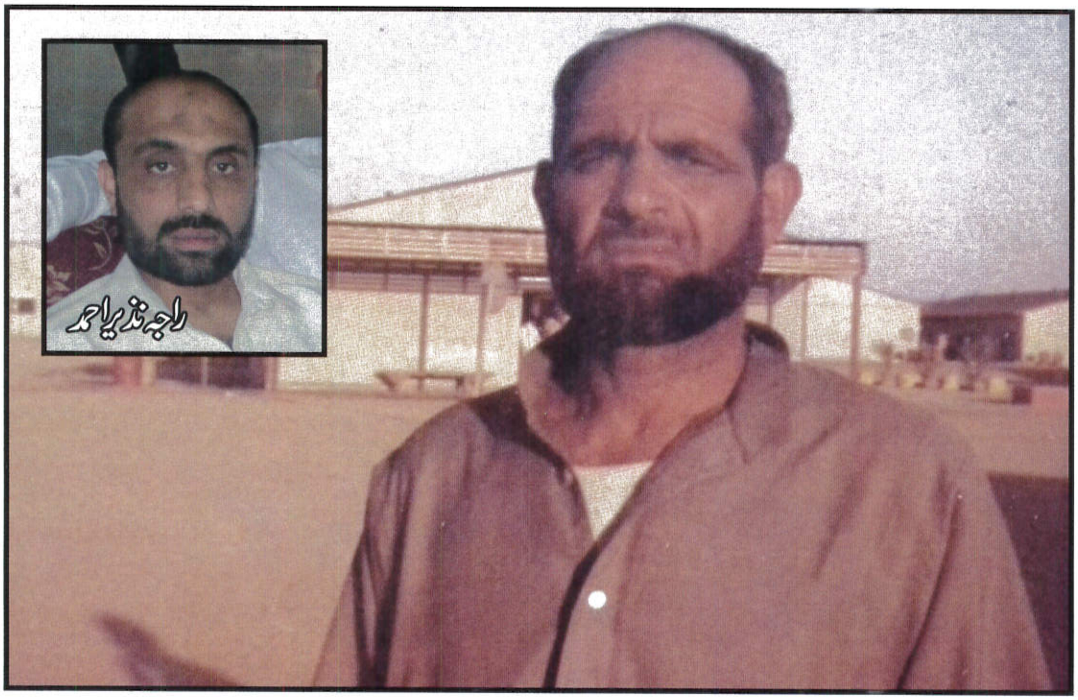




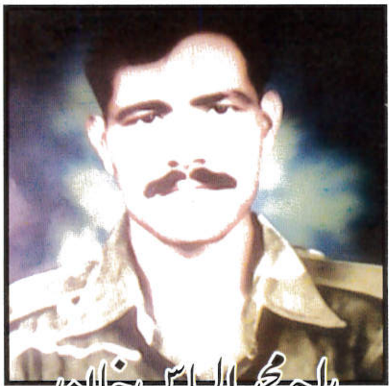
راجہ عبدالغنی، رفیع الدین (بائیں) اور راجہ علی شان 1917ء



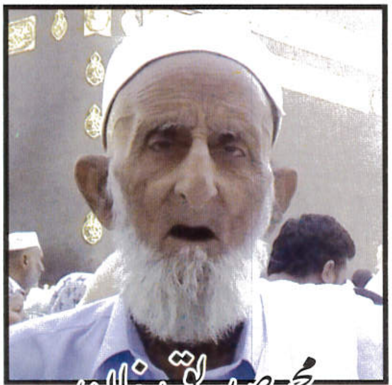
راجہ عبدالطیف خان اپنی فیملی کے ہمراہ



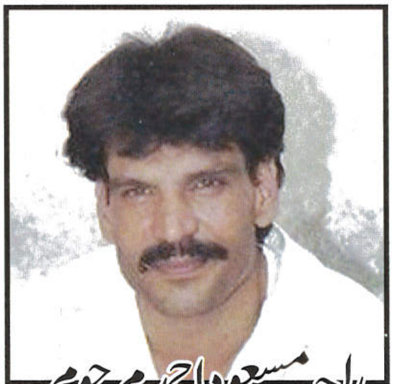

مرحوم صوبیدار محمد اسحاق خان



راجہ محمد الیاس خان



محمد صدیق خان



راجہ مسعود احمد مرحوم



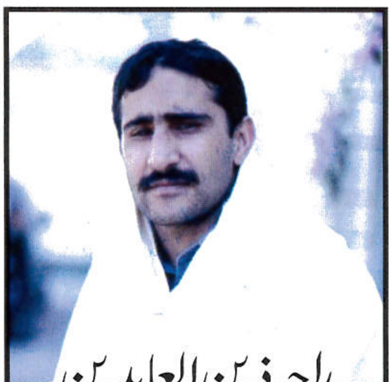
مفتی زاہد اختر



راجہ صغیر احمد



راجہ گفتار احمد



راجہ زین العابدین

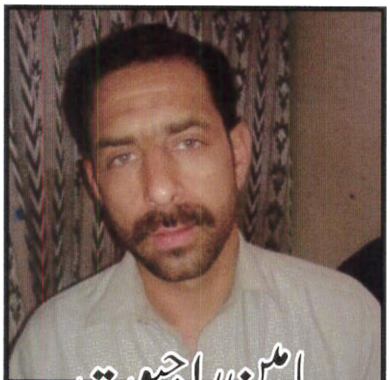


راجہ راحیل اختر

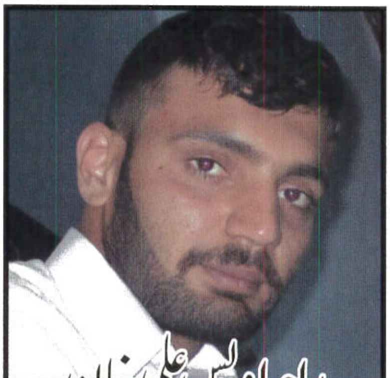

راجہ منیر عرف ملک


انسپکٹر راجہ خالد

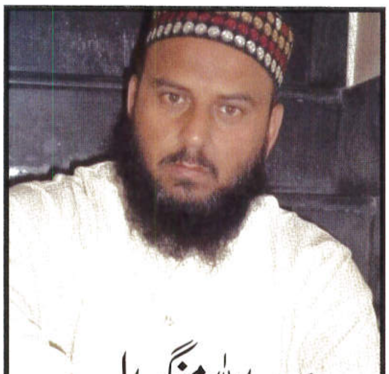

راجہ اویس علی (ممبر)


یامین راجپوت


راجہ عبدالباسط


راجہ اویس علی خان


عمران ریاض


عبیداللہ منگرال

مبین اختر خان سعودیہ بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔

کچھ دیگر اشخاص اس خاندان کے درج ذیل ہیں۔محمد رفاق خان النور کالونی، محمد صادق خان شکریال شرقی، راجہ محمد طارق خان و راجہ محمد طالب خان سائنس مدرس مری، خان عبدالحمید صاحب کی اولادوں میں راجہ یونس خان، راجہ آصف خان (سول سرونٹ جنرل ہسپتال راولپنڈی) راجہ مظلوم خان (لاہور)، عبدالوحید خان اور راجہ ظہیر خان، راجہ ریاض خان، زین العابدین خان، غیاث خان (مری)، راجہ ظہور خان (فراش ٹاؤن)، راجہ اکثیر خان (شکریال) وغیرہ اور اس خاندان سے تعلق و رشتہ ناطہ رکھنے والے منگرال جو جعفرال نہ ہیں ان کی فہرست کچھ یوں ہے راجہ محمد رفیق خان (سعودیہ)، راجہ محمد شفیق خان، راجہ محمد فرید خان، راجہ محمد وسیم خان (سعودیہ) راجہ گل شید خان، راجہ عابد خان وغیرہ (ترلائی)، محمد بشیر خان مرحوم، مختیار خان مرحوم، راجہ عبدالباسط منگرال، راجہ اشرف خان (شکریال)، راجہ بدر جمال خان، راجہ قدیر خان، راجہ گلنواز خان (سوہان)۔راجہ محمد نذیر خان مرحوم (مری)، راجہ حیات خان، راجہ ظہیر خان (مسلم ٹاؤن)، راجہ امتیاز خان، راجہ فیاض خان ٹھیکیدار، راجہ بشیر احمد (جہلم)، راجہ ندیم اختر، راجہ ظریف خان، راجہ خطیب خان، راجہ حلیم خان، راجہ یامین خان، راجہ معین خان، راجہ جنید خان و راجہ مشرف خان۔ڈاکٹر راجہ رب نواز خان، راجہ سرفراز خان، راجہ رخسار خان وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق اس خاندان کے جداعلی خان زمان سہنسہ کے کسی مقام سے کہوٹہ میں نامعلوم مقام پر آباد ہوئے، جبکہ ان کی اولاد جو ریکارڈ کی گئی کوٹلی ستیاں، باغ سے مری سے ہوتی ہوئی راولپنڈی آکر آباد ہوئی۔جبکہ اس خاندان کی ایک دادی بھی ''علم بی'' نامی سہنسہ ہی کے کسی مقام سے تھیں۔اس خاندان کا معلوم شجرہ صوبیدار محمد اسحاق خان صاحب سے اوپر کچھ یوں ہے۔اسحاق خان ولد عبدالغنی ولد جعفر علی خان ولد عمر علی خان ولد جمال خان ولد برخوردار خان ولد سالت خان ولد روشن خان ولد مرزا خان ولد خان زمان۔جبکہ جو شجرہ اس خاندان کا بھاٹوں کا لکھا ہوا ہے اس میں خان زمان نامی شخص جس نے کوٹلی سے ہجرت کی اس کا ذکر موجود نہیں۔اصل شجرہ بہ رقم رائے سندر و رائے دولوگم ہو چکا ہے جبکہ اس کی کچھ تصاویر موجود ہیں جو کہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔اس کا صحیح ہونا یا نہ ہونا الگ بات ہے لیکن یہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔

اسی گھرانے کی نسبت سے یہاں کچھ اور لوگوں کا ذکر کیا جانا بھی ضروری ہے جن کی تفصیلات تو معلوم نہیں لیکن اس گھرانے اور اس گھرانے کے ننھیال سے ان کے رشتہ ناطے موجود ہیں۔راجہ نذیر احمد کا ننھیال کورال (دھنیال) ہے اور ان کے ایک مشہور بزرگ حاجی خوشی محمد کورال (کورال ریڈیو، آبپارہ والے والے) ہیں، جو فیض الاسلام یتیم خانہ کے ناظم الامور بھی رہ چکے ہیں اور ایک بڑے زمیندار بھی تھے۔

ڈھوک علی اکبر میں موجود ٹھیکیدار محمد دین کی فیملی سرفہرست ہے، جو یہاں کے بڑے زمیندار تھے۔موجودہ تھانہ صادق آباد کا رقبہ انہی کے پاس تھا۔ان کی اولاد میں راجہ طارق خان، راجہ داؤد خان، راجہ مسعود احمد خان مرحوم، راجہ شکور خان ہیں۔راجہ داؤد خان کا بڑا بیٹا راجہ اویس علی خان جو صوبیدار محمد اسحاق خان صاحب کا نواسہ ہے ممبر یونین کونسل نمبر 24 ہے، جبکہ اس کا چھوٹا بھائی راجہ عمیس علی خان ہے جو نوکری پیشہ ہے۔جبکہ اس خانوادے کے زیادہ تر رشتہ داری ستی، کیٹھوال اور ڈھونڈ فیملی سے ہیں۔اس گھرانے میں مشہور شخصیات ریٹائرڈ ڈی ایس پی راجہ عبدالعزیز خان صاحب، حوالدار راجہ محمد خالد خان صاحب، راجہ آصف خان صاحب، سابقہ کونسلر ظفر منگرال، راجہ مظہر خان، راجہ کیبھا خان صاحب، ٹھیکیدار راجہ یعقوب خان صاحب ہیں۔

ڈھوک علی اکبر ہی میں مرحوم راجہ محمد یوسف منگرال صاحب کی فیملی رہتی ہے، جن کی زیادہ تر رشتہ داری ڈھونڈ فیملی سے ہے۔مرحوم یوسف

منگرال اس گھرانے کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔آپ کے فرزند راجہ عدنان یوسف منگرال سول جج ہیں۔اسی فیملی سے راجہ وحید خان مرحوم اس علاقہ کے سابقہ ممبر یونین کونسل ہوگزرے ہیں۔اس خاندان میں شرح خواندگی 90% ہے اور زیادہ تر تعداد نوکری پیشہ ہے۔راجہ کامران موجودہ ممبر یونین کونسل وارڈ 24 سٹی ہیں۔ایک اور اس فیملی کے ہونہار راجہ فیصل خان وغیرہ گاڑیوں کی تجارت سے وابستہ ہیں۔راجہ سعید خان تاجر تھے۔

کری شہر، نیو اسلام آباد سے محمد اقبال خان مرحوم کا گھرانہ کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا لیکن گیارہ بھائیوں کا یہ گھرانہ زیادہ تعداد میں انگلینڈ، امریکہ اور کینیڈا مقیم ہونے کی وجہ سے زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ان کے ایک بھائی ڈاکٹر نعیم خان فراش ٹاؤن میں بیگم جان میموریل ہاسپٹل چلا رہے ہیں۔انہی کی آگے رشتہ داری سے شکریال میں مشہور صوفی بزرگ حاجی عظیم صاحب مرحوم کی فیملی بھی قابل ذکر ہے۔مرحوم حاجی عظیم صاحب نے مدرسوں اور مساجد کی بہت خدمت کی۔آپ صوفیہ آباد میں محمدی مسجد کے بانی تھے۔آپ کے بڑے بیٹے میاں جمیل احمد ایک بڑے تاجر ہیں، جبکہ چھوٹے بیٹے میاں خلیل بیرون ملک مقیم ہیں۔حاجی فیض احمد صاحب (حافظ بیکری والے) جو کہ ایک بنک کار تھے جبکہ ان کے بیٹے ذوالفقار احمد خان بھی بنک کار تھے جبکہ اب ریٹائرڈ لائف گزار رہے ہیں اور باقی بیٹے تجارت پیشہ و بیرون ملک مقیم ہیں۔

اس کے علاوہ اسی علاقہ سے دو اور گھرانے ہیں جو منگرال فیملی کا حصہ سمجھے اور مانے جاتے ہیں۔پہلا راجہ محمد خان صاحب ہیں جن کے بھائی راجہ مرزا خان اور بیٹے راجہ عابد خان اور راجہ عامر خان ہیں۔یہ فیملی شکریال ہی میں کریم آباد کے مقام پر آباد ہے۔راجہ محمد خان صاحب، ایک مدبر اور بڑی شان والے آدمی ہیں۔ان کی ایک الگ سی شخصیت ہے جو محفل میں ان کو ممتاز کرتی ہے دوسری راجہ تنویر حیدر خان صاحب کی فیملی مری روڈ پر سیکسٹھ روڈ کے ساتھ رہائش پذیر ہے جن کا نسبی تعلق فلگوش سے ہے۔اس خاندان کے جداعلی راجہ غلام حیدر خان صاحب فلگوش سے نقل مکانی کر کے یہاں آکر آباد ہوئے۔راجہ تنویر خان صاحب گریڈ 18 سے پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی لمیٹڈ سے بطور مینیجر ریٹائر ہیں۔

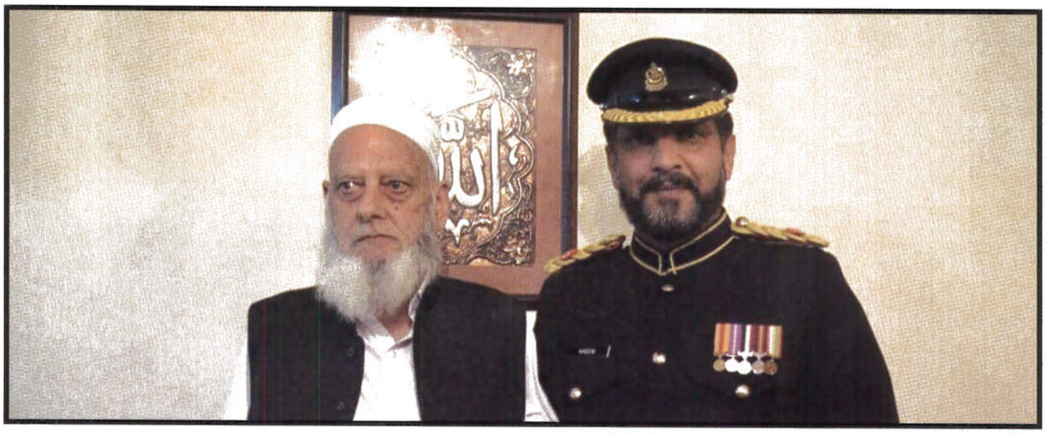
## منگرال راجگان ڈھوک پراچہ

ڈھوک پراچہ سٹیلائٹ ٹاؤن میں میجر نعیم حنیف صاحب (تمغہ امتیاز ملٹری) کی فیملی رہائش پذیر ہے۔آپ کا شمار گالف کے بہترین کھلاڑیوں میں ہوتا ہے۔آپ کے والد محترم راجہ محمد حنیف ایک باوقار بینک کار تھے، آپ کی ریٹائرمنٹ پر بنک نے آپ کو آپکی خدمات پر گولڈ میڈل سے نوازا۔راجہ محمد حنیف گورنمنٹ گارڈن کالج کے فارغ التحصیل ہیں۔آپ نے 1957ء میں یہاں سے گریجویشن کی۔آپ اپنے دور کے بہترین فٹ بالر تھے۔

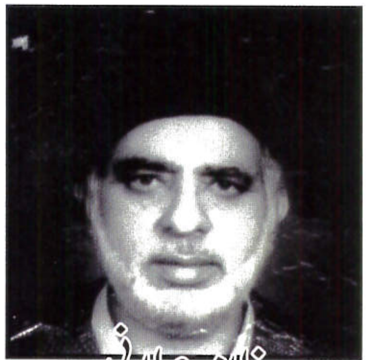
اس خاندان کے جد امجد مری کے گاؤں کا ئیا شریف (بھوربن) میں آکر آباد ہوئے جہاں سے آگے نسلوں کا سلسلہ جاری رہا۔راجہ محمد علی اس خاندان کے اس گاؤں میں جداعلی ہیں۔جن کی اولادوں میں راجہ عطا محمد، راجہ سلطان محمد، غلام حیدر خان، محمد عظیم اور میر حیدر خان تھے۔غلام حیدر خان کی اولادوں میں محمد اسلم، محمد اکرم، محمد ایوب خان، محمد یعقوب، حاجی فقیر محمد، حاجی مصری، محمد حنیف اور محمد یامین شامل ہیں۔جبکہ سلطان محمد کی اولادوں میں حاجی غلام جیلانی، صوبیدار عبدالمجید، حاجی عبدالمناف اور غلام رسول ہیں۔عطا محمد کی اولاد میں حاجی محرم خان (ٹھیکیدار)، حاجی عبدالرزاق، حاجی اخبار اور حاجی بابو خان شامل ہیں۔محمد عظیم کی اولاد میں حاجی محمود احمد، حاجی عبدالقیوم، افتخار حسین، محمد مقصوم شامل ہیں اور میر حیدر خان صاحب کی اولاد میں حاجی محمد ارشاد، حاجی محمد سرفراز خان شامل ہیں۔اس خاندان کے افراد اچھی عہدوں کے حامل اچھے اداروں میں اپنی سروسز فراہم کر رہے ہیں۔



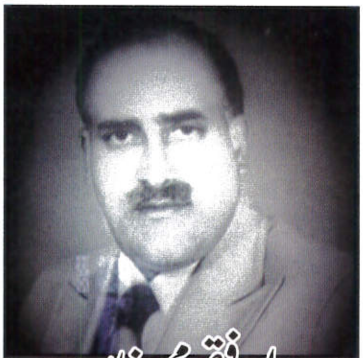
راجہ غلام حیدر خان اور راجہ میر حیدر خان بھور بن مری



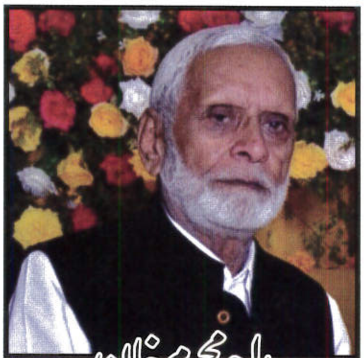
میجر نعیم حنیف (تمغہ امتیاز ملٹری) اپنے والد صاحب راجہ محمد حنیف کے ساتھ



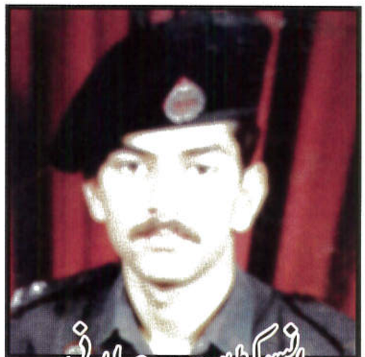
غلام جیلانی



راجہ فقیر محمد خان



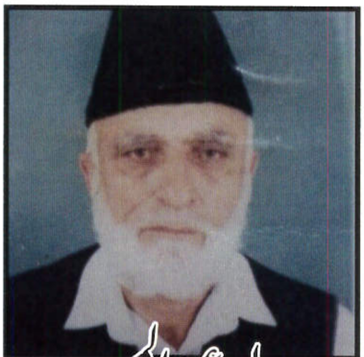
راجہ محرم خان



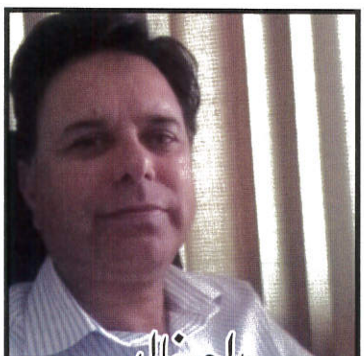
انسپکٹر سعید جیلانی



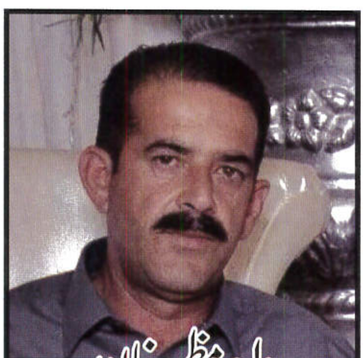
چیف پیٹی آفیسر محمد ارشاد



راجہ عبدالمجید



راجہ خالد



راجہ مظہر خان

راجہ محرم خان صاحب اپنے دور کے راولپنڈی میں ایک نامی گرامی ٹھیکیدار تھے اب ریٹائرڈ لائف گزار رہے ہیں جن کی کمپنی کا شمار نامی گرامی کمپنیوں میں ہوتا تھا۔ حاجی عبدالرزاق خان صاحب نے اپنے بھائی کے ہمرکاب رہے، آپ نے نہ صرف کاروبار سنبھالا بلکہ تجارت وسعت دی۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بسلسلہ تجارت بیرون ملک بسر کیا۔

حاجی غلام جیلانی حال مقیم چاندنی چوک سٹیلائٹ ٹاؤن کا تعلق محکمہ قانون انصاف سے تھا، آپ کا شمار اپنے علاقہ کے لائق ترین لوگوں میں کیا جاتا ہے۔ آپ کی اولاد چاندنی چوک ہی میں رہائش پذیر ہے، راجہ نفیس خان پی ٹی وی میں گیزیٹڈ آفیسر کے طور کام کر رہے ہیں، جبکہ سعید احمد جیلانی انسپکٹر پولیس ہیں۔ سب سے چھوٹا بیٹا ندیم جیلانی تجارت سے وابستہ ہے۔

صوبیدار میجر عبدالمجید کا تعلق سگنل کور سے تھا آپ اپنے دور کے اچھے جے سی اوز میں سے تھے اور علاقہ برادری میں بھی آپ ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ آپ کی اولاد میں 5 بیٹے نواز، احسان احمد، جمیل احمد، محمد سرور اور اختر نواز ہیں جو تجارت پیشہ ہیں۔

راجہ عبدالمناف ٹھیکیداری کے پیشہ سے منسلک رہے۔ آپ کی اولادوں میں راجہ محمد الطاف کا تعلق محکمہ ٹیلی فون سے تھا، راجہ اخلاق مرحوم ٹھیکیداری کے پیشہ سے منسلک رہے، جبکہ راجہ اخلاق کا بیٹا واصف پاکستان ایئر فورس میں بطور فائٹر پائلٹ اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

راجہ محمد عظیم کی اولاد، حاجی عبدالقیوم کی اولاد انگلینڈ سینٹرل لندن میں آباد ہیں جن کے نام یہ ہیں، غلام احمد، مقبول احمد اور اعجاز احمد ہیں، جو انگلینڈ کے مختلف اداروں میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ راجہ عظیم کے بیٹے راجہ افتخار حسین کے بیٹے خورشید احمد مقیم سعودیہ جبکہ دوسری بیٹے راجہ ابصار احمد وغیرہ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ راجہ افتخار حسین کے ایک اور بھائی محمد مقصوم احمد بھی کینیڈا ہی میں اپنے کنبے کے ساتھ مقیم ہیں۔

چیف ماسٹر پیٹی آفیسر حاجی راجہ ارشاد ولد راجہ میر حیدر خان کی اولادوں جمشید خان صاحب سٹی اسلام آباد ہوٹل میں منیجمنٹ کے شعبہ میں بطور جی ایم اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں جبکہ دو بیٹے دوبئی میں مقیم ہیں۔ حاجی راجہ سرفراز احمد بطور ٹھیکیدار جی ایچ کیو کام کرتے رہے۔ اور ان کی اولادیں سعودیہ میں ہوٹلنگ کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ محمد اسلم خان صاحب کی اولادوں میں راجہ حفیظ الرحمان مرحوم، راجہ صدیق الرحمان مرحوم اور راجہ عزیز الرحمان تھے۔ جو تجارت پیشہ ہیں۔ راجہ فقیر محمد خان صاحب کی اولادیں راجہ قمرالاسلام، راجہ محمد عابد جواد جی ڈی سی ایل میں شعبہ انجینئرنگ کے شعبہ سے وابستہ ہیں، راجہ محمد سہیل تجارت کرتے ہیں۔ آپ علاقہ و برادری میں سماجی طور پر بہت فعال ہیں۔ راجہ محمد عقیل خان فورسٹار ہوٹل بیسٹ ویسٹرن کے مینیجر ہیں۔ راجہ محمد یامین کی اولاد، راجہ ناصر یامین، راجہ اسد یامین اور راجہ یاسر یامین اپنے کاروبار سے وابستہ ہیں۔

راجہ مصری خان کے اولادوں میں راجہ خالد محمود بطور مینیجر ڈین پاک اسلام آباد عرصہ تیس سال سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور پچیس سال کے ایکسلنس ایوارڈ یافتہ ہیں۔ راجہ ساجد محمود، راجہ بشارت محمود، راجہ امجد محمود صاحب تجارت پیشہ ہیں۔

محمد ایوب خان صاحب کی اولاد میں راجہ ظفر اقبال خان مقیم بیرون ملک، راجہ شوکت اقبال خان سی ڈی اے سے وابستہ ہیں۔ راجہ مظہر اقبال خان مرحوم اس خاندان میں ایک نمایاں حیثیت کے حامل شخص تھے۔ آپ منگرال کنسٹرکشن کمپنی کے ایم ڈی تھے، جبکہ ملٹری کنٹرکٹر بھی تھے۔ آپ اپنے علاقہ کی ایک اہم سیاسی وسماجی شخصیت گردانے جاتے تھے۔ آپ کا انتقال سن 2015ء میں جوان عمری میں ہی ہوا۔ راجہ بشارت پراپرٹی کے کام سے وابستہ ہیں اور سیاسی وسماجی شخصیت گردانے جاتے ہیں۔

اس خاندان کا نسبی تعلق سہنسہ کے گاؤں کھٹار سے ہے۔ اس کے بعد یہ خاندان تحصیل مری میں آ کر آباد ہوا جہاں آج بھی ان کی کئی ایک

زمینیں موجود ہیں۔ جہاں یہ خاندان تجارت سے وابستہ رہا وہاں اس خاندان نے پاک آرمی اور دوسری فورسس کو بھی خدمات فراہم کیں۔

محمد حنیف خان کی بقیہ اولادیں راجہ نوید حنیف پروجیکٹ منیجر بن لادن ریاض، بلال حنیف مقیم لندن انگلینڈ تجارت پیشہ، راجہ خرم حنیف تجارت پیشہ مقیم جدہ سعودی عریبہ، راجہ صہیب حنیف خان، راجہ عمر حنیف۔

## راجگان منگرال موضع چھجانہ کوٹلی ستیاں

ڈھوک علی اکبر راولپنڈی میں ہی جناب راجہ محمد سوار خان صاحب، مولف تاریخ منگرال راجپوت رہتے ہیں۔ راجہ محمد سوار خان صاحب محکمہ پولیس کے ایک حساس ادارے سے وابستہ ہیں اور ان کے خاندان کا تفصیلی تعارف ان ہی کی کتاب ''تاریخ منگرال راجپوت'' از مولف میں الیاس ہاشمی میں موجود ہے۔ محمد سوار خان صاحب تنظیم منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن کے جنرل سکریٹری رہ چکے ہیں۔ ان کے خاندان کے زیادہ تر افراد تجارت پیشہ ہیں۔ اس خاندان کا زیادہ تر رشتہ ناطہ ستی وڈھونڈ فیملی سے ہے۔

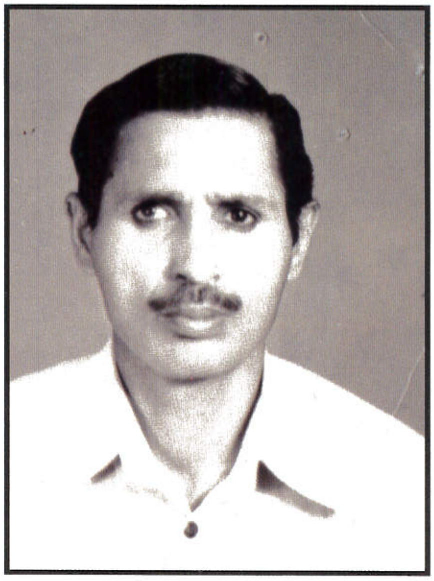
## راجگان منگرال مورگاہ

مورگاہ میں جناب صوبیدار راجہ احمد حسین صاحب کا خانوادہ آباد ہے۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق کوٹلی منگرالاں سے گکناڑہ سے بتایا جاتا ہے۔ راجہ لگڑہ خان کی اولاد میں سے راجہ فتح خان کا ایک بیٹا بلاقی خان ہوا ہے۔ راجہ بلاقی خان کا بیٹا راجہ میر باز خان 1860ء میں گاؤں گکناڑہ سے کسی وجہ سے نکل کر موجودہ کہوٹہ راولپنڈی کے ایک گاؤں ہینسر میں آباد ہوا۔ راجہ میر باز خان نے اس گاؤں میں تقریباً 230 کنال اراضی خریدی کی تھی اور اپنے سابق کنبہ سے بالکل الگ تھلگ اور گمنامی میں زندگی گزاری۔ نیز راجہ میر باز خان نے اپنی اولاد کو نصیحت کی تھی کہ اپنے آپ کو بالکل ظاہر نہ کریں وگرنہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس وصیت پر ان کی اولاد قائم رہی۔

راجہ میر باز خان کے دولڑکے تھے راجہ بہاول خان اور راجہ غریب خان، راجہ بہاول خان کے دو بیٹے راجہ محمد عالم خان اور راجہ اللہ دتہ خان اور دونوں لاولد تھے۔ راجہ غریب خان کا واحد پسر راجہ قائم الدین خان تھا۔ اس کے دو بیٹے راجہ کالا خان اور راجہ فخر الدین خان تھے۔ راجہ کالا خان کی ایک ہی دختر تھی۔ راجہ کالا خان 1926ء میں ایک حادثہ میں انتقال کر گئے تو ساری ذمہ داری راجہ فخر الدین خان پر آن پڑی۔ راجہ فخر الدین خان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ راجہ فخر الدین خان کے بیٹوں میں صوبیدار راجہ احمد حسین منگرال اور راجہ برکت حسین منگرال ہیں جو راولپنڈی کے موضع مورگاہ میں آباد ہیں۔ راجہ احمد حسین صاحب منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کی سرکردہ کارکنان میں سے تھے اور مورجہ 9 جون 1983ء میں تنظیم کا اجلاس آپ کے گھر پر ہوا تھا جس میں راجہ سخی دلیر خان، صوفی راجہ مسکین خان، راجہ مقبول خان اور دیگر اہم شخصیات نے شرکت کی تھی۔ آپ کے گھرانے کے چند اہم نام درج ذیل ہیں۔ راجہ شاہد حسین مورگاہ، راجہ زاہد حسین مورگاہ، راجہ واحد حسین مورگاہ، راجہ محمد قوی، راجہ محمد سمیع، راجہ اکرام حسین انگلینڈ، راجہ رضوان حسین انگلینڈ، راجہ زعفران حسین مرحوم جو 7 اپریل 2015ء میں دمام سعودیہ ایک حادثہ میں انتقال کر گئے، راجہ کامران حسین دبئی، راجہ کاشف حسین، راجہ تاشفین حسین، راجہ میر باز حسین، راجہ محمد علی، راجہ رضوان حسین، راجہ فرقان حسین ڈرائیور دمام سعودیہ، راجہ ہاشو خان، راجہ الٰہی بخش، راجہ امیر علی خان، راجہ غلام دین، راجہ اللہ داد، راجہ عبدالمجید، راجہ عبداللطیف مرحوم، راجہ خالد لطیف، راجہ منور لطیف، راجہ سلطان محمود، راجہ عظمت محمود مرحوم، راجہ ہارون محمود، راجہ محمد یوسف، راجہ محمد یونس، راجہ مزمل حسین، راجہ شہریار خان۔

مورگاہ سے متصل ایک گاؤں جو اب بحریہ ٹاؤن بننے کی وجہ سے اجڑ گیا ہے ''دگلی'' نامی کی نمبرداری بھی منگرال خاندان ہی کے پاس تھی جن


صوبیدار راجہ احمد حسین اور راجہ ساجد حسین



راجہ برکت حسین خان



راجہ فخر الدین خان



کے ایک بھائی کی اولاد شکریال کے ساتھ علاقہ کھنہ کاک میں رہائش پذیر ہے۔جن میں راجہ بشیر خان صاحب کی فیملی اب شکریال میں رہتی ہے۔ جب کہ گلی گاؤں کی اس فیملی کا ایک گھرانہ گوڑہ شاہاں نزد سوہاں اڈہ راجہ عبدالاحد، منگرال پراپرٹی ڈیلر ماڈل ٹاؤن موجود ہے جبکہ ایک شخص راجہ خوشحال خان اپنے گھرانہ کے ساتھ مورگاہ میں مقیم ہے۔

## راجگان منگرال چاہ سلطان وصادق آباد

مرحوم راجہ مقبول خان ولد راجہ محمد صدیق خان کی فیملی چاہ سلطان میں رہائش پذیر ہے جو منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کی وجہ سے بھی مشہور تھے۔آپ کا پرانا گاؤں شکریال میں عزیز آباد تھا۔چاہ سلطان سے ہی راجہ لعل خان صاحب کا گھرانہ بھی منگرال فیملی سے ہی تھا۔

راجہ مقبول خان کی اولادوں میں راجہ اسرار الحق، علی ہجویری پرنٹنگ پریس کالج روڈ اور راجہ محمد اشفاق ہیں۔راجہ اسرار الحق کے بیٹے راجہ نجیب اللہ، راجہ سیف اللہ، راجہ اسد اللہ ہیں۔راجہ اشفاق کے تین بیٹے ہیں دو کے معلوم نام شاہزیب اور جہانزیب۔راجہ مقبول خان کے بھائی راجہ محمد مقصود ہیں جن کے دو بیٹے ہیں، راجہ محمد ابرار الحق اور راجہ محمد انصار الحق۔

راجہ لال خان کی اولاد میں راجہ نصیر احمد خان، راجہ امجد خان عرف توتی، راجہ گڈو خان، راجہ عمران خان۔اس کے علاوہ اسی چاہ سلطان میں راجہ محمد ریاض خان ولد راجہ شیر محمد خان کا گھرانہ بھی موجود ہے جن کی اولاد میں راجہ عمران ریاض جو پرنٹنگ کا کام کرتے ہیں، راجہ زیب ریاض اور راجہ وسیم ریاض ہیں۔

راجہ عجب خان مرحوم، منگرال ویلفیئر ایسوسیشن کا قیام کرنے والے اور منگرال ایسوسی ایٹس کے بانی، ایک شہرہ آفاق شخصیت تھے۔جن کا تعلق مری شہر میں کشمیری محلّہ سے تھا۔آپ کے کارناموں میں سب سے اہم منگرال قوم کو منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کے ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنا تھا۔سخی دلیر خان، چیئرمین اسماعیل، راجہ منشی آف کیری وغیرہ سے آپ کے قریبی تعلق کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔آپ کے خاندان سے باوجود چاہنے کے کوئی رابطہ نہیں ہوسکا۔جس کی وجہ سے تفصیل درج نہیں کی جاسکتی۔راقم کی آپ سے منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کے منعقدہ اجلاس میں کئی مرتبہ ملاقات رہی۔

## تحصیل کہوٹہ وکلرسیداں کے راجگان منگرال

تحصیل کہوٹہ راولپنڈی کی سرحدیں کوٹلی جبکہ کلرسیداں کی سرحدیں ڈڈیال میرپور سے ملتی ہیں۔ان تحصیلوں میں دو منگرال مقامی قبائل آباد ہیں جبکہ ایک فیملی مینڈھر کی مہاجر ہے۔اس کے علاوہ بھی یہاں کلرسیداں میں کچھ گھرانے منگرال قوم کے دعویدار ہیں لیکن مقامی زمیندار گھرانوں کو اس بات پر ابہام ہے اور ویسے بھی یہ گھرانے کوئی ایسی دستاویز پیش نہ کر سکے جس سے ان کے خاندان کا پتا چلتا۔تحصیل کہوٹہ میں لہڑی گاؤں کی منگرال فیملی ایک مشہور گھرانہ ہے جبکہ کلرسیداں میں بریگیڈیئر ریٹائر ضیاء الحسنین صاحب کے گھرانے آباد ہیں۔

کپتان راجہ محمد صادق خان لہڑی کہوٹہ سے ایک نہایت جاندار اور تاریخی شخصیت ہیں۔راجہ محمد صادق خان جنگ 1948ء آزادی کشمیر، 1965ء اور 1971ء کے غازی ہیں۔آپ نے ان جنگوں کے دوران بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے داد شجاعت لیا اور آپ کو پاکستان آرمی نے وار میڈلز سے نوازا۔آپ نے 1965ء میں غیر معمولی بہادری کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل کی اور اس کا اعتراف دشمن فوج کے مغربی محاذ کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل ہربخش سنگھ نے اپنی کتاب The War Dispatches میں کھل کر کیا۔یہ کتاب 1991ء میں لندن سے شائع

ہوئی۔ کتاب میں وہ اس پاکستانی بٹالین کی جوانمردی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جس نے ان کے دو بڑے حملوں کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ بھاری جانی و مالی نقصان بھی پہنچایا۔ جنرل ہربخش سنگھ دو پاکسانی ڈویژنوں کے درمیان چھ سو گز گیپ سے گزر کر ان ڈویژنوں کو گھیرنا اور لاہور پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جگہ جامن گاؤں کے سامنے واقع ہے اور یہ جنگ Battle of Jamman Bridge کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ اس مقام پر انڈیا نے پہلا حملہ گیارہ اور بارہ ستمبر کی رات ایک آرٹلری ڈویژن کی فائر پاور اور ایک بٹالین نفری کے ساتھ کیا جسے اس وقت صوبیدار راجہ محمد صادق خان نے اپنے صرف چار لڑاکا فوجیوں اور بائیس غیر لڑاکا فوجیوں (دھوبی، کک وغیرہ) کے ساتھ ناکام کر دیا۔ دشمن لاشیں، اسلحہ اور بارود بڑی تعداد میں چھوڑ کر پسپا ہو گیا۔ دوسرا حملہ جنگرل ہربخش سنگھ کے حکم پر پوری تیاری کے ساتھ تیرہ اور چودہ ستمبر کی رات ایک بریگیڈ فوج، چوبیس ٹینکوں اور تین ہوائی جہازوں کے ساتھ کیا گیا۔ حملے سے پہلیا یک ڈویژن آرٹلری نے اس جگہ کارپٹ بمبنگ کی۔ صوبیدار راجہ محمد صادق اور انکے جانبازوں نے دشمن کے بارہ ٹینک تباہ جبکہ چھ صحیح سالم حالت میں قبضے میں لے لیے۔ بے شمار اسلحہ اور گولہ بارود اس کے علاوہ تھا۔ پاک فوج کی اجازت سے کئی روز تک دشمن اپنی لاشیں اور زخمی اٹھاتا رہا۔ اس محاذ پر دشمن نے تئیس ستمبر (جنگ بندی تک) پھر حملے کی جرات نہ کی۔ دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ جس فوج کو جنرل ہربخش سنگھ ایک بٹالین یعنی 800 سے 900 افراد سمجھ رہے ہیں وہ کل 28 افراد تھے جن میں لڑاکا فوجی صرف 5 تھے۔ کیپٹن ریٹائرڈ راجہ محمد صادق خان کے اس بے مثال کارنامے پر جنرل سلیم اللہ، بریگیڈیئر نور اے حسین (مرحوم) جو قائداعظم کے اے ڈی سی رہے، نے قومی اخبارات میں مضامین تحریر کیے۔ راجہ محمد صادق خان کے انٹرویوز 6 ستمبر کو پی ٹی وی اور ریڈیو پاکستان سے نشر ہو چکے ہیں۔ راجہ محمد صادق کے فرزند راجہ عبدالقیوم خان انہی دنوں میں بطور پریس کونسلر و ڈائرکٹر جنرل پاکستان الیکٹرانک میڈیا اینڈ کمیونیکیشن اپنے عہدہ سے گریڈ 20 سبکدوش ہوئے ہیں۔ اسی خاندان سے ایک مشہور راجہ ادریس خان ہیں جن کی پیدائش کویت کی ہے اور حال مقیم دوبئی ہیں۔ آپ نے روس سے کیمیکل انجینئرنگ کی اور دوبئی میں اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں۔ اس گاؤں کے کچھ اور مشہور راجگان منگرالوں کے نام ذیل ہیں۔ نائب صوبیدار راجہ محمد اکبر خان شہید (محاذ برما، سیکنڈ ورلڈ وار)، راجہ محمد خان مرحوم سیلر (سیکنڈ ورلڈ وار)، مولوی محمد وارث خان مرحوم، راجہ محمد الیاس مرحوم، راجہ محمد خان مرحوم، ماسٹر محمد زمان مرحوم، صوبیدار محمد عالم مرحوم، حوالدار محمود خان مرحوم، راجہ محمد عارف مرحوم، راجہ محمد حسن مرحوم، راجہ غلام حسن مرحوم، راجہ محمد اسلم مرحوم، راجہ ظفر اقبال انجم شاعر و ادیب، پروفیسر راجہ قیصر آفتاب ادیب و مصنف، راجہ مظہر اقبال خان ادیب و مصنف، راجہ پنوں خان مرحوم، راجہ امیر زمان خان مرحوم، راجہ شیر زمان خان مرحوم، راجہ محمد افضل خان مرحوم، راجہ شیر افضل انگلینڈ، راجہ امیر افضل انگلینڈ، راجہ حکم داد خان مرحوم خان، راجہ بشارت خان، راجہ محبت خان، صوبیدار راجہ محمد شبیر خان، غازی صوبیدار محمد خان، میجر راجہ محمد منیر خان انگلینڈ، راجہ کماں خان، راجہ محمد ابراہیم مرحوم، ماسٹر راجہ طارق خان، ماسٹر محمد احمد، راجہ محمد فاروق خان انگلینڈ، ماسٹر محمد نثار اسلام آباد، ماسٹر اشتیاق خان، راجہ محمد اشتیاق، راجہ محمد اشفاق، راجہ محمد مشتاق، مفتی محمود الحسن، محمد مشتاق خان (ان کے چار بیٹے حافظ قرآن ہیں)۔

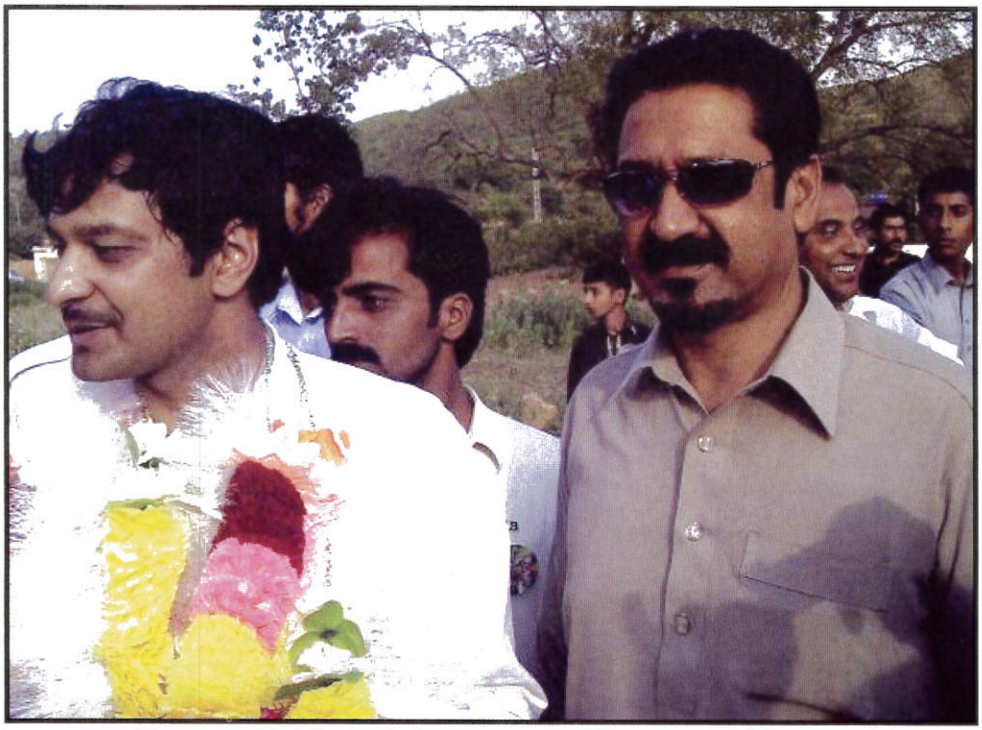
ریٹائرڈ بریگیڈیئر راجہ ضیاء الحسین کے آباد و اجداد براٹلہ سے نقل مکانی کر کے روات موہڑہ بختاں میں آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے دادا نواب خان کا تعلق ملٹری سے تھا آپ برٹش آرمی سے ریٹائر ہوئے تو برٹش آرمی کی طرف سے آپ کو فیصل آباد میں جاگیر دی گئی جس کی وجہ سے آپ وہی جا کر آباد ہو گئے۔ جہاں پر بریگیڈیئر ضیاء الحسنین جو راجہ غلام حسین صاحب کے صاحبزادہ ہیں نے اولاً ویٹنری سائنس میں گریجویشن کی اور اس کے بعد پاک آرمی میں بطور کیپٹن شمولیت اختیار کی۔ آپ پاک آرمی کی ویٹنری سروس RVFC متعلقہ تھے۔ آپ کی اولادوں میں محمد الحسنین اور علی



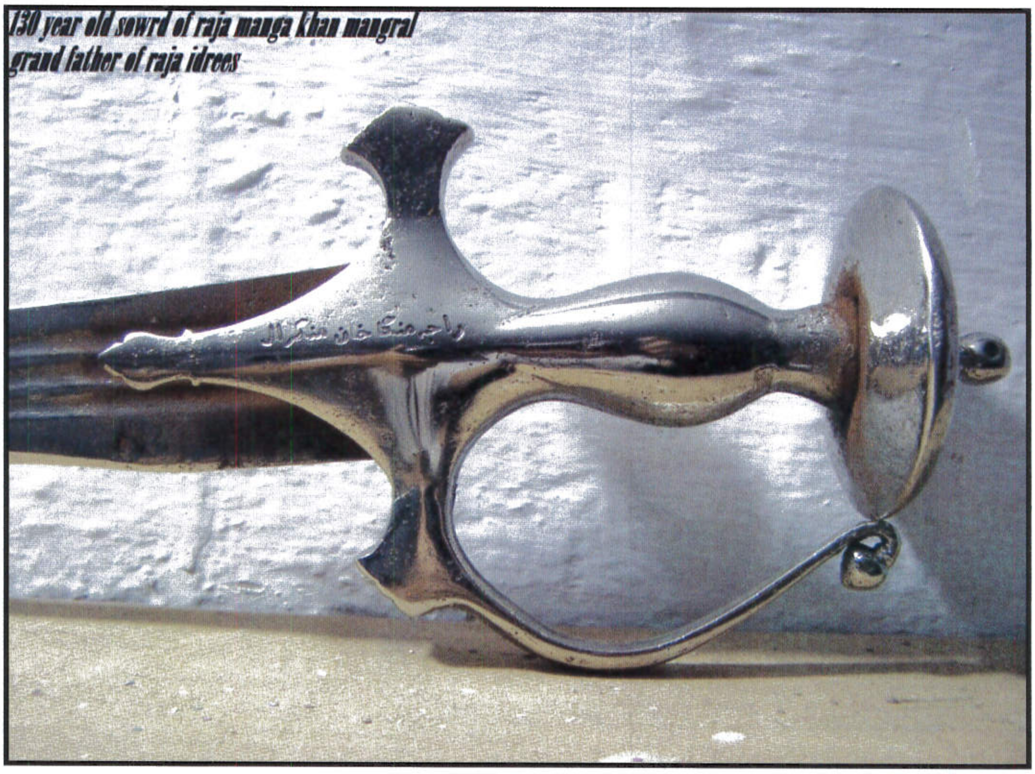


راجہ عبدالقیوم خان

کیپٹن ریٹائرڈ راجہ محمد صادق خان



راجہ محمد ادریس خان ایم پی اے راجہ محمد علی کے ساتھ




راجہ منگا خان منگرال کی تلوار جوتقریباً 150 سال پرانی ہے



راجہ نذیر احمد، راجہ اشفاق ایڈووکیٹ کلر سیداں، راجہ ادریس، راجہ یاسین اقبال خان اور دیگر

الحسنین ہیں جو انگلینڈ مقیم ہیں۔آپ کی والدہ کا تعلق براٹلہ کوٹلی سے تھا۔یہاں کلر سیداں میں روات کے مقام پر آپ کے خاندان کے کچھ اہم افراد کے نام درج ذیل ہیں۔محمد تنویر خان، محمد نصیر خان، ذوالفقار حیدر خان، وقار حیدر خان، صابر حسین، خالق حسین، فضل حسین، عابد حسین، عبدالعزیز خان، محمد نذیر خان، محمد بشیر خان، محمد ریاض خان، محمد ایاز خان، محمد جہانگیر خان، زاہد خان، خالد خان، اعجاز الحسن، اقبال حسن، تابش اعجاز الحسان، راحیل حسین، عقیل حسین، نبیل خان، تنزیل خان، عدیل خان، محمد رضوان خان، قربان خان، محمد ضمیر خان۔راجہ محمد یوسف خان، راجہ یار محمد خان، راجہ محمد ریاض خان، راجہ اللہ دتہ خان، راجہ منظور حسین، راجہ بشیر حسین، راجہ ریاض حسین، راجہ غلام مصطفیٰ، راجہ خرم شہزاد خان، راجہ منصور حیدر خان، راجہ حامد محمود خان، راجہ فضل محمود خان، راجہ حسن محمود خان، راجہ بلال خان، راجہ افضال خان، راجہ محبوب احمد خان، راجہ محمد اسلم خان، راجہ غلام محی الدین خان، راجہ توصیف احمد خان۔راجہ محمد یاسین خان، قنبر عباس خان، راجہ انوار حسین خان، وغیرہ۔

## خاندان منگرال راجپوت گاؤں اراضی پنڈ تحصیل کلر سیداں

آج سے تقریباً 68 سال پہلے 1948ء جموں کشمیر میں جب غدر کی شروعات ہوئیں تو بہت سے کشمیری مہاجرین نے اپنی عزت، دین ایمان کے تحفظ اور بقا کے لیے ہجرت کی۔اسی دوران اس منگرال راجپوت خاندان نے کشمیر کے ضلع پونچھ تحصیل مینڈھر کے موضع اوڑی سے ہجرت کی اور ہر قسم کے مصائب والام برداشت کرتے ہوئے اور مانسہرہ کیمپ، سوال کیمپ میں رہتے ہوئے مستقل طور پر 1952ء میں ضلع راولپنڈی کی تحصیل کہوٹہ سابقہ اور حال تحصیل کلر سیداں کے گاؤں اراضی پنڈ، میں سکونت اختیار کی اور 1953ء کے دوران 5 تا 6 فی کس کے حساب سے ایک ایک کنبہ کو 100 کنال زمین الاٹ کی گئی تا کہ کھیتی باڑی کے ذریعے گزر اوقات ہو سکے اور اس طرح 5 خاندانوں کو 500 کنال اراضی الاٹ کی گئی۔یہ کنبہ اپنے آپ کو منگرال خانوادوں سے منسوب کرتا ہے۔

ہجرت کے دوران میرے دادا فیروز خان ولد باغ علی خان اور انکے دیگر بھائی پہلوان خان، لال دین اور ایک بہن تھیں جو لاولد فوت ہو گئیں تھیں۔اب ان بہادر سپوتوں اور انکی اولادوں کے درج ذیل تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

1۔فیروز خان ولد باغ علی خان: برٹش آرمی میں ملازم تھے اور ملازمت کا زیادہ تر حصہ کوہاٹ میں گزرا۔آپ نے دو شادیاں کیں۔پہلی بیوی سے دو بچے محمد اقبال خان، اور جمعہ خان اور ایک بیٹی تھی۔جبکہ دوسری سے صرف ایک بیٹا محمد تاج خان ہے۔

2۔محمد اقبال خان ولد فیروز خان: فیروز خان کی سب سے بڑے بیٹے کا نام محمد اقبال خان ہے۔آپ بھی برٹش آرمی میں ملازم رہے۔آپکی پیدائش 1914ء کی تھی۔آرمی کی ملازمت کے دوران دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر لڑتے رہے اور پاکستان آنے کے بعد پاکستان آرمی کی ملازمت کرتے رہے۔آپ نے 1997ء میں اس جہان فانی کو خیر آباد کہا۔آپ کے تین بیٹے ہیں۔راجہ محمد اسحاق خان، راجہ محمد اسماعیل خان، راجہ محمد اشفاق ایڈووکیٹ۔بقول اس خاندان کے آپ کی کرنل محمود خان مرحوم تھروچی سے بہت گہری دوستی تھی اور کرنل صاحب اکثر ان کے گھر آتے جاتے رہتے تھے۔اس کے علاوہ اس خاندان کا تعلق ورشتہ داری چنگ پور خاص میں بھی ہے۔

راجہ محمد اسحاق خان کے چار بیٹے ہیں۔راجہ محمد سلمان خان، راجہ عبدالرحمان خان، راجہ محمد عرفان خان، راجہ اسامہ۔جبکہ راجہ محمد اسماعیل کے دو بیٹے ہیں جنکے نام راجہ مزمل اسماعیل اور راجہ مدثر اسماعیل ہیں، جو عرصہ 23 سال سے مدینہ منورہ میں روزگار کے سلسلے میں مقیم ہیں۔

راجہ محمد اشفاق خان ایڈووکیٹ۔ آپ کی پیدائش 24 اپریل 1980ء کی ہے۔ 1996ء میں گورنمنٹ ہائی سکول اراضی سے میٹرک کیا، انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ کلر سیداں سے 1999ء سے کیا۔ گریجویشن گورنمنٹ گارڈن کالج راولپنڈی سے کی 2001ء میں کی۔ اس کے بعد 2006ء میں مسلم لاء کالج راولپنڈی سے لاء کی ڈگری حاصل کی۔ آپ آج کل وکالت ہی کے پیشے سے وابستہ ہیں اور ہائی کورٹ راولپنڈی میں پریکٹس کرتے ہیں۔

جمعہ خان ولد فیروز خان: جمعہ خان فیروز خان کی دوسری اولاد ہیں۔ جمعہ خان کے چھ بیٹے ہیں۔ راجہ بشیر احمد، راجہ رشید احمد، راجہ شبیر احمد، راجہ محمد یونس، حولدار ریٹائر راجہ محمد الیاس خان، اور راجہ محمد مشتاق خان ہیں۔ راجہ محمد تاج خان فیروز خان کی تیسری اولاد ہیں راجہ محمد تاج خان کے دو بیٹے ہیں۔ راجہ محمد شہزاد خان اور راجہ محمد شیراز خان۔

پہلوان خان: پہلوان خان ولد باغ علی خان کے دوسرے فرزند تھے ان کے دو بیٹے ہیں راجہ محمد عباس خان اور راجہ محمد صادق خان جو کلر سیداں کے علاقے موضع دودھلی میں آباد ہیں۔ راجہ محمد صادق خان فوت ہو چکے ہیں اور انکی اولاد میں راجہ محمد فیاض خان، راجہ محمد ساجد اور راجہ محمد واجد خان شامل ہیں۔ جبکہ راجہ محمد عباس خان کے دو بیٹے راجہ مہربان اور راجہ شان ہیں۔ راجہ محمد فیاض کے تین بیٹے ہیں راجہ محمد اشتیاق، راجہ محمد وقاص خان جو پاکستان آرمی میں ملازمت کرتے ہیں اور راجہ آفتاب شامل ہیں۔

لال خان ولد باغ خان: لال خان ولد باغ علی نے دو شادیاں کیں جن میں سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔ راجہ محمد امین خان اور راجہ محمد صادق خان مرحوم اور راجہ محمد خالق خان مرحوم۔ راجہ محمد امین خان کے چار بیٹے ہیں جسمیں راجہ محمد یاسین خان۔ راجہ محمد ساجد مرحوم، راجہ محمد خالد مرحوم، راجہ محمد منیر ہیں۔ راجہ محمد صادق کی اولاد میں راجہ محمد قاسم، راجہ محمد عاصم۔ راجہ محمد توقیر، راجہ محمد قدیر شامل ہیں۔

حیات بخش ولد نعمت اللہ خان، حیات بخش ولد نعمت اللہ کی دو اولادیں تھیں جس میں فرمان علی خان اور حسن محمد تھے۔ جن کی تفصیل ذیل ہے۔

فرمان علی خان؛ فرمان علی خان کے چار بیٹے تھے جس میں شیر محمد جو کہ لاولد مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئے تھے۔ دو بیٹے باغ حسین اور ولی داد بھی لاولد فوت ہو گئے جبکہ راجہ محمد وارث خان کی 4 اولادیں ہوئیں راجہ محمد عارف ولد راجہ محمد وارث کی صرف ایک اولاد ہے جس کا نام راجہ محمد حارث ہے۔ راجہ محمد طارق کی بھی دو اولادیں ہیں جن کے نام راجہ محمد طیب اور راجہ محمد عاطف ہیں۔ راجہ محمد بشارت ولد محمد وارث کے دو بیٹے ہیں۔ جن کے نام راجہ حسنین اور راجہ باسط ہیں اور راجہ محمد آصف ولد محمد وارث کے بھی دو بیٹے ہیں جن کے نام راجہ محمد کاشف اور راجہ محمد واصف ہیں۔

حسن محمد ولد حیات بخش، حسن محمد ولد حیات بخش کی اولادیں آزاد کشمیر کی تحصیل ڈڈیال میں آباد ہیں ان کے دو بیٹے راجہ محمد لطیف اور راجہ داد ہیں۔ راجہ محمد لطیف خان کی اولاد میں سے راجہ محمد حنیف کافی اثر و رسوخ والی شخصیت گردانے جاتے ہیں۔ اس خاندان کی رشتہ داریاں، گکھڑ، تھکیال راجپوت، مملاک راجپوت، منیال راجپوت سے ہیں۔

# راجہ سرفراز احمد خان

## (خاندانی پس منظر اور گھرانہ)

موضع بڑالی ولی داد خان نامی منگرال خاندان سے جس کے والد کا نام شیر علی خان تھا کسی انقلاب کی وجہ سے بمقام ڈبڑوٹ متصل بھمبر گلی راجوری جا کر ایک کوٹ تعمیر کیا، جس کا نام پرانا کوٹ رکھا جو ابھی بھی پرانے کوٹ کے نام سے موصوف ہے کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد جموں چلا گیا اور وہاں جا کر ڈوگرہ راجپوت کی نوکری پانچ روپے ماہوار پر اختیار کی۔ اس زمانہ میں دس آنے کا روپیہ تھا اور جموں سے شادی بھی کر لی۔

اس بیوی کے بطن سے خان محمد خان پیدا ہوا۔ خان محمد خان جب سات سال کا ہوا تو اپنی والدہ سے اصرار کرنے لگا کہ ہمارا وطن کہاں ہے؟ والدہ نے کہا کہ تمہارا والد ظاہر کرتا ہے کہ میں بڑالی کوٹلی منگرالاں کا رہنے والا تھا اور وہاں سے لا کر دبروٹ آباد ہوا تھا اور ایک کوٹ تعمیر کیا تھا جس کا نام پرانا کوٹ ہے جو کہ کسی انقلاب کی وجہ سے گر گیا ہے۔

خان محمد خان نے کہا کہ مجھے دبڑوٹ پرانے کوٹ میں لے چلو وہاں سے والدہ اور لڑکا دونوں چلے اور دبڑوٹ متصل بھمبر گلی آ کر آباد ہوئے اس زمانہ میں راجوری پر راجہ فقیر اللہ خان اور قدرت اللہ خان جرال خاندان کے راجے تھے راجہ فقیر اللہ وقدرت اللہ خان نے بطور عطیہ موضع دبڑوٹ کی نمبرداری عطا کی بعد ازاں پیر بخش خان نامی جو کا کا خان کا لڑکا تھا پراوہ آ کر آباد ہوا۔ ملک میں چھوٹے چھوٹے راج تھے مثلاً بھمبر سلطان خان چِب راجپوت، کوٹلی منگرلاں راجہ مگر خان منگرال راجپوت، پونچھ سرنکوٹ گوجر راجپوت، راجوری جرال راجپوت، ناڑ دھوڑیاں پروزال راجپوت۔

خاندانی دستاویزات اور روایت کے مطابق ہمارے خاندان کا تعلق کوٹلی منگرالاں کے موضع بڑالی سے ثابت ہے۔ فلوش کے منگرال راجپوتوں کے پاس ایک قدیم اور مصدقہ شجرہ ہے، یہ شجرہ راجہ محمد عظیم خان اسسٹنٹ کمشنر (سابق) کے پاس محفوظ ہے اور اس شجرہ کو راقم نے اس زمانہ میں ملاحظہ کیا تھا جب راجہ صاحب تحصیلدار کوٹلی تھے۔ اب یہ شجرہ مزید تحقیق کے بعد راجہ نوید صاحب کی کتاب منگرال راجپوت میں شائع ہو چکا ہے۔ فلوش کے منگرال بڑالی کے مشہور منگرال ہیں۔ بڑالی کے منگرال راجہ سہنس پال کے پسر دوم راجہ تتار خان کی اولاد میں سے ہیں۔ جیسا کہ گل پور، تھروچی، کجلانی اور براٹلہ اور اس کے گردونواح میں آباد منگرال راجپوت بھی براہ راست راجہ تا تار خان کی ہی اولاد سے ہیں۔

راقم کے دادا میاں فیروز الدین کے چھوٹے بھائی منشی رکن الدین نے اپنے خاندان کے شجرہ اور خاندانی پس منظر کو تحقیق کر کے باقاعدہ قلم بند کیا اور اس حقیقت کو واضع کیا کہ ہمارا خاندان راجہ شیر علی خان ساکن بڑالی کوٹلی منگرالاں کی ہی اولاد ہے اور اس کا ایک بیٹا ولی داد خان کسی انقلاب کی وجہ سے گاؤں دبروٹ راجوری کے طرف نقل مکانی کر گیا تھا۔ بعد ازاں اس کا بیٹا خان محمد خان اور اس کا بیٹا کا کا خان اسی گاؤں کے نمبردار ہو گزرے ہیں۔ راقم کا کا خان کی اولاد میں سے ہیں۔ کا کا خان اکثر اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے کوٹلی منگرالاں آیا کرتے تھے۔

راقم کے بھائی راجہ ریاض احمد خان کی اولاد میر پور میں آباد ہے۔ جس میں راجہ عامر خان، راجہ ناصر خان، راجہ یاسر خان اور عبدالقادر جو راقم کے داماد بھی ہیں شامل ہیں۔ راقم کے بڑے بھائی راجہ بشیر احمد خان ہاؤسنگ سکیم کوٹلی شہر میں آباد ہیں۔ ان کا ذکر کوٹلی شہر کے حوالہ میں رقم ہے۔ راقم کی ایک بہن شمیم اختر بھی ہیں جو کینیڈا میں مقیم ہیں اور ایک بھائی راجہ فیاض احمد خان قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا۔ ان کی دو دختران کومل اور علیشباء

ہیں۔

راقم کے چچا راجہ محمد لطیف خان کی اولاد لاہور میں آباد ہے۔ان کی اولاد میں راجہ محمد طارق لطیف خان ملازم محکمہ انہار، راجہ محمد الطاف لطیف خان مقیم دوبئی اور راجہ سجاد لطیف خان شامل ہیں۔راجہ طارق کا ایک ہی بیٹا راجہ عمر طارق خان ہے۔راقم کے چچا راجہ محمد لطیف خان ایئر فورس آفیسر میس کے انچارج رہے اور ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوئے۔

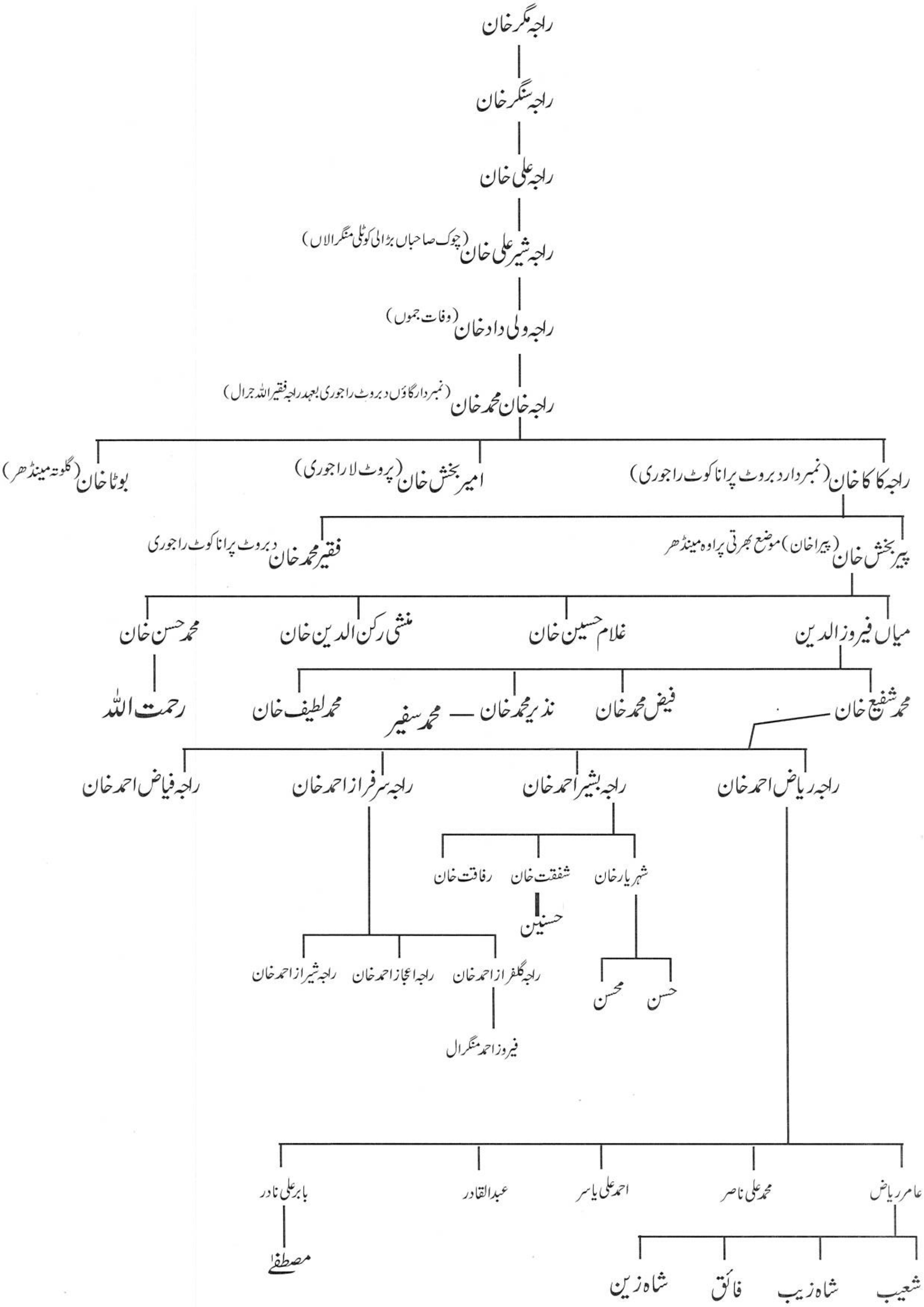
راقم کے پڑدادا کے چچا زاد بھائی کی اولاد تیزاب احاطہ لاہور میں آباد ہے جن میں دادا غلام محی الدین اور محمد رشید وغیرہ کی اولادیں شامل ہیں اور کاروبار سے منسلک ہیں اور خوشحال ہیں۔

راقم کے دادا کے بھائی رکن الدین کی اولاد کھوئی رٹہ میں آباد ہے جن کا ذکر کھوئی رٹہ کے حوالہ سے موجود ہے۔اس کے علاوہ راقم کے دادا کے بھائی راجہ غلام حسین خان کی اولاد میں سے راجہ محمد اجمل سلطانی ایڈووکیٹ ہیں۔

راجہ اجمل سلطانی ایڈووکیٹ 1986ء میں تحصیل نکیال کے گاؤں مجہان تارا کالونی میں پیدا ہوئے۔آپ اپنے زمانہ کے ہونہار اور ذہین طالب علم تھے۔آپ نے اپنی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔طلباء یونین کے چیئرمین رہے۔ MBA کرنے کے بعد آپ نے وکالت کا امتحان پاس کیا اور پھر اسی شعبہ سے وابستہ ہو گئے۔آپ راجہ زبیر ایڈووکیٹ کے چیمبر سے منسلک ہیں۔ وکالت سے قبل آپ صحافی بھی رہے اور کشمیر کلب نکیال کے سینئر نائب صدر مقرر رہے۔

آپ زبردست سیاسی، سماجی، بلند حوصلہ اور پختہ ارادوں کے حامل شخصیت ہیں۔آپ ذمہ داریوں کو خوب نبھاتے ہیں۔آپ کے والد بڑے نیک، پرہیزگار اور مذہبی انسان ہیں۔

آپ نکیال حلقہ میں مسلم لیگ ن کے جنرل سکریٹری بھی ہیں اور قوم کا سرمایہ ہیں۔آپ بار ایٹ لاء کا ارادہ رکھتے ہیں۔اللہ آپ کو اپنی ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔آمین



راجہ مگر خان
راجہ سنگر خان
راجہ علی خان
راجہ شیر علی خان (چوک صاحباں بڑالی کوٹلی منگرالاں)
راجہ ولی داد خان (وفات جموں)
راجہ خان محمد خان (نمبردار گاؤں دبروٹ راجوری بعہد راجہ فقیر اللہ جرال)
راجہ کا کا خان (نمبردار دبروٹ پرانا کوٹ راجوری)
امیر بخش خان (پروٹ لا راجوری)
بوٹا خان (گلوتہ مینڈھر)
پیر بخش خان (پیرا خان) موضع بھرتی پراوہ مینڈھر
فقیر محمد خان دبروٹ پرانا کوٹ راجوری
میاں فیروز الدین
غلام حسین خان
منشی رکن الدین خان
محمد حسن خان
رحمت اللہ
محمد شفیع خان
فیض محمد خان
نذیر محمد خان — محمد سفیر
محمد لطیف خان
راجہ ریاض احمد خان
راجہ بشیر احمد خان
راجہ سرفراز احمد خان
راجہ فیاض احمد خان
شہریار خان
شفقت خان
رفاقت خان
حسنین
حسن
محسن
راجہ گلفراز احمد خان
راجہ اعجاز احمد خان
راجہ شیراز احمد خان
فیروز احمد منگرال
عامر ریاض
محمد علی ناصر
احمد علی یاسر
عبدالقادر
بابر علی نادر
مصطفیٰ
شعیب
شاہ زیب
فائق
شاہ زین

## فیض محمد خان (پچھلے صفحے سے)

- محمد ضمیر
  - محمد مجید
  - محمد منیر
  - محمد کریم
  - محمد اظہر
  - محمد عظیم
- محمد جاوید
  - متین
  - احتشام
  - زوہیب
  - رضا علی
- محمد بشیر
  - محمد حمید
  - محمد امیر

## محمد لطیف خان (پچھلے صفحے سے)

- طارق لطیف
  - محمد عمر طارق
- الطاف لطیف
- سجاد لطیف

## غلام حسین خان (پچھلے صفحے سے)

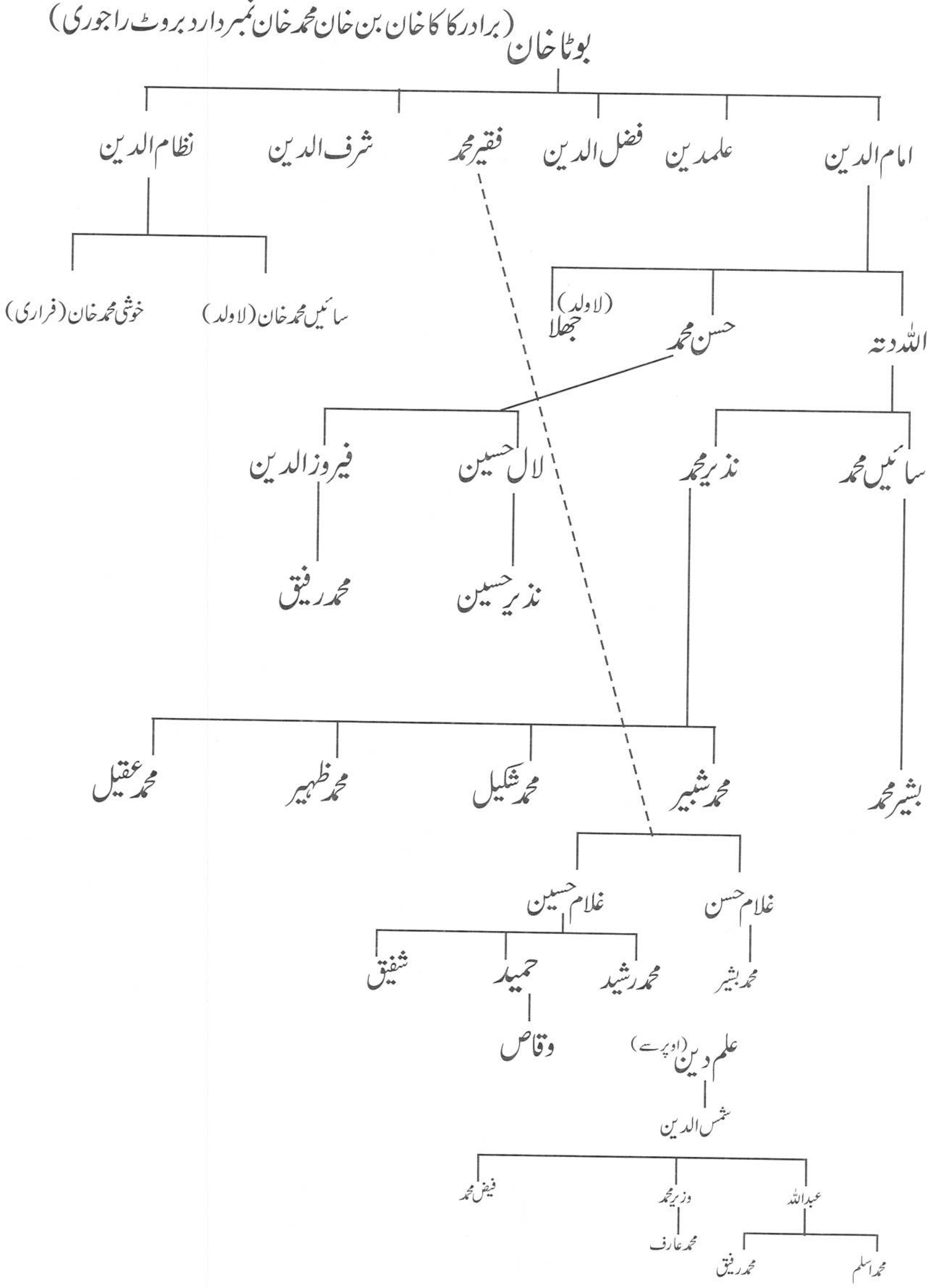
- محمد عزیز
  - محمد یاسین
    - نصیر احمد
    - شکیل احمد
    - نوید احمد
  - محمد صغیر
    - عقیل احمد
    - تنویر احمد
- عبدل حسین
  - محمد وحید
  - محمد سعید
  - محمد اسحاق
  - محمد مسعود
- غلام محی الدین
- الف الدین
  - راجہ محمد بشیر
    - قمر شہزاد
  - محمد ضمیر
  - راجا محمد کبیر
- محمد حسین (احسان خان)

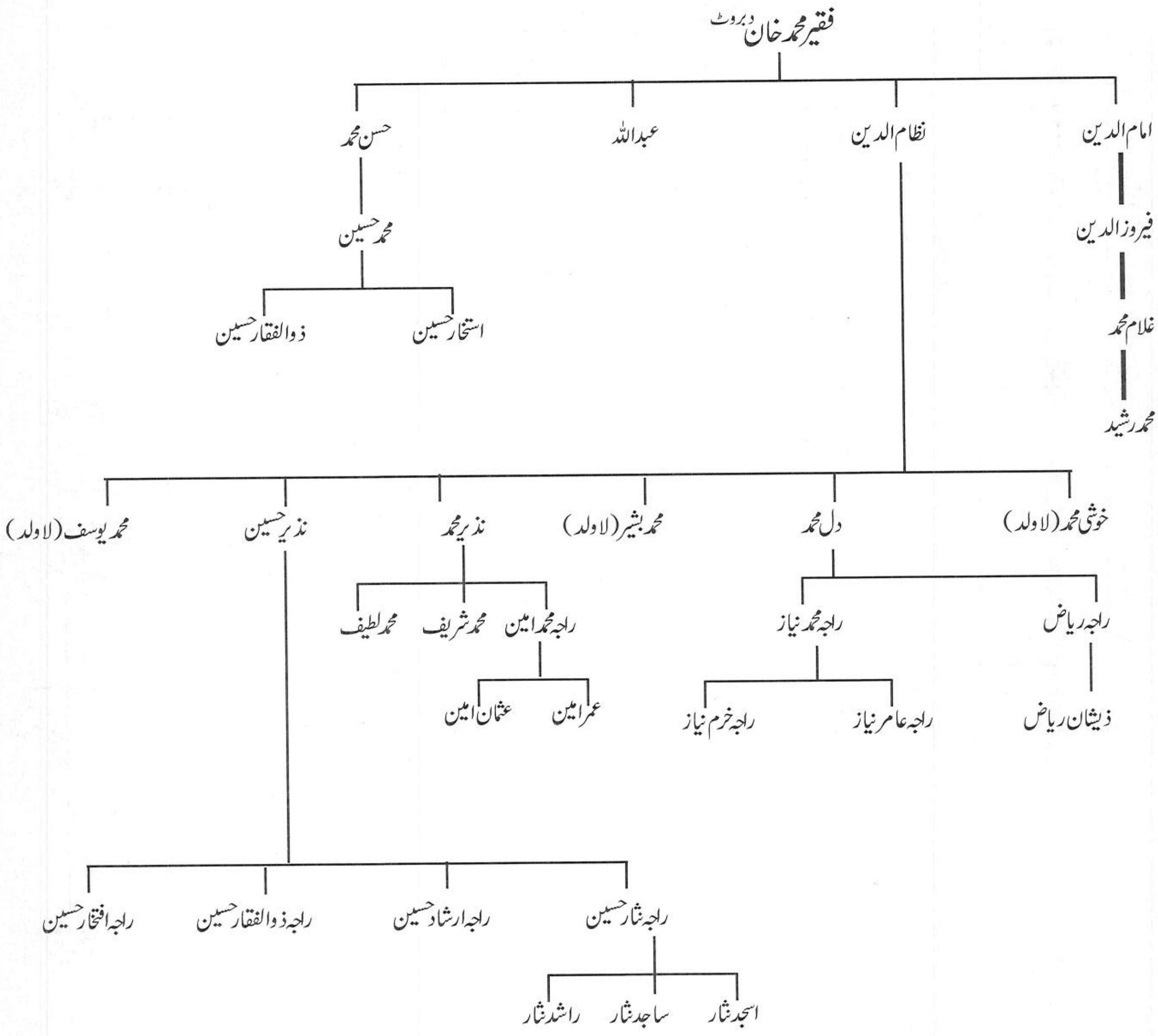
## محمد حسین (احسان خان)

- محمد اعظم
- محمد اظہر
- راجہ محمد اجمل سلطانی
- محمد امجد

## منشی رکن الدین

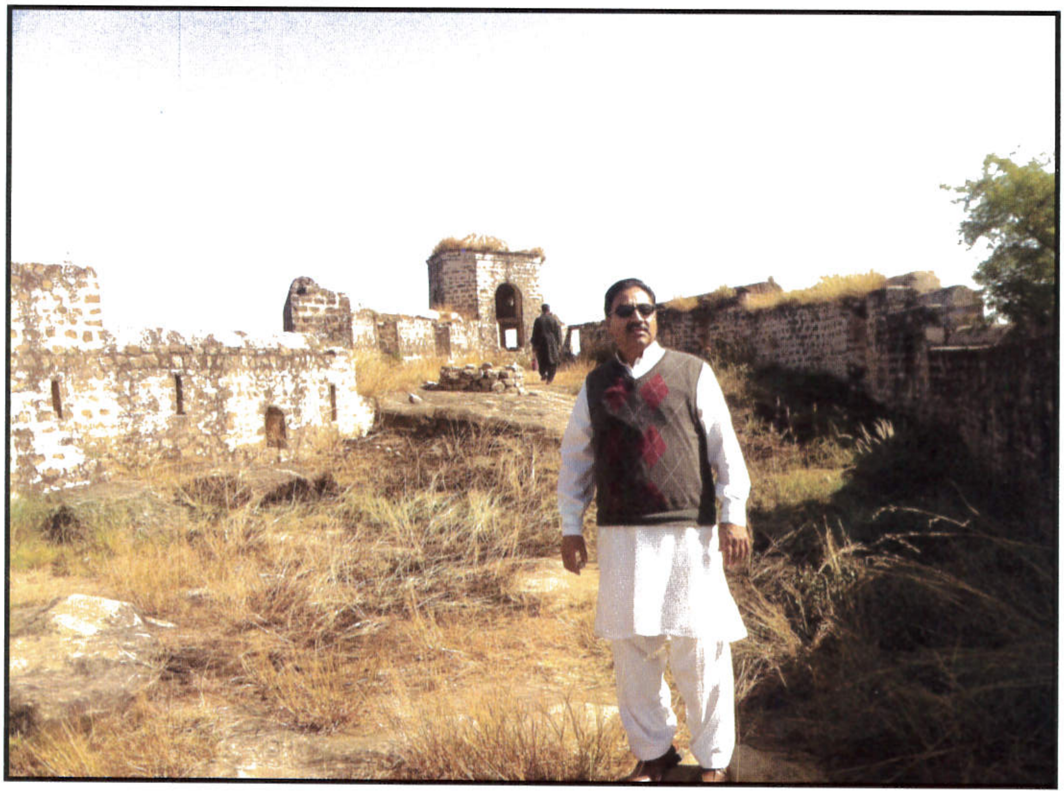
- محمد عظیم
- روز محمد خان
- محمد بصیر الحق (پروجیکٹ منیجر، کھوئی رٹہ)
  - آفتاب الحق
  - مہتاب الحق
  - شہاب الحق


بوٹا خان (برادر کاکا خان بن خان محمد خان نمبردار دبروٹ راجوری)
امام الدین
علمدین
فضل الدین
فقیر محمد
شرف الدین
نظام الدین
سائیں محمد خان (لاولد)
خوشی محمد خان (فراری)
اللہ دتہ
حسن محمد
جھلا (لاولد)
سائیں محمد
نذیر محمد
لال حسین
فیروز الدین
نذیر حسین
محمد رفیق
بشیر محمد
محمد شبیر
محمد شکیل
محمد ظہیر
محمد عقیل
غلام حسن
غلام حسین
محمد بشیر
محمد رشید
حمید
شفیق
وقاص
علم دین (اوپر سے)
شمس الدین
عبداللہ
وزیر محمد
فیض محمد
محمد عارف
محمد اسلم
محمد رفیق


فقیر محمد خان دبروٹ
امام الدین
نظام الدین
عبداللہ
حسن محمد
فیروز الدین
غلام محمد
محمد رشید
محمد حسین
استخار حسین
ذوالفقار حسین
خوشی محمد (لاولد)
دل محمد
محمد بشیر (لاولد)
نذیر محمد
نذیر حسین
محمد یوسف (لاولد)
راجہ ریاض
راجہ محمد نیاز
ذیشان ریاض
راجہ عامر نیاز
راجہ خرم نیاز
راجہ محمد امین
محمد شریف
محمد لطیف
عمر امین
عثمان امین
راجہ نثار حسین
راجہ ارشاد حسین
راجہ ذوالفقار حسین
راجہ افتخار حسین
اسجد نثار
ساجد نثار
راشد نثار

امیر بخش (پچھلے صفحوں سے)

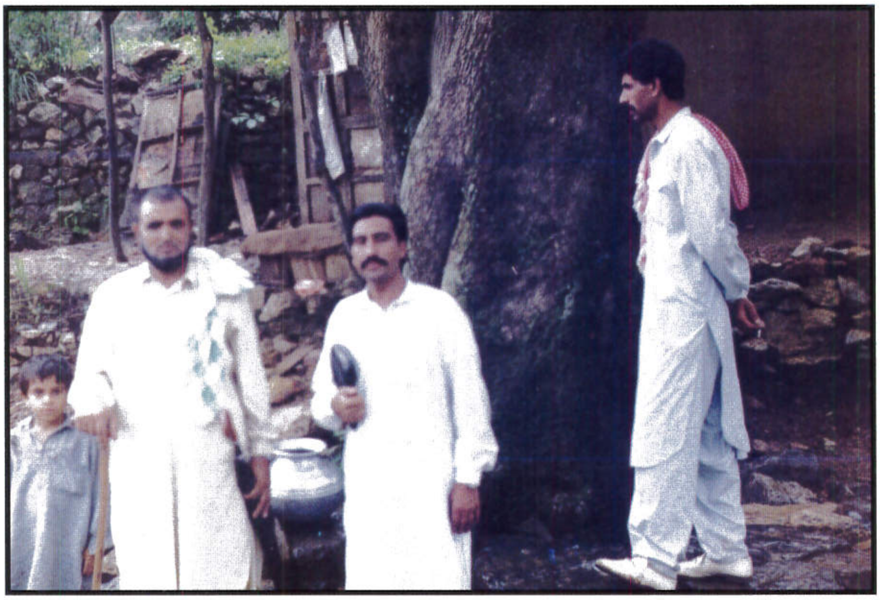
- پیر بخش
  - غلام محی الدین
    - غلام نبی
    - غلام سرور
  - نذیر محمد
    - عبدالخالق
    - عبدالرشید
  - سید محمد (لاولد)
  - محمد نیاز
    - جازب
    - اعجاز
  - عبدالرشید
    - محمد رفیق
    - محمد فاروق
    - محمد عارف
- سائیں خان
  - محمد شفیع
  - غلام قادر
- امام الدین
  - عبدالعزیز



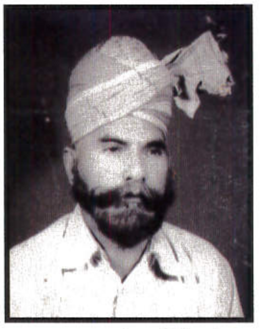
مصنف قلعہ تھروچی میں



پروفیسر راجہ نوید احمد، راجہ نعیم نجمی، ڈاکٹر شبیر احمد خان مصنف کے ساتھ



مصنف، کہو کا درخت منسوب ہاشورانی جہاں پینگ ڈالتی تھی



مستری حسن الدین مرحوم
(دھنواں)



ڈاکٹر ملک محمد صادق (مصنف تاریخ ملکاں)



مصنف بطور ٹیچر و ناظم امتحانات اپنے دفتر میں



1995ء، مصنف بطور ٹیچر کشمیر پر مقالہ پڑھتے ہوئے



1994ء چک گہیاں سکول میں الوداعی پارٹی (سائنس گروپ) کے موقع پر
مصنف، راجہ محمد رفیق خان صدر معلم اور SST راجہ اشفاق احمد کے ہمراہ



1992ء چک گہیاں سکول میں الوداعی پارٹی (سائنس گروپ) کے موقع پر
مصنف، راجہ محمد رفیق خان صدر معلم اور SST راجہ اشفاق احمد کے ہمراہ



بطور ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول چک گہیاں (سائنس گروپ)
SST راجہ اشفاق احمد، محمد صادق چودھری صدر معلم اور مصنف



1992ء بطور ٹیچر الوداعی پارٹی کے موقع پر (سائنس گروپ)
SST راجہ اشفاق احمد، راجہ محمد رفیق خان، صدر معلم اور مصنف



الوداعی پارٹی میٹرک چک گھیاں ہائی سکول 1995ء



پہلوان راجہ سکندر حیات خان، میجر نعیم حنیف، مصنف کے ساتھ راجہ اکبر خان کرتوٹ سرہوٹا



دائیں سے، راجہ توصیف (بڑالی)، راجہ مظہر، راجہ یاسین، راجہ وقار، راجہ عقیل، راجہ بشارت و برادران، میجر نعیم حنیف، راجہ شفیق الرحمان، مصنف، راجہ محفوظ ممبر، راجہ نذیر احمد
راجہ ذیشان، راجہ خالد اور راجہ عبدالرقیب، اسلام آباد منگرال کمیونٹی میٹنگ کے موقع پر



مصنف غازی راجہ اللہ دتہ، کامران غازی وغیرہ اور راجہ نذیر احمد کے ساتھ



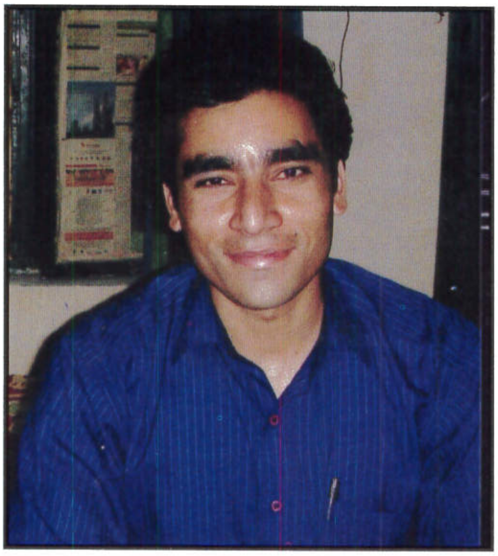
راجہ عبدالکریم خان
(دھڑہ پنگ پیراں)
26 جولائی 1994ء



میرپور میں مصنف کے گھر لگا ایک کھجور کا درخت



مصنف فاتح کوٹلی فخر کشمیر کرنل محمود خان کی کرسی پر
بیٹھنے کا اعزاز حاصل کرتے ہوئے۔



راجہ اجمل سلطانی (ایڈووکیٹ)



مصنف کے بڑے بھائی راجہ بشیر احمد خان منگرال



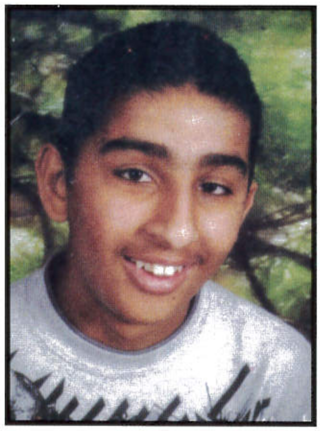
مصنف کے بھائی راجہ فیاض احمد خان منگرال



راجہ عبدالقادر منگرال
مصنف داماد



مصنف کے بڑے بھائی
راجہ ریاض احمد خان مرحوم



راجہ شیراز احمد خان منگرال
(بیٹا مصنف)



راجہ اعجاز احمد خان منگرال
(بیٹا مصنف)



راجہ گلفراز احمد خان منگرال
(بیٹا مصنف)



راجہ عامر خان منگرال (بھتیجا مصنف)



اعیوشہ اعجاز منگرال
پوتی مصنف



راجہ فیروز احمد خان منگرال
پوتا مصنف



راجہ شفقت بشیر خان منگرال (بھتیجا مصنف)



راجہ محمد علی ناصر خان منگرال (بھتیجا مصنف)



راجہ شہریار خان منگرال (بھتیجا مصنف)



راجہ نادر علی بابر خان منگرال (بھتیجا مصنف)



راجہ شہباز احمد خان نارمہ
مصنف داماد



راجہ رفاقت بشیر خان منگرال (بھتیجا مصنف)



راجہ یاسر خان منگرال

(بھتیجا مصنف)



راجہ عمر طارق منگرال



راجہ سجاد لطیف منگرال



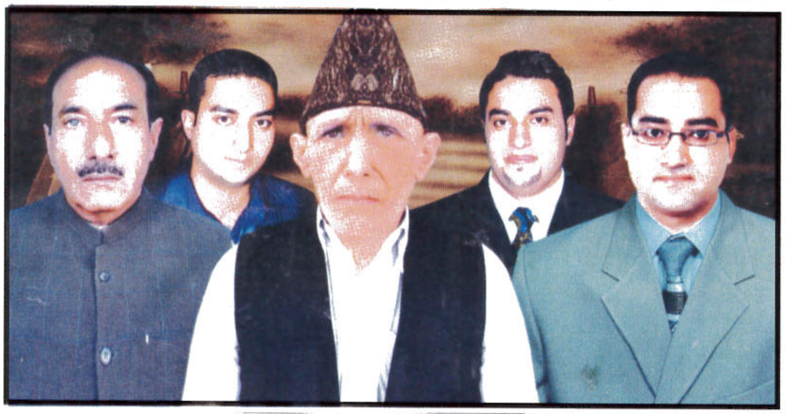
حسنین شفقت

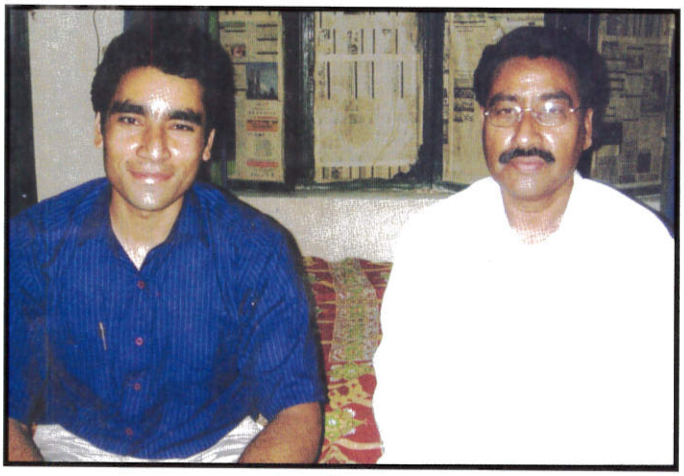


راجہ محسن خان منگرال



منشی رکن الدین منگرال ہمراہ (بائیں سے دائیں) اپنے بیٹے بصیر الحق منگرال اور اپنے پوتوں راجہ شہاب الحق منگرال راجہ مہتاب الحق منگرال اور راجہ آفتاب الحق منگرال کے ساتھ (کھوئی رٹہ)





مصنف راجہ اجمل سلطانی ایڈووکیٹ کے ہمراہ



مصنف GBC کالج بالٹی مور امریکہ میں





مصنف، اعجاز بیگ کے ساتھ امریکہ



راجہ نذیر احمد، راجہ ظہور خان، راجہ پرویز خان، راجہ وقاص خان ورفاقت بشیر خان
مصنف کے ہمراہ سائیلہ راجہ سہنس پال خان کی قبر پر

# مشاہیر منگرال

# فہرست مشاہیر منگرال

# راجہ کریم داد خان عرف کیماں خان

جب ہم دنیا بھر کی آزادی کی تحریکوں پر نظر ڈالتے ہیں تو تاریخ ایسے بے شمار مجاہدوں اور غازیوں سے بھری نظر آتی ہے جنھوں نے اپنی قوم کی آزادی کی خاطر علم جہاد بلند کیا اور اپنی قوم کی نظروں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

ایسے ہی ایک مجاہد تحریک آزادی کشمیر میں اونچے درجے پر فائز نظر آتے ہیں جن کا نام راجہ کریم داد خان عرف راجہ کیماں خان تھا۔ آپ 1890ء کے لگ بھگ راجہ نواب خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے پیدائش منور پنجیڑہ کے مقام پر ہے مگر آپ کی درست سن پیدائش شاید کوئی نہیں جانتا۔ راجہ نواب خان کوئی امیر آدمی تو نہ تھے مگر اس دور میں خوشحال تھے۔ آپ کے گھر جب بیٹے کی پیدائش ہوئی تو اس وقت کی رسم کے مطابق آپ نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی بڑی دھوم دھام سے منائی۔ آپ نے اپنے بیٹے کا نام راجہ کریم داد خان رکھا جو کیماں خان کے نام سے مشہور ہوئے۔ راجہ کریم داد خان عرف کیماں خان کی عمر ابھی آٹھ سال تھی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ نے انتہائی نامساعد حالات میں آپ کی پرورش کی مگر آپ تعلیم حاصل نہ کر سکے کیوں کہ اس زمانے میں اس علاقہ میں کوئی سکول نہ تھا۔ آپ بچپن ہی سے ذہین، بے باک اور چست و چالاک تھے۔ جب جوان ہوئے تو آپ کی شادی کر دی گئی۔ آپ کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ آپ نے دوسری شادی کی جس سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کا قد تقریباً ساڑھے پانچ فٹ تھا۔ آپ کا بدن چست تھا اور آپ بہت حاضر جواب تھے۔ ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ حکومت کے خلاف پہلی بغاوت 1988 بکرمی میں نکیال سے سردار فتح محمد خان کریلوی (سابق صدرِ ریاست سردار سکندر حیات خان کے والد) کھوئی رٹہ سے لال خان اور پنجیڑہ سے راجہ کریم داد خان عرف کیماں خان نے ہمراہ راجہ ہاشو خان نے شروع کی تھی۔

پنجیڑہ کے مقام پر ہندو آباد تھے جہاں ان لوگوں کی دُکانیں بھی تھیں۔ پنجیڑہ شہر (موجودہ) کیساتھ ہی باغ بخشیاں کی طرف ایک ہندو ''پھمی'' کا مکان تھا۔ اس کے مکان کے بالکل سامنے قریب ہی ایک مسجد تھی جس کا صحن ''پھمی'' کے گھر کی طرف تھا وہ اس صحن کو اپنے مال مویشیوں کا چارہ رکھنے کے لیے استعمال کرتا تھا۔ مسجد چونکہ بوسیدہ ہو چکی تھی اس لیے مسلمانوں نے اس کی دوبارہ تعمیر کا فیصلہ کیا۔ جب یہ خبر ہندوؤں تک پہنچی تو انہوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا اور ہندو مسلم آپس میں اُلجھ پڑے۔ مسلمانوں نے اکٹھے ہو کر جمعہ کی نماز یہاں ادا کی۔ راجہ کریم داد خان کے مشورے سے مسلمانوں نے ایک ہی دن مسجد کو تعمیر کر دیا۔ اس تعمیر سے ہندو مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔ ہر روز جلسے جلوس ہونے لگے۔ ان جلسوں سے تنگ آ کر ہندو اپنے سامان سمیت کوٹلی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوٹلی شہر اس وقت ہندوؤں کا بڑا تجارتی مرکز تھا۔ کوٹلی پہنچ کر ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف حکومتی سطح پر واویلا شروع کر دیا۔

جب ہندوؤں کا احتجاج اپنے عروج پر تھا مسلمانوں نے نماز جمعہ اسی مسجد میں ادا کی۔ نماز جمعہ کے بعد مسلمانوں کے ایک بڑے جلوس نے حملہ کر کے پنجیڑہ اور باغ بخشیاں سے ہندوؤں کے مکانات جلا دیئے۔ دوسرے دن ایک بڑا جلوس پیدل ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' کے نعرے لگاتا ہوا کوٹلی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ جلوس جب سرساوہ کے مقام پر پہنچا تو بجائے کوٹلی شہر کے اس نے سرساوہ شہر کی طرف رخ کر لیا اور ایک عظیم فساد بھرپا ہو گیا۔ جلوس کے شرکاء نے ہندوؤں کے مکانات اور دکانیں جلا ڈالیں البتہ کوئی جانی نقصان نہ ہوا کیونکہ ہندو پہلے ہی اپنے مال مویشیوں سمیت سرساوہ شہر چھوڑ کر کوٹلی روانہ ہو چکے تھے۔

اس جلوس کی باگ ڈور راجہ کیماں خان کے ہاتھ میں تھی۔شرکائے جلوس کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا'' راجہ کیماں خان بادشاہ اور ہاشو خان وزیر'' سرساوہ میں جلاؤ کے بعد یہ جلوس کوٹلی کی طرف روانہ ہوا۔ دریا میں پانی بہت کم تھا اس لیے دریائے پونچھ عبور کرنے میں دشواری نہ ہوئی جب جلوس شہر میں داخل ہوا تو فوج کی فائرنگ سے سائیں محمد قوم مہرہ (والد جھلو مہرہ) جو چھیتر اں کے رہنے والے تھے، گولی لگنے سے شہید ہو گئے اور یوں پہلے شہید ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔زخمیوں میں میاں سید عالم آف گوڑہ سرساوہ کے علاوہ کافی تعداد تھی۔

ہندوؤں نے جب مسلمانوں کے اس جلوس کو دیکھا تو بلیاہ محلّہ (کوٹلی) کو آگ لگا دی اور خود بھاگ کر باجی الف دین آف ریاں شریف کے ہاں پناہ لی۔مسلمانوں کے جلوس میں جہاں پنجیڑہ سرساوہ کے لوگ شامل تھے وہاں پلندری سے سُدھن قبیلہ کے لوگ بھی شامل تھے جو سائیں حضوری اپنے ساتھ لائے تھے۔سائیں حضوری سُدھن قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا اصل نام تو معلوم نہ ہو سکا البتہ یہ نام ان کو باجی الف دین آف ریاں شریف نے دیا تھا۔یہ ان کے خاص مریدین میں شامل تھے۔

کئی دنوں کی دست بدست لڑائی کے باوجود مسلمان مجاہدین کو کامیابی نہ ملی۔بہت سے مجاہدین شہید اور زخمی ہوئے۔آخر کار یہ جلوس کوٹلی فتح کیے بغیر واپس چلا آیا۔جلوس کی ناکامی کے بعد ہر روز یہ خبر ملتی کہ ڈوگرہ فوج سرساوہ پنجیڑہ کی طرف آ رہی ہے۔آخر ایک دن بلدیو سنگھ پٹھانیاں کی زیر نگرانی ڈوگرہ فوج ''پناکھ'' کے مقام سے نمودار ہوئی اور سوئیاں ناون سے ''نالہ رنگڑ'' عبور کیا۔خبر ملتے ہی تمام مسلمان مجاہدین گھروں سے بھاگ گئے۔جب بلدیو سنگھ پٹھانیاں پہاڑی چڑھ کر اوپر آیا تو اس کا استقبال سردار بہادر لیفٹیننٹ راجہ زمان علی خان نے ہمراہ چند آدمیوں کیا۔بلدیو سنگھ پٹھانیاں کے ہمراہ سردار بہادر لیفٹیننٹ راجہ زمان علی خان ساتھیوں سمیت سرساوہ شہر آئے۔(اس وقت سرساوہ شہر آج کے سرساوہ شہر سے جانب شمال ایک کلومیٹر پہاڑی پر واقع تھا)۔

بلدیو سنگھ پٹھانیاں کے استفسار پر سردار بہادر نے بتایا کہ یہ کام جن لوگوں نے کیا وہ شمالی پہاڑی علاقوں سے آئے تھے۔یہاں انہیں کوئی نہیں جانتا تھا۔البتہ بلدیو سنگھ پٹھانیاں کو اطلاع تھی کہ یہ کام راجہ کیماں خان، راجہ ہاشو خان، مستری قطب دین وغیرہ نے کیا تھا، وہ ان کی گرفتاریوں کے لیے آیا تھا۔بلدیو سنگھ پٹھانیاں نے پہلا کیمپ سید پور کے مقام پر لگایا اور تمام نمبرداروں کو بلا کر یہ واضع کیا کہ جتنے بھی لوگ (ہندو) علاقہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اُنھیں اپنی ضمانت پر واپس بلایا جائے اور ان کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔کیمپ میں ایک سب انسپکٹر ''پھامی چند'' مسلمانوں کو گالیاں دیتا تھا اس کو تبدیل کر کے ایک مسلمان سب انسپکٹر ''مرزا اقبال دین'' کو تعینات کیا گیا۔

چند دن کے بعد کیمپ کو پنجیڑہ منور کے مقام پر منتقل کر دیا گیا۔جب یہ خبر راجہ کیماں خان کو ملی کہ کیمپ میں مسلمانوں کو تنگ کیا جا رہا ہے کہ کیماں خان کو حاضر کرو تو اُنھوں نے ہمراہ ساتھی راجہ ہاشو خان گرفتاری دے دی۔ان کی گرفتاری کے بعد یہ کیمپ کوٹلی منتقل کر دیا گیا۔بعد میں راجہ سیف علی خان ذیلدار نے فوج سے معاملات طے کیے کہ جن لوگوں کی دُکانیں اور مکانات جلائے گئے ہیں عوام علاقہ کے تعاون سے دوبارہ تعمیر کیے جائیں گے۔تھوڑے عرصہ کے بعد لوگوں نے تعمیر شروع کر دی جس کو دیکھ کر ہندو واپس آ گئے۔ہندوؤں کو مکانوں اور دُکانوں کا سرکار کی طرف سے معاوضہ دیا گیا۔معاوضہ لوگوں سے مالیہ کی صورت میں ایک روپے کے ساتھ ایک روپیہ زائد وصول کیا گیا۔یہ مالیہ عوام علاقہ نے ادا کیا۔بعد میں مہاراجہ نے کچھ انگریز افسروں کو علاقہ میں بھیجا کہ حالات کا مشاہدہ کریں۔انھوں نے سب اچھا کی رپورٹ دی۔جس کی وجہ سے راجہ کیماں خان کو معہ ساتھیوں رہا کر دیا گیا۔رہائی کے بعد جب یہ لوگ پناکھ کے مقام پر پہنچے تو انھیں عوام کے جم غفیر نے ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈال کر سرساوہ

سے پنجیڑہ تک لایا۔

1947-48ء کی جنگ آزادی میں بھی راجہ کیماں خان کا بڑا اہم کردار تھا۔ راجہ سخی دلیر خان آپ کو 32-1931ء کے واقعات کی وجہ سے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ راجہ کیماں خان اپنے ماضی میں بے مثال کردار کی وجہ سے سُدھن قبیلہ میں بھی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

16 اکتوبر 1947ء کی ایک شام کو مستری الف دین عرف مستری الفی، راجہ محمد اسماعیل خان کا پیغام لے کر آپ کے پاس آئے۔ انہیں اطلاع ملی تھی کہ کل 17 اکتوبر 1947ء کو ڈوگرہ فوج سرساوہ کی طرف چڑھائی کرے گی۔ راجہ محمد اسماعیل خان تک یہ پیغام ''شام دین'' ملاح جو منڈی کا رہنے والا تھا اور جاٹ برادری سے تعلق رکھتا تھا، نے بذریعہ عنایت خان (والد خورشید بلا) پہنچایا۔ راجہ کیماں خان نے راتوں رات یہ بات راجہ سخی دلیر خان کو پہنچائی اور مشورہ دیا کہ آپ صبح سہنسہ کی بجائے آج رات کو ہی سرساوہ نالہ رنگڑ پر مورچہ بندی کر دیں۔ جس پر راجہ سخی دلیر خان نے عمل کیا اور ڈوگرہ فوج کو بھاری جانی نقصان پہنچایا۔

کرشن دیو سیٹھی نے راجہ محمد اکبر خان کی 55ویں برسی منعقدہ میرپور کے موقع پر خطاب کیا جس کا اقتباس؛

''جب 32-1931ء میں عوامی سطح پر شخصی راج کے خلاف بغاوت ہوئی تو میرپور اور کوٹلی میں تحریک کی باگ ڈور جن ہاتھوں میں تھی اس میں پنجیڑہ سے راجہ کریم داد خان عرف راجہ کیماں خان شامل تھے۔''

مسٹر جارڈین (وزیر خزانہ ریاست جموں و کشمیر) نے مسٹر آر ای ایل ونگیٹ جو کہ ڈپٹی سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا محکمہ خارجہ و سیاسی معاملات شملہ انڈیا میں فرائض سرانجام دے رہے تھے، نے 18/05/1932 کو ایک مراسلہ نمبر 467 لکھا جس میں انھوں نے لکھا کہ؛

''گاؤں سرساوہ اور پنجیڑہ میں خاصا نقصان ہوا ہے۔ یہ علاقہ دریائے پونچھ کے دائیں کنارے واقع ہے۔ وہاں کی عمارات زیادہ تر کچی تھیں۔ توقع ہے کہ ان کی تعمیر دوبارہ مقامی مسلمانوں کے ہاتھوں جلد شروع ہو جائے گی۔''

اس مراسلے میں وہ آگے چل کر لکھتا ہے کہ ''ایک شخص کیماں خان نامی جو اپنے علاقے سرساوہ کے ڈاکوؤں کا سردار کہلاتا ہے، کو اس کے ہمراہیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ایک وقت وہ علاقہ کے لیے دہشت بنا ہوا تھا۔ اس نے ان بڑے سرکردہ مسلمانوں کو بھی لوٹا جو حکومت کے ساتھ تعاون کر رہے تھے۔''

بلدیو سنگھ پٹھانیاں ایڈمنسٹریٹر آفیسر کیمپ چنگھڑ نے 26 جون 1932ء کو اپنے ایک خط جو انھوں نے مسٹر ونگیٹ ڈپٹی سیکرٹری خارجہ و سیاسی معاملات گورنمنٹ آف برٹش انڈیا تھا کو لکھا تھا کہ؛

''پنجیڑہ قتل کیس میں جس میں کیماں خان اور کمپنی ملوث تھے کی تفتیش درست انداز میں نہیں ہوئی تھی۔ یہ تفتیش اس قابل نہ تھی کہ اسے عدالت میں پیش کیا جائے۔ انسپکٹر پولیس ''لالہ نرنجن داس'' کے ذمہ یہ کام اور کوٹلی کی دوسری دو عدد انکوائریاں تھیں ان کے متعلق بھی احتمال یہ ہے کہ ان میں بھی کیماں خان ملوث تھا۔''

محمد یوسف صراف اپنی کتاب ''Kashmiries fight for freedom'' کے صفحہ نمبر 434 پر یوں رقم طراز ہیں کہ؛

''18 اور 19 جنوری 1932ء کو کوٹلی شہر کو ایک بڑے مسلم ہجوم نے گھیرے میں لے لیا۔ یہ حملہ ناکام ہوا اس لیے کہ حملہ آوروں کے پاس

ہتھیار پرانی قسم کے تھے اور ایمونیشن بھی محدود تعداد میں تھا۔ یہ حملہ چند گھنٹوں میں ختم ہوگیا۔ چھ مسلمان اپنی زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ چھاولہ، پنجیڑہ، کوٹلی سوہلناں، سیری اور کھوئی رٹہ میں ہندوؤں کے مکانات اور دُکانیں جلانے سے قبل کوٹلی کا یہ حادثہ رونما ہوا جس میں 22 مسلمان جنھوں نے گل محمد کے مکان میں پوزیشن لے رکھی تھی اور ایک قریبی پوسٹ کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے کہ ان کا ایمونیشن ختم ہوگیا اور وہ فوجیوں کے گھیرے میں آ گئے۔ فوجیوں نے مکان کو آگ لگا دی اور وہ سب کے سب زندہ جل گئے۔ دوسرے دن اُنھیں کوٹلی شہر کے مضافات میں ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ یہ قبر کوٹلی ایئر فیلڈ کے سامنے سڑک کے کنارے واقع ہے۔ ان کے ناموں کا پتہ نہ چلنا اہلِ کوٹلی کی بدقسمتی ہے۔ اس واقعے کے بعد سینکڑوں مسلمانوں کی گرفتاریاں ہوئیں جن میں سے خاص طور پر پنجیڑہ سے کیماں خان، ہاشم خان عرف ہاشو خان اور فضل الٰہی راٹھور کوٹلی شہر شامل ہیں۔''

راجہ کیماں خان نہ صرف منگرال قبیلہ کے لیے باعث فخر ہیں بلکہ اہلِ کوٹلی بجا طور پر ان پر ناز کر سکتے ہیں۔ انگریز افسروں کا اعتراف اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ نہ صرف علاقہ سرساوہ پنجیڑہ کے ہیرو تھے بلکہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان بھی تھے۔ آپ نے ساری عمر مسلمان قوم کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ یوں تو آپ کی زندگی کارناموں سے بھری پڑی ہے لیکن کوٹلی تا پلندری روڈ، پنجیڑہ کے لیے پرائمری سکول کی مہاراجہ سے منظوری ہمیشہ تاریخ میں جلی حروف میں لکھی جائے گی۔

آپ نے 15 اگست 1955ء کو اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا۔ آپ ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہو کر دو سال تک بسترِ مرگ پر رہے اور 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر نے آپ کو 1989ء میں بعد از مرگ ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے ایوارڈ سے نوازا۔ آپ کی آزادی کی جلائی ہوئی شمع آج بھی روشن ہے۔ ہزاروں کشمیری اپنی جانوں کا نذرانہ ہر روز پیش کر رہے ہیں۔

# فخرِ کشمیر و فاتح راجوری راجہ سخی دلیر خان

راجہ سخی دلیر خان، راجہ محمد خان کے گھر 13 دسمبر 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش علاقہ سرساوہ کے ایک دُور افتادہ گاؤں ''نین سُکھ'' میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سہنسہ لوہر مڈل سکول سے حاصل کی۔

راجہ سخی دلیر خان کے والد نے 1934ء میں وفات پائی۔ اس وقت راجہ سخی دلیر خان کی عمر تقریباً 10 سال تھی۔ والد کی وفات کے بعد گھریلو حالات مزید خراب ہوگئے لہٰذا آپ نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ آپ 13 سال کی عمر میں برٹش انڈین آرمی کی نمبر 4 انڈین موبائل شاپ میں بھرتی ہوگئے۔ آپ لگاتار سات سال تک فوج میں رہے۔

1940ء میں راجہ سخی دلیر خان وارنٹ آفیسر بن کر ''برما'' چلے گئے جہاں برٹش آرمی دشمن سے نبرد آزما تھی۔ 1942ء میں آپ کی رنگون کے پاس ایک شہر ہے جس کا نام ٹیگو ہے، تعیناتی ہوئی۔ آپ راجہ شاہنواز خان جنجوعہ، سبھاش چندر بوس، راس بہاری بوس اور جنرل مُہر جیسے نامی گرامی شخصیات سے ٹیگو شہر میں ملے۔ آپ کو کچھ عرصہ ان شخصیات کے ساتھ رہنے کا اتفاق بھی ہوا۔ آپ ان شخصیات سے بے حد متاثر تھے۔

جب سبھاش چندر بوس نے جاپان میں آئی۔ اے۔ ایل Indian Independent League کی بنیاد رکھی تو سخی دلیر خان آسام میں انڈین نیشنل آرمی کے پلیٹ فارم سے دشمن سے نبرد آزما تھے۔ 1944ء تک آپ آسام میں لڑتے رہے آخر کار واپس انڈیا آ گئے۔

1945ء میں آپ مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ اس وقت مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کا واحد سہارا تھی۔ آپ نے میجر حسن کے ساتھ مل کر دھکن (انڈیا) میں مسلم لیگ نیشنل گارڈز کی تنظیم نو کی۔ آپ کو مسلم لیگ سے جذباتی لگاؤ تھا۔

راجہ سخی دلیر خان نے مولوی فضل حق شیر بنگال سے ڈھاکہ میں ملاقات کی۔ آپ یو۔ پی، سی۔ پی، آسام اور سندھ کے دوروں کے دوران میں ان کے ساتھ رہے۔ آپ علامہ عنایت اللہ مشرقی سے ملنے کے لیے لاہور تشریف لائے تو خاکسار تحریک کے کارکنوں نے آپ کا پُر جوش استقبال کیا۔ آپ 14 ستمبر 1945ء میں خاکسار تحریک میں شامل ہوئے اور آپ کو ''سالار عساکرِ ہند'' کا خطاب دیا گیا۔ آپ نے علی احمد تالپوری سے ملاقات کی اور ان کی الیکشن مہم میں بھی حصہ لیا۔ آپ نے مختلف جلسوں کے خطاب میں مسلمانوں کو علیحدہ وطن کی جدوجہد کی طرف راغب کیا آپ عموماً اپنے تجربات لوگوں سے بیان کرتے تھے کہ ہندوؤں اور انگریز افسروں کا مسلمانوں سے کیسا رویہ ہوتا تھا۔

آپ 6 جون 1946ء میں مسلم لیگ کی قیادت سے سے پہلی بار ملے۔ یہ ملاقات لیاقت علی خان کی رہائش 8 اورنگ زیب روڈ دہلی میں دن کے 12 بجے ہوئی تھی جس میں تحریک آزادی پاکستان کے متعلق کافی معاملات زیر بحث رہے اور بہت سے اہم اور خفیہ فیصلے کیے گئے۔

راجہ سخی دلیر خان نے پلان کے مطابق 6 جون 1946ء میں شام کو دہلی میں ایک پریس کانفرنس کی، جس میں آپ نے کانگرس میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اگلے روز آپ قائداعظم محمد علی جناح کی ہدایت کے مطابق جموں کی طرف روانہ ہوگئے اور 10 جون 1946ء میں جموں پہنچے۔ آپ کانگرس کے جنرل سیکرٹری کے۔ کے بنڈر جی سے ملے۔ اُنھوں نے آپ کو جموں میں خوش آمدید کہا اور نیشنل کانفرنس کی طرف سے آپ کو جموں کے شہریوں سے 1301 روپے بطور تحفہ دیئے۔ اس وقت شیخ محمد عبداللہ، چوہدری غلام عباس اور اللہ رکھا ساغر جیسے لوگ جیلوں میں بند تھے، اور QUIT INDIA کی تحریک زوروں پر تھی۔ راجہ سخی دلیر خان نے وہاں ایک جلسے سے خطاب کیا اور ''انڈیا چھوڑ دو'' تحریک کی پُرزور حمایت کی وہیں

آپ کی ملاقات کامریڈ محمد شفیع اور ترلوک چند سے بھی ہوئی۔

10 جون 1946ء کی شام مہاراجہ ہری سنگھ نے ADC بھیج کر ملاقات کی دعوت دی۔ جس پر آپ نے رام نگر محل میں مہاراجہ ہری سنگھ سے ملاقات کی۔ آپ تین دن مہاراجہ کے مہمان رہے اور وہیں قیام کیا۔ مہاراجہ آپ سے سبھاش چندر بوس کے حالاتِ زندگی اور INA میں آپ کی خدمات، آپ کے مُنہ سے سُننا چاہتا تھا۔ آپ کچھ عرصہ سبھاش چندر بوس کے ساتھ رہے تھے اور اس کی زندگی کے گمنام گوشوں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتے تھے۔

14 جون 1946ء میں آپ رام چندر کاک وزیر اعظم کشمیر سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے اپنی جیپ اور ساتھ میں دوسری جیپ پر چند سپاہی آپ کی حفاظت کے لیے سری نگر روانہ کیے۔ آپ وزیر اعظم کشمیر کے پاس تین چار دن رہے۔ وزیر اعظم کشمیر کی رہائش و دفتر ''بلال نگر سُرنگ'' میں تھا۔ آپ دن کے ایک بجے پہنچے تو وزیر اعظم کشمیر مہاراجہ کے حکم کے تحت دفتر میں موجود تھا۔

راجہ سخی دلیر خان نے بیگم شیخ محمد عبداللہ سے بھی ملاقات کی۔ یہ ملاقات ان کے گھر ''پرانا پُل'' سری نگر میں ہوئی۔ آپ 29 روز تک ان کے ہاں مہمان رہے۔ آپ نے وزیر اعظم کشمیر کو کہہ بھیجا کہ پولیس بیگم شیخ محمد عبداللہ کے گھر اب نہ آئے۔ پولیس کا معمول تھا کہ ہر روز شیخ محمد عبداللہ کے گھر آتی تھی تا کہ حالات سے باخبر رہا جائے۔

راجہ سخی دلیر خان نے پوری وادی کا دورہ کیا۔ آپ کے دورہ کے دوران میں بیگم شیخ محمد عبداللہ ساتھ ساتھ تھیں۔ بیگم شیخ محمد عبداللہ کی شدید خواہش تھی کہ آپ ان کی بڑی بیٹی خالدہ سے شادی کر لیں، جو اس وقت میٹرک کی طالبہ تھی۔ آپ نے اس بات کو شیخ محمد عبداللہ کی جیل سے واپسی سے مشروط کر دیا۔ آپ چونکہ کسی خاص مشن پر تھے اس لیے آپ کے نزدیک کسی بھی ایسی بات کی کوئی اہمیت نہ تھی جو آپ کے مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹ بنتی۔

29 روز شیخ محمد عبداللہ کے گھر گزارنے کے بعد آپ سری نگر سے براستہ بارہ مولا اُوڑی آئے، جہاں رات قیام کرنے کے بعد آپ صبح پونچھ پہنچے اور ڈاک بنگلے میں رہائش اختیار کی۔ اگلی صبح آپ دریا کے کنارے کھڑے تھے جو ڈاک بنگلے کے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ آپ کی ملاقات ایک نوجوان نور محمد شاہ سے ہوئی جس نے بتایا کہ آپ کو پولیس تلاش کر رہی ہے۔ آپ نے پونچھ میں وزیر حکومت سے بھی ملاقات کی، دن کا کھانا کھایا اور INA پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ آپ سید نذیر حسین شاہ سے بھی ملے جو پونچھ میں مسلم کمیونٹی کے ایک متحرک لیڈر تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے غلام قادر بانڈے سے بھی ملاقات کی۔ وہ پونچھ میں نیشنل کانفرنس کے صدر تھے۔

دو دن بعد آپ واپس کوٹلی تشریف لائے۔ آپ نے کوٹلی میں وزیر حکومت راؤ رتن سنگھ، ایس پی پولیس یحیٰی سے کوٹلی ڈاک بنگلہ میں ملاقات کی، سب نے اکٹھے کھانا کھایا اور شہریوں سے ملاقات بھی کی۔ آپ کو 500 روپے بطور انعام دیئے گئے۔ ملاقاتیوں میں میجر شاہ پال، جو رولی کے رہائشی تھے، وہ بھی INA میں رہ چکے تھے، کے علاوہ وکلاء اور ججز بھی شامل تھے۔ آپ خصوصی طور پر چودھری رحیم داد خان ایڈووکیٹ سے بھی ملے اور اُنھیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ چودھری رحیم داد خان ایڈووکیٹ آپ کے معتمد ساتھیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ (چودھری رحیم داد خان جو وینس راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور آزاد کشمیر سپریم کورٹ کے پہلے چیف جسٹس بھی تھے۔)

آپ میر پور میں میجر علی احمد شاہ سے ملے، وہاں سے جہلم کے راستے دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی میں پہلے آپ نے لیاقت علی خان سے

ملاقات کیا وران کوصورتِ حال سے آگاہ کیا اور تین ماہ کے دوران میں تمام ملاقاتوں اور لوگوں کے حالاتِ زندگی بتائے۔ آپ کے خیال میں جموں اور سری نگر کے لوگ سیاسی شعور رکھتے تھے جب کہ باقی لوگ دیہاتی تھے اور بہت زیادہ سہمے ہوئے تھے۔

مسلم لیگ کی قیادت نے تمام معلومات کا بغور جائزہ لینے کے بعد آپ کو ایک رقعہ لکھ دیا۔ یہ رقعہ ممدوٹ اور دولتانہ صاحب کے نام تھا۔ آپ وہ رقعہ لے کر لاہور آ گئے۔ آپ چند روز علامہ عنایت اللہ مشرقی کے ہاں ٹھہرے اور مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ آپ واپس میر پور آئے تو کچھ اسلحہ اور دیگر جنگی سامان بھی آپ کے ساتھ تھا۔

آپ نے میر پور میں میجر علی احمد شاہ (جو بعد میں صدرِ ریاست بنے) غازی الٰہی بخش، شیخ فضل عالم کے بیٹے شیخ محمد لطیف (بعد میں SP کے عہدے پر فائز ہوئے) سے ملاقات کی اور ایک جہادی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ میر پور میں کام کی تکمیل کے بعد آپ سہنی آئے اور یہاں بھی لوگوں میں اسلحہ تقسیم کیا۔ ان علاقوں میں اپنا کام مکمل کرنے کے بعد آپ نے پونچھ کے علاقوں کا رُخ کیا جہاں سُدھن قبیلہ کے لوگ آباد ہیں۔ یہ لوگ صدیوں سے جنگجو مشہور چلے آ رہے ہیں۔ پونچھ میں کہالہ، پلندری، بارل، منگ، گُراہ کے لوگوں کا جذبہ دیدنی تھا۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

پاکستان کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ راجہ سخی دلیر خان نے بلوچ کلاں کے مقام پر بُلے شاہ کی درگاہ کے پاس سابقہ فوجیوں پر مشتمل ایک جلسہ ِعام کا انعقاد کیا۔ آپ نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مہاراجہ کو مخاطب کر کے کہا کہ ''پاکستان سے الحاق کر و ورنہ نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ'' جلسہ کے اختتام کے بعد آپ اُسی رات وہاں سے نکل آئے لیکن آپ کے ایک ساتھی مولوی عبدالعزیز راجوروی کو فوج نے بغاوت کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ وہ چھے سال قید رہے، بعد میں شیخ محمد عبداللہ نے انھیں رہائی دلوائی۔

راجہ سخی دلیر خان نے کھوئی رٹہ میں بارہ آدمیوں پر مشتمل جہادی تنظیم قائم کی تھی جس کی سربراہی چراغ دین زرگر کے پاس تھی۔ چراغ دین زرگر بعد میں چودھری چراغ دین کے نام سے مشہور ہوئے۔ اُنھوں نے تمام اسلحہ، چھریاں اور کلہاڑیاں تحصیلدار کے پاس جمع کروا دیں اور ساتھ میں آپ کی تمام تنظیمی سرگرمیاں بھی بتائیں۔ راجہ سخی دلیر خان پہلے ہی جہادی مشہور ہو چکے تھے۔ اس بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ آپ رات کے تین بجے سرساوہ میں اپنے سسر لیفٹیننٹ سردار بہادر راجہ زمان علی خان کے گھر پہنچے۔ رات آپ نے وہاں گزاری۔ آپ کے ساتھ کرنل ہدایت اللہ خان بھی تھے آپ نے انھیں واپس بھیج دیا اور صُبح صادق آپ ہمراہ راجہ محمد اسماعیل خان دریائے پونچھ کو عبور کر کے کوٹلی شہر میں چودھری رحیم داد خان ایڈووکیٹ کے گھر پہنچ گئے۔ اُنھیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور ان کے مشورے سے اگلی صبح نالہ دھرنگ کے پاس سے دو خواتین کے ہمراہ برقع پہنے بس میں بیٹھ گئے۔ وہ خواتین میر پور میں بیاہی گئی تھیں اور وہ اپنے گھر میر پور آ رہی تھیں۔ میر پور میں آپ نے تین دن میجر علی احمد شاہ کے ہاں قیام کیا اور پھر ان کے صلاح مشورے سے اگلی منصوبہ بندی کی۔

پاکستان بن چکا تھا۔ راجہ سخی دلیر خان نے میجر علی احمد شاہ کے مشورے سے قائداعظم سے ملاقات کا فیصلہ کیا۔ حالات انتہائی خراب تھے، مہاراجہ کی فوج آپ کے درپے تھی اور کوئی پناہ دینے کو بھی تیار نہ تھا۔ مالی طور پر بھی آپ مستحکم نہ تھے۔ چنانچہ میجر علی احمد شاہ نے 20 روپے دے کر آپ کو روانہ کیا۔ آپ میر پور سے پنڈی کے لیے براستہ جہلم روانہ ہوئے۔ جہلم میں آپ نے وہاں کے ارشد نامی ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کی۔ ڈی۔ سی ارشد نے اپنی سرکاری گاڑی میں پنڈی پہنچایا جہاں آپ ریٹائرڈ جسٹس خواجہ شہاب الدین سے ملے اور انھیں ساری صورت حال سے آگاہ

کیا۔ آپ کی یہ ملاقات سرکٹ ہاؤس راولپنڈی میں ہوئی تھی۔ جسٹس (ر) خواجہ شہاب الدین نے آپ کو کراچی روانہ کرنے کے لیے ایئر فورس کے جہاز کا بندوبست کیا اور خرچے کے لیے 200 روپے بھی دیئے۔ آپ اس جہاز میں کراچی روانہ ہو گئے۔

راجہ سخی دلیر خان تمام دستاویزات ساتھ لے کر خان لیاقت علی خان سے ملے۔ خان لیاقت علی خان آپ کو گورنر جنرل قائداعظم کے پاس لے گئے، کافی غور وخوض کے بعد قائداعظم نے آپ سے پوچھا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ راجہ سخی دلیر خان نے تمام حالات بتائے اور ہتھیاروں کی ڈیمانڈ کی جس پر قائداعظم نے فرمایا ''ہمارے پاس قلم دوات اور کرسی نہیں کہ جس پر بیٹھ کر ہم خط لکھیں تم ہتھیار مانگتے ہو، ہم کہاں سے دیں۔''

آپ نے رات قائداعظم کے ہاں قیام کیا اور صبح ہوتے ہی خان لیاقت علی خان نے آپ کو ایک خط دے کر اپنی گاڑی میں جہاز تک پہنچایا جہاں سے آپ واپس راولپنڈی آ گئے۔ آپ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ (صوبہ سرحد) خان عبدالقیوم خان سے ملے اور اُنھیں خان لیاقت علی خان کا خط دیا۔ اس ملاقات کے دوران میں پیر آف مانکی شریف بھی موجود تھے۔ یہ ملاقات پشاور سے 4 میل آگے ہوئی تھی۔ وزیر اعلیٰ نے آپ کو 210 رائفلیں دیں اور باقی امداد جاری رکھنے کا بھی یقین دلایا۔ پیر آف مانکی شریف نے بھی اپنی ایک رائفل دی۔ آپ کو اس امداد سے بہت حوصلہ ملا اور آپ کے اندر ایک نیا جذبہ پیدا ہوا۔ واپسی کیلئے پنڈی کے لیے رختِ سفر باندھا۔

راولپنڈی میں آپ کا قیام پیلس ہوٹل جو صدر بازار میں واقع تھا۔ وہاں منشی سردار علی خان بھی آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ اگلے دن سردار محمد ابراہیم خان (سابق صدر آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر) وہاں آ گئے لیکن جلدی کی وجہ سے اُنھوں نے سڑک پر کھڑے کھڑے ملاقات کی اور لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ راجہ سخی دلیر خان نے صوبیدار میجر راجہ سرور خان آف بھمبر آزاد کشمیر سے ملاقات کی اور اُنھیں سارے حالات سے آگاہ کیا۔ صوبیدار میجر راجہ سرور خان کی کمپنی مورگاہ میں گارڈ پر لگی ہوئی تھی۔ اُنھوں نے آپ کو 45 بکس ایمونیشن دیا اور MT کی سرکاری گاڑی پر سارا ایمونیشن کہوٹہ تک پہنچایا جہاں سے آپ گدھوں اور اُونٹوں کی مدد سے یہ سامان ''پنجاڑ'' سے ''سُونا'' لائے اور ایک مکان میں ڈمپ کیا۔ اس سارے عمل کے دوران میں منشی سردار فیروز خان آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔

راجہ سخی دلیر خان نے سدھنوتی (پلندری) کے قابل اعتبار لوگوں کو پیغام بھیجا کہ آپ آئیں اور ایمونیشن کو دریا سے پار کروائیں۔ آپ نے 10,10 رائفلوں کے بنڈل بنائے اور دریا پار کروانے لگے۔ اس دوران میں 10 رائفلوں کا ایک بنڈل دریا بُرد ہو گیا۔ یہ ایمونیشن آئین پانہ گاؤں کی خواتین نے گھاس کے گھاڑوں میں چھپا دیا تھا تاکہ آرمی آئے تو اُسے پتہ نہ چلے۔ اہل سدھنوتی کی یہ بہت بڑی قربانی تھی۔

آپ پُل کے پار کہوٹہ کی طرف تھے۔ آپ کے پاس ایک پسٹل، ایک رائفل، 200 راؤنڈ اور ایک اسٹین گن 300 راؤنڈ تھے۔ آپ نے پلان کیا کہ چند جانباز بھیس بدل کر چھمن پتن پُل کے بالکل سامنے ٹیکری کے ارد گرد چکر لگائیں گے۔ یہ کام صُبح 10 بجے سے شام 4 بجے تک جاری رہا۔ اس سے مُراد یہ تھی کہ دشمن سمجھے کہ مجاہدین بہت بڑی تعداد میں ہیں۔ شام 4 بجے ڈوگرہ فوج نے پُل کے رسوں کو آگ لگا دی۔ آپ نے فائر کھول دیا۔ ڈوگرہ فوج اور مجاہدین کی فائرنگ جاری تھی کہ مقامی لوگ بھی آوازیں سُن کر آ گئے۔ ڈوگرہ فوج کے 10 میں سے 9 جوان مارے گئے اور ایک جوان بھاگ کر سدھنوتی (پلندری) شہر کی طرف آ گیا تھا۔ آپ نے مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر پُل کو لگی آگ بجھائی اور وہاں آزاد پتن نام لکھ دیا۔ یہ پُل آج تک آزاد پتن کے نام سے مشہور ہے۔

سدھنوتی (پلندری) شہر سے دشمن بھاگ چکا تھا۔ آپ نے ہمراہ چند ساتھیوں مختار خان جمعدار، بگا خان صوبیدار اور صوبیدار فرمان علی

خان نے دشمن کا پیچھا کیا اور دیوی گلی تک چلے گئے۔ صبح دیوی گلی کے مقام پر دشمن سے معرکہ ہوا۔ دشمن کا بھاری جانی نقصان ہوا اور وہ بھاگ گیا جب کہ ایک مجاہد شہید ہوا۔ کرنل ہدایت خان جو انڈین آرمی میں صوبیدار تھے اور گھر چھٹی پر آئے ہوئے تھے، بھی معرکے میں شامل تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے کمان کرنل ہدایت خان کے سپرد کی اور واپس چند مجاہدین سدھنوتی (پلندری) آ گئے۔

قدرت اللہ شہاب اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''شہاب نامہ'' میں صفحہ نمبر 281 پر یوں رقم طراز ہیں:

''کپتان حسن خان اور سخی دلیر نے اپنے اپنے گوریلہ دستوں کے ساتھ دریائے جہلم پر کچھمن پتن پل پر متعین ڈوگرہ فوج پر حملہ کر دیا اور کئی گھنٹے کی شدید دست بدست جنگ کے بعد پل کو صحیح سالم اپنے قبضے میں لے لیا۔ ڈوگرہ فوج پسپا ہو کر پلندری کی طرف بھاگ گئی۔''

اگلے روز راجہ سخی دلیر خان نے ایک ہنگامی اجلاس پلندری کے مقام پر بلایا جس کی صدارت ''بابائے قوم خان آف منگ'' نے کی۔ اس اجلاس میں منشی فیروز علی خان، کرنل شیر احمد خان کے علاوہ عوام علاقہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس میں متفقہ طور پر چند فیصلے کیے گئے۔ پہلا فیصلہ پلندری کو مجاہدین کا ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔ یہ ہیڈ کوارٹر بابائے قوم خان آف منگ کی زیر سرپرستی کام کرے گا۔ ہیڈ کوارٹر میں نئے مجاہدین کی بھرتی کے ساتھ ساتھ انہیں اگلے محاذوں پر بھیجنے کا کام بھی سونپا گیا۔ دوسرا فیصلہ یہ ہوا کہ اس علاقہ کے تمام محاذوں کے کمانڈر انچیف راجہ سخی دلیر خان مقرر ہوئے جب کہ تیسرا فیصلہ یہ ہوا کہ کرنل ہدایت خان کو ایک بٹالین کا کمانڈر بنا کر پونچھ مینڈر کے لیے روانہ کیا جائے۔ ان کی معاونت کے لیے ایک اور بٹالین جس کی کمانڈ کیپٹن چودھری نتھا خان آف سہنسہ کر رہے تھے، تیار کی گئی۔ راجہ سخی دلیر خان خود کوٹلی کے علاقے کو کنٹرول کرنا چاہتے تھے۔

16 اکتوبر 1947ء کا دن تھا۔ دریائے پونچھ میں کشتی کمیٹی کے ٹھیکیدار ''شام دین'' نے عنایت خان ولد کالو خان آف سرساوہ کو بتایا کہ سرکار نے ہمیں کل صبح سویرے کشتیوں پر حاضر رہنے کا حکم دیا ہے۔ ''شام دین'' کا خیال تھا کہ فوج کوئی سامان دریا سے پار کروائے گی۔ شام دین نے عنایت خان کو یہ پیغام راجہ محمد اسماعیل خان یا سید باقر حسین شاہ تک پہنچانے کا کہا۔ عنایت خان آف درہیڈہ سرساوہ نے یہ پیغام راجہ محمد اسماعیل خان کو دیا۔ راجہ محمد اسماعیل خان نے مستری الف دین عرف مستری الفی کے ذریعے یہ پیغام راجہ کریمداد خان عرف راجہ کیماں خان آف منور تک پہنچایا، راجہ کیماں خان نے ہمراہ مستری الفی یہی بات رات کے پہلے پہر راجہ سخی دلیر خان کو بتائی۔ راجہ سخی دلیر خان اپنی فورس کے ہمراہ پلندری میں ''ٹاہلیان'' کے مقام پر موجود تھے اور صبح سہنسہ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے جب یہ خبر سنی تو انہوں نے راجہ کیماں خان کے مشورے سے سہنسہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ راجہ سخی دلیر خان نے مجاہدین سے مختصر خطاب کیا اور کوٹلی کی طرف مارچ کا حکم دیا۔

17 اکتوبر 1947ء کو جب سورج طلوع ہوا تو راجہ سخی دلیر خان مع اپنے مجاہدین سرساوہ نکئی رنگڑ نالے پر پہنچ چکے تھے۔ راجہ کریمداد خان عرف کیماں خان، مستری الف دین عرف مستری الفی اور مولوی غلام قادر آف گوہڑہ کے علاوہ ایک بڑی تعداد عوام علاقہ کی تھی۔ مجاہدین کے ساتھ لوگوں نے بھی ڈنڈے، کلہاڑے اور رائفلیں اٹھا رکھی تھیں۔ مجاہدین میں بلاتفریق تمام برادریوں کے لوگ تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے مجاہدین سے مختصر خطاب کیا اور انہیں اپنی اپنی پوزیشنیں سنبھالنے کو کہا۔ راجہ سخی دلیر خان نے مجاہدین کو تاکید کی کہ جب وہ پہلی گولی فائر کریں اس کے بعد ہر طرف سے لگاتار فائرنگ کرنی ہے۔ مجاہدین اپنی اپنی پوزیشنوں پر چلے گئے راجہ سخی دلیر خان مرزا انور محمد کے گھر کے سامنے والی ٹیکری پر پہنچ گئے۔ تمام مجاہدین نالہ رنگڑ کے مغربی جانب موجود تھے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ''پناکھ'' سے گھور کھا فوج نمودار ہوئی، گھور کھا فوج میں گھڑ سواروں کے ساتھ

ساتھ پیدل دستے بھی تھے۔ جب کہ ایمونیشن خچروں پر لدا ہوا تھا۔ جب فوج نالہ رنگڑ کے پار مشرقی جانب پہنچی تو سامنے ٹیکری پر موجود راجہ سخی دلیر خان نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فائر کیا اس کے ساتھ ہی مجاہدین نے گھورکھا فوج پر دھاوا بول دیا۔ اچانک زبردست حملہ سے دشمن اپنے حواس کھو بیٹھا۔

دشمن بھاگنا شروع ہو گیا لیکن وہ راجہ سخی دلیر خان کی جنگی حکمت عملی سے بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ دشمن کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور کچھ کو زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ صرف ایک سپاہی زخمی حالت میں زندہ بچ کر کوٹلی پہنچا۔ اس دست بدست لڑائی میں ذیلدار راجہ سیف علی خان بھی مارے گئے۔

یہ معرکہ صبح سے عصر تک جاری رہا جس میں مسلمانوں کو کامیابی ملی اور بہت سا ساز و سامان بھی ہاتھ لگا۔ اس معرکے میں چند مجاہدین نے بھی جام شہادت نوش کیا جن کی قبریں سرساوہ میں ''سیری'' کے قبرستان میں موجود ہیں۔ راجہ سخی دلیر خان نے مجاہدین کو اکٹھا کر کے ان سے خطاب کیا جس میں کامیابی کی مبارک باد کے ساتھ ساتھ اگلے دو دن اسی جگہ پر رہنے کا فیصلہ کیا گیا۔ شہدا کو دفن کیا گیا جب کہ گھورکھا فوج کو گڑھوں میں پھینک دیا گیا تا کہ تعفن نہ پھیلے۔ مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا اہتمام عوام علاقہ کے ساتھ ساتھ راجہ محمد اسماعیل خان نے کیا۔

مجاہدین بدستور اپنی اپنی پوزیشنوں پر موجود تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے اب کی بار حکمتِ عملی تبدیل کی۔ چند مجاہدین کو ''چھیتراں'' کے راستے ''کلاہ'' کی طرف بھیج دیا جب کہ چند مجاہدین اپنے ساتھ رکھ لیے۔ تیسرے دن دشمن کی اسلحہ سے لیس دو کمپنی فوج ایک بار پھر پناکھ سے نمودار ہوئی۔ جب دشمن کی فوج نالہ رنگڑ میں پہنچی تو اُسے مجاہدین کی زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ راجہ سخی دلیر خان چند مجاہدین کے ہمراہ شمال کی جانب سے ہوتے ہوئے دشمن کی پشت پر پہنچ گئے۔ ادھر ''کلاہ'' کی طرف سے بھی دشمن کو مزاحمت کا سامنا تھا جب کہ سامنے مجاہدین مورچہ زن تھے دشمن کی جب ایک نہ چلی تو اس نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ بھاگتے ہوئے دشمن اپنی چند لاشیں اور بہت سا ایمونیشن بھی چھوڑ گیا جو مجاہدین کے کام آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجاہدین کا کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔

کوٹلی اُس زمانے میں ایک بڑا تجارتی مرکز تھا جس پر ہندوؤں کی اجارہ داری تھی اور یہ فوج کا بھی ہیڈ کوارٹر تھا۔ دشمن نے شہر کے چاروں طرف فوج پہرے پر لگا رکھی تھی۔ راجہ سخی دلیر خان نے مجاہدین کو ساتھ لیا اور کوٹلی شہر کا دریائے پونچھ کی مغربی جانب سے محاصرہ کر لیا۔ راجہ سخی دلیر خان کو تازہ کمک کرنل حسین خان آف ''کہالہ'' پلندری کی زیر کمان پہنچی۔ اب تک مجاہدین میں صرف مقامی لوگ ہی تھے لیکن کرنل حسین خان کی کمک میں زیادہ تعداد قبائلی پٹھانوں کی تھی۔ راجہ سخی دلیر خان نے کوٹلی کے محاصرے کی کمان کرنل حسین خان کے سپرد کی اور چند مجاہدین کو لیکر راجوری کی طرف چلے گئے ان مجاہدین میں بھی اکثریت قبائلی پٹھانوں کی تھی۔

راجہ سخی دلیر خان ہمراہ مجاہدین جب راجوری پہنچے تو دیکھا کہ راجوری میں ہندو پوری طرح منظّم ہیں۔ راجوری تھانے میں سرساوہ کے ایک سپاہی محمد صادق سوز بحیثیت کانسٹیبل فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ راجہ سخی دلیر خان نے جاسوس کے ذریعے محمد صادق سوز کو اطلاع دی کہ آپ راجوری چھوڑ دیں محمد صادق سوز رات کے اندھیرے میں راجوری سے نکل آئے۔ راجہ سخی دلیر خان نے راجوری کی تمام برادریوں جن میں منگرال راجپوت، جرال مرزا، درال ملک اور گوجر تھے کے چیدہ چیدہ افراد کو جمع کیا اور انہیں جہاد میں شمولیت کی دعوت دی۔ سب لوگوں نے مع اپنی اپنی برادری راجہ سخی دلیر خان کی آواز پر لبیک کہا اور جہاد کی تیاری شروع کر دی چند دنوں میں ہزاروں کی تعداد میں مجاہدین جمع ہو گئے۔ راجہ سخی دلیر خان

نے ایک بھرپور حملہ راجوری شہر پر کیا، درجنوں ہندوؤں کو واصل جہنم کیا بہت سے ہندو بھاگ کر عیدگاہ جو شہر کے عقب میں واقع تھی، جمع ہوئے جنھیں مسلمانوں نے کلہاڑیوں کے وار کر کے مار دیا۔ بہت سے ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں راجہ سخی دلیر خان کے سُسر بھی تھے، جنھوں نے اپنی بیٹی راجہ سخی دلیر خان کے عقد میں دی۔ راجہ سخی دلیر خان نے راجوری کو فتح کیا اور شہر میں آزادی کا پرچم لہرایا۔ چھ دن قیام کے بعد راجہ سخی دلیر خان نے راجوری کا کنٹرول مقامی کمانڈروں کے حوالے کیا اور خود واپس سرساوہ آ گئے۔ راجوری میں مجاہدین کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا۔ راجہ سخی دلیر خان جب سرساوہ واپس آئے تو ان کے ساتھ ان کی نومسلم بیوی بھی تھی۔ راجہ سخی دلیر خان نے گھر بیٹھنے کی بجائے دوبارہ کوٹلی کا رخ کیا اور کوٹلی کے محاصرے میں شریک ہو گئے۔ فاتح راجوری راجہ سخی دلیر خان نے کوٹلی کی آزادی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

راجہ سخی دلیر خان نے آزادی کے بعد سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انھوں نے سیاست میں بھی حصہ لیتے ہوئے الیکشن لڑا لیکن ان کا یہ تجربہ تلخ ثابت ہوا اور وہ الیکشن میں کامیاب نہ ہو سکے۔ راجہ سخی دلیر خان کا اہل سرساوہ پر بہت رُعب تھا، کسی کو بھی ان کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ تھی اور وہ سب لوگوں کو 'چینے بر گے'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ راجہ سخی دلیر خان چند دن علیل رہے اور 16 ستمبر 1994ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا علیہ راجعون ط ان کی نماز جنازہ میں آزاد کشمیر کے وزیراعظم، صدر، اعلیٰ فوجی و پولیس قیادت کے علاوہ عوام کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی۔ فاتح راجوری غازی راجہ سخی دلیر خان (مرحوم) کو پولیس کے چاک و چوبند دستے نے سلامی پیش کی۔

راجہ سخی دلیر خان نے چار شادیاں کیں اور ان کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ تحریک آزادی کشمیر میں اس ہیرو فاتح راجوری کا نام ہمیشہ جلّی حروف میں لکھا جائے گا۔ قوم اپنے اس عظیم جرنیل کے کارناموں پر نازل کرتی رہے گی اور آئندہ نسلوں کے لیے ان کے کارنامے مشعل راہ ہوں گے۔

آزاد جموں وکشمیر گورنمنٹ نے انھیں تحریکِ آزادیٔ کشمیر میڈل دیا اور کور کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل غلام محمد ملک نے خدمات کے اعتراف میں تعریفی سند بھی عطا کی۔ پہلی وابستگی پیپلز پارٹی سے تھی، بعد میں مسلم کانفرنس میں شامل ہوئے اور مرتے دم تک مسلم کانفرنس سے وابستہ رہے۔ قوم بجا طور پر ان پر فخر کر سکتی ہے۔ ان کے کارنامے رہتی دنیا تک تاریخ میں منگرال قوم کے اس ہیرو کی یاد دلاتے رہیں گے۔

# فخرِ کشمیر و فاتح کوٹلی لیفٹننٹ کرنل راجہ محمود خان

کرنل راجہ محمد محمود خان 1892ء میں گلپور کے علاقے موضع کھٹکلی میں پیدا ہوئے۔ کرنل راجہ محمد محمود خان کی ابتدائی تعلیم محض حروف شناسی تک تھی۔ آپ نے کوئی باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی۔ جب آپ 1908ء میں فوج میں بھرتی ہوئے تو وہاں آپ نے سیکنڈ انگلش آرمی کورس پاس کیا۔ آپ نے فوج میں نظم و نسق پر عمل کیا اور اپنی محنت اور لگن سے خدمات انجام دیں۔ آپ کی فوج میں دلچسپی، جنگی حکمتِ عملی اور جرات و بہادری کو دیکھتے ہوئے 1937ء میں صوبیدار میجر ترقیاب ہوئے۔ آپ ایک بہترین جنگی کمانڈر کی تمام خوبیاں رکھتے تھے۔ 1941ء میں آپ کو سیکنڈ لیفٹیننٹ کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی۔ افواجِ ہند میں بھرتی ہونا بہت مشکل بات تھی۔ سیکنڈ لیفٹیننٹ کے عہدہ کی صرف خواہش کی جاسکتی تھی۔ اس وقت بہت کم تعداد میں مسلمان اس عہدہ تک ترقی پاتے تھے لیکن کامیابی نے آپ کو دیکھ لیا تھا اور آپ کی منزل کہیں آگے تھی۔ 1946ء میں آپ کیپٹن بن گئے۔ آپ کی تعیناتی فرسٹ فرنٹیئر فورس رجمنٹ (انفنٹری) میں کر دی گئی۔ یہاں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ فوج سے ریٹائر ہو گئے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد آپ اپنے گاؤں واپس آگئے۔ اس زمانے میں مہاراجہ کے خلاف تحریک زوروں پر تھی۔ ایک جنگی کمانڈر کا تحریک سے دور رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ بھی اس تحریک کے ہراوّل دستے میں شامل ہو گئے۔ آپ نے علاقے کے لوگوں کو منظم کر کے چھوٹی چھوٹی کمپنیوں میں تقسیم کر دیا۔ آپ اگست 1947ء میں 10 کوٹلی بٹالین کا قیام عمل میں لائے جو آزادی کے بعد 10AK (زندہ دل بٹالین)، کے نام سے موسوم ہوئی۔ آپ اس بٹالین کے کرنل بنے۔ حال ہی میں جی ایچ کیو نے آپ کے پوتے راجہ آفتاب پوتا کو ایک یادگاری شیلڈ دی ہے جس پر کرنل صاحب کی تصویر کے ساتھ اس بٹالین کی تاریخ بھی رقم کی ہے۔

1946ء کے آخر میں مہاراجہ ہری سنگھ بغاوت کی بُو محسوس کر کے کوٹلی کے دورے پر آیا۔ علاقہ کے تمام ذیلدار ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے۔ کرنل راجہ محمد محمود خان بھی ملاقات کے لیے گئے لیکن ڈیوٹی پر مامور فوجی آفیسر نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا۔ آپ مہاراجہ کا راستے میں سڑک کنارے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ مہاراجہ کی گاڑی آپ کے پاس آکر رک گئی اور مہاراجہ نے آپ کو اپنے ساتھ پیچھے گاڑی میں بٹھا لیا۔ راستے میں کرنل صاحب نے تمام واقعہ مہاراجہ کو سنایا۔ جب کوٹلی پہنچے تو مہاراجہ گاڑی سے اتر کر اندر چلا گیا۔ کرنل صاحب جب اندر گئے تو وہی فوجی آفیسر آپ سے دوبارہ آنے پر بحث کرنے لگا۔ جب بات تُوں تُوں میں میں تک پہنچی تو مہاراجہ ہری سنگھ جو شاہی لباس اُتار رہا تھا وہ پاجامے اور بنیان میں باہر آیا۔ مہاراجہ جب بھی کسی میٹنگ میں جاتا تو فوجی لباس پہنتا تھا۔ اس نے فوجی آفیسر کے کندھوں پر لگے سٹارز اُتار پھینکے اور اسی وقت اسے نوکری سے نکال دیا۔ کرنل صاحب کا سابقہ ریکارڈ مہاراجہ کے سامنے تھا۔

مہاراجہ ہری سنگھ نے ذیلداروں سے ملاقات میں امن و امان کو یقینی بنانے پر زور دیا۔ ذیلداروں نے مہاراجہ کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ کرنل صاحب نے بھی اپنی بات مہاراجہ تک پہنچائی کہ منگرال قوم نے پچھلی صدی میں حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کیا لیکن اب حالات بدل چکے ہیں اور لوگ آزادی پسند ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اُنھیں ان کی خواہش کے مطابق زندگی گزارنے دی جائے۔ مہاراجہ کو یہ بات پسند نہ آئی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اور دربار ختم کر دیا۔

جنگِ آزادی قلعہ ادین سے خوشحال خان ستی راجپوت، آزادپتن سے راجہ سخی دلیر خان منگرال راجپوت، سہنسہ سے کیپٹن نتھا خان گجر، صوبیدار

سردار بارُو خان، لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان منگرال راجپوت کی سرکردگی میں زور وشور سے جاری تھی۔ان علاقوں سے ڈوگرہ فوج تقریباً بھاگ گئی تھی۔ ڈوگرہ فوج نے قلعہ تھروچی میں پناہ لی۔ یہاں ڈوگرہ فوج کی دو پلٹن فوج تھی۔ایک پلٹن مسلمان تھی جب کہ دوسری پلٹن غیر مسلم تھی۔فوجی آفیسران میں کیپٹن پریتم سنگھ گھور کھا، کرنل محمد حسین اور کمانڈنٹ کرنل رحمت اللہ تھے۔فوج کی اعلیٰ قیادت کمانڈنٹ کرنل رحمت اللہ کے پاس تھی۔

ڈوگرہ فوج قلعہ میں محصور تھی۔اس کے پاس غلہ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔باہر کے حالات ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے ذرائع رسد بند تھے۔کرنل رحمت اللہ نے کرنل راجہ محمد محمود خان کو قلعہ کے اندر ملاقات کے لیے بلایا۔آپ تشریف لے گئے، کرنل رحمت اللہ نے آپ سے استدعا کی کہ خوراک کی رسد پہنچائی جائے اور اس سلسلے میں مقامی ہندو آبادی کو بھی شامل کیا جائے۔کرنل راجہ محمد محمود خان نے اسی بہانے علاقے کا دورہ شروع کر دیا اور ہندو آبادی کی نقل وحرکت سے بھی باخبر رہنے لگے۔ایک دن سہنسہ سے واپسی پر آپ کو اطلاع ملی کہ فوج قلعہ چھوڑ کر چلی گئی ہے تو آپ فوراً قلعہ میں پہنچے، دیکھا تو واقعی کوئی آرمی نہ تھی اور قلعہ خالی تھا۔آپ نے فوراً سفید کپڑے کا جھنڈا لہرایا، اسے سلامی دی اور وہاں موجود توپیں جو ڈوگرہ فوج چھوڑ کر چلی گئی تھی، سے چند فائر کیے۔یہ اس بات کا اعلان تھا کہ قلعہ پر ہمارا قبضہ ہو گیا ہے۔اس وقت آپ کے ساتھ کُل آٹھ لوگ قلعہ میں موجود تھے۔

اگلی صبح کاذب آپ نے دیکھا کہ ڈوگرہ فوج دو کمپنیوں سمیت قلعہ کی طرف آ رہی ہے اور وہ اسلحے سے لیس ہے۔آپ نے جنگی حکمتِ عملی کے تحت قلعہ خالی کر دیا۔جب ڈوگرہ فوج قلعہ میں پہنچی تو اُنھیں کسی طرح بھی احساس نہ ہوا کہ یہاں کسی کا قبضہ تھا۔کرنل صاحب صبح ہوتے ہی اپنے گھر پہنچ چکے تھے۔چند گھنٹوں بعد کوٹلی منگرالاں سے ستائیس (27) جوانوں پر مشتمل دستہ پہنچا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔تھوڑی سی نفری اور محدود جنگی ساز و سامان سے ڈوگرہ فوج سے مقابلہ عقل مندی نہ تھی اس لیے آپ نے خاموشی بہتر جانی اور اچھے وقت کا انتظار کیا۔

کرنل رحمت اللہ نے قلعہ پر قبضہ کے بعد کیپٹن پریتم سنگھ سے صلاح مشورے کے بعد علاقہ میں گشت کا فیصلہ کیا۔کرنل راجہ محمد محمود خان کے گھر سے ملحق فوجی چوکی قائم کی۔اس چوکی کا مقصد کرنل صاحب پر نظر رکھنا تھا اور یہاں گھور کھا فوجی تعینات کیے گئے تھے۔کرنل صاحب کے لیے مشکلات بڑھ گئیں۔اگلے روز جب کرنل رحمت اللہ گارڈ کی تبدیلی کے لیے آیا تو کرنل راجہ محمد محمود خان نے اکیلے میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی جو کرنل رحمت اللہ نے منظور کر لی۔دونوں میں ایک قدر مشترک تھی کہ مسلمان تھے۔کرنل راجہ محمد محمود خان نے سارے حالات سے اُنھیں آگاہ کیا کہ اگر اب کی بار ہمیں آزادی نہ مل سکی تو پھر مسلمان یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے اور ہماری آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

دونوں کی ملاقات نتیجہ خیز رہی۔فیصلہ یہ ہوا کہ یہاں صرف مسلمان فوجی تعینات کیے جائیں گے۔اس کے لیے یہ پلاننگ بھی کی گئی کہ اگلی صبح جب کیپٹن پریتم سنگھ ڈوگرہ فوجیوں کے ہمراہ چوکی کی طرف آئے گا تو راستے میں اس پر فائرنگ کی جائے گی تاکہ وہ ڈر کر مسلمان فوجیوں کو یہاں تعینات کرے۔پلان کامیاب ہوا اور کیپٹن پریتم سنگھ نے کرنل رحمت اللہ سے مسلمان فوجیوں کی تعیناتی پر زور دیا۔اب کرنل صاحب کے لیے کوئی خاص مشکل نہ تھی وہ مسلمان فوجیوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے اور اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔کرنل رحمت اللہ اور کرنل راجہ محمد محمود خان کی ملاقات تقریباً روزانہ ہی ہو جاتی تھی اور نئی نئی تدبیریں اختیار کی جاتیں تھیں۔

آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ قلعہ پر حملہ کیا جائے گا۔ایک رات اندھیرے میں کرنل رحمت اللہ قلعہ کے اندر چلے گئے۔ڈوگرہ فوج نے آنے کی وجہ پوچھی تو کرنل رحمت اللہ نے بتایا کہ کل صبح حملہ ہونے والا ہے اس لیے وہ مزید کمک کے لیے آئے ہیں۔کیپٹن پریتم سنگھ بھانپ گیا کہ اب حالات ٹھیک نہیں ہیں چنانچہ وہ چپکے سے قلعہ سے نکل کر بھاگ گیا۔کچھ دیر بعد کرنل راجہ محمد محمود خان نے ہمراہ مسلمان ڈوگرہ سپاہیوں اور مجاہدین کے قلعہ پر

ہلہ بول دیا۔گھمسان کی جنگ ہوئی۔آخر کار فتح کرنل رحمت اللہ اور کرنل راجہ محمد محمود خان کے حصہ میں آئی اور قلعہ تھروچی کو ڈوگرہ فوج سے آزاد کروالیا گیا۔

بعد میں مجاہدین نے کرنل راجہ محمد محمود خان کی سربراہی میں کوٹلی کو فتح کرنے کی پیش قدمی کی جب کہ دیگر کمانڈر بھی اپنے اپنے محاذوں کو فتح کرنے کے بعد کوٹلی کا رخ کر چکے تھے جن میں راجہ سخی دلیر خان راجوری فتح کرنے کے بعد واپس آ چکے تھے۔کرنل صاحب نے راجہ سخی دلیر خان کی قیادت میں کوٹلی پر حملہ کیا لیکن دشمن پہلے ہی علاقہ خالی کر کے جا چکا تھا اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد کوٹلی فتح ہو گئی۔

کرنل راجہ محمد محمود خان نے 1979ء میں وفات پائی۔کتاب مدینۃ المساجد از خالد محمود جونوی (برطانیہ) نے صفحہ نمبر 168 پر آپ کی شان میں کہے گئے حکیم سید حاکم شاہ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں جو قوم سے آپ کی عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہیں

ضلع میر پور خاص کوٹلی گلپور پنڈ تھروچ بتان یارو
اتھے قوم قدیم منگرال راج وسن لوگ اچھا خاندان یارو
اس قوم تھیں اک مشہور بندہ فوجی سابقہ تے کپتان یارو
اس دا ناں ہے خان محمود اصلی مشہور نشان یارو
پنشن تین سو تیں ماہوار لیندا اچھے حوصلے دا جوان یارو
غیرت، عقل تے علم نماز روزہ، سوہنی شکل تے با ایمان یارو
بہترین ڈھنگ طریق سکیم، نقشے اسدا بہت ماہر عالی شان یارو
سوہنا قد تے چال کمال چہرہ، ستر سال تھیں عمر اوتان یارو
جدوں کوٹلی وچہ آزاد غازی لگے شہر اُتے گھیرا پان یارو
تدوں خان محمودوی نال ہو کے لگے جنگ دا کرن سامان یارو

# لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان

راجہ کرم داد خان بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں پیدا ہوئے لیکن آپ کی صحیح تاریخ پیدائش کسی کو بھی معلوم نہ ہے۔ آپ کے والد راجہ روڈا خان گڑھوتہ میں درمیانے درجے کے زمیندار تھے۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ گاؤں میں ہی گزرا۔ راجہ روڈا خان نے اپنے بیٹے کی پرورش نازو نعم سے کی۔

راجہ کرم داد خان نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ لوہر مڈل سکول کٹھاڑ سے حاصل کی۔ ابتداً آپ کھیتی باڑی میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانا چاہتے تھے۔ ابتدائی عمر میں آپ گھر پر ہی رہے اور 1930ء میں آپ برٹش آرمی میں بحیثیت سولجر بھرتی ہو گئے۔ والد صاحب کی خصوصی ہدایت تھی کہ آپ ہر کام وقت پر کیا کریں۔ آرمی میں آپ اس اُصول پر کاربند رہے اور ترقی آپ کے قدم چُومتی رہی۔

1945ء میں آپ برما کے محاذ پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ برما کے محاذ پر آپ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور حکومت برطانیہ نے آپ کو بہادری کے تمغہ سے نوازا۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر آپ نے برٹش آرمی سے ریٹائرمنٹ لے لی۔ آپ بحیثیت صوبیدار ریٹائر ہوئے۔ آپ کی ریٹائرمنٹ کے ساتھ ہی ریاست میں تحریکِ آزادی نے زور پکڑا۔ آپ ایک منظّم آرمی میں خدمات سرانجام دے چکے تھے اور جنگی حکمت عملی سے خوب واقف تھے آپ اس تحریک میں کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے۔

1947-48ء میں تحریک کے دوران میں آپ نے سہنسہ میں تحریکِ آزادیِ کشمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سہنسہ کی ڈوگرہ فوج سے آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے دستہ میں جہاں مجاہدین کی بڑی تعداد شامل تھی وہاں آپ کے ساتھ کیپٹن نتھا خان، صوبیدار سردار بارُو خان جیسے لوگ بھی شامل تھے۔ آپ تمام ہدایات کرنل راجہ محمد محمود خان سے حاصل کرتے تھے۔

جنگِ آزادی کے بعد آپ نے 10AK میں شمولیت اختیار کی اور پاکستان آرمی سے بحیثیت لیفٹیننٹ ریٹائر ہوئے۔ آپ نے کچھ عرصہ سولجر بورڈ میں بحیثیت آرمی ویلفیئر آفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں اور اپنے دور کے بہت سے پیچیدہ کیسز حل کروائے۔ آپ بقیہ تمام عمر گھر پر ہی رہے۔

آپ بڑے بااُصول، بارُعب اور سخت گیر موقف رکھنے والے شخص تھے۔ آپ جس بات پر اڑ جاتے وہ کر کے ہی دَم لیتے تھے۔ آپ کے دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے راجہ محمد سلیم خان 1968ء میں ووچر سسٹم کے تحت انگلینڈ گئے جب کہ چھوٹے بیٹے راجہ محمد نواز خان 1986ء میں انگلینڈ گئے۔ آپ کے دونوں صاحب زادے انگلینڈ میں مسلم کمیونٹی میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔

لیفٹنٹ کرم داد خان آف کیری گڑھتہ کے ایک شریک حیات ناڑہ کوٹ کے نارمہ فیملی سے تھی جن میں مشہور شخصیت راجہ راجہ گلریز خان اور ان کے خاندان کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ اس خاندان کے مشہور شخص سابقہ ٹکٹ ہولڈر راجہ گلریز خان 1960ء، میں نائب صوبیدار محمد اکرام خان پگھاں والے راجپوت نارمہ راجپوت کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی دارفانی سے رخصت ہونے کے بعد آپ کے ایک بھائی کیپٹن راجہ پرویز خان نے آپ کی یاد میں ایک فلاحی ادارے کی بنیاد رکھی۔ اور اس کو آپ کے نام سے منسوب کیا۔ گلریز ویلفیئر ٹرسٹ حلقہ چار چڑھوئی میں سب سے زیادہ

ایکٹیو این جی او ہے جو تعلیم کے لیے کام کررہی ہے۔ ہزاروں یتیم وغریب بچے اس فاؤنڈیشن کے زیر سایہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

کپتان راجہ پرویز خان نارمہ کا تعلق 11 اے کے سے تھا۔ آپ نے 1964ء میں پاک آرمی کو بطور سپاہی جوائن کیا۔ آپ نے تعلیم دوران سروس ہی حاصل کی اور اپنی یونٹ کو 5 سال بطور انچارج صوبیدار میجر تا کپتان سروکیا۔ آپ کی اس دوران تعیناتی بطور ایڈمن آفسر وزیر اعظم پاکستان بھی رہی۔ جبکہ محترمہ شہید بی بی بے نظیر بھٹو اس وقت وزیر اعظم تھیں۔ آپ کو آپ کی ملٹری خدمات کے نتیجہ میں تمغہ ملٹری ون سے نوازہ گیا۔ لیفٹنٹ کرم داد خان آف گھڑتہ کیری کے گھر کپتان صاحب کی سگی پھوپھی تھیں۔ اس کے علاوہ اس خاندان کے رشتہ ناطے کرنل محمود مرحوم کے خاندان سے بھی ہیں۔ کیپٹن مظفر شہید پنجن بالا کی فیملی سے بھی آپ کے رشتہ ناطے ہیں۔

اس نارمہ خاندان کا تعلق ذیلدار خاندان سے ہے۔ کپتان صاحب کے پردادہ جعفر علی خان ذیلدار تھے۔ راجہ اقبال خان سابقہ ٹکٹ ہولڈر حلقہ چار چڑ ہوئی آپ کے چچازادوں میں سے ہیں۔ اس خاندان میں اس وقت پانچ لڑکے ڈاکٹر، سولہ لڑکیاں انگلستان اور پاکستان میں ایڈووکیٹ ہیں۔ اور پانچ ہی لڑکے وکالت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اس خاندان میں مشہور لوگ، راجہ فضل رحمان پرنسپل، راجہ بنارس خان ایڈووکیٹ ہائی کورٹ آزاد کشمیر، راجہ توقیر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، راجہ عثمان ایڈووکیٹ انگلستان، راجہ مظہر ایڈووکیٹ انگلستان، راجہ بابر کمال ایڈووکیٹ ہائی کورٹ آزاد کشمیر، ڈاکٹر یاسر خان انگلستان، ڈاکٹر رحیم خان آزاد کشمیر، ڈاکٹر زین راجہ آزاد کشمیر، ڈاکٹر عمان انگلینڈ۔ درج بالا نارمہ فیملی کا ذکر ضمناً رشتہ داری منگرال راجگان کی وجہ سے آیا ہے۔

لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان دمہ کے مرض میں مبتلا تھے، کچھ عرصہ بسترِ مرگ پر رہے۔ آپ 22 اکتوبر 1960ء میں اس دنیا فانی سے کُوچ کر گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کی وفات سے جہاں آپ کا خاندان اپنے بزرگ سے محروم ہوا وہاں منگرال قبیلہ بھی ایک دلیر اور مدبر ہستی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گیا۔ قوم آپ کے کارناموں پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ انجم شہباز سلطان آف جہلم نے آپ کا ذکر اپنی بہت سی کتابوں میں اچھے اور مضبوط انداز میں کیا ہے۔ بغیر کسی شک کے آپ کی ذات ایک عظیم غازی کی ذات تھی۔

# ذیلدار راجہ سیف علی خان

ذیلدار راجہ سیف علی خان انیسویں صدی کی آخری دہائی میں علاقہ سرساوہ کے گاؤں گگناڑہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام بھادو خان تھا جو ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ بھادو خان کے والد کے بارے میں مشہور روایت ہے کہ انھوں نے سکھوں کو مالیہ دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کے خلاف باضابطہ جنگ کی تھی اور اس جنگ میں اپنی جان کا نظرانہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ جھکنے والوں میں سے نہیں ہیں۔

ذیلدار سیف علی خان میں اپنے دادا کی تمام تر خوبیاں موجود تھیں۔آپ نے دینی و دنیاوی دونوں تعلیم حاصل کر رکھیں تھیں۔آپ اپنے والد کی وفات کے بعد علاقہ کے ذیلدار نامزد ہوئے۔آپ کے ساتھ علاقہ میں چھ نمبردار کام کرتے تھے جن میں نمبردار خاقان خان، نمبردار محمد خان، نمبردار غوث محمد خان، نمبردار ولی داد خان، نمبردار فقرو خان اور نمبردار ارمہند خان تھے۔ یہ سرساوہ کی عملی کیبنٹ تھی۔

ذیلدار سیف علی خان درمیانے اور مضبوط جسم کے مالک بہادر انسان تھے۔آپ کا لہجہ سخت اور آواز نرم تھی۔آپ نے بہت چھوٹی عمر میں ذیلداری کی ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر سنبھالیں اور بطریق احسن سرانجام دیں۔

آپ کی سواری زیادہ تر پالکی ہوا کرتی تھی۔آپ اپنے علاقہ کے مضبوط حکمران تھے۔ 32-1931ء میں تحریک عدم ادائیگی مالیہ کے دوران آپ کا کردار کلیدی تھا اور آپ نے ہاشو خان اور کیماں خان کی بازیابی کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں جس سے ان حضرات کی باعزت بازیابی عمل میں لائی گئی۔

1946ء میں مہاراجہ ہری سنگھ نے کوٹلی کا دورا کیا جو اس کا کوٹلی میں آخری دورا ثابت ہوا۔اس کے بعد حالات مزید خراب ہونا شروع ہو گئے۔آزادی کی تحریک زوروں پر تھی، جس کی وجہ سے شورش بھرپا تھی۔کوٹلی میں مہاراجہ کے دربار میں آپ نے اپنا موقف کچھ اس طرح سے بیان کیا؛

''آپ لوگوں کے جذبات کو مزید بھڑکانے کی بجائے ان کے بنیادی حقوق کی بحالی کی بات کریں۔ہم حکومت کے نمائندہ ضرور ہیں لیکن لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا ہی ہمارہ فرض ہے۔''اس بات کی تصدیق چیئرمین راجہ محمود داد خان نے بھی کی جو اس وقت اپنے والد ذیلدار راجہ کرم داد خان کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

1947ء میں مہاراجہ کی حکومت کے خلاف تحریک بھی زوروں پر تھی۔آپ آزادی کے حق میں تھے لیکن آپ غریب لوگوں کو کسی صورت بھی موت کے گھاٹ نہیں اتارنا چاہتے تھے۔ علاقہ میں امن و امان کے حوالہ سے آپ خصوصی توجہ دیتے تھے۔آپ کا خیال تھا کہ خدانخواستہ 32-1931ء کی تحریک عدم ادائیگی مالیہ کی طرح یہ تحریک بھی ناکام ہو جائے گی تو لوگوں کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔آپ نے اس دوران مہاراجہ کو یقین دلایا کہ کوٹلی کی حد تک سب امن رہے گا جبکہ مہاراجہ کے پاس بغاوت کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔آپ کوٹلی شہر میں ہی تھے جب فوج کو علاقہ میں بھیجنے کے احکامات آئے، جس پر آپ نے شدید احتجاج کیا۔

فوج آپ کو سرساوہ لانا چاہتی تھی۔آپ نے فوج کو قائل کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ علاقہ میں امن ہے لیکن فوج کو حکم تھا کہ سرساوہ ضرور جانا ہے۔آپ کی کوشش بارآور نہ ہوئی اس لیے آپ کو بھی مجبوراً فوج کے ہمراہ سرساوہ آنا پڑا۔آپ نے یقین دلایا تھا کہ علاقہ میں کوئی گڑبڑ نہ ہے

جب آپ نالہ رنگر سر ساوہ پہنچے تو مجاہدین راجہ سخی دلیر خان کی زیر کمان موجود تھے۔ مجاہدین نے آرمی کو آتا دیکھ کر مورچے سنبھال لیے اور نالہ رنگڑ کے شمال اور مغرب سے فوج پر فائرنگ شروع کر دی۔

آرمی نے ذیلدار سیف علی خان کو سب سے آگے رکھا ہوا تھا۔ جب فائرنگ ہوئی تو آرمی کے کمپنی کمانڈر جو راجہ سیف علی خان کے بائیں طرف گھوڑے پر پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا یہ سمجھا کہ ذیلدار سیف علی خان نے غداری کی ہے۔ اس نے پستول سے فائر کیا جو آپ کے بائیں طرف کمر سے تھوڑا اوپر لگا اور آپ موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ راجہ نوید احمد مصنف تاریخ منگرال راجپوت نے اس واقعہ کو سائنسی نقطہ نظر اور حالات واقعات کے تناظر لکھا ہے اور یہ بات ثابت کی ہے کہ ڈوگرہ سالار نے ہی ذیلدار صاحب کو گولی ماری تھی۔ جس کے بعد علاقہ کی افواہیں ٹھنڈی دم توڑ گئیں، جس میں آپ کی شہادت کا الزام کسی اور کو دیا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر 65 سال تھی۔ سر ساوہ میں آپ کی خدمات کو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔

# راجہ اکبر داد خان

راجہ اکبر داد خان 1919ء میں سہر منڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ ذیلدار راجہ کرم داد خان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے والد نے عوام علاقہ کو دعوتِ عام دی۔ اپنے والد کے چہیتے ہونے کی وجہ سے گھر میں خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ کے دادا راجہ فجو خان اور والد راجہ کرم داد خان دونوں ذیلدار نمبردار تھے۔ آپ میں اپنے آباؤ اجداد کی تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

راجہ اکبر داد خان نے پرائمری تعلیم سہر منڈی سے حاصل کی۔ چھٹی جماعت میں آپ کو کوٹلی ہائی سکول داخل کروایا گیا۔ آپ بلا کے ذہین تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی۔ آپ اپنے دور کے لائق طلباء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے والد آپ کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ آپ پڑھ لکھ کر بڑے آدمی بنیں اور عوام کی فلاح و بہبود میں کردار ادا کریں۔ آپ نے میٹرک امتیازی نمبرات میں پاس کی۔ میٹرک کے بعد آپ کو ''پرنس آف ویلز کالج'' جموں میں داخل کروایا گیا جہاں سے ایف۔اے کے بعد آپ نے 1938ء میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی اور اس وقت کی تحصیل کوٹلی اور آج کے ضلع کوٹلی سے پہلے مسلم گریجوایٹ ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ کے والد ذیلدار تھے اس لیے گھر میں آسودگی تھی اور آپ کو تعلیم حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

گریجویشن کے فوری بعد بلدیو سنگھ پٹھانیاں نے آپ کو نائب تحصیلدار لگایا لیکن آپ کے والد نے بلدیو سنگھ پٹھانیاں کو وہ تقرری نامہ بصد شکریہ واپس کر دیا کہ ''میرا بیٹا اتنا پڑھنے لکھنے کے بعد نائب تحصیلدار لگے۔'' آپ کے والد کا خیال تھا کہ بلدیو سنگھ پٹھانیاں کو آپ کا تحصیلدار کا تقرر کرنا چاہیے تھا۔

1939-40ء میں تحصیل کوٹلی کے ڈی۔ایف۔او نے آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد سے خصوصی اجازت طلب کر کے آپ کو کوٹلی میں کیمپ کلرک بھرتی کیا۔ اس وقت آپ کی تنخواہ 24 روپے ماہانہ مقرر ہوئی۔ آپ چونکہ ایک ایسے ادارے سے گریجویشن کر کے آئے تھے، جہاں پر کام وقت پر کیا جاتا تھا۔ آپ نے دفتر میں روز کا کام روز کرنے کی عادت اپنائی۔ یوں آپ کی شہرت تھوڑے عرصہ میں پوری ریاست میں پھیل گئی۔ آپ کی شہرت سن کر ایک انگریز افسر جو چیف کنزرویٹر کے عہدے پر فائز تھا، کوٹلی آیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ میں بولتا جاؤں گا اور آپ ٹائپ کرتے جائیں گے، وہ لگاتار ایک گھنٹہ بولتا رہا اور آپ بڑی مستعدی سے لکھتے رہے۔ اس دوران میں آپ نے اس سے کسی بات کو دہرانے کے لیے نہیں کہا۔ جب اس نے آپ کی ڈرافٹنگ کو دیکھا تو اس میں صرف ایک سکتہ (Comma) کی غلطی تھی۔ وہ آپ کی قابلیت سے بہت متاثر ہوا۔ آپ کے والد سے مل کر آپ کو ساتھ رکھنے کی اجازت چاہی۔ آپ کے والد نے انکار کر دیا۔ آپ اس دور کے بہترین ٹائپسٹ تھے۔ آپ کے پاس الفاظ کا ذخیرہ تھا۔ آپ انگریزی کے ماہر ڈرافٹ مین تصور کیے جاتے تھے۔

1941-42ء میں آپ انکم ٹیکس میں بھرتی ہو گئے۔ آپ کی پہلی تعیناتی جموں میں ہوئی۔ آپ بڑے چست اور چاک و چوبند تھے۔ ایک دفعہ مہاراجہ کے کچھ رشتہ دار جو تمباکو کا کاروبار کیا کرتے تھے، وہ خضرو سے تمباکو لے کر جا رہے تھے۔ راجہ اکبر داد خان کو اطلاع ملی کہ وہ مہاراجہ کے رشتہ دار ہونے کے ناطے پرمٹ نہیں کٹواتے۔ ایک روز آپ خود ڈیوٹی پر موجود تھے، وہ تمباکو سے بھرا ٹرک لائے، آپ نے رُکنے کا اشارہ کیا لیکن وہ نہ

رُکے۔آپ نے فائر کر کے ٹرک کا ٹائر ناکارہ کر دیا،انھیں نیچے اُتارااور کہا کہ پہلے پرمٹ کٹواؤ، پھر اجازت ہوگی۔جب وہ دفتر پرمٹ کٹوانے گئے تو اُنھوں نے وزن کم بتایا۔اُنھوں نے پرمٹ آپ کو دکھایا تو آپ کو شک ہوا کہ وزن زیادہ ہے اور اُنھوں نے کم وزن بتایا ہے۔چنانچہ آپ نے ٹرک کا دوبارہ وزن کروایا تو 25 کلو تمبا کو زیادہ نکلا جس پر آپ نے ان کا چالان کر دیا۔اس وقت ڈپٹی بھی ڈوگرہ تھا جو اُن کا قریبی رشتہ دار تھا،اس نے بھی جرمانہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور کسی رشتہ داری کا لحاظ نہ کیا۔ڈپٹی نے آپ کو بُلا کر کہا کہ آپ نوکری میں نئے نئے آئے ہیں، اتنے جذبات اچھے نہیں، جتنے معتدل ہوں گے، کامیاب رہیں گے۔

آپ کچھ عرصہ بعد تبدیل ہو کر اُدھم پور چلے گئے پھر وہاں سے سری نگر تعینات ہوئے۔سری نگر تعیناتی کے دوران میں آپ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ کا خانساماں، ڈبل ایم۔اے تھا۔ایک دن شام کا کھانا کھانے کے بعد آپ نے اس کو اپنے پاس بلایا۔آپ کے پاس آ کر وہ زمین پر بیٹھنے لگا تو آپ نے اس کو کرسی پر بیٹھنے کا کہا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ ''یہ صاحب لوگوں کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں۔'' جب آپ نے اس کو بتایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب پتہ ہے تو اس نے کھل کر بتایا کہ میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ڈبل ایم۔اے ہوں، میں عارضی طور پر یہاں نوکری کر رہا ہوں۔دو ماہ بعد انکم ٹیکس میں ڈپٹی کی پوسٹیں آنے والی ہیں، میں مقابلے کے امتحان میں شامل ہو کر امتحان پاس کر لوں گا اور ڈپٹی بن جاؤں گا۔آپ اِدھر انسپکٹر ہی ہوں گے اور میں ڈپٹی۔کہتے ہیں کہ جب پوسٹیں آئیں تو اس نے امتحان ٹاپ کیا اور ڈپٹی بن گیا۔

1947ء میں آزادی کے بعد آپ بحیثیت انسپکٹر کام کرتے رہے۔آپ ترقی کرتے کرتے آزاد کشمیر کے پہلے کلکٹر ٹیکسیشن بنے۔آپ نے دورانِ سروس کبھی کسی ملازم کو تنگ نہ کیا۔ملازمین کی عزتِ نفس کا ہر ممکن تحفظ کیا۔بالآخر 73-1972ء میں آپ کمشنر انکم ٹیکس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔

راجہ اکبر داد خان نے تین شادیاں کیں۔پہلی بیوی جموں سے کشمیری النسل تھی، یہ آپ کی پسند کی شادی تھی۔دوسری شادی آپ نے ناڑ سے کی جب کہ تیسری شادی فلگوش کوٹلی سے کی تھی۔آپ کے تین بیٹے ہیں۔آپ دل کے عارضہ میں مبتلا تھے اور آپ نے مارچ 1982ء میں وفات پائی۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

# چیئر مین راجہ محمود داد خان

راجہ محمود داد خان، ذیلدار راجہ کرم داد خان کے ہاں 28 ساون 1993 بکرمی کو پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے پیدائش علاقہ سہنسہ کے موضع سہر منڈی ہے۔ ذیلدار ہونے کے ناطے آپ کے والد نے آپ کی پیدائش پر دعوتِ عام کی۔ برادری اور غیر برادری سے بہت سے لوگ شاملِ دعوت ہوئے۔ جب آپ کی عمر تین سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی سوتیلی ماں نے آپ کی پرورش میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اُنھوں نے ہر طرح سے آپ کا خیال رکھا۔ وہ مرتے دم تک آپ سے بے انتہا پیار کرتی رہیں۔

راجہ محمود داد خان نے پرائمری سکول سہر منڈی سے پرائمری تعلیم حاصل کی۔ جب آپ سکول میں داخل ہوئے تو آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد چھٹی جماعت میں کوٹلی داخل ہوئے لیکن جلد ہی آپ اپنے بڑے بھائی راجہ اکبر داد خان کے پاس نوشہرہ (مقبوضہ کشمیر) چلے گئے۔ آپ کے بھائی وہاں محکمہ انکم ٹیکس میں انسپکٹر کے عہدہ پر تعینات تھے۔ آپ چھٹی جماعت میں ہی تھے کہ 46-1945ء میں اپنی بھابھی کے ساتھ جموں چلے گئے۔ آپ کی تعلیم ابھی جاری تھی کہ بھائی کا تبادلہ ہل بہگام (تحصیل ڈڈیال) ہو گیا اور آپ بھی ان کے ساتھ آ گئے۔ 1947ء کے شورش کی وجہ سے آپ واپس گاؤں آ گئے۔ آزادی کے بعد آپ پھر ڈڈیال میں داخل ہوئے اور تعلیم جاری رکھی۔ دورانِ تعلیم آپ میرپور میں بھی رہے۔ آپ نے 52-1951ء میں میٹرک کا امتحان دیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد جلد ہی آپ نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔

آپ 1958ء میں انگلینڈ چلے گئے۔ اس وقت کراچی سے 1700 روپے کرایہ تھا جب کہ سکیورٹی -/1100 روپے تھی۔ آپ انگلینڈ میں ڈیوز بری، شفیلڈ، ھالٹن کیمپ اور بریڈ فورڈ میں رہے اور وہاں مختلف فیکٹریوں میں کام کیا۔ آپ اس ملک کو بہت اچھا گردانتے تھے جہاں مساوات ہے اور انسانی حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔

آپ کے والد کی وفات کے بعد 1962ء میں آپ وطن تشریف لائے۔ راجہ محمود داد خان نے 1962ء میں (Basic BD Democracy) کے الیکشن میں حصہ لیا اور ممبر منتخب ہوئے۔ بعد میں آپ چیئر مین بن گئے پھر لگاتار آپ 25 سال تک چیئر مین یونین کونسل رہے۔ آپ نے چھٹی مرتبہ راجہ عبدالمجید خان کو موقع دیا کہ وہ الیکشن لڑیں۔ راجہ محمود داد خان کی کوششوں سے وہ بھی الیکشن جیت گئے۔ چیئر مین راجہ محمود داد خان نے 1991ء میں آخری بار ممبر یونین کونسل کا الیکشن لڑا اور اس میں بھی کامیابی نے آپ کے قدم چُومے۔ آپ پورے علاقے میں چیئر مین راجہ محمود داد خان کے نام سے جانے جاتے تھے۔

آپ نے زندگی کے جس شعبے میں بھی قدم رکھا اس میں کامیابی کے جھنڈے گاڑھے۔ آپ نے اپنے دورِ اقتدار میں لوگوں کے لیے ترقیاتی کام کیے۔ آپ نے سہر منڈی شفاخانہ حیوانات کے ساتھ ساتھ رورل ہیلتھ سنٹر اور بوائز و گرلز ہائی سکولز بھی اَپ گریڈ کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔

چیئر مین راجہ محمود داد خان نے 1946ء میں مہاراجہ کشمیر ہری سنگھ سے بھی ملاقات کی۔ یہ ملاقات کوٹلی میں مہاراجہ کی آمد کے وقت

ہوئی۔ 1946ء میں مہاراجہ نے کشمیر میں بغاوت کی بُو کو محسوس کرتے ہوئے کوٹلی کا دورہ کیا۔ اس دورے میں اس کی ملاقات علاقے کے تمام ذیلداروں سے تھی۔ آپ اپنے والد کے ساتھ اس ملاقات میں موجود تھے۔ اس وقت کوئی عام شخص مہاراجہ سے ملاقات کا صرف خیال ہی کر سکتا تھا۔

آپ کی زندگی میں چند افسوس ناک لمحات بھی آئے جن میں آپ کے بھائی راجہ اکبر داد خان، راجہ مطلوب خان ایڈووکیٹ اور راجہ عبدالمجید خان کی وفات شامل ہیں۔ 2014ء میں آپ نے اس دنیا کو خیر آباد کہا۔ آپ سہر منڈی ہی کے مقام پر مدفون ہیں۔

# راجہ عبدالمجید خان

راجہ عبدالمجید خان 1948ء میں راجہ فرمان علی خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش علاقہ سہنسہ کے ایک گاؤں سہر منڈی میں ہوئی۔ آپ کے والد راجہ فرمان علی خان علاقہ کے بڑے جاگیرداروں میں شمار ہوتے تھے اور علاقہ میں آپ کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔ راجہ فرمان علی خان بہت ذہین اور معاملہ فہم شخصیت تھے۔ آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے راجہ عبدالمجید خان کی شخصیت نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ راجہ فرمان علی خان نے اپنے بیٹے کی تربیت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

راجہ عبدالمجید خان نے ابتدائی تعلیم کٹھاڑ سہنسہ سے حاصل کی۔ آپ نے میٹرک کے لیے کوٹلی کا رخ کیا اور میٹرک گورنمنٹ پائلٹ ہائی سکول سے اعلیٰ نمبرات میں پاس کی۔ آپ کی تعلیمی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے فیصلہ ہوا کہ آپ کو تعلیم کے لیے میرپور بھیجا جائے۔ آپ نے ایف۔اے اور گریجویشن گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج میرپور سے امتیازی نمبرات میں پاس کیں۔ آپ دورانِ طالب علمی طلباء کی سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ آپ نے کئی بار بہترین مقرر کا ایوارڈ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ آپ کی انہی صلاحیتوں کو دیکھ کر اکثر نجی محفلوں میں کہا کرتے تھے کہ ایسے طالب علم صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آپ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

گریجویشن کے بعد آپ قانون کی تعلیم کے لیے کراچی چلے گئے جہاں آپ نے مشہور درس گاہ ایس۔ایم۔لاء کالج میں داخلہ لیا۔ آپ نے قانون کی ڈگری امتیازی نمبرات میں حاصل کی۔ تعلیم کے بعد آپ واپس تشریف لائے اور پیشہ وکالت سے منسلک ہوئے۔ آپ نے کوٹلی میں وکالت کی ابتداء کی۔ جب سہنسہ کو تحصیل کا درجہ ملا، آپ یہاں آ گئے۔ بہت کم عرصہ میں آپ نے علاقہ میں اپنا مقام بنالیا۔ آپ ہمیشہ غریب اور بے سہارا لوگوں کے کیس مفت لڑا کرتے تھے۔ آپ وکالت کے شعبہ سے 1972ء سے 1983ء تک منسلک رہے۔

1983ء میں عوام کے پُرزور احتجاج پر عملی سیاست میں داخل ہوئے۔ آپ نے بلدیاتی الیکشن میں حصہ لیا اور بہت کوشش اور محنت سے چیئرمین ضلع کونسل منتخب ہوئے۔ آپ کو ضلع کونسل کا چیئرمین منتخب کروانے میں جہاں سالارِ جمہوریت سردار سکندر حیات خان کا اہم کردار تھا وہاں سابق سنئیر وزیر راجہ محمد اکرم خان کی کوششیں بھی شامل تھیں۔ آپ کے خلاف مختلف دھڑوں کا اتحاد قائم کیا گیا تھا لیکن آپ کی سیاسی بصیرت اور دُوراندیشی نے آپ کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرنے کا ہنر جانتے تھے۔

1987ء میں آپ نے دوسری مرتبہ الیکشن میں حصہ لیا اور کامیابی نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ چیئرمین ضلع کونسل کا الیکشن لڑے لیکن اس وقت کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان کی مخالفت کی وجہ سے آپ کو ناکامی ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ آپ کے پانچ سالہ چیئرمینی کے دور میں تعمیر و ترقی کے منصوبہ جات تھے جو سردار سکندر حیات خان کو پسند نہ تھے۔ ایک اور بات جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا وہ صدرِ پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق کا دورۂ کوٹلی تھا جس میں آپ نے کچھ اس انداز سے سٹیج سیکرٹری کے منصب کو سنبھالا کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی تقریر میں کہا کہ ''مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں راجہ عبدالمجید خان جیسے لوگ موجود ہیں ورنہ مجھے آنے کی ضرورت نہ تھی'' بس یہ بات وزیر اعظم سردار سکندر حیات خان کو شاید پسند نہ آئی۔ راجہ عبدالمجید خان نے 1990ء کے قانون ساز اسمبلی کے الیکشن میں بطور آزاد امیدوار حصہ لیا لیکن

اپنوں کی کج ادائی اور غیروں کی مخالفت سے آپ یہ الیکشن نہ جیت سکے۔

آپ 1991ء میں عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے اور علاج کے سلسلہ میں انگلینڈ چلے گئے۔ جب آپ واپس وطن آئے تو آپ کی صحت نے سیاست کرنے کے لیے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ آپ نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ آپ کو کسٹوڈین جائیداد متروکہ کے عہدہ پر تعینات کیا گیا۔ اس دوران میں آپ نے احاطہ کچہری میں ایک ریسٹ ہاؤس بھی تعمیر کروایا جو ہمیشہ آپ کی یادوں کو تازہ کرتا رہے گا۔ بعد میں آپ لاء سیکرٹری بھی رہے اور کچھ عرصہ چیئرمین سروسز ٹربیونل کے عہدہ پر بھی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

راجہ عبدالمجید خان نے 1995ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ کو دوسری بار دل کا دورہ پڑا اور 7 جون 1997ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور عوامِ علاقہ ایک بہترین وکیل، صلح جُو سیاست دان، منصف جج اور ایک ہمدرد انسان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے۔

آپ کے بڑے بیٹے راجہ ضیاء المجید ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی تعینات ہیں۔ وہ ایک بہترین بیوروکریٹ اور لائق آفیسر ہیں۔ راجہ ضیاء المجید ہر مسئلے پر ایک مدبّر کی طرح سوچتے ہیں اور آئین و قانون کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ میں اپنے والد کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔

راجہ عبدالمجید خان کے چھوٹے بیٹے راجہ وفا المجید شعبہ وکالت سے منسلک ہیں۔ آپ نے یہ شعبہ اپنے والد سے متاثر ہو کر اختیار کیا۔ آپ سیاست میں بھی متحرک ہیں اور لوگوں کی خوشی غمی میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ مستقبل میں آپ انتخابی سیاست کا ارادہ رکھتے ہیں اور اپنے والد محترم کے مشن کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔

# راجہ فضل داد خان

راجہ فضل داد خان 1946ء میں سہنسہ کے ایک گاؤں کلوڑ میں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان اپنی شرافت کی وجہ سے معتبر جانا جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول جبری مہوری سے حاصل کی۔ مڈل کلاس آپ نے گورنمنٹ مڈل اسکول اٹکورہ سے پاس کی۔ میٹرک آپ نے گورنمنٹ پائلٹ ہائی اسکول کوٹلی سے امتیازی نمبرات میں پاس کی۔ جب میٹرک پاس کی تو متوسط طبقہ سے تعلق کی بناء پر مزید تعلیم جاری رکھنا محال ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے معاش کے سلسلہ میں کراچی کا رخ کیا جہاں آپ نے ریلوے میں ملازمت اختیار کی۔ آپ کو تعلیم سے بے حد لگاؤ تھا اور تعلیم اُدھوری چھوڑنے کا دُکھ بھی تھا۔ اس لیے آپ نے ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

یہ 1960ء کا عرصہ تھا جب آپ نے ارادہ تعلیم کیا۔ پھر کیا تھا، دن گزرتے گئے اور آپ تعلیم اور معاش ساتھ ساتھ چلاتے رہے۔ آپ کی محنتِ شاقہ رنگ لائی اور آپ نے 1973ء میں سروس کے ساتھ لاء (Law) کی ڈگری بھی حاصل کر لی۔ تعلیم کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ کا دل کراچی سے بھر گیا اور وطن کی یاد ستانے لگی۔ چنانچہ آپ واپس سہنسہ آ گئے اور سہنسہ میں وکالت شروع کر دی۔ آپ اپنے پیشے سے مخلص رہے اور خوب محنت کی۔ چند برسوں میں محنت اور لگن سے آپ کا نام چوٹی کے وکلاء میں لیا جانے لگا۔

راجہ فضل داد خان وکالت کے ساتھ ساتھ سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ یوں حلقہ نمبر 3 سہنسہ میں آپ منگرال فیملی کے اُبھرتے ہوئے نوجوان وکلاء میں سرفہرست آئے۔ وکالت کے دوران آپ نے سب جج کے لیے پبلک سروس کمیشن کا امتحان دیا اور کامیابی حاصل کی۔ لیکن آپ کا میلان سیاست تھا نہ کہ ملازمت۔ چنانچہ آپ نے سیاست اور لوگوں کی خدمت کو ملازمت پر ترجیح دی۔ آپ نے عملی سیاست کے لیے مسلم کانفرنس کا پلیٹ فارم پسند کیا۔ چنانچہ آپ 1975ء میں مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر سہنسہ سے امیدوار قرار پائے لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ PPP کی دھاندلی اور غنڈہ گردی کی وجہ سے مسلم کانفرنس نے الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ یوں آپ کا کامیابی کا خواب ادھورا رہ گیا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری اور لوگوں کی خدمت کو اسی جذبے اور لگن سے جاری رکھا۔

راجہ فضل داد خان نے 1985ء میں ایک بار پھر الیکشن لڑا اور کامیاب قرار پائے۔ آپ کو 1987ء میں وزارتِ بلدیات کا قلم دان سونپا گیا۔ 1990ء میں آپ نے دوبارہ الیکشن لڑا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بار پھر کامیابی سے نوازا تا کہ آپ ادھورے کام مکمل کر سکیں۔ ایک سال کے بعد 1991ء میں راجہ ممتاز حسین راٹھور نے اسمبلی تحلیل کر دی اور نئے انتخابات کروائے جس میں راجہ فضل داد خان پھر کامیاب قرار پائے اور کامیابی کی ہیٹرک مکمل کی۔ اس دوران آپ کو ہیپاٹائٹس کا مرض لاحق ہو گیا اور 20 جون 1991ء کو آپ علاج کی غرض سے لندن چلے گئے لیکن ڈاکٹروں نے آپ کو لاعلاج قرار دے کر واپس بھیج دیا۔ آزاد حکومت کے وزیر اعظم سردار عبد القیوم خان نے آپ کو وزارت نوجوانان کا قلمدان دیا جو تادمِ مرگ آپ کے پاس رہا۔ آپ نے نوجوان نسل کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ زندگی نے وفا نہ کی اور آپ 20 فروری 1993ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے اپنی سیاسی زندگی میں کبھی کسی سے کوئی خلش نہ رکھی اور کبھی تھانے کچہری کی سیاست نہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ شرافت اور ایمان داری کی وجہ سے لوگ آج بھی آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

آپ کی فیملی میں آپ کے بیٹے راجہ ممتاز فضل داد نے وکالت کی ڈگری حاصل کی اور سہنسہ میں وکالت شروع کی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار بڑے وکلاء میں ہونے لگا لیکن شاید انھیں اپنے والد کے مقام تک پہنچنے کے لیے بہت محنت کی ضرورت ہے۔ البتہ ہمیں راجہ ممتاز فضل داد ایڈووکیٹ کی شکل میں ایک اور راجہ فضل داد نظر آ رہا ہے جو اپنے والد کی ساری خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

# راجہ محمد اسلم خان ایڈووکیٹ

راجہ محمد اسلم خان کے والد کا نام راجہ علی اکبر خان تھا۔آپ ضلع کوٹلی کے دُور افتادہ گاؤں براٹلہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے دادا صوبیدار دوست محمد خان نے آپ کی پیدائش پر منوں مٹھائی تقسیم کی۔آپ کا نسب راجہ سہنس پال کے دوسرے بیٹے تتار خان سے ملتا ہے۔آپ کے دادا صوبیدار دوست محمد خان نے آپ کی تعلیم پر بھر پور توجہ دی۔ان کی کاوشوں سے ہی آپ نے ابتدائی تعلیم کے دوران اعلیٰ کارکردگی دکھائی اور اساتذہ کی خصوصی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔آپ کی ذہانت اور مؤدب رویہ ہی آپ کی کامیابی کا ذریعہ بنا۔چنانچہ 1950ء میں آپ نے سندھ مسلم لاء کالج سے ایل۔ایل۔بی کی ڈگری حاصل کی اور دادا کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے واپس اپنے گاؤں آئے اور لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔

راجہ محمد اسلم خان ایڈووکیٹ نے 1951ء میں میر پور بار سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔آپ نے ہمیشہ وکالت کے پیشے کو لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا اور کبھی کسی کو انتقام کا نشانہ نہ بنایا۔آپ نے پورے علاقے میں اپنی ذہانت اور محنت سے وکالت میں ایک نام بنایا اور منگرال قبیلہ کے سب سے نامور وکیل کہلائے۔آپ وکالت میں لوگوں کی خدمت تو کر ہی رہے تھے، سیاست میں بھی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔لوگوں نے آپ کے اس فیصلہ کو سر آنکھوں پر لیا۔لوگوں کی شدید خواہش پر آپ نے 1962ء میں ڈسٹرکٹ کونسلر کا الیکشن لڑا اور کامیاب ہوئے۔آپ کی وکالت کی شہرت تو تھی ہی، سیاست میں بھی آپ نے ایک مقام پیدا کیا۔جلد ہی آپ کے۔ایچ خورشید کے خاص ساتھیوں میں شمار کیے جانے لگے۔

1975ء کے عام انتخابات میں آپ نے بھر پور حصہ لیا اور حلقہ نمبر 4 چڑہوئی سے ممبر قانون ساز اسمبلی منتخب ہوئے۔آپ نے اس دوران پیپلز پارٹی میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔آپ نے پانچ سال اسمبلی کے اندر اپنے حلقے کی بھر پور نمائندگی کی اور لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا۔آپ نے دوسری بار 1985ء کے الیکشن میں حصہ لیا لیکن آپ کامیاب نہ ہو سکے۔اس ہار میں جہاں قسمت کا بڑا دخل تھا وہاں اپنوں کی کج ادائی اور غیروں کی سازشیں شامل تھیں۔راجہ محمد اسلم خان بڑے بارُعب، دلیر اور انتہائی ذہین انسان تھے۔آپ کا علاقہ میں بالعموم اور اپنے قبیلہ میں بالخصوص بڑا مقام تھا۔

آپ دل کے عارضے میں مبتلا تھے۔آپ کا وصال دسمبر 1985ء میں حرکت قلب بند ہونے سے ہوا۔اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

آپ کے بیٹے بلال اسلم ایڈووکیٹ والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پیشہ وکالت سے منسلک ہیں اور آپ میر پور ہی میں وکالت کر رہے ہیں اور سنیئر وکلاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔میر پور بار میں آپ نے مختلف عہدوں کے لیے کئی بار الیکشن میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔آپ وکلاء کے پلیٹ فارم سے ان کے حقوق کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔آپ نے اپنے والد کی طرح عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ انھیں اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

# راجہ نصیر احمد خان

راجہ نصیر احمد خان 17 مارچ 1953ء کو راجہ محراب خان کے گھر انوہی سرہوٹہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد امیر کبیر آدمی نہ تھے لیکن دل کے سخی تھے اور اپنے گھر سے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہ بھیجتے تھے۔ آپ کی پیدائش پر خوشی کی رسم خوب نبھائی گئی تھی۔ کون جانتا تھا کہ آج پیدا ہونے والا بچہ آنے والے کل میں ایسی تاریخ رقم کر جائے گا جو نہ صرف علاقہ اور منگرال قبیلہ کے لیے باعثِ فخر ہوگی بلکہ پوری آزاد ریاست میں آنے والی صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔

راجہ نصیر احمد خان نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے پرائمری سکول سے حاصل کی۔ آٹھویں جماعت آپ نے لوہر مڈل سکول پنجیڑہ سے پاس کی۔ 71-1970ء میں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول کوٹلی سے پاس کی۔ آپ تعلیم میں زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے البتہ آپ نے اپنے والد کی خواہش کے احترام میں اپنا سلسلہ تعلیم جاری رکھا اور 1973ء میں ایف۔اے امتیازی نمبرات سے پاس کی جب کہ 1974ء میں بی۔اے میں گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹلی میں داخل ہوگئے اور گریجوایشن پنجاب یونیورسٹی کے تحت امتیازی نمبرات سے پاس کی۔ آپ گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹلی کے باقاعدہ طالب علم رہے۔ دورانِ تعلیم آپ طلباء سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ شروع شروع میں آپ نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن (NSF) میں رہے، پھر آپ نے پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن (PSF) میں شمولیت اختیار کی۔ آپ ان تنظیموں میں مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ عملی زندگی میں آئے تو دیکھا کہ یہ دنیا آپ کی دورِ طالب علمی سے بہت مختلف تھی۔ آپ کاروبار کے سلسلے میں کراچی چلے گئے، اس وقت کراچی کام یا کاروباری لحاظ سے بہترین شہر گردانا جاتا تھا۔ 78-1977ء میں آپ نے لوگوں کو بیرون ملک بھجوانے کی غرض سے ریکروٹینگ ایجنسی قائم کی۔ آپ کا دفتر طارق روڈ کراچی میں تھا۔ طارق روڈ کراچی شہر میں سب سے بڑا تجارتی مرکز تھا۔ آپ نے اہلِ علاقہ کے علاوہ بہت سے جاننے والے لوگوں کو بیرون ملک بسلسلہ روزگار بھجوایا۔ آپ نے اس کاروبار میں خوب روپیہ کمایا۔ 1979ء میں آپ نے اپنا دفتر لاہور میں بیڈن روڈ پر منتقل کر لیا اور یہاں دوبارہ نئے سرے سے کام کا آغاز کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے بڑا نام کما لیا۔ آپ نے کراچی اور لاہور کا سفر ہمیشہ ہوائی جہاز سے کیا۔

آپ اپنے کاروبار اور کام سے بہت حد تک مطمئن تھے۔ 1979ء میں آزاد کشمیر میں بلدیاتی انتخابات ہوئے تو علاقہ کے معززین جن میں راجہ محمد افضل خان اور راجہ امداد خان نمایاں تھے، کے اصرار پر آپ نے انتخابات میں حصہ لیا۔ آپ یونین کونسل بھنیر کے موضع انوہی سرہوٹہ سے بطور بی۔ڈی ممبر انتخابات میں حصہ لے رہے تھے۔ راجہ نصیر احمد خان اس انتخاب میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور یونین کونسل بھنیر کے وائس چیئرمین بن گئے۔ یہ آپ کا پہلا انتخاب تھا لیکن آپ نے سیاست کو عبادت سمجھ کر اختیار کیا تھا۔ لوگوں کی خدمت آپ نے اپنا شعار بنا لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ سیاست میں اتنے مشہور ہوگئے کہ ضلع کوٹلی کے بڑے سیاستدانوں میں شمار کیے جانے لگے۔ آپ نے سیاست میں ایک نئی جہت متعارف کروائی کہ کارکن کا کام پہلے، باقی سب کام بعد میں۔

1983ء میں آپ نے ضلع کونسل کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔آپ کے مخالف امیدوار چودھری زمان علی خان تھے۔الیکشن ایک بار پھر غیر جماعتی بنیادوں پر لڑے جا رہے تھے۔قسمت نے ایک بار پھر قرعہءِ فال آپ کے حق میں ڈالا اور آپ ڈسٹرکٹ کونسلر منتخب ہوگئے۔آپ نے والد محترم کی منشاء کے مطابق عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنایا اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی، اس بناء پر آپ عوام میں بے حد مقبول ہوگئے۔آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے 1987ء کے الیکشن میں ایک بار پھر میدان مار لیا۔آپ مسلم کانفرنس میں شامل ہوگئے، تعمیر و ترقی کو جاری رکھا اور عوام کی خدمت میں دن رات ایک کر دیئے۔1991ء میں آپ ایک بار پھر ڈسٹرکٹ کونسلر کا الیکشن لڑے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ایسا لگتا تھا کہ الیکشن میں کامیابی نے آپ کا گھر دیکھ لیا تھا۔

راجہ نصیر احمد خان، مسلم کانفرنس کے حلقہ 3 سہنسہ، سرساوہ اور پنجیڑہ کے صدر رہے اور آپ کے پاس یہ عہدہ دس سال تک رہا۔آپ ضلع کوٹلی کے مسلم کانفرنس کے صدر کے ساتھ ساتھ مرکزی مجلس عاملہ کے ممبر بھی رہے۔آپ مسلم کانفرنس کے مرکزی نائب صدر بھی رہے۔

راجہ نصیر احمد خان نے مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے قانون ساز اسمبلی کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور 1993ء کے ضمنی الیکشن میں کاغذات نامزدگی بھی جمع کروائے۔جماعتی قائدین کی مشاورت سے آپ مسلم کانفرنس کے امیدوار راجہ منشی خان کے حق میں دستبردار ہوگئے۔راجہ منشی خان کا تعلق منگرال راجپوت قبیلہ سے ہے اور وہ چھوچھ کے رہائشی ہیں۔آپ یہ الیکشن چھ ہزار ووٹوں سے ہار گئے جب کہ پیپلز پارٹی کے امیدوار چودھری مظہر حسین کامیاب ہوئے۔مسلم کانفرنس کی حکومت میں راجہ فضل داد خان (مرحوم) سابق وزیر بلدیات اور وزیرِ اُمورِ نوجوانان بھی رہ چکے تھے، نے تین بار قانون ساز اسمبلی کا الیکشن لڑا اور تینوں بار کامیاب ہوئے تھے۔یوں یہ سیٹ مسلم کانفرنس کی وراثت سمجھی جاتی تھی۔

1996ء میں آزاد ریاست میں قانون ساز اسمبلی کے جنرل الیکشن منعقد ہوئے۔سہنسہ کے حلقہ سے راجہ نصیر احمد خان مسلم کانفرنس کے مضبوط امیدوار کے طور پر سامنے آئے۔آپ مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑے اور اپنے مخالف امیدوار چودھری مظہر حسین جو حلقہ کے ایم۔ایل۔اے رہ چکے تھے، کو چھ ہزار ووٹوں سے شکست دی تھی۔جو سفر آپ نے 1979ء میں بحیثیت ممبر یونین کونسل شروع کیا تھا وہ ممبر قانون ساز اسمبلی تک پہنچا تھا۔آپ عوام کی خدمت کا عزم لے کر میدان سیاست میں اُترے اور ثابت قدمی سے اس عزم پر قائم و دائم تھے۔آپ علاقہ سرساوہ، پنجیڑہ سے پہلے شخص تھے جنھوں نے قانون ساز اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔(آپ لگاتار چار مرتبہ ممبر اسمبلی منتخب ہوئے۔) آپ ایم۔ایل۔اے تو بن گئے لیکن پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ ہونے کی وجہ سے آپ اپوزیشن میں پانچ سال رہے۔آپ اسمبلی کے فلور پر لوگوں کے حقوق کی بات کرتے رہے۔آپ نے سیاست میں ایک نئی بات یہ ڈالی کہ عوام سے براہِ راست رابطہ رکھا اور کھڑ پینچوں کو نکال باہر کیا۔آپ کا یہ اندازِ سیاست عام لوگوں میں بے حد مقبول ہوا اور لوگ آپ کو دل و جان سے چاہنے لگے۔آپ نے اپوزیشن میں رہ کر حلقہ کی بھرپور نمائندگی کی اور اپنے حلقہ کے فنڈز لا کر ترقیاتی کام کیے۔

آپ نے برادری ازم کا خاتمہ کیا اور لوگوں میں یہ شعور بیدار کیا کہ جب تک آپ برادری ازم کی لعنت سے باہر نہ نکلیں گے تب تک آپ تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا نہ کرسکیں گے۔اور آپ ہمیشہ کے لیے اس دوڑ سے باہر ہوجائیں گے جو آپ کی قسمت بدل سکتی ہے۔

2001ء میں آپ دوسری بار قانون ساز اسمبلی کے لیے مسلم کانفرنس کے امیدوار کے طور پر سامنے آئے۔اس مرتبہ آپ کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے چودھری مظہر حسین کے علاوہ جماعت اسلامی کے امیدوار راجہ محمد ریاست خان کے ساتھ ساتھ آزاد امیدوار راجہ ضیاء الحمید خان سے بھی

تھا۔لوگوں کا خیال تھا کہ تین افراد منگرال قبیلہ سے الیکشن لڑ رہے ہیں جب کہ باقی سب قبیلوں کے مشترکہ امیدوار ایک ہی ہیں لٰہذا راجہ نصیر احمد خان ہار جائیں گے لیکن یہ ناعاقبت اندیش یہ نہیں جانتے تھے کہ راجہ نصیر احمد خان لوگوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں اور اُنھیں ہرانا ناممکن ہے۔آپ یہ الیکشن بھی 5500 ووٹوں کی اکثریت سے جیت گئے۔2003ء میں پہلی بار آپ کو وزیر بلدیات ولوکل گورنمنٹ کی وزارت ملی۔آپ نے پورے آزاد کشمیر میں تعمیر وترقی کا انقلاب برپا کر دیا۔اب آپ کی شہرت صرف اپنے حلقہ انتخاب تک محدود نہ رہی بلکہ پورے آزاد کشمیر میں ترقیاتی منصوبہ جات کی وجہ سے آپ کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔

2006ء میں آپ ایک بار پھر الیکشن کے میدان میں اُترے،لوگ آپ کو تعمیر وترقی کا ہیرو مانتے تھے اس لیے آپ کو اب کی بار قانون ساز اسمبلی کا الیکشن جیتنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔آپ کے مدِ مقابل ہمیشہ کی طرح پیپلز پارٹی کے امیدوار چودھری مظہر حسین جب کہ پیپلز مسلم لیگ کے سردار بشیر پہلوان تھے۔آپ مخالف اُمیدواروں سے 19000 ووٹوں کی لیڈ سے کامیاب ہوئے جو ایک ریکارڈ ہے۔اس سے پہلے حلقہ کے اندر اتنی بڑی لیڈ سے کوئی امیدوار کامیاب نہ ہوا تھا۔مسلم کانفرنس کی حکومت قائم ہوئی اور آپ وزیر بلدیات ودیہی ترقی بنے۔ڈھائی سال آپ بطور وزیر بلدیات ودیہی ترقی رہے۔پورے آزاد کشمیر میں نئے منصوبہ جات شروع کیے جن میں سڑکوں کی تعمیر،سکولوں کی تعمیر اور پلوں کی تعمیر کے علاوہ بے شمار واٹر سپلائی کے منصوبہ جات شامل تھے۔آپ کا یہ دور آزاد کشمیر میں تعمیری کاموں کا سنہری دور شمار کیا جاتا ہے۔

آپ کی حکومت کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد لائی گئی لیکن وزیر اعظم سردار عتیق احمد خان نے استعفیٰ دے دیا۔یوں آپ کی وزارت بھی چلی گئی۔مسلم کانفرنس میں فارورڈ بلاک بنالیا گیا جو آپ کی کوششوں سے ختم ہوا اور مسلم کانفرنس دوبارہ متحد ہو گئی۔اتحاد کے بعد پھر عدم اعتماد کی تحریک لائی گئی اور اس بار یہ تحریک مسلم کانفرنس لائی تھی اور وزیر اعظم سردار محمد یعقوب خان (موجودہ صدرِ آزاد کشمیر) نے استعفیٰ دے دیا۔راجہ فاروق حیدر خان وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ایک معاہدہ طے پایا جس کی رُو سے سردار عتیق احمد خان مسلم کانفرنس کے صدر اور راجہ فاروق حیدر خان وزیر اعظم آزاد کشمیر ہوں گے۔راجہ فاروق حیدر خان نے بحیثیت وزیر اعظم نو ماہ میں آئین وقانون کی مکمل پاسداری کی اور آئین وقانون کی پاسداری میں آپ کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔راجہ فاروق حیدر خان کا یہ دور سب وزراءاعظم کے دورِ حکومت سے بہترین تھا کیوں کہ اس دور میں آپ نے بہت سے انقلابی اقدامات کیے تھے۔سردار عتیق احمد خان اور وزیر اعظم راجہ فاروق حیدر خان کے درمیان اختلافات ہو گئے۔راجہ نصیر احمد خان اور دیگر زعماء نے اختلافات کو دُور کرانے کی بہت کوشش کی۔اتحاد کی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوئیں اور وزیر اعظم راجہ فاروق حیدر خان نے استعفیٰ دے دیا۔سردار عتیق احمد خان ایک بار پھر وزیر اعظم منتخب ہوئے۔راجہ نصیر احمد خان نے وزیر اعظم سردار عتیق احمد خان کی کابینہ میں شمولیت اختیار نہ کی۔آپ پر بہت دباؤ تھا اور بہت سے خفیہ ہاتھوں کے چاہنے کے باوجود آپ حکومت میں شامل نہ ہوئے اور اپنے کردار سے ایک مثال قائم کی۔یہ ایسا دور تھا جس میں پانچ سالوں میں چار وزراءاعظم تبدیل ہوئے اور چاروں وزراءاعظم مسلم کانفرنس سے تھے۔

راجہ نصیر احمد خان نے ہمیشہ اُصولوں کی سیاست کی اور کبھی بھی اپنے اصولوں کو مفادات کی بھینٹ نہ چڑھایا۔1991ء میں جب آپ ڈسٹرکٹ کونسلر تھے تو سردار عتیق احمد خان نے آپ کو سردار سکندر حیات خان کا ساتھ چھوڑنے کے لیے آپ کو مشیر حکومت بنانے کی پیش کش کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔1996ء میں جب آپ ایم۔ایل۔اے تھے تو اس وقت مسلم کانفرنس دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ایک

گروپ سردار سکندر حیات خان کا تھا جس کے 4 ممبران اسمبلی تھے۔ دوسرا گروپ سردار عبدالقیوم خان کا تھا۔ اس وقت راجہ ممتاز حسین راٹھور سپیکر اسمبلی، جب کہ بیرسٹر چودھری سلطان محمود ریاست کے وزیر اعظم تھے۔ اسپیکر نے وزیر اعظم کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد لائی، جو نا کام رہی۔ سردار سکندر حیات خان نے اپنے چار ممبران جن میں راجہ نصیر احمد خان بھی تھے، کہا کہ آپ حکومت میں شامل ہو جائیں لیکن آپ نے اُصولوں پر سمجھوتہ نہ کیا اور پیپلز پارٹی کی حکومت کا حصہ بننے سے انکار کر دیا تھا۔

اس طرح جب 2010ء میں راجہ فاروق حیدر خان کے استعفیٰ کے بعد سردار عتیق احمد خان وزیر اعظم بنے تو راجہ نصیر احمد خان نے فیصلہ کیا کہ اب ہم مسلم کانفرنس کے ساتھ نہیں چل سکتے کیوں کہ جس جماعت کا صدر ہی اپنے ذاتی مفادات کے لیے جماعت کا استحصال کرے اور اپنے اقتدار کے لیے اوروں کی قربانی دے تو ایسے شخص کے ساتھ کون چل سکتا ہے۔ آپ نے طارق فاروق چودھری آف بھمبر (یہ اس وقت ایم۔ ایل۔ اے نہ تھے) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ (نواز شریف) کے قیام کا فیصلہ کیا اور راجہ فاروق حیدر خان سے ملاقات کر کے تمام معاملات طے کیے۔ بعد میں دوسرے لوگ بھی شامل ہوئے اور یہ سفر قافلے کی شکل اختیار کر گیا۔ بقول شاعر؛

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل
لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

آخر کار آپ کی محنت رنگ لائی اور دسمبر 2010ء میں میاں محمد نواز شریف نے ایک بڑے عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ (ن) کی آزاد کشمیر میں بنیاد رکھی۔ ایک نئی جماعت کا قیام اور پھر پہلے الیکشن میں اس جماعت کے پلیٹ فارم سے تیرہ سیٹوں کا حصول آپ کی سیاسی بصیرت کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ اکثر اپنے سیاسی جلسوں میں ایک بات کہتے رہتے ہیں کہ ''میں سیاسی پیر ہوں اور میں نے سیاست میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہوئی ہے۔''

2011ء کے الیکشن میں آپ نئی جماعت مسلم لیگ (ن) کے امیدوار کے طور پر سامنے آئے۔ آپ کے مخالف امیدواروں میں مسلم کانفرنس کے راجہ ضیاء الحمید خان جب کہ پیپلز پارٹی کے سردار بشیر پہلوان تھے۔ آپ یہ الیکشن 2300 ووٹوں کی لیڈ سے جیتے جبکہ 2016ء کے الیکشن میں آپ کے ووٹوں کی تعداد 35032 تھی جبکہ دوسری نمبر پر چوہدری اخلاق نے 21600 تھے یوں آپ کی برتری جو پچھلے الیکشن میں 2300 تھی اب 13432 تک پہنچ گئی جو آپ پر لوگوں کے اعتماد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لوگوں کا بھرپور اعتماد ہی آپ کے کردار اور سیاسی فیصلوں کی مکمل حمایت کرتا ہے۔ آپ نے جہاں سیاست میں اتنا نام کمایا وہاں آپ کو اپنے خاندان کا بھی بھرپور تعاون حاصل رہا۔ آپ کی زوجہ نے ہر کام میں آپ کی معاونت کی۔ راجہ نصیر احمد خان کی کامیابی کے پیچھے جہاں ان کی اپنی محنت ہے وہاں ان کی بیوی کا بہت بڑا کردار ہے۔ اُنھوں نے اپنے گھر سے آج تک کسی کو کھانا کھائے بغیر واپس نہ بھیجا اور ہر ضرورت مند کی حاجت روائی کی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پورے علاقے میں ''باجی'' کے نام سے مشہور ہیں۔

راجہ نصیر احمد خان کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''وہ آیا، اس نے دیکھا اور فتح کر لیا۔'' آپ نے سیاست میں آٹھ الیکشن لڑے

اوران سب میں کامیاب ہوئے۔ آپ کی کامیابی کا راز عوام کی بے لوث خدمت اور غریبوں سے سچا پیار، آپ کی محنت لگن اور جرات مندی کا عمل دخل تھا، وہاں حلقہ کے بے شمار دوستوں کے ساتھ ساتھ آپ کے عزیزوں جن میں پروفیسر راجہ غضنفر علی خان، ماسٹر راجہ محمد ذاکر خان اور راجہ محمد طالب خان ایڈووکیٹ کی کاوشیں بھی شامل تھیں جو ہمیشہ آپ کے دستِ راست کے طور پر کام کرتے رہے۔ آج یہ شخصیات بھی حلقہ میں راجہ نصیر احمد خان کی وجہ سے ایک اہم سیاسی مقام رکھتی ہیں۔ آپ کے ترقیاتی کاموں کی فہرست بہت طویل ہے لیکن چند ایک کاموں کا احوال کچھ یوں ہے؛

☆ سہنسہ شہر کی تعمیر وترقی:

سہنسہ حلقہ تحصیل کا صدر مقام ہے۔ آپ نے یہاں شہری سہولیات بہم رسانی کے لیے شبانہ روز محنت کی۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال، گریڈ اسٹیشن برقیات، گریٹر واٹر سپلائی، ایڈیشن سیشن جج کی عدالت کا قیام، گرلز ڈگری کالج کا قیام اور بوائز ڈگری کالج میں سائنس کلاسز کا اجراء آپ کے کارہائے نمایاں ہیں۔

☆ شعبہ تعلیم:

اپنے دورِ اقتدار میں آپ نے حلقہ میں پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کا جال بچھایا اور حلقہ کے عوام کو ان کی دہلیز پر تعلیمی سہولیات بہم پہنچائیں۔ اپنے حلقہ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے گرلز ڈگری کالج سہنسہ، گرلز انٹر کالج سرساوہ اور گرلز انٹر سائنس کالج تریڑھ قائم کیے۔ فروغ تعلیم کے لیے آپ کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

☆ رسل ورسائل:

سہنسہ کا حلقہ ایک وسیع حلقہ ہے۔ اس حلقہ کے دُور افتادہ دیہات تک رسائی کو ممکن بنانے کے لیے آپ کے دورِ اقتدار میں 400 کلو میٹر پُختہ سڑکیں تعمیر کروائی گئیں اور لوگوں کو سفری صعوبتوں سے نجات دلوائی۔ ان سڑکوں کے علاوہ مختلف جگہوں پر درجنوں پُل تعمیر کروائے، جن میں چھنی پنتھل، اودھے چک نور، شاہ پُور، کینی، سیاہ، پیرہن، جرائی سیداں، کھجُر ولا، منڈی پتن، ڈُنگی سنوٹ، چھنی سہنسہ، بھرنڈ بھٹہ، داروناں ناڑ، پتن سالگراں اور نالہ رنگڑ سرساوہ (چوہاڑا) شامل ہیں۔

☆ روزگار کے مواقع:

اپنے حلقہ کے عوام کو روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے آپ نے تین ہزار کے لگ بھگ اسامیاں تخلیق کروائیں۔ ان اسامیوں میں جریدہ وغیر جریدہ پوسٹیں شامل ہیں اور میرٹ پر نوجوانوں کو بھرتی کروایا۔

☆ طبی سہولیات:

اپنے حلقہ میں لوگوں کو طبی سہولیات بہم پہنچانے کے لیے آپ نے سہنسہ میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کو جدید سہولیات سے آراستہ کیا۔ آپ نے سرساوہ میں پچاس بیڈ کا بیسک ہیلتھ یونٹ کا PC-1 منظور کروایا اور حلقہ میں متعدد ڈسپنسریوں کو عملہ فراہم کیا۔

☆ ریسٹ ہاؤس:

اپنے حلقہ میں سرساوہ کے مقام پر ریسٹ ہاؤس تعمیر کروایا۔ وادی نیلم میں آپ نے سیاحت کے فروغ کے لیے تین ریسٹ ہاؤسز تعمیر کروائے۔ اس بات سے آپ کا سیاحت سے لگاؤ کا بخوبی اندازہ لگایا جسکتا ہے۔

# راجہ حق نواز خان

راجہ حق نواز خان یکم نومبر 1959ء میں راجہ محمد سوار خان کے ہاں موضع گلوٹیاں تحصیل سہنسہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد راجہ محمد سوار خان ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔راجہ محمد سوار خان کے والد راجہ باز خان علاقہ کے نمبردار تھے اور اس زمانے میں پانچویں تک تعلیم بھی حاصل کررکھی تھی۔راجہ محمد سوار خان نے آٹھویں تک تعلیم حاصل کی۔چونکہ علاقہ سہنسہ میں اس وقت کوئی ہائی سکول نہ تھا اس لیے آپ مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور آپ ''بُونا ستارہ'' (ہندوستان) چلے گئے۔آپ کے والد وہاں جیل میں داروغہ تھے۔

راجہ محمد سوار خان 1946ء میں گاؤں آئے، شادی کی اور واپس ''بُونا ستارہ'' چلے گئے۔بُونا ستارہ ہندوستان کا ایک علاقہ ہے جہاں لوگ عموماً ملازمت کے لیے جایا کرتے تھے۔راجہ محمد سوار خان نے بھی وہاں ملازمت اختیار کی ہوئی تھی۔تقسیم ہندوستان کے وقت آپ کے بارے میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے۔کیونکہ تقسیم ہندوستان کے دوران میں ہندو مسلم فسادات ہوئے تھے جس میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔1948ء میں آپ اچانک گھر واپس آگئے۔

راجہ محمد سوار خان 12AK میں بھرتی ہوگئے۔آپ 1965ء کی جنگ کے دوران میں ''ماہل'' پوسٹ تتہ پانی میں ڈیوٹی دے رہے تھے اور آپ کی پوری یونٹ یہاں تعینات وطن کی حفاظت کر رہی تھی۔1966ء میں آپ کی شہادت کی خبر پاکستان آرمی کے ذریعے آپ کے گھر پہنچائی گئی۔پاکستان آرمی کی طرف سے راجہ محمد سوار خان کی بیوہ کی پنشن مقرر ہوئی لیکن آپ کا جسدِ خاکی آج تک گھر نہ پہنچایا جاسکا کیونکہ اطلاعات یہ تھیں کہ آپ دشمن کے خلاف لڑتے ہوئے سرحد پار چلے گئے تھے اور وہاں شہادت پائی تھی اس لیے آپ کا جسدِ خاکی واپس نہ لایا جاسکا۔''ماہل'' پوسٹ آج کل ہندوستان کے پاس ہے اور یہ 1966ء سے انڈیا کے زیرِ قبضہ ہے۔

راجہ حق نواز خان نے اپنے والد کو بہت کم عمری میں دیکھا تھا لیکن ان کی جرات و دلیری کی داستانیں سن کر ان کے اندر بھی وطن کی محبت رچی بسی ہے۔آپ کو اپنے وطن سے بے حد پیار ہے۔راجہ حق نواز خان نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول سہنسہ سے حاصل کی۔1983ء میں آپ نے اسی ادارے سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔میٹرک کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ منقطع کر دیا اور روزگار کے سلسلے میں سوچ بچار شروع کر دی۔آپ نے ستمبر 1983ء میں بحیثیت کلرک گورنمنٹ ہائی سکول پلیٹ سیداں میں ملازمت اختیار کی۔آپ ذہنی طور پر آزادی پسند تھے اس لیے ملازمت سے اُکتا گئے اور ایک سال کے اندر اندر ہی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

راجہ حق نواز خان 1985ء میں ٹرانسپورٹ سے وابستہ ہوگئے۔آپ نے سہنسہ ٹرانسپورٹ اڈا کو بہتر طریقہ سے چلایا اور تمام ٹرانسپورٹروں کی یونین قائم کی۔آپ کو اس کاروبار میں کافی نقصان ہوا جس کی وجہ سے آپ کو یہ بزنس چھوڑنا پڑا۔آپ کراچی چلے گئے جہاں پہلے چھ ماہ میں جی بھر کر سیر و تفریح کی اور پھر کام کاج شروع کیا۔اس دوران میں آپ کا کسی کام میں جی نہ لگتا تھا اس لیے وہاں سے واپس گاؤں آگئے۔

یکم اپریل 1986ء میں آپ محکمہ مال میں بطور کلرک اسسٹنٹ کمشنر کے دفتر میں تعینات ہوئے۔دوران ملازمت آپ پر بہت سی مشکلات آئیں اور 1995ء تک کسی نہ کسی صورت میں آپ ملازمت سے وابستہ رہے۔بعد میں آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

راجہ حق نواز خان کی عملی زندگی شکست و ریخت سے بھری پڑی ہے۔ آپ میٹرک سے پہلے مختلف کام کرتے رہے جس میں ہوٹل کا کاروبار بھی تھا۔ آپ 1978ء میں ایران بھی گئے جہاں آپ ایک سال تک محنت مزدوری کرتے رہے۔ ایران سے واپس آکر 1979ء میں آپ حیدرآباد چلے گئے جہاں مختلف مِلوں میں کام کیا۔ 1981ء میں آپ دبئی گئے جہاں ایک ماہ بعد ہی آپ قید ہو گئے، کچھ عرصہ بعد آپ واپس وطن آ گئے۔ میٹرک سے پہلے آپ نے عملی زندگی کا اتنا تجربہ حاصل کر لیا تھا کہ آپ نے میٹرک پاس کرنے کا ارادہ کیا اور امتیازی نمبرات میں پاس ہوئے۔

راجہ حق نواز خان 1988ء میں تحریک آزادی کشمیر کے لیے جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ میں شامل ہو گئے اور ابھی تک اسی پلیٹ فارم سے اپنی خدمت جاری رکھے ہوئے ہیں۔ عملی تحریک میں شامل ہونا آپ کے گھر کا ماحول اور پھر ہر وقت آپ کے والد کے کارناموں کا چرچا تھا جو اُنھوں نے 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران میں سرانجام دیئے تھے۔ آپ نے لبریشن فرنٹ JKLF کو تحصیل سہنسہ میں از سرِ نو منظم کیا۔ نوجوانوں کو تحریک کے لیے ذہنی طور پر تیار کیا اور اُنھیں عملی جہاد کی ترغیب بھی دی۔

1999ء میں آپ نیشنل لبریشن آرمی NLA کے سپریم کمانڈر مقرر ہوئے۔ نیشنل لبریشن آرمی، جموں وکشمیر لبریشن فرنٹ کا عسکری وِنگ ہے۔ اس پلیٹ فارم سے ہزاروں نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی زیرِ قیادت NLA کی جدید خطوط پر تنظیم کی گئی، نئے خطوط پر جہاد کا کام کیا گیا اور آپ نے نئے عسکری ٹریننگ کیمپ قائم کیے جہاں نوجوانوں کی جدید اسلحہ کی ٹریننگ کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت بھی کی جاتی تھی۔ آپ نے بہت تھوڑے عرصے میں ریاست جموں وکشمیر کے کونے کونے تک جہاد کا پیغام پہنچایا۔ آپ کے قافلے میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ ایک لاکھ سے زائد لوگوں کو بنیادی ٹریننگ پر آمادہ کیا گیا۔

راجہ حق نواز خان درجنوں بار مقبوضہ کشمیر گئے۔ وہاں اُنھوں نے عملی طور پر خود بھی جہاد میں حصہ لیا۔ آپ آزاد کشمیر کی وہ واحد شخصیت ہیں جو انڈیا کو اپنے کارناموں کی وجہ سے مطلوب ہیں۔ آپ کا شمار تحریکِ آزادی کشمیر کے پرانے لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے آٹھ ہزار رجسٹرڈ مجاہدین تیار کروائے اور وہ عملی جہاد میں کسی نہ کسی صورت ہندوستان کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں نبرد آزما ہیں۔ ریاست کے دونوں اطراف کے عوام آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔ لوگ آج بھی آپ کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

آپ کی اپنے ازم سے وابستگی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مرحوم امان اللہ خان جس دن فوت ہوئے اس دن آپ کی بیٹی کی شادی تھی۔ آپ نے اپنے مشن کی خاطر اپنے قائد امان اللہ خان مرحوم کا جسد خاکی لے کر ان کے آبائی گاؤں چلے گئے جبکہ بیٹی گھر سے اپنے بھائیوں اور دوسرے کے ہاتھوں رخصت ہوئی۔

راجہ حق نواز خان جہاں ہزاروں مجاہدین کے گھروں کی رکھوالی کر رہے ہیں اور ان کے گھروں کی تمام ضروریات کا فریضہ بخوبی سرانجام دے رہے ہیں وہاں وہ رفاعی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں لیکن آپ خودنمائی کو پسند نہیں کرتے اور تمام رفاعی کام ذاتی طور پر کر رہے ہیں۔ تنظیم کا ایک روپیہ بھی اپنے ذاتی اور رفاعی کاموں پر خرچ نہیں کرتے۔

آپ علاقہ کے اندر تمام غرباء اور یتیم بچوں کو کتابیں کاپیاں مفت فراہم کرتے ہیں جب کہ بیوہ خواتین کو سلائی مشینیں اور ادویات تک بھی فراہم کرتے ہیں۔ آپ ضرورت مندوں کو خون کا عطیہ دے رہے ہیں اور یہ کام آپ کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔ بنیادی طور پر آپ بریلوی مَسلک

سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے دل میں اولیائے کرام کا بڑا احترام اور قدر و منزلت ہے۔

راجہ حق نواز خان نے اپنی زندگی تحریکِ آزادی جموں و کشمیر کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ آپ کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ آپ اپنی زندگی میں کشمیر کو آزاد ہوتا دیکھیں اور اس کے لیے آپ ہر قربانی کے لیے تیار ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش پوری کرے اور کشمیریوں کو غاصب ہندوستان کے قبضہ سے نجات دلائے۔ آمین!

# راجہ ضیاء الحمید خان

راجہ ضیاء الحمید خان 1948ء میں راجہ برکت کے ہاں پیائی سہنسہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک نیک ملنسار اور با اخلاق انسان تھے۔ آپ کے والد کے دادا گلپور سے نقل مکانی کر کے پیا ہی آ کر آباد ہوئے تھے۔ آپکا قبیلہ ''بئی لعل'' کے نام سے مشہور ہے۔

راجہ ضیاء الحمید خان نے ابتدائی تعلیم سہنسہ سے حاصل کی اور میٹرک 1965ء میں میر پور سے پاس کی۔ 1967ء میں نے آپ نے انٹر میڈیٹ کیا اور 1970ء میں گریجویشن مکمل کی۔ آپکے والد کی شدید خواہش تھی کہ آپ تعلیم مکمل کریں۔ 1972ء میں آپ انگلینڈ چلے گئے جہاں سے آپ نے لندن باقی ماندہ تعلیم حاصل کی۔ آپ کچھ عرصہ انگلینڈ مقیم رہے اور 1978ء میں آپ وطن واپس آ گئے۔ جب علاقہ میں قدم رکھا تو یہاں کا نقشہ بدل چکا تھا۔ مارشل لاء کا دور دورہ تھا اور بریگیڈیئر حیات خان آزاد کشمیر میں چیف ایگزیکٹیو تھے۔ بلدیاتی الیکشن ہوئے اور آپ اس میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے بلا تخصیص عوامی خدمت کو اپنا شعار بنائے رکھا جس کی وجہ سے عوام نے 97-1996ء میں عوام نے آپ کو ٹاؤن کمیٹی کے الیکشن میں بلا مقابلہ منتخب کیا جو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا۔

آپ کا سیاسی پلیٹ فارم مسلم کانفرنس تھا۔ 2001ء کے انتخابات میں قانون ساز اسمبلی میں آپ مسلم کانفرنس کے حقیقی پلیٹ فارم سے لڑے جو مسلم کانفرنس کا ناراض دھڑا تھا اور ناکام ہوئے۔

راجہ ضیاء الحمید خان مسلم کانفرنس میں بحیثیت کارکن شامل ہوئے لیکن آپ کی محنت شاقہ سے آپ 1997ء میں ضلعی صدر منتخب ہوئے۔ 2001ء میں آپ کو مرکزی مجلس عاملہ میں نمائندگی دی گئی۔ جب مسلم کانفرنس کو تقسیم کر کے مسلم لیگ ن کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اس عمل کی پرزور مخالفت کی اور مسلم کانفرنس کو نہ چھوڑا۔ 2011ء میں آپ نے مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے الیکشن لڑا لیکن ناکامیاب ہوئے۔

بعد ازاں 2013ء میں آپ مسلم کانفرنس کو خیر آباد کہہ کر مسلم لیگ ن آزاد کشمیر میں شامل ہو گئے اور تا وقت آپ مسلم لیگ ن کا حصہ ہیں اور علاقہ کے بڑے سیاسی عمائدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

# راجہ محمد الیاس خان

راجہ محمد الیاس خان 48-1947ء میں گنگ ناڑہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام راجہ سوار خان ہے۔راجہ سوار خان پیشے کے اعتبار سے شروع میں برٹش انڈین آرمی میں رہے۔راجہ سوار خان کے والد راجہ فضل داد خان ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔اُنھوں نے اپنے بیٹے راجہ سوار خان کو سرساوہ پرائمری سکول میں داخل کروایا جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔بعد میں آپ نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔

راجہ سوار خان جب بڑے ہوئے تو برٹش انڈین آرمی میں شمولیت اختیار کی۔آپ نے جرمنی میں قید بھی کاٹی۔آپ کو دیگر آرمی جوانوں کے ساتھ قید کر لیا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ 1939ء سے 1945ء تک قید رہے۔قید سے رہائی کے بعد آپ آرمی سے گھر واپس آ گئے۔اس دوران آزادی کی تحریک زور وشور سے جاری تھی۔آپ اپنے بھائی لیفٹیننٹ راجہ ولی داد خان کے ساتھ مل کر جہاد میں شامل ہو گئے۔سہنسہ سے مہاراجہ کی فوج کو بھگانے میں لیفٹیننٹ راجہ ولی داد خان کا اہم کردار تھا۔بعد میں آپ پاکستان آرمی میں شامل ہوئے اور 12AK سے بطور لیفٹیننٹ 55-1954ء میں ریٹائر ہوئے تھے۔

راجہ محمد سوار خان 1962ء میں انگلینڈ چلے گئے جہاں اُنھوں نے پہلے اپنا بزنس شروع کیا لیکن بعد میں آپ نے ڈرائیونگ کی۔آپ کا شمار ان پہلے لوگوں میں ہوتا تھا جنھوں نے انگلینڈ ترکِ سکونت اختیار کی۔راجہ محمد الیاس خان میں اپنے آباؤ اجداد کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔آپ نے پرائمری تک ابتدائی تعلیم گنگ ناڑہ سے حاصل کی۔چھٹی اور ساتویں جماعت آپ نے سہنسہ سے پاس کی۔گھریلو مالی حالات تھوڑے بہتر ہوئے تو آپ کو آٹھویں جماعت میں گورنمنٹ ہائی سکول کوٹلی میں داخل کروایا گیا۔1964ء میں آپ نے میٹرک امتیازی نمبرات سے پاس کی۔1965ء میں آپ انگلینڈ اپنے والد کے پاس چلے گئے۔وہاں کچھ عرصہ محنت مزدوری کرتے رہے لیکن آپ کا جی نہ لگا اور آپ واپس اپنے گاؤں آ گئے۔واپسی کی جہاں اور بہت سی وجوہات تھیں وہیں تعلیم کو اُدھورا چھوڑنے کا آپ کو بہت دُکھ تھا۔چنانچہ آپ نے 1980ء میں ایف۔اے اور 1982ء میں بی۔اے پاس کی۔آپ تعلیم میں کوئی بہت لائق طالب علم تو نہ تھے البتہ محنتی ضرور تھے۔آپ کچھ عرصہ بعد واپس انگلینڈ چلے گئے اور وہاں بھی تعلیم حاصل کرنے کے لیے شام (Evening) کی کلاسز لینے لگے۔1989ء میں آپ نے ہالبرن کالج (Holborn College) میں بحیثیت لاء طالب علم داخلہ لیا۔یہ کالج یونیورسٹی سے Affiliated تھا اور اس دور کے نامی گرامی کالجز میں شمار ہوتا تھا۔آپ بوجوہ قانون کی ڈگری مکمل نہ کر سکے اور 1990ء میں واپس وطن آ گئے۔1990ء میں آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی کے الیکشن ہو رہے تھے۔آپ نے راجہ فضل داد خان (مرحوم) کی نہ صرف سیاسی بلکہ مالی معاونت بھی کی اور وہ یہ الیکشن جیت گئے۔

راجہ محمد الیاس خان نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کشمیر لبریشن لیگ کے پلیٹ فارم سے کیا۔آپ کشمیر لبریشن لیگ میں یو۔کے یونٹ کے سنیئر نائب صدر بھی رہے۔آپ خورشید حسن خورشید (کے۔ایچ۔خورشید) کے بہت قریبی ساتھیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔کے۔ایچ۔خورشید جب بھی انگلینڈ تشریف لاتے تو وہ آپ کے ہاں قیام کیا کرتے تھے۔انگلینڈ میں آپ پاکستان ویلفیئر ایسوسی ایشن رچڑل لنکا شائر کے جنرل سیکرٹری رہے۔پھر 1972ء سے 1974ء تک آپ اس تنظیم کے صدر بھی رہے۔آپ نے سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور انگلینڈ میں مسلم کمیونٹی

میں ایک اہم مقام بنایا۔

1987ء میں آپ مسلم کانفرنس میں شامل ہوئے۔آپ مسلسل نو سال تک حلقہ سہنسہ میں مسلم کانفرنس کے صدر رہے۔آپ بلا مقابلہ منتخب ہوتے رہے۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے حلقہ بھر میں مسلم کانفرنس کو منظم کرنے میں بہت محنت کی اور جماعت کے اراکین آپ کے کام سے بہت مطمئن رہے۔آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے مسلم کانفرنس نے 2012ء میں آپ کو حلقہ سہنسہ کا کنونیئر نامزد کیا اور تمام اراکین نے آپ کی بھرپور حمایت کی۔

راجہ محمد الیاس خان ایک پڑھے لکھے سیاسی بصیرت رکھنے والی شخصیت ہیں۔وہ نہ صرف علاقائی سیاست میں اہم مقام رکھتے ہیں بلکہ برطانیہ کے اندر پاکستانی اور کشمیری کمیونٹی کی ہردلعزیز شخصیت بھی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔آمین!

# راجہ محمد ریاست خان

راجہ محمد ریاست خان یکم جنوری 1963ء میں گلپور کے نواح میں تھروچی کے مقام پر پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام راجہ برکت اللہ خان تھا۔وہ علاقہ میں اپنی شرافت اور صلح جُو پالیسی کی وجہ سے مشہور تھے اور علاقہ میں منصف گردانے جاتے تھے۔

راجہ محمد ریاست خان نے ابتدائی تعلیم کھٹکلی پرائمری سکول سے حاصل کی۔آپ نے میٹرک 1980ء میں گورنمنٹ ہائی سکول گلپور سے حاصل کی۔مزید تعلیم کے لیے آپ گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹلی داخل ہوئے جہاں سے 1983ء میں آپ نے ایف۔اے امتیازی نمبرات سے پاس کیا۔آپ نے بی۔اے میں داخلہ لیا لیکن طلباء سیاست کے جھمیلوں میں آپ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔اب آپ نے 2011ء کو گریجویشن کر لی ہے۔

1985ء میں آپ یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ میں بحیثیت کیشیئر بھرتی ہو گئے۔بنک ملازمین کی ٹریڈ یونین کے پلیٹ فارم پر متحرک ہو گئے۔1986ء میں آپ نے پہلی بار بنک یونین کی طرف سے سنیئر نائب صدر کوٹلی زون کا الیکشن لڑا۔آپ کامیاب ہو کر لگا تار دو سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔پھر لگا تار دس سال تک اس عہدہ کے لیے بلا مقابلہ منتخب ہوتے رہے۔ایک وقت آپ اتنے مشہور ہو گئے کہ آپ کا تبادلہ جس برانچ میں ہوتا وہ چند ماہ میں ہی ٹاپ پر آجاتی تھی۔جب گورنمنٹ نے بنک یونین پر پابندی لگائی تو آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے کر عملی سیاست میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔

1998ء میں آپ استعفیٰ کے بعد عملی سیاست میں آگئے اور مسلم کانفرنس میں شامل ہوئے۔محنتی اور متحرک کارکن ہونے کی وجہ سے آپ مسلم کانفرنس کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن بھی رہے۔عملی سیاست میں آپ راجہ نصیر احمد خان سابق وزیرِ بلدیات کو اپنا پیر و مُرشد مانتے ہیں۔

دسمبر 2010ء میں جب آزاد کشمیر میں مسلم لیگ (ن) قائم ہوئی تو راجہ نصیر احمد خان کے مشورے سے آپ نے راجہ فاروق حیدر خان (سابق وزیر اعظم آزاد کشمیر) کی قیادت میں شمولیت اختیار کی۔آپ کا شمار مسلم لیگ (ن) آزاد کشمیر کے بانی ارکان میں ہوتا ہے۔

2016ء کی نیشنل اسمبلی کے الیکشن میں آپ ایم ایل اے حلقہ چار چڑھوئی کے امیدوار تھے لیکن پارٹی کے مفاد میں آپ نے اپنے کاغذات واپس لے لیے۔جبکہ آپ نے اپنے علاقہ سے مسلم لیگ ن کو اچھے تعداد میں ووٹس پول کرائے۔

راجہ محمد ریاست خان نے اجارہ داری کی ہمیشہ مخالفت کی۔آپ نوجوان نسل کو معاشیات کے میدان میں انقلاب لانے کا پیغام دیتے ہیں۔مظلوم اور بے کس لوگوں کی خدمت بذریعہ سیاست آپ کا شعار ہے۔اللہ تعالیٰ نیک مقصد میں آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔آمین!

# راجہ افتخار حسین

راجہ افتخار حسین یکم مارچ 1971ء میں راجہ برکت خان کے ہاں تحصیل سہنسہ کے گاؤں پیاہی میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ایک سادہ لوح مگر حد درجہ ملنسار آدمی تھے۔راجہ افتخار حسین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔آپ کے والد آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔راجہ افتخار حسین نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول سہنسہ سے حاصل کی۔آپ تعلیم میں درمیانے طالب علم تھے۔آپ نے میٹرک 1988ء میں پاس کی۔ 1991ء میں آپ نے انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ ڈگری کالج سہنسہ سے امتیازی نمبرات میں پاس کی۔گریجوایشن 1994ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج سہنسہ سے پاس کی۔تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ طلباء سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔

1985ء میں آپ نویں جماعت کے طالب علم تھے کہ مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کا سہنسہ میں یونٹ قائم کر کے سب کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔آپ 1986ء میں ایم ایس ایف سہنسہ کے لگا تار چھ سال تک صدر رہے۔

آپ تعلیم کے دوران میں جہاں طلباء سیاست میں سرگرم رہے وہاں آپ نے کھیلوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔آپ فٹ بال کے اچھے کھلاڑی مانے جاتے تھے۔کبڈی بھی آپ کا پسندیدہ کھیل تھا اور کبھی کبھی اس میں زور آزمائی کر لیا کرتے تھے۔آپ کے نزدیک کھیل نوجوانوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

گریجویشن کے بعد آپ نے عملی سیاست میں آنے کا فیصلہ کیا اور چونکہ آپ دوران طالبعلمی مسلم کانفرنس کے طلباء ونگ MSF میں تھے اس لیے آپ نے مسلم کانفرنس یوتھ ونگ کے پلیٹ فارم کو ہی چُنا۔آپ مسلم کانفرنس یوتھ ونگ کے صدر منتخب ہوئے۔یہ ذمہ داریاں ضلع کوٹلی تک محدود تھیں۔آپ نے بحیثیت صدر یوتھ ونگ بڑی انقلابی تبدیلیاں کیں اور نئی ذیلی تنظیمیں قائم کر کے یوتھ ونگ کو ضلع میں نئے ڈھنگ سے متعارف کروایا۔آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے 99-1998ء میں آپ کو مسلم کانفرنس یوتھ ونگ کا مرکزی وائس چیئرمین منتخب کیا گیا۔اس ذمہ داری کو آپ نے بطریقِ احسن نبھایا۔آپ انقلابی سوچ رکھتے تھے۔چنانچہ آپ نے یہاں بھی بنیادی تبدیلیاں کیں۔

2003ء میں آپ کو مرکزی چیئرمین مسلم کانفرنس یوتھ ونگ منتخب کیا گیا۔آپ ابھی تک مسلسل تیسری بار اسی عہدہ پر بلا مقابلہ منتخب ہیں۔چیئرمین کی حیثیت سے آپ نے یوتھ ونگ کا پیغام قریہ قریہ پہنچایا۔آپ نے افتخارہ آباد چھمب جوڑیاں سے لے کر تاؤبٹ آزاد کشمیر میں جگہ جگہ پہنچ کر نوجوانوں میں یوتھ کا پیغام عام کیا۔

پاکستان میں آپ نے خیبر سے کراچی تک ہر شہر ہر گاؤں میں مسلم کانفرنس یوتھ ونگ کا نظریہ الحاق پاکستان اور بیس کیمپ کی آزادی کی تحریک کو متعارف کراویا۔آپ نے تنظیم سازی یونین کونسل سے لیکر مرکزی سطح تک مکمل کی۔قابل اور دیانتدار قیادت کو سامنے لائے۔آپ نے مڈل ایسٹ میں بھی تنظیم سازی کی اور پورے یورپ میں 2008ء میں تنظیم سازی کو مکمل کر کے اپنے فرض کو پورا کیا۔آپ کو سیر و سیاحت کا بھی بہت شوق تھا۔دوران تنظیمی اجلاس آپ نے پورے آزاد کشمیر، پاکستان، مڈل ایسٹ اور یورپ میں اس شوق کو بھی پورا کیا۔اب سیاست ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

بعد ازاں 2013ء میں آپ مسلم کانفرنس کو خیر آباد کہہ کر مسلم لیگ ن آزاد کشمیر میں شامل ہو گئے اور تا وقت آپ مسلم لیگ ن کا حصہ ہیں اور علاقہ کے بڑے سیاسی عمائدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

# سابقہ لارڈ میئر راجہ قربان حسین (شیفیلڈ یو کے)

سابقہ لارڈ میئر شیفلڈ راجہ قربان حسین خان کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔آپ کا تعلق نمبردار فیملی سے ہے جس کی تین شاخیں تھیں ۔تین گاؤں، کھتراس روڈا خان، بڈھیر دتا خان، اُٹھین جیون خان تین نمبرداری ایک ہی خاندان سے تھی ۔آپ کا ننھیال کی طرف سے رقبہ کھیتر اس اور ناڑ میں موجود ہے جبکہ اس کے علاوہ آپ کی زمینیں ناڑ مندو میں بھی موجود ہیں آپ کی فیملی اولاً گھڑتا سے چھوچھ آئے جہاں اس فیملی کی خریدزمینیں ہیں ۔ناڑ مندوخان (نارمندووالے) کی ہمشیر راجہ قربان حسین خان کی دادی تھی ۔اس کے حصہ کی زمین بھی آپ کے حصہ موجود ہے۔

چھوچھ گاؤں بنیادی طور پر پڑاؤ کی جگہ تھی اور تین گاؤں کے درمیان کی جگہ تھی جس کی وجہ سے اس کو چھوچھ پڑاؤ کہتے ہیں ۔یہاں تین نمبرداریوں کا پڑاؤ ہوا کرتا تھا۔ جہاں زمانہ قدیم سے ایک مہمان خانہ کے آثار اب بھی موجود ہیں جہاں جانور باندھے جاتے تھے اور جانوروں کا چارہ ذخیرہ کیا جاتا تھا اور مہمانوں کے جانوروں کو کھلایا جاتا تھا۔ جو قربان حسین خان کی جدامجد کی نشانیوں میں سے ہیں۔

گاؤں کھیتر اس کے اس خاندان کے کچھ مشہور شخصیات راجہ شاموخان چوکیدار، صادق خان مرحوم چچا قربان حسین، راجہ سرور خان بھائی قربان حسین، ناڑ اور چھوچھ کے سرکردہ لوگوں میں سے تھے۔منشی خان ایکس ایم ایل اے، سابقہ ممبر کونسل؛ راجہ اسلم خان بھائی، راجہ کابل خان کھیتر اس، راجہ لیاقت خان مدرس کھیتر اس، راجہ فیاض خان، انچارج میرپور کوٹلی بھمبر ڈویلپمنٹ انچارج، راجہ کالا خان وکیل راولپنڈی مقیم، راجہ قیوم خان چھوچھ، راجہ سبطین خان چھوچھ، مشتاق خان چھوچھ بھی اسی خاندان کے سپوت ہیں۔

اس علاقہ میں منگرال خاندان تین بھائیوں کھیرو خان، جماعت خان اور مذہب خان کی اولاد کی تین اولادیں ہیں جو اب بھی یہاں آباد ہوئیں ۔راجہ قربان حسین خان صاحب کی پیدائش سرکاری کاغذات کے مطابق 12 ستمبر 1940 کی ہے۔آپ بنیادی طور پر پرائمری تک تعلیم رکھتے تھے بعد میں انگلستان ایلز بری سے o لیول کیا۔آپ 1962 اپریل میں مزدوری کی غرض سے انگلینڈ گئے جہاں آپ نے اولاً یونیفارم میکر فیکٹری میں بطور سپروائیزر ایک سال کام کیا۔اس کے بعد آپ ایک بیکری پر کام کرتے رہے اس کے بعد امریکن فیکٹری الزبری سپروائز نائیٹ شفٹ رہے جہاں زراعتی مشینری بنتی تھی، وہاں کام کرتے رہے جہاں تقریباً 5 سال کام کیا اس کے بعد تقریبا 5 سال بیڈفورڈ ٹرک بنانے کی فیکٹری میں ویلڈر کا کام کیا۔اس کے بعد آپ نے اپنا سٹور لے لیا اور شفیلڈ 1973 چلے گئے اس سے پہلے کچھ عرصہ قبل لیوٹن میں بسلسلہ روزگار آباد رہے۔آپ 1980ء میں سیاست میں آ گئے ۔ایشین ویلفیئر سوسائیٹی 1980ء میں قیام عمل میں لایا اور آپ اس کے چار سال تک بطور چیئرمین رہے۔ 1982ء میں کمیٹی مسجد کے دوسال صدر بھی رہے جہاں آپ نے جگہ لے کر مدینہ مسجد شیفیلڈ بنوائی جو شیفیلڈ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔آپ اس مسجد کے ٹرسٹی بھی ہیں۔1984ء میں لیبر پارٹی نے بطور کونسلر پینل پر لیا، لیکن گورنمنٹ نے کاؤنٹی کونسل ختم کر دی جس کی وجہ سے الیکشن نہیں ہوئے۔1985ء میں بطور ڈسٹرکٹ کونسلر پینل پر لیبر پارٹی نے لیا جس کی بنا پر 1986ء میں بطور ڈسٹرکٹ کونسلر پہلی بار منتخب ہوئے 1990ء تک خدمات سرانجام دیں۔1990ء میں راجہ فضل داد کی سپورٹ کے لیے پاکستان میں تشریف لائے۔واپسی پر 1990ء واپس انگلینڈ میں شیفیلڈ سے دوبارہ الیکشن لڑ کر بطور دسٹرکٹ کونسلر منتخب ہوئے۔1992ء میں ڈپٹی لارڈ میئر کا الیکشن ہوا جس میں آپ کو شیفیلڈ کا ڈپٹی لارڈ میئر منتخب کیا گیا۔1994-1993ء کے لیے لارڈ میئر شیفیلڈ منتخب کر لیا گیا۔انگلستان میں بطور لارڈ میئر کسی بھی مسلمان شخصیت کا یہ پہلا تقرر تھا۔ضلع کوٹلی سے

انگلستان میں پہلا کونسلر ہونے کا اعزاز بھی لارڈ قربان صاحب کو حاصل ہے جب کہ وہ پہلی دفعہ 1986ء میں کونسلر منتخب ہوئے تھے۔آپ سے پہلے بڑفورڈ کا لارڈ میئر عجیب صاحب ڈڈیال سے تھے لیکن جو سرکاری گیزٹ جاری کیا گیا وہ راجہ قربان صاحب ہی تھے جن کو اخبار نے پہلا لارڈ میئر تصور کیا گیا۔مسلم کانفرنس کے ایکٹیو ممبر تھے جس کی وجہ سے میڈیا نے آپ کا کافی پرچار کیا۔1994ء لارڈ میئر سے ریٹارمنٹ پر آپ نے انگلستان پریکٹیکل سیاست سے کنارہ کشی کی اور پاکستان شفٹ ہو گئے جہاں پر مقامی سیاست میں کلیدی کردار رہا۔2011ء میں دوبارہ بطور کونسلر لیبر پارٹی کے اصرار پر آپ نے الیکشن لڑا اور سترہ سال سے لیبر پارٹی سے چھینی ہوئی سیٹ دوبارہ لی۔جبکہ نیشنل لیبر پارٹی کے سربراہ کی طرف سے آپ کو باقاعدہ خط لکھ کر مبارک باد دی گئی۔2015ء میں آپ نے مکمل طور پر عملی سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کیا۔آپ اب بھی سوشل ورکر ہیں اور سیاسی عمائدین میں آپ کا نام لیا جاتا ہے۔آپ اس وقت پاکستان مسلم لیگ ن انگلستان کے بطور چیئرمین آزاد کشمیر ونگ بھی اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ 1983 میں آپ نے سردار سکندر حیات خان صاحب کو پورے انگلستان کا دورہ کرایا اور آج تک کشمیر کی سیاست میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔سردار سکندر، سردار عبدالقیوم خان مرحوم، راجہ فاروق حیدر خان، شاہ غلام قادر جنرل سکریٹری آپ کی قریبی رفقا میں سے ہیں۔

1986ء میں پہلی دفعہ کونسلر بننے پر ملکہ برطانیہ سے بنفس نفیس ملاقات ہوئی۔نیلسن منڈیلہ سے بطور لارڈ میئر شیفیلڈ آپ نے ملاقات کی اور فریڈم آف سٹی کا پیپر اعزازی طور پر دیا۔ڈیو آف نوفک آپ کے ہاں مہمان رہے، ڈیوک آف کینٹ بھی آپ کے مہمان رہے۔شہزادہ اینڈریو آپ کا ایک دن مہمان رہا جب وہ مسجد مدینہ شیفیلڈ دیکھنے کے لیے آیا۔لیبر پارٹی مائیکل فوٹ چیئرمین آپ کے اچھے دوستوں میں سے تھے۔نیل کینن چیئرمین لیبر پارٹی سے بھی آپ کے اچھے تعلقات تھے۔تین دفعہ آپ ملکہ کی گارڈن پارٹی میں بیکنگم پیلس میں مدعو ہوئے۔چائینہ سے بڑے بڑے انڈسٹریل لسٹ بھی آپ کے مہمان شیفیلڈ میں رہے جس کے نتیجہ میں انہوں نے شیفیلڈ میں اچھی انوسٹمنٹ کرائی۔

آپ نے چار شادیاں کیں لیکن آپ کی اولاد صرف دو بیویوں سے ہوئے۔پہلی شادی سوہلن خاندان سے ہوئے، دوسری شادی لاہور سے راجپوت خاندان سے کی، آپ کے سسر وکیل تھے اور نواب آف جوناگڑھ کے لیگل ایڈوائزر تھے۔آپ نے تیسری شادی انگلش خاتون سے کی جس سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے، آپ نے آخری شادی اپنی فیملی سے ہی پنجیڑہ کے مقام سے کی۔پہلی بیوی سے آپ کی اولاد نہیں تھی دوسری سے آپ کے ہاں دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔دو بیٹوں کے نام محمود قربان حسین اور اخلاق قربان حسین ہیں۔آپ کی بیٹی کو آپ کے ساتھ لیڈی لارڈ میئر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔آپ کی اس بیٹی کا نام پروین قربان حسین ہے اور خاندان کی اس بچی کا یہ اعزاز بھی ہے کہ اس کا نام بطور نوجوان لیڈی میئر گینز بک آف وولڈ ریکارڈ میں شامل ہے۔آپ کی تیسری شادی سے کوئی اولاد نہیں جبکہ چوتھی شادی جو آپ نے پنجیڑہ سے کی تھی اس سے آپ کے ہاں دو بیٹے عدنان قربان حسین اور ارسلان قربان حسین اور ایک بیٹی اینا قربان حسین پیدا ہوئی۔آپ تا حال انگلینڈ شیفیلڈ ہی مقیم ہیں۔

# راجہ عبدالباسط مسکین

راجہ عبدالباسط مسکین ڈھوک للیال راولپنڈی میں صوفی راجہ محمد مسکین خان مرحوم کے گھر 10 اگست 1970ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد راولپنڈی کی ایک ایک بڑی سیاسی وسماجی شخصیت تھے اور منگرال ٹاؤن کے بانی بھی۔ آپ کے والد نے تقریباً 1980ء میں منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن کی راجہ عجب خان اور راجہ مقبول خان کی ہمراہی میں بنیاد رکھی۔

صوفی راجہ مسکین مرحوم نے اپنی ذاتی زمین پر منگرال ٹاؤن کے نام سے بستی بسائی اور ابتدائی طور پر منگرال خانوادوں کو اس میں بہت ہی سستے پلاٹس اقساط میں آفر کیے، جس کے نتیجہ میں بہت سے خاندان یہاں آباد ہوئے۔ ان کا مقصد حصول زر نہ تھا کیونکہ معاشی طور پر راولپنڈی کا یہ گھرانہ پہلے ہی بہت مستحکم تھا۔ آپ کا اصل مقصد منگرال خانوادوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرنا تھا تا کہ برادری کو اکھٹا کر کے معاشرہ میں ایک اہم منگرال قوم کے اتحاد کی بنیاد رکھی جا سکے۔

صوفی مسکین خان صاحب منگرال خانوادوں کے بچوں کی تعلیم پر بہت زور دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی راجہ عبدالباسط مسکین صاحب اپنے ایک ادارے دارالقرآن رحیمیہ مرکزی مسجد منگرال ٹاؤن کے پلیٹ فارم سے تعلیم کے لیے ذاتی زر سے لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس ادارے سے بچے سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینوی تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے راجہ حسیب عبدالباسط بھی حافظ قرآن ہیں جو اس وقت گرافٹن یونیورسٹی سے بی ایس کے طالب علم ہیں۔

آپ کے بڑے بھائی راجہ طارق خان مرحوم کسی بھی تعارف سے مبراء راولپنڈی کی اہم شخصیت گردانے جاتے تھے۔ ان کا تعلق سیاسی طور پر بہت سی اہم شخصیات سے رہا جن میں چوہدری تنویر احمد خان، چوہدری افضل خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ راجہ طارق مرحوم پرویز مشرف دور کے مارشل لاء میں ملک بدر رہے اور زیادہ عرصہ اسپین میں گزارا۔ جہاں سے آپ شدید بیماری کی حالت میں 2013ء میں واپس وطن لوٹے۔ آپ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکے اور علالت ہی میں 2016ء میں آپ اس دارفانی کو خیر آباد کہہ گئے۔

راجہ عبدالباسط سے بڑے بھائی راجہ بشارت مرحوم بھی اہم سیاسی وسماجی شخصیت تھے۔ جو چند سال پہلے دل کے عارضے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

راجہ عبدالباسط مسکین کا شمار راولپنڈی کی اہم سیاسی شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ مسلم لیگ ن کے تحصیل (راولپنڈی) کے صدر ہیں اور چوہدری نثار علی خان وزیر داخلہ کے قریبی رفقاء میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے پرویز مشرف دور کے مارشل لاء میں پارٹی کی خاطر لمبا عرصہ

اسیری میں گزارا اور اٹک جیل واڈیالہ میں سیاسی قیدی رہے۔ آپ پارٹی کے ان جیالوں میں سے ہیں جنھوں نے مشکل وقت میں پارٹی کا ساتھ دیا تھا۔ لیکن آپ نے نہ پارٹی بدلی نہ رہنما۔

منگرال خانوادوں سے آپ کی محبت ڈھکی چھپی نہیں، یہی وجہ ہے کہ آج بھی آپ کا تعلق کوٹلی سے کسی نہ کسی طور موجود ہے۔ آپ کے والد راجہ مسکین خان مرحوم کا تعلق کوٹلی راجہ فضل داد خان مرحوم، راجہ منشی خان مرحوم آف کیری، راجہ سخی دلیر خان مرحوم آف سرساوہ، راجہ محمد نواز خان آف اینٹی، راجہ نصیر احمد خان آف انوہی سرہوٹہ وغیرہ سے رہا اور یہ لوگ آپ کے گھر قیام کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی راجہ عبدالباسط مسکین کا سیاسی و برادری کا تعلق راجہ ریاست علی خان آف تھروچی، راجہ آفتاب حسین پوتا گلپور، راجہ زاہد خان آف تھروچی، پہلوان راجہ سکندر حیات خان آف کرتوٹ اور راجہ فاضل خان آف سہرمنڈی سے موجود ہے اوران لوگوں کا شمار آپ کے قریبی رفقاء میں سے ہوتا ہے۔

آپ منگرال خاندان کا فخر ہیں۔ اللہ آپ کو عمر خضر سے نوازے اور اپنی برادری کی اسی طرح خدمت پر مامور رکھے۔ آمین!

# راجہ آفتاب حسین پوتا

راجہ آفتاب حسین پوتا فخر کشمیر فاتح کوٹلی لیفٹننٹ کرنل راجہ محمود خان مرحوم کے صاحبزادے راجہ رحمت اللہ خان مرحوم کے گھر یکم نومبر 1971ء میں بیالیاں محمود آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گلپور سے حاصل کی میٹرک وانٹرمیڈیٹ گلپور کالج کرنل محمود خان سے پاس کیا۔ آپ کے والد بھی آپ کے دادا کی طرح ایک مدبر اور ذہین شخصیت تھے۔

آپ نے سیاست کا آغاز اپنی تعلیم کے دوران ہی بطور طالب علم رہنما کر دیا تھا۔ آپ سیاسی طور پر ترقی کرتے کرتے آج مسلم لیگ ن میں حلقہ چار چڑھوئی کی صدارت کے منصب پر فائز ہیں۔ جبکہ آپ کا سابقہ تعلق مسلم کانفرس سے تھا جہاں آپ اسی عہدہ پر فائز تھے۔

آپ ایک بااخلاق، ملنسار، سماجی وسیاسی سرگرم کارکن ہیں اور جماعت کے لیے آپ کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ آپ اپنے علاقہ میں ایک ہر دل عزیز شخصیت ہیں اور علاقہ عوام کے لیے کبھی بھی آپ کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ ہر وقت گلپور بازار میں آپ کے دفتر کے اندر عوام کا ایک جم غفیر آپ کی ملاقات کے لیے موجود رہتا ہے جہاں آپ لوگوں کے مسائل پر نہ صرف بات کرتے ہیں بلکہ ان کا حل بھی نکالا جاتا ہے۔ آپ اپنے دادا فخر کشمیر وفاتح کوٹلی کرنل راجہ محمود خان کے حقیقی جانشین بھی ہیں۔

حلقہ چار چڑھوئی کی موجودہ صورت حال میں پیپلز پارٹی نے صرف 1800 ووٹوں سے سیٹ جیتی، جبکہ پیپلز پارٹی کی ووٹس کا گراف ماضی میں بہت اونچا رہا۔ آپ ہی کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ مسلم لیگ ن نے اس دفعہ اتنی بھاری تعداد میں اس حلقہ سے ووٹس حاصل کئے۔ آپ کی اپنی یونین کونسل تھروچی سے مسلم لیگ ن نے پیپلز پارٹی کو 1800 ووٹس کی لیڈ دی تھی۔ اسی طرح اطراف کی یونین کونسلز میں بھی مسلم لیگ کو بھاری منڈیٹ آپ ہی کی محنت شاقہ سے ملا۔

آپ کے والد گرامی تین بھائی تھے، راجہ رحمت اللہ خان، راجہ عظمت اللہ خان اور راجہ کرامت اللہ خان۔ موخر الذکر دونوں بھائی جوانی ہی میں انتقال کر گئے جبکہ آپ کے والد راجہ عظمت اللہ خان کے ہاں آپ پانچ بھائی پیدا ہوئے۔ جن میں آپ کے علاوہ راجہ لیاقت علی خان، راجہ شوکت علی خان، راجہ محمد تاج اور راجہ محمد شفیق خان ہیں۔ راجہ آفتاب حسین پوتا کے تین بیٹے ہیں راجہ اسد آفتاب، راجہ حسن آفتاب اور راجہ علی رضا۔ راجہ محمد شفیق خان کے دو بیٹے ہیں راجہ زین اور راجہ حسین۔ راجہ لیاقت علی خان کے دو بیٹے ہیں راجہ نزاکت علی اور راجہ ضیافت علی جبکہ راجہ محمد تاج کے کا ایک ہی بیٹا راجہ عماد تاج ہے۔

راجہ آفتاب حسین پوتا کے دادا کے بھائیوں کی اولادوں میں راجہ اسداللہ خان کے عبدالعزیز خان اور ان کا ظاہر خان وساجد خان وغیرہ ہیں۔ راجہ علی اکبر خان کے بیٹے راجہ محمد افسر خان کا بیٹا راجہ محمد اسحاق خان ہے جب کہ علی اکبر کے بیٹے راجہ محمد اشرف خان کے دو بیٹے ہیں راجہ محمد نواز خان اور راجہ محمد ندیم خان۔ اس خاندان کے تفصیلی شجرے کی نقل راقم کے پاس محفوظ ہے۔

آپ کا یہ سارہ کنبہ گلپور اور تھروچ کے مقام پر آباد و شاد ہے۔ جبکہ کچھ لوگ مثلاً آپ کا بھائی راجہ شفیق وغیرہ انگلینڈ میں مقیم ہیں اور اپنے اپنے روزگار سے وابستہ ہیں۔ آپ کا حلقہ احباب بھی اسی طرح وسیع ہے۔ آپ ایک ہنس مکھ اور ملنسار شخصیت کے مالک ہیں۔

پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی سرکردہ لوگوں سے آپ کے ذاتی مراسم ہیں جن میں سالار جمہورت سردار سکندر حیات خان، پرویز رشید وزیر اطلاعات، برجیس طاہر، راجہ فاروق حیدر خان، شاہ غلام قادر، راجہ نثار احمد خان اور نصیر احمد خان، فاروق سکندر حیات خان وغیرہ آپ کے مہمان بھی رہ چکے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے رفقاء راجہ عبدالباسط مسکین خان راولپنڈی، پہلوان راجہ سکندر حیات خان کرتوٹ، راجہ ریاست علی خان گلپور، راجہ عبدالعزیز خان راہنما مسلم لیگ ن حلقہ نمبر 4 چڑھوئی، راجہ منور خان آف چنگ پور خواص، سابق ٹکٹ ہولڈر راجہ اقبال خان آف پنجن، راجہ امتیاز خان آف پنجن، راجہ نذیر احمد خان آف راولپنڈی، راجہ مشتاق احمد خان، نعیم منصبدار خان وغیرہ شامل ہیں۔ راقم کو فخر کشمیر و فاتح کوٹلی کرنل راجہ محمود خان کی ذاتی کرسی پر بیٹھے کا اعزاز راجہ آفتاب حسین پوتا نے دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی اور صحت والی زندگی عطا کرے اور آپ اسی طرح ملک وملک کی خدمت کرتے رہیں۔ آمین!

# راجہ محمد ایوب خان

راجہ محمد ایوب خان 3 مارچ 1947ء کو راجہ محمد سرور خان کے ہاں سرساوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر والد کی خوشی کی انتہا نہ تھی کہ اس خوشی میں دعوتِ عام کر ڈالی۔ پورا علاقہ مبارک باد دینے چلا آیا۔ کسی کو کیا پتہ تھا کہ یہی بچہ کل کو علاقہ سرساوہ کی تعمیر و ترقی میں تاریخ رقم کرے گا۔

راجہ محمد ایوب خان نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول سرساوہ سے حاصل کی۔ علاقہ سرساوہ میں واحد تعلیمی ادارہ پرائمری ہی تھا۔ مڈل کی تعلیم کے لیے آپ کوٹلی چلے گئے۔ جہاں آپ نے ہائی سکول کوٹلی سے میٹرک امتیازی نمبرات سے پاس کی۔ میٹرک کے بعد آپ نے انٹر کالج کوٹلی میں داخلہ لیا۔ جہاں سے ایف۔اے پاس کرنے کے بعد بی۔اے میں داخل ہو گئے۔ آپ نے B.A کی تعلیم مکمل تو نہ کی البتہ کالج کی سیاست میں ایک بڑا نام پیدا کیا۔ آپ نے اس وقت کی تنظیمی سیاست میں بھرپور حصہ لیا اور ایک بار کالج یونین کی صدارت کے لیے الیکشن لڑا لیکن شومئی قسمت سے آپ وہ الیکشن ہار گئے۔ آپ کی الیکشن مہم میں بڑے بڑے نام آپ کے حمایتی تھے جن میں راجہ نصیر احمد خان (سابق وزیر بلدیات و دیہی ترقی)، ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان، راجہ محمد خالد اسماعیل اور راجہ محمد حسین آف سید پور شامل تھے۔

آپ تنظیمی الیکشن ہار گئے لیکن سیاست کے پیچ و تاب سے واقف ہو گئے اور یوں آپ نے اس ہار سے ہمت نہ ہاری بلکہ ایک نئے حوصلے اور ولولے سے اُٹھے اور عملی سیاست میں داخل ہو گئے۔ آپ نے 1975ء میں پہلی بار امیدوار اسمبلی عملی سیاست میں حصہ لیا۔ لیکن آزاد امیدوار ہونے کے ناطے آپ یہ الیکشن ہار گئے۔ یوں اس ہار سے نیا حوصلہ لیا اور 1979ء میں بحثیت ڈسٹرکٹ کونسلر الیکشن لڑے اور بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ آپ چار سال تک بحثیت ڈسٹرکٹ کونسلر عوام کی خدمت میں مگن رہے۔ عوام کی خدمت اور اپنی قسمت کے بل پر 1983ء میں ایک بار پھر بحثیت ڈسٹرکٹ کونسلر منتخب ہو گئے۔ آپ نے عوام کی خدمت کو اپنا شعار بنایا اور ان کے ہر دُکھ درد میں شریک ہوئے۔

آخری بار آپ نے 1987ء میں ڈسٹرکٹ کونسلر کا الیکشن لڑا لیکن اپنوں کی کج ادائی اور غیروں کی سازشوں سے آپ یہ الیکشن ہار گئے۔ الیکشن ہارنے کی کئی وجوہات تھیں جن میں ایک وجہ جماعت کی تبدیلی بھی تھی۔ کیونکہ آپ PPP کو چھوڑ کر 1986ء میں مسلم کانفرنس میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ نے مسلم کانفرنس میں شامل ہوتے ہی ضلعی جنرل سیکرٹری کا الیکشن لڑا اور منتخب ہو گئے۔ 1990ء میں چیئرمین ضلع کونسل کے انتخابات میں آپ نے آزاد امیدوار کی حمایت کی جس کی وجہ سے جماعت میں آپ کی شدید مخالفت کی جانے لگی۔ حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے آپ 1990ء میں انگلینڈ عازمِ سفر ہوئے۔ وہاں آپ نے آٹھ سال قیام کیا اور پورے انگلستان کی سیر و تفریح کے ساتھ کئی جگہوں پر کام بھی کیا۔ آپ نے قیام انگلستان میں جتنی بھی JOBS کی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جس سے آپ کے مخالفین کو بات کرنے کا موقع ملتا۔ آپ نے وہاں بھی اپنے معیار اور کردار کو اہمیت دی اور کوئی بھی کام اپنے معیار سے گرا ہوا نہ کیا۔

راجہ محمد ایوب خان نے اپنے پہلے دورِ ڈسٹرکٹ کونسلر میں پانچ پرائمری سکول سرساوہ میں دیئے جب کہ دوسرے دور میں 2 پرائمری سکول دیئے جو اُس وقت کے دور میں بہت بڑا کارنامہ تھا کہ اتنے بڑے پروجیکٹ ایک ساتھ ایک ہی یونین کونسل میں آتے۔ اس کے علاوہ سرساوہ سے ملکان چھیتر کچی سڑک بھی آپ کے دور کی یاد دلاتی ہے۔ نگئی روڈ اور کوٹلہ، سرساوہ واٹر سپلائی سکیم آپ کے دور میں شروع کیے گئے منصوبے تھے جو ہمیشہ آپ کے سنہری دور کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔

2010ء میں راجہ فاروق حیدر خان سابق وزیر اعظم آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر نے مسلم لیگ (نواز شریف) کی بنیاد آزاد کشمیر میں رکھی تو آپ ان چند لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے راجہ محمد فاروق حیدر خان کے ساتھ لبیک کہا اور اس میں شمولیت اختیار کی۔ آپ مسلم لیگ (ن) ضلع کوٹلی کے بانی صدر ہیں اور آپ کی کوششوں کی وجہ سے ن لیگ نے ضلع کوٹلی سے تین سیٹیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین!

# بریگیڈیئر راجہ محمد اکبر خان

راجہ محمد اکبر خان، راجہ حشمت خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ علاقہ منیل بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ آپ جیسے عظیم شخص نے اس علاقہ میں آنکھ کھولی۔ آپ کا نسب راجہ سہنس پال کے دوسرے بیٹے تتار خان سے ہے۔ راجہ محمد اکبر خان کا بچپن علاقہ منیل میں گزرا۔ آپ بچپن ہی سے بلا کے ذہین، دلیر اور بے باک تھے۔ آپ کے والد راجہ حشمت خان نے آپ کی پرورش میں خصوصی دلچسپی لی۔ اُنھیں بیٹے کی چُھپی ہوئی صلاحیتوں کا اِدراک تھا۔ ان صلاحیتوں کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے آپ کو ابتدائی تعلیم کے لیے گُرتی (کوٹلی) کے پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ کو کوٹلی ہائی سکول میں داخل کروایا گیا۔ آپ بلا کے ذہین تھے۔ آپ کی ذہانت اور محنت کو دیکھتے ہوئے آپ کے اساتذہ نے آپ کے والد راجہ حشمت خان کو کسی بڑے سکول میں داخلے کے لیے مشورہ دیا۔

راجہ حشمت خان ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انھوں نے اساتذہ کے مشورہ پر عمل کرنے میں تامّل نہ کیا اور فوراً ہی اپنے بیٹے کو جہلم کے ایک K.G سکول میں داخل کر دیا۔ K.G سکول میں اُس وقت بہت کم لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ راجہ محمد اکبر خان نے وہاں محنت، لگن اور دل جمعی سے اپنی پڑھائی جاری رکھی اور تھوڑے ہی عرصے میں اپنے سکول میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔ شفیق اساتذہ نے آپ کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اَن تھک محنت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ وہاں سے بطور کیڈٹ نامزد ہوئے۔

**بے محنت پیہم کوئی جوهر نہیں کھلتا**
**روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرهاد**

راجہ محمد اکبر خان کی بطور کیڈٹ نامزدگی، سکول اور اہل علاقہ اور بالخصوص مسلمانوں کے لیے بہت بڑی کامیابی تھی۔ چونکہ پاکستان بننے سے پہلے بہت کم مسلمانوں کو ملازمتوں میں رکھا جاتا تھا اور کسی بڑے عہدے پر تو مسلمان صرف سوچ ہی سکتے تھے۔

چنانچہ آپ کو ٹریننگ کے لیے ہندوستان کے علاقہ ڈھیرہ دوئی بھیج دیا گیا جہاں آپ نے دو سال کی ٹریننگ مکمل کی۔ جب آپ 1947ء میں پاس آوٹ ہوئے تو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ چنانچہ آپ نے بھی دوسرے کیڈٹس کے ساتھ پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔ تمام کیڈٹس کو ایک طیارے کے ذریعے کراچی ایئر پورٹ لایا گیا۔ کراچی میں جن کیڈٹس کا استقبال قائداعظم محمد علی جناح نے کیا ان میں راجہ محمد اکبر خان بھی شامل تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان کیڈٹس سے ائیر پورٹ پر مختصر خطاب بھی کیا۔

راجہ محمد اکبر خان نے پاکستان آرمی میں دل جمعی سے کام کیا اور یہاں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ آپ کے کارہائے نمایاں کی بناء پر پاک آرمی میں آج بھی ان کا نام بڑی قدر و منزلت سے لیا جاتا ہے۔ آپ نے دوران سروس جہاں بھی کام کیا وہاں ایمانداری اور لگن سے اپنے فرائض ادا کیے۔

راجہ محمد اکبر خان 1961ء تا 1964ء کوٹلی میں بطور D-Q_B-M تعینات رہے۔ یہاں انھوں نے نہ صرف آرمی کے مورال کو بلند رکھنے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ بعض دفعہ بغیر اطلاع کے آپ اگلے مورچوں پر بھی تشریف لے جاتے رہے۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں راجہ

محمد اکبر خان بطور سٹیشن کمانڈر مظفر آباد تعینات تھے۔ جہاں انھوں نے اپنی جنگی حکمت عملی سے دشمن کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

راجہ محمد اکبر خان مشرقی پاکستان میں بھی تعینات رہے جہاں انھوں نے بنگالیوں اور مغربی پاکستان کے لوگوں کے درمیان خلیج کم کرنے میں بہت کام کیا اور آپ کا عرصہ تعیناتی انتہائی پُر امن رہا۔ مغربی پاکستان میں آپ اوکاڑہ اور پشاور میں بھی تعینات رہے اور اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔ پورے پاکستان میں مختلف جگہوں پر ذمہ داریاں انجام دینے کے بعد آپ بالآخر 1976ء میں پشاور سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کو 1978ء میں بطور چیئر مین ادارہ ترقیات میر پور تعینات کیا گیا جہاں آپ نے ایک بہتر کمانڈر کی طرح اس ادارے کی کرپشن کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے حق دار کو حق دلوانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ سات سالہ خدمات کے بعد 1985ء میں آپ اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور لالہ زار کالونی راولپنڈی میں رہائش اختیار کر لی۔

راجہ محمد اکبر خان کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے اور 2000ء میں اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کو ریس کورس گراؤنڈ راولپنڈی میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات سے جہاں علاقہ منیل (کوٹلی) محروم ہوا وہاں پاکستان آرمی بھی اپنے ایک عظیم سابق جرنیل سے محروم ہوئی۔ آپ کے قبیلے کا ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ نے سوگواران میں بیوہ، تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔

**عجب آزاد مرد تھا نہ رہا**

# بریگیڈیئر ضیاء الحسنین راجہ

آپ 25 جون 1953ء میں پنجاب کے فیصل آباد کی تحصیل سمندری کے گاؤں، چک نمبر 226 گ ب میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کرنے کے بعد یونیورسٹی آف اگریکلچر فیصل آباد سے ڈی، وی، ایم اور ایم ایس کرتے ہوئے 1981ء میں پاکستان آرمی میں بطور کپتان بھرتی ہوئے۔ آپ پاکستان آرمی کے شعبہ RVFC سے وابستہ ہوئے جہاں سے آپ نے 2012ء میں بطور بریگیڈیئر ریٹائرمنٹ لی۔ آپ کا خاندان کوٹلی منگرالاں سے ہجرت کر کے راولپنڈی میں تحصیل کلر سیداں، موضع موہڑہ بختاں کے گاؤں ڈھوک سیدا خان میں آکر آباد ہوا۔ اس کے بعد آپ کے دادا راجہ نواب خان کو تاج برطانیہ کی طرف سے کاشتکاری زمین فیصل آباد میں 1899ء میں دی گئی، جس پر آپ کا آباء فیصل آباد میں جا کر مقیم ہوئے۔ آپ کے پاس ایک قدیم شجرہ بسند رائے سندر مرقوم ہے جو کہ ایک قدیم دستاویز ہے۔ آپ کے آباء میں سے راجہ عبدل خان کا بیٹا راجہ نور محمد خان کوٹلی کے گاؤں کرنوٹی سے راولپنڈی میں آکر آباد ہوئے۔ راجہ نور محمد خان کے بھائی، راجہ فتح علی خان کی اولادیں موضع کرنوٹی میں رہیں۔

راجہ نور محمد خان کی چار اولادیں تھیں، راجہ کرم دین لاولد، راجہ الٰہی بخش خان، راجہ فیض بخش خان اور راجہ شیر جنگ خان۔ راجہ الٰہی بخش خان کے پانچ بیٹے تھے۔ راجہ نواب خان، راجہ کرم خان، راجہ فیروز خان، راجہ حیدر زمان خان اور راجہ شاہ زمان خان۔ راجہ نواب خان برٹش آرمی سے متعلق ہو گئے، آپ 1899ء میں برٹش آرمی سے ریٹائر ہوئے اور فیصل آباد میں جا کر اپنے کنبہ کے ہمراہ مقیم ہوئے۔ آپ کے ہاں تین بیٹے پیدا ہوئے۔ راجہ محمد حسین خان، راجہ فضل حسین خان اور راجہ غلام حسین خان۔ راجہ محمد حسین خان کے پانچ بیٹے تھے جن میں چار بقائم حیات ہیں۔ بریگیڈیئر ضاء الحسنین خان اپنے والد راجہ غلام حسین خان کی واحد اولاد ہیں اور ضیاء الحسنین صاحب کے دو فرزند ہیں۔ راجہ محمد حسنین خان اور راجہ علی حسنین خان۔ راجہ محمد حسنین خان شیفیلڈ یونیورسٹی سے ایم ایس کر کے انگلینڈ ہی مقیم ہیں اور راجہ علی حسنین خان ACCA کرنے کے بعد پاکستان آئل فیلڈ میں بطور اکاؤنٹس آفیسر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

بریگیڈیئر ضیاء الحسنین خان کے ننھیال کوٹلی براٹلہ سے ہیں۔ جن میں راجہ حیات خان صاحب آرمی کی طرف سے کاشتکاری زمین فیصل آباد میں دی گئی۔ آپ کی اولادیں چک 32 ج ب میں رہائش پذیر ہوئیں جن کے نام راجہ شریف خان، راجہ جعفر خان، راجہ ذوالفقار علی خان اور راجہ سرفراز خان تھے۔ بریگیڈیئر ضیاء الحسنین راجہ کی والدہ محترمہ مشرف جہاں مرحومہ راجہ ذوالفقار علی خان مرحوم کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ یکم اگست 1989ء میں انتقال کر گئیں تھیں۔ ضیاء الحسنین راجہ اپنے قوم قبیلہ پر فخر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ قبیلہ ماضی سے زیادہ مستقبل میں ترقی کرے اور اپنے آباء کے نام روشن کرے۔ آپ چاہتے ہیں کہ آنے والی نسلوں کے لیے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا جائے تا کہ یہ رائل فیملی تا حیات نسل آدم اپنی شناخت قائم رکھ سکے اور خدمت خلق پر معمور ہو اور ایسا صرف تعلیم کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ آپ اس مقدس مقصد کے لیے کوئی سوسائیٹی تشکیل دینا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے ہر طرح کی مالی و جانی و اخلاقی مدد فراہم کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

# لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان 11 مئی 1979ء کو راجہ محمد انور خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے پیدائش سہنسہ کے ایک گاؤں ''سائیلہ'' میں ہوئی۔ سائیلہ کی وجہ شہرت یہ ہے کہ منگرال قبیلہ کے جدِامجد راجہ سہنس پال نے علاقہ پر حکمرانی کے دوران دارالحکومت یہیں رکھا تھا۔ راجہ سہنس پال کے عہد میں لگنے والے دربار کے نشانات اب بھی یہاں موجود ہیں۔ ولی عہد کے ماتھے پر لگنے والا تِلک (ٹیکہ) جس پتھر سے لگایا جاتا تھا اور سائلین وزائرین کو جس کنویں سے پانی پلایا جاتا تھا، یہ سب نشانیاں یہاں موجود ہیں اور منگرال قبیلہ کی عظمتِ رفتہ کی یاد تازہ کرتی ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان کے والد راجہ محمد انور خان ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فوج میں ملازمت اختیار کی اور ترقی کرتے کرتے صوبیدار کے عہدہ پر پہنچے۔ صوبیدار راجہ محمد انور خان نے ساری ملازمت توپ خانے میں کی اور ریٹائرمنٹ تک آپ کا اس شعبے میں جانا پہچانا نام رہا۔ آپ 1979ء میں ریٹائر ہوئے۔ صوبیدار راجہ محمد انور خان کے والد راجہ محمد سوار خان علاقہ سائیلہ کے نمبردار تھے اور بڑے با اُصول اور بارُعب شخص تھے۔ صوبیدار راجہ محمد انور خان نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تمام عمر انہی اوصاف کی پاسداری میں گزاری۔ آپ کے بھائی راجہ محمد شریف خان ایڈووکیٹ بھی بڑے وضع دار انسان تھے۔ کاش! ہم ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرسکتے اور وہ جلد ہی اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے تھے۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول سہنسہ سے حاصل کی۔ آپ میٹرک تک اعلیٰ نمبرات میں پاس ہوتے رہے۔ 1994ء میں آپ نے میٹرک میں اپنے سکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ایف۔ایس۔سی 1996ء میں پوسٹ گریجوایٹ کالج H-9 اسلام آباد سے حاصل کی۔ آپ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ آپ کو تعلیم سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان نے پاکستان ملٹری اکیڈمی (PMA) کو 7 ستمبر 1996ء کو جوائن کیا۔ PMA میں ڈھائی سال تک ٹریننگ کی۔ آپ 18 اپریل 1999ء میں پاس آؤٹ ہوئے اور سیکنڈ لیفٹیننٹ بنے۔ آپ نے پاکستان آرمی میں ڈسپلن اور سخت محنت کو اپنا شعار بنایا۔ آپ کی لگن، محنت اور جذبے کی قدر کرتے ہوئے 2001ء میں آپ کو کپتان کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی اور 14 اگست 2007ء کو میجر کے عہدہ پر تعینات ہوئے۔ اس وقت آپ بطور لیفٹیننٹ کرنل کے اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔

جب آپ سیالکوٹ میں تعینات تھے تو گھر والوں نے آپ کی شادی کے لیے رضا مندی پوچھی لیکن آپ نے والدین کی خواہش پر 10 فروری 2007ء کو فیملی میں ہی شادی کی اور خوش وخرم زندگی گزار رہے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان کو تعلیم سے گہرا لگاؤ تھا۔ چنانچہ آپ نے 1999ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول سے B.Sc پاس کی۔ نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی اسلام آباد سے آپ نے 2011ء میں ایم۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ سروس آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے آپ کو سٹاف کالج کوئٹہ میں کورس کے لیے نامزد کیا گیا۔ آپ نے ایک سالہ کورس (19 جون 2010ء تا 19 جولائی 2011ء) کامیابی سے

مکمل کیا۔ سٹاف کالج کوئٹہ میں پاکستان آرمی کے لائق آفیسران کے علاوہ مختلف ممالک کے آرمی آفیسران بھی کورس کے لیے آتے ہیں۔ یوں سٹاف کالج کوئٹہ کو ایک اہم ادارے کے طور پر پوری دنیا میں جانا جاتا ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان دوران ملازمت پاکستان کے مختلف علاقوں میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ 2005ء تا 2006ء وادی نیلم میں کنٹرول لائن پر اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ 2006ء تا 2007ء آپ سیالکوٹ میں تعینات رہے۔ 2007ء تا 2009ء حیدر آباد رہے۔ 2009ء تا 2010ء آپ لاڑکانہ میں سندھ رینجرز میں رہے۔ آج کل آپ مانسہرہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان کی زندگی مجاہدانہ زندگی ہے لیکن اپنی سروس کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے وہ دو واقعات کا خصوصی ذکر کرتے ہیں۔ پہلا واقعہ ستمبر 2001ء تا جولائی 2002ء سیاچن گلیشیئر تعیناتی کے دوران پیش آیا، آپ اس وقت کیپٹن تھے لیکن وہاں بحثیت پوسٹ کمانڈر تعینات کیے گئے تھے۔ یہاں کئی بار دشمن سے آپ کا معرکہ ہوا، ایک معرکہ میں آپ کی پوسٹ سے دشمن کو بھاری جانی نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔ آپ نے موت کو کئی بار اپنے قریب پایا لیکن آپ ثابت قدم رہے اور دشمن کا مقابلہ کیا۔

دوسرا واقعہ آپ کی ڈیرہ بگٹی تعیناتی کے دوران میں پیش آیا۔ ڈیرہ بگٹی میں آپ اکتوبر 2007ء تا اپریل 2008ء رہے۔ یہاں حالات بہت خراب تھے اور اندرونی بغاوت کے ساتھ ساتھ بیرونی دشمن بھی تاک میں تھا۔ ہر روز کوئی نہ کوئی دھماکہ ہوتا تھا۔ آپ مردِ آہن کی طرح جواں مردی سے یہاں رہے اور شورش ختم کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ یہاں بھی موت سر پر منڈلاتی رہی لیکن آپ نہ ڈرے۔

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان کی زندگی اب ملک وقوم کے لیے وقف ہے۔ اُنھیں شروع دن سے ہی مجاہدانہ زندگی پسند تھی اور مجاہدانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ کا نوجوان نسل کے لیے یہ پیغام ہے کہ ''ملک وقوم کی بہتر انداز میں خدمت کریں۔''

# راجہ عبدالقیوم خان

راجہ عبدالقیوم خان کہوٹہ کے گاؤں لہڑی میں کپٹن راجہ محمد صدیق خان کے گھر 2 اپریل 1956ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد راجہ محمد صدیق خان سابقہ فوجی تھے اور ورلڈ وار I اور II میں برٹش آرمی سے برما اور جرمنی محاذ جنگ میں موجود رہے۔ راجہ عبدالقیوم خان صاحب نے 1978ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی ایس سی، 1985ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے انگلش لینگویج کا کورس کیا۔ آپ نے اس کے بعد ایم اے انگلش، ایم اے اردو اور ایم فل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے کیا۔

آپ نے 1984ء میں اپنی عملی زندگی کا آغاز بطور انگلیش لیکچرر گورنمنٹ کالج سہنسہ سے کیا جہاں پر آپ 1986ء تک تعینات رہے اسی دوران 1985ء میں آپ نے سول سروس کا سب سے اعلیٰ امتحان CSS پاس کر لیا تھا جس کے بعد آپ نے سول سروس جوائن کر لی۔ آپ نے سول سروس اکیڈمی میں اپنی تعلیم نومبر 1987ء تا اگست 1988ء تک حاصل کی۔ سول سروس کے اپنے بیج کے پاس آؤٹ ہونے کے بعد آپ کی پہلی تعیناتی بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر ڈی ایف پی ہوئی جہاں پر آپ اپریل 1993ء تک اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ ایڈیٹر ماہ نامہ بائیو بھی اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ مئی 1993ء تا ستمبر 1994ء تک آپ بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹریننگ اینڈ ڈیویلمنٹ کے طور کام کرتے رہے اور اس کے بعد پارلیمنٹ میں تعینات کر دیا گیا جہاں پر آپ دسمبر 1994ء تا جنوری 1997ء تک انچارج پی آئی ڈی کیمپ آفس پارلیمنٹ ہاؤس اپنی فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔ فروری 1997ء تا جون 1997ء تک آپ بطور اسسٹنٹ ڈائریکٹر آفس آف پولیٹیکل سکریٹری تعینات رہے اس کے بعد آپ کی تعیناتی پی آر او وزیر ماحولیات، دہی علاقہ جات و بیرون ملک پاکستانی کے کر دی گئی جہاں آپ نے اپنی خدمات سر انجام دیں اس دوران مئی 1997ء تا اپریل 1998ء تک آپ فیڈرل منسٹر فوڈ، اگریکلچر اینڈ لائیوسٹاک کے ساتھ بطور پی آر او رہے۔ بطور پی آر او آپ مختلف وزراء کے ساتھ جنوری 2000ء تک رہے۔

آپ کے بعد آپ کا تبادلہ بطور ڈپٹی ڈائریکٹر اطلاعات سروسز اکیڈمی میں کر دیا گیا جہاں آپ 28 دسمبر 2002ء تک رہے۔ اس کے بعد آپ بطور پی ایس او ٹو دی منسٹر آف انفارمیشن تعینات ہوئے جہاں سے آپ کا تبادلہ اکتوبر 2006ء میں ہوا جبکہ آپ کو بطور سپیچ رائیٹر و ڈائریکٹر ہوم پبلی سٹی اسلام آباد تعینات کیا گیا جہاں پر آپ سے اپریل 17، 2005ء تک خدمات لی گئیں۔ اس کے بعد آپ بطور ڈائریکٹر و پی ایس وزر اطلاعات 20 جنوری 2006ء تک رہے۔

21 جنوری 2006ء میں آپ کو اسپیچ رائٹر و ڈائریکٹر پیکٹوریل نیوز تعینات کر دیا گیا۔ آپ اس عہدہ پر 14 اپریل 2006ء تک تعینات رہے، اس کے بعد آپ کو ترقی دے کر ایکٹنگ ڈائریکٹر جنرل سائبر ونگ وزارت انفارمیشن میں تعینات کر دیا گیا جہاں سے آپ کا تبادلہ اکتوبر 2007ء میں ہوا جس کے بعد آپ کو ڈائریکٹر جنرل میڈیا پبلک ریلیشن چیئر مین سینٹ تعینات کر دیا گیا، جہاں آپ نے 2010ء تک اپنی

خدمات فراہم کیں۔

اس کے بعد آپ کی سروسز کو بیرون ملک منتقل کر دیا گیا اور آپ ماسکو (روس) میں اپنے عہدہ پر تا ریٹائرمنٹ کام کرتے رہے جہاں آپ بطور ڈائرکٹر جنزل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلیکیشنز تھے۔ آپ نے 24 جنوری 2016ء میں اپنی سروس سے ریٹائرمنٹ لی۔

آج کل آپ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں اور ریٹائرڈ لائف گزار رہے ہیں۔ سہنسہ سے راجہ نصیر احمد خان، راجہ نواز خان آف اینٹی، راجہ ریاست خان اور بہت سی اہم شخصیات آپ کی رفقاء میں سے ہیں جن سے آپ کے قریبی مراسم ہیں۔

# راجہ شفیق الرحمان

راجہ شفیق الرحمان راولپنڈی کے موضع ڈھوک للیال میں راجہ محمد کاظم خان کے گھر 1953ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی سکول ڈھوک للیال سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک فیڈرل گورنمنٹ ٹیکنیکل ہائی سکول چکلالہ سے کی۔ انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن آپ نے راولپنڈی کے مشہور تعلیمی ادارے گورنمنٹ کالج اصغر مال سے پاس کی۔ اس کے بعد پوسٹ گریجویشن کے لیے آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور رخ کیا جہاں سے آپ نے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے 1976ء میں پاس کیا۔

آپ نے 1978ء میں بطور ریسرچ آفیسر گورنمنٹ سروسز کو جوائن کیا اسی دوران آپ نے یونیسکو سے ایجوکیشنل پلاننگ اینڈ منیجمنٹ کی ماسٹر ڈگری حاصل کی۔ 82-1981 میں بطور سول سروس آف پاکستان سیکشن آفیسر شمولیت کی جہاں آپ کی پہلی تعیناتی وزارت سائنس وٹیکنالوجی میں کی گئی۔ آپ اسی دوران سٹاف آفیسر وزیر اطلاعات ونشریات بھی رہے۔ آپ نے بطور سیکشن آفیسر وزارت انڈسٹری پروڈیکشن، صنعت، پیداوار، کشمیر افیئرز، سرحدیں وریاستی امور، وزارت تجارت، انڈسٹریز اینڈ سپیشل انیشیٹیو کو بھی اپنی خدمات دیں۔ بطور سٹاف آفیسر وزیر اطلاعات و نشریات، فنانس واکنامک افیئرز، اٹارنی جنرل آف پاکستان، وزیر صنعت بھی آپ نے اپنی خدمات سرانجام دیں۔

اس کے بعد آپ کی ترقی بطور ڈپٹی سکریٹری 06-2005ء میں کر دی گئی اور آپ ڈپٹی سکریٹری منسٹری آف پیٹرولیم اینڈ نیچرل ریسورسس تعینات ہوئے۔ اسی دوران آپ نے انگلستان آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم بی اے ایگزیکٹو کی ڈگری حاصل کی۔ فنی تعلیم کے لیے آپ نے فرانس کا بھی دورا کیا۔ واپسی پر آپ کو دوبارہ بطور ڈپٹی سکریٹری منسٹری آف پٹرولم تعینات کر دیا گیا۔ آپ 2010ء میں جوائنٹ سکریٹری کے عہدہ پر ترقیاب ہوئے اور آپ کو بطور جوائنٹ سیکریٹری بیرون ملک پاکستانیوں کی وزارت میں تعینات کر دیا گیا جہاں سے آپ 2013ء میں اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہو گئے۔

ان دنوں آپ پوٹھوہار کے تہذیب وتمدن اور سطح مرتفع پر ریسرچ کر رہے ہیں جو کہ اس خطہ کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ ثابت ہوگا۔

آپ کی خدمات ملک وقوم کے لیے یاد رکھی جائیں گی۔ اللہ آپ کو عمر خضر دے اور صحت سے نوازے۔ آمین!

# پروفیسر راجہ محمد رفیق خان

راجہ محمد رفیق خان 15 جنوری 1959ء کو کھوئی رٹہ کے نواحی گاؤں بنڈلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حاجی راجہ صاحب داد خان ہے جو ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حاجی راجہ صاحب داد خان نے انتہائی نامساعد حالات میں اپنے بچوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جو اُن کی علم دوستی کی واضح مثال ہے۔

راجہ محمد رفیق خان نے میٹرک تک تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول کھوئی رٹہ سے حاصل کی۔ آپ نے میٹرک سائنس مضامین میں امتیازی نمبرات سے پاس کی اور ایف۔ ایس۔ سی میں آپ گورنمنٹ کالج کھوئی رٹہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے ایف۔ ایس۔ سی میں اعلیٰ نمبرات حاصل کیے۔ دوران تعلیم آپ نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے رہے۔ آپ گورنمنٹ ڈگری کالج کھوئی رٹہ میں طلباء یونین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ کالج یونین کے صدر بھی رہے۔

ایف۔ ایس۔ سی کے بعد راجہ محمد رفیق خان مزید تعلیم کے لیے میرپور چلے گئے جہاں آپ نے مشہور درس گاہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج میرپور میں بی۔ ایس۔ سی میں داخلہ لیا۔ آپ نے بی۔ ایس۔ سی اعلیٰ نمبرات میں آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی سے پاس کی۔ آپ کو تعلیم سے بے حد لگاؤ تھا۔ آپ کا شمار ذہین طلباء میں ہوتا تھا۔ راجہ محمد رفیق خان مرحوم راقم کے میرپور کالج میں کلاس فیلو تھے۔

راجہ محمد رفیق خان نے ایم۔ ایس۔ سی کے لیے پشاور یونیورسٹی کو منتخب کیا، جہاں سے آپ نے ایم۔ ایس۔ سی زوالوجی فرسٹ ڈویژن میں پاس کی۔ راجہ محمد رفیق خان نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد عملی زندگی میں تعلیم کے شعبہ کو ہی منتخب کیا۔ آپ کی پہلی تعیناتی بطور لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹلی میں ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی مظفر آباد میں بطور لیکچرر ملازمت اختیار کر لی۔ آپ نے دورانِ ملازمت طلباء میں علمی شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ طلباء کو محنت اور لگن سے تعلیم حاصل کرنے پر زور دیتے ہیں اور جہاں اُنھیں کوئی مشکل پیش آتی ہے آپ ان کی ہر حوالے سے رہنمائی کرتے ہیں اور طلباء کو حوصلہ دیتے ہیں تاکہ وہ جستجو کریں اور علمی میدان میں اپنا ایک مقام بنائیں۔

راجہ محمد رفیق خان ملازمت میں ترقی کی منازل طے کرتے کرتے اسسٹنٹ پروفیسر آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی کے عہدہ پر تعینات ہوئے۔ 2010ء میں جب میرپور میں، میرپور یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (MUST) کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ MUST میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر تعینات ہوئے اور بعدازاں یونیورسٹی میں کنٹرولر آف امتحانات مقرر ہوئے۔

پروفیسر راجہ محمد رفیق خان کے چھوٹے بھائی راجہ شکیل احمد خان ایڈووکیٹ شعبہ وکالت سے منسلک ہیں۔ راجہ شکیل احمد خان نے

وکالت کا آغاز لاہور سے کیا تھا۔آپ نے لاء کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی تھی۔آپ لاہور بار میں کچھ عرصہ وکالت کرنے کے بعد واپس کوٹلی آ گئے۔راجہ شکیل احمد خان کوٹلی بار کے لائق وکلاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔آپ کی تعلیم میں پروفیسر راجہ محمد رفیق خان کا بہت اہم کردار ہے۔

پروفیسر راجہ محمد رفیق خان نیک سیرت، باکردار اور انتہائی ملنسار انسان ہیں۔آپ منگرال قبیلہ کی پہلی شخصیت ہیں جو کسی یونیورسٹی میں اس عہدہ تک پہنچے ہیں۔آپ کا شمار یونیورسٹی کے لائق اساتذہ میں ہوتا تھا۔آپ سن 2015ء میں اچانک ہی ہارٹ اٹیک کی وجہ سے اس دنیا فانی کو چھوڑ گئے۔یوں قوم منگرال اس اہم شخصیت سے محروم ہوگئی۔

# راجہ محمد عظیم خان

راجہ محمد عظیم خان 1942ء میں راجہ حفیظ اللہ خان آف فلگوش (بڑالی) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کا نسب راجہ سہنس پال کے دوسرے بیٹے راجہ تتار خان سے جاملتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گُرتی کے پرائمری سکول سے حاصل کی، مڈل کلاس کے لئے آپ کو کوٹلی کے ہائی سکول میں داخل کروایا گیا جہاں آپ نے محنت اور لگن سے تعلیم پر توجہ دی اور 1960ء میں میٹرک امتیازی نمبرات سے پاس کی۔ چونکہ گھرانے کے مالی حالات کچھ زیادہ اچھے نہ تھے اس لیے آپ نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ تعلیم کو ادھورا چھوڑنے کا بہت دکھ تھا لیکن حالات آپ کے بس میں نہیں تھے۔

راجہ محمد عظیم خان نے تعلیم کو چھوڑتے ہی 1962ء میں محکمہ مال میں بطور جونیئر کلرک ملازمت اختیار کر لی۔ دوران سروس آپ نے ہیڈ کلرک، اکاؤنٹنٹ، ریڈر اور ناظر کے عہدوں پر 1977ء تک کام کیا۔ آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے 1977ء میں آپ کو بطور نائب تحصیلدار ترقیاب کیا گیا۔ آپ نے بحثیت نائب تحصیلدار ڈڈیال، کوٹلی، چڑہوئی کے علاوہ ریاست کے دیگر مقامات پر خدمات سرانجام دیں۔ سروس کے دوران آپ اپنے ماتحت عملہ سے ہمیشہ شفقت سے پیش آتے رہے اور لوگوں کے تمام مسائل کو اپنی اوّلین ترجیح سمجھا۔

راجہ محمد عظیم خان 1988ء میں تحصیلدار کے عہدے پر ترقیاب ہوئے۔ آپ نے بحثیت تحصیلدار فتح پور تھکیالہ (نکیال) میں خدمات سرانجام دیں۔ پھر آپ کچھ عرصہ کے لیے تحصیلدار کسٹوڈین اور تحصیلدار کوٹلی بھی کام کرتے رہے۔ آپ دوران سروس ترقی کی منازل طے کرتے رہے اور کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی۔ محکمہ مال میں پیشہ ور سپاہی کی طرح خدمات سرانجام دینے والے راجہ محمد عظیم خان کو 1999ء میں اسسٹنٹ کمشنر (AC) ضلع جھنگ آبادکاری لگا دیا گیا۔ وہاں آپ نے مہاجرین کی آبادکاری میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور مہاجرین کے مسائل مقامی عمائدین سے مل کر حل کیے۔ یہ دور آپ کی سروس کا سب سے بہترین دور تھا کیوں کہ آپ نے بہت سے بے گھر افراد کو بسانے میں اہم کردار ادا کیا اور لوگوں کے دکھ درد میں شریک رہے۔

آپ کی صلاحیتوں اور محنت اور لگن سے متاثر ہو کر آپ کو بعد میں A.C‘SDM فتح پور تھکیالہ (نکیال) تعینات کیا گیا۔ جہاں آپ نے اپنے فرائض منصبی بطریق احسن سرانجام دیئے۔ اس وقت فتح پور تھکیالہ ایک مشکل اسٹیشن تصور کیا جاتا تھا کیوں کہ نئی نئی سب ڈویژن عمل میں لائی گئی تھی۔

بالآخر2002ء میں آپ وہاں سے ریٹائر ہوئے۔آپ کی تمام ملازمت کے دوران کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آیا۔جس کی وجہ آپ کی ایمانداری اور انتظامی بصیرت تھی۔راجہ محمد عظیم خان کو تعلیم ادھوری چھوڑنے کا بہت غم تھا۔چنانچہ آپ نے دوران ملازمت علم کی پیاس بجھانے کا عہد کیا۔دوران سروس آپ نے ایف۔اے اور بی۔اے کیا۔چونکہ آپ کا قانون سے روز ہی واسطہ پڑتا تھا اس لیے آپ نے1980ء میں ایل۔ایل۔بی کی ڈگری حاصل کی۔وکالت کی ڈگری نے نہ صرف آپ کو دوران ملازمت فائدہ دیا بلکہ بعض پیچیدہ معاملات کو آپ نے قانون کی مدد سے حل کیا۔آپ ریٹائرمنٹ کے بعد بجائے سہل پسندی اختیار کرتے ہوئے گھر میں بیٹھے رہتے ،آپ نے پیشہ وکالت کو اختیار کیا۔آج آپ کا شمار کوٹلی کے مشہور وکلاء میں ہوتا ہے۔

مئی2010ء سے آپ کو ضلع کوٹلی میں چیئر مین زکوٰۃ وعشر تعینات کیا گیا ہے۔آپ اس ذمہ داری کو بھی بطریقِ احسن سرانجام دے رہے ہیں،ساتھ ساتھ اپنے پیشہ وکالت کو بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔آپ اکثر محفلوں میں اپنی سول سروس کی یاد تازہ کرتے ہوئے1965ء اور1971ء کی جنگوں کا آنکھوں دیکھا حال بھی بیان کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔(آمین)

# راجہ محمد نواز خان

راجہ محمد نواز خان 29 دسمبر 1948ء میں سہنسہ کے نواح میں اینٹی کے مقام پر منگرال گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام کیپٹن راجہ سردار خان تھا۔کیپٹن راجہ سردار خان ایک متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے ''برٹش آرمی'' میں ملازمت کی اور برٹش آرمی سے کیپٹن ریٹائر ہوئے۔اس وقت آرمی میں ملازمت مشکل کام تھا اور پھر کیپٹن بننے کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا تھا۔دوران ملازمت آپ مختلف جگہوں پر تعینات رہے۔آپ نے برما کے محاذ پر بھی جنگی خدمات انجام دیں۔آپ کی جرات و بہادری کے اعتراف میں گورنمنٹ آف برطانیہ نے آپ کو مختلف جنگی اعزازات سے بھی نوازا۔آپ کو دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر'' OBI '' کا ایوارڈ دیا گیا اور ''سردار بہادر'' کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔آپ نے جنگی محاذ پر بیش بہا خدمات انجام دیں اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

کیپٹن راجہ سردار خان نے ریٹائرمنٹ کے بعد عوام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا آپ نے الیکشن میں حصہ لیا اور وائس چیئر مین منتخب ہوئے۔آپ نے عوامِ علاقہ کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور لوگوں کے مسائل ان کی دہلیز پر حل کیے۔تھوڑے عرصے میں آپ لوگوں میں بہت مقبول ہو گئے۔آپ نے دوسرا الیکشن لڑا اور کامیابی نے آپ کے قدم چُومے۔اس بار لوگوں کے اعتماد نے آپ کو ایک قدم آگے لا کھڑا کیا اور آپ کو بلا مقابلہ چیئر مین منتخب کیا۔ایک طرف جہاں عوام علاقہ کا اعتماد تھا تو دوسری طرف آپ کی بے لوث خدمت بھی تھی۔آپ بغیر ذات برادری کے لوگوں کے کام کاج میں سرفہرست ہوتے تھے۔

کیپٹن راجہ سردار خان ایک بہترین منتظم تھے۔انہوں نے نامساعد حالات میں اپنے آپ کو بہترین ایڈمنسٹریٹر ثابت کیا۔آپ نے انتہائی کم بجٹ میں اہم تعمیری کام کیے جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔آپ کے دور میں ہائی سکول کی تعمیر، زراعت کے دفتر کا قیام وتعمیر، جامع مسجد کی تعمیر، یونین کونسل کے دفاتر کا قیام وتعمیر، سہنسہ بازار کے لیے واٹر سپلائی (پہلی)، بڈلی سہنسہ لنک روڈ کی تعمیر اور پانی کی باولی کی تعمیر شامل تھی۔آپ کا نام سہنسہ کی تعمیر وترقی میں ہمیشہ جلی حروف میں لکھا جائے گا۔

راجہ محمد نواز خان میں اپنے والد کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔بحثیت آرمی مین آپ کے والد نے آپ کی پرورش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔راجہ محمد نواز خان نے میٹرک 1964ء میں فیض الاسلام ہائی سکول راولپنڈی سے لاہور بورڈ کے زیر انتظام امتیازی نمبرات میں پاس کی۔آپ دوران تعلیم لائق طلباء میں شمار کیے جاتے تھے۔1966ء میں ایف۔اے گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور سے اعلیٰ نمبرات میں پاس کی۔آپ نے یہ امتحان بھی لاہور بورڈ کے زیر انتظام دیا تھا۔گریجویشن کے لیے ایک بار پھر آپ نے راولپنڈی کا رُخ کیا۔

بی۔اے کے لیے آپ نے گورنمنٹ ڈگری کالج اصغر مال راولپنڈی میں داخلہ لیا۔آپ نے خوب محنت کی اور 1968ء میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر انتظام بی۔اے پاس کیا۔آپ نے پہلی بار ہی گریجویشن کا امتحان پاس کر لیا تھا، یہ آپ کی محنت اور ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔گریجویشن کے بعد آپ کے گھریلو حالات اتنے اچھے نہ رہے اس لیے آپ نے تعلیم کو خیر باد کہہ کر نوکری کی تلاش شروع کر دی۔آپ کی قابلیت، ذہانت اور جذبے کو دیکھتے ہوئے مشہور زمانہ میڈیسن کمپنی MULER & PHILIPS

DISTRIBUTERS نے آپ کو بحیثیت برانچ منیجر اپوئنٹ کر لیا۔ آپ 1969ء میں پشاور برانچ کے منیجر بنے۔ آپ نے محنت کو اپنا شعار بنائے رکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کمپنی کے ٹاپ پوزیشن لوگوں میں شمار کیے جانے لگے۔

1973ء میں آپ نے میڈیکل کمپنی کی نوکری کو چھوڑ کر الائیڈ بینک آف پاکستان میں بحیثیت منیجر نوکری اختیار کر لی۔ آپ نوکری تو کر رہے تھے لیکن تعلیم کو ادھورا چھوڑنے کا آپ کو بہت دُکھ تھا۔ میڈیکل کی کمپنی کی نوکری کو چھوڑنے میں جہاں اور وجوہات بھی تھیں وہیں تعلیم سے دوری بھی ایک سبب تھا۔ آپ مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن کمپنی میں وقت نہیں ملتا تھا۔

1983ء میں آپ نے بینک کی نوکری کے دوران لاء کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے قانون کی ڈگری جامعہ کراچی سے حاصل کی۔ آپ بینک میں خدمات سرانجام دیتے رہے اور آزاد کشمیر میں مختلف برانچوں میں بحیثیت منیجر سروسز دیں۔

آپ یکم جنوری 2009ء میں الائیڈ بینک آف پاکستان سے AVP ریٹائر ہوئے۔ آج کل عملی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں اور عوام کی خدمت میں اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ آپ کے بیٹے راجہ سہیل نواز ایڈووکیٹ شعبہ وکالت سے وابستہ ہیں اور سہنسہ بار میں پریکٹس کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد اور دادا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

# راجہ محمد ایوب خان

راجہ محمد ایوب خان، راجہ جیون خان کے گھر 6 جون 1940ء کو سہنسہ میں پیدا ہوئے۔ راجہ جیون خان نے علاقہ کے رسوم و رواج کے مطابق بیٹے کی خوشی بھرپور طریقے سے منائی۔ راجہ جیون خان علاقہ پیٹریاں میں درمیانے درجے کے زمیندار تھے۔ سہنسہ اور بالخصوص پیٹریاں میں اُنھیں ایک خاص مرتبہ حاصل تھا۔ راجہ جیون خان نے اپنے والد کے ہمراہ جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ آپ ایک پکے، سچے مسلمان تھے۔ لوگ آپ پر بھرپور اعتماد کرتے تھے۔

راجہ جیون خان 1947ء میں محکمہ ایکسائز وانکم ٹیکس میں بھرتی ہوگئے۔ دوران سروس آپ نے محنت اور لگن سے کام کیا۔ آپ بہت ایماندار اور فرض شناس تھے۔ آپ نے ڈوگرہ دور بھی دیکھا ہوا تھا اور آزادی کے بعد کے حالات بھی آپ کے سامنے تھے۔ آپ کوئی خاص پڑھے لکھے نہ تھے، البتہ خواندہ ضرور تھے لیکن کسی کو اپنے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا کبھی احساس نہ ہونے دیا۔ آپ ہمیشہ مستعد اور چاک وچوبند رہتے تھے۔ آپ محکمہ ایکسائز وانکم ٹیکس میں سب انسپکٹر کے عہدے سے 1960ء میں ریٹائر ہوئے۔

راجہ محمد ایوب خان کے والد نے آپ کی پرورش میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور آپ کی ہر ضرورت کو بخوبی پورا کیا۔ راجہ محمد ایوب خان نے ابتدائی تعلیم سہنسہ سے حاصل کی۔ دوران تعلیم آپ مختلف سکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم رہے۔ تعلیم میں آپ لائق طالبعلم کے طور پر جانے جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے پہلی بار ہی گریجویشن کر لی۔

راجہ محمد ایوب خان 1961ء میں محکمہ ایکسائز وٹیکسیشن میں بطور سب انسپکٹر بھرتی ہوئے۔ اس محکمے میں بھرتی کی بڑی وجہ آپ کے والد راجہ جیون خان کی سروس تھی، جنھوں نے حال ہی میں اس محکمہ کو خیر باد کہا تھا۔ آپ اپنے والد سے بڑے متاثر تھے۔ آپ اس محکمہ میں محنت اور لگن سے کام کرتے رہے اور کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی۔ آپ کی کام میں دلچسپی، دل جمعی اور لگن کی وجہ سے آپ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے رہے۔ آپ اکاؤنٹس منیجر انکم ٹیکس اپیلنٹ ٹربیونل کے عہدہ پر پہنچ گئے۔ آپ آزاد حکومت سے پہلے فرد تھے جو اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے تھے۔ آپ 20 جون 2000ء میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے گوشہ نشینی کی زندگی کو پسند کیا۔ آپ بہت کم سیاست میں حصہ لیتے تھے، البتہ بعض اوقات سیاست دانوں کو اچھا مشورہ ضرور دیتے رہتے تھے۔

راجہ محمد ایوب خان کے خاندانی پس منظر کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ منگرال فیملی میں بہت کم ایسے سپوت پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف اپنا نام رہتی دنیا تک زندہ رکھا بلکہ اپنے آباؤ اجداد اور آنے والی نسلوں کا نام تاریخ میں جلی حروف میں لکھوایا۔

آپ کے دادا اور والد نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔آپ کے دادا مجاہدین کے ہراوّل دستہ میں شامل تھے۔اُنھوں نے سہنسہ میں مجاہدین کے ساتھ مل کر ڈوگرہ راج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔آپ کے دادا نے جنگِ آزادی 1947ء میں جام شہادت نوش کیا۔

راجہ ایوب خان کے چچا راجہ شبیر خان 1965ء کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔راجہ شبیر خان پاکستان آرمی میں حوالدار کے عہدے پر تھے۔آپ نکیال سیکٹر میں دشمن سے صفِ معرکہ تھے کہ شہید ہوئے۔آپ کا جسدِ خاکی آپ کے آبائی گاؤں پیڑیاں لایا گیا اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

راجہ محمد ایوب خان کے تین بیٹے ہیں۔آپ کے بیٹے عرفان ایوب برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں انہیں وطن کی محبت قدم قدم پر ستاتی ہے۔آپ برطانیہ میں اپنے والد اور آباؤاجداد کے اوصاف سے متصف ہیں۔عرفان ایوب اپنے علاقہ کے غریب طلباء کی تعلیم میں امداد کرتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ انھیں بڑا کام کرنے کا مزید حوصلہ عطا فرمائے۔آمین!

# جسٹس راجہ رفیع اللہ سلطانی

راجہ رفیع اللہ سلطانی 10 مارچ 1954ء کو بمقام گُنڈل شاہی اٹھمقام ضلع نیلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد راجہ زراعت اللہ خان دورانِ سروس وہاں تعینات تھے۔ آپ کے والدمحترم نے 35-1934ء میں مقبوضہ کشمیر میں بحیثیت فاریسٹر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے والد 1916ء میں گنگناڑہ میں راجدھانی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کا بچپن گاؤں میں ہی گزرا۔ آپ کی پیدائش پر آپ کے والد نے گاؤں میں دعوتِ عام کی۔ راجہ زراعت اللہ خان بڑے اصول پسند، وضع دار، نڈر اور بے باک انسان تھے۔ آپ میں یہ خوبیاں اپنے والد ذیلدار راجہ سیف علی خان سے ورثے میں ملی تھیں جو پاکستان بننے سے پہلے علاقہ کے ذیلدار تھے اور بڑے جاہ وجلال کے مالک تھے۔ کسی کو کبھی جرات نہ تھی کہ اُن کی بات نفی کر سکے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم میں نشیب وفراز آتے رہے۔ اس کی وجہ آپ کی اپنے والد صاحب کے ساتھ رہائش تھی۔ چونکہ پاکستان بننے کے بعد وہ بحیثیت رینج آفیسر تعینات ہوئے اس لیے دورانِ سروس جہاں تبادلہ ہوتا وہاں وہ اپنی فیملی ساتھ لے جاتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں آپ چناری، کوٹلی ، راولاکوٹ، مظفرآباد ، بھمبر، ہل بگام (تحصیل ڈڈیال ) اپنے والد صاحب کے ساتھ رہے۔ وہ ان علاقوں میں بحیثیت رینج آفیسر تعینات رہے تھے۔ آپ کا ننھیال چک پٹھاناں تھا۔ یہ گاؤں سیاکھ (تحصیل ڈڈیال ) سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ جواب منگلا جھیل بننے کی وجہ سے ختم ہوگیا ہے۔ آپ کے ننھیال اب رنگ پور، قاضیاں ( گوجرخان ) اور دینہ میں آباد ہیں۔

آپ نے چوتھی اور پانچویں جماعت ہائی اسکول ہل بگام تحصیل ڈڈیال سے پاس کی۔ چھٹی جماعت میں پائلٹ ہائی سکول کوٹلی میں داخل ہوئے اور امتیازی نمبرات سے پاس ہوئے۔ ساتویں جماعت میں راولاکوٹ میں داخل ہوئے لیکن شدید سرد موسم کے باعث پھر ننھیال چک پٹھاناں واپس آگئے اور ہائی اسکول سیاکھ سے ساتویں جماعت پاس کی۔

آٹھویں جماعت آپ نے پنجیڑہ ہائی اسکول سے پاس کی اور پھر نویں اور دسویں جماعت ہائی سکول کوٹلی سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کی۔ والد صاحب کی شدید خواہش تھی کہ آپ ڈاکٹر بنیں اس لیے میٹرک سائنس میں پاس کرنے کے بعد فرسٹ ایئر میں پری میڈیکل میں داخلہ لیا۔ والد صاحب کا تبادلہ راولاکوٹ ہوگیا تھا اس لیے راولاکوٹ کالج میں داخل ہوئے تھے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کا تبادلہ دوبارہ کوٹلی ہوا جس کی وجہ سے آپ کوٹلی پوسٹ گریجویٹ کالج میں انٹرمیڈیٹ میں داخل ہوئے جہاں آپ نے سائنس مضامین چھوڑ کر آرٹس میں داخلہ لیا اور سوکس، اسلامیات اور تاریخ کے مضامین اختیار کیے۔

اس زمانے میں پوسٹ گریجویٹ کالج کوٹلی کے پرنسپل چودھری محمد یوسف تھے اور وائس پرنسپل ملک محمد دین تھے۔ ان اساتذہ میں جہاں چودھری محمد یوسف، ملک محمد دین، میرزا محمد جمیل، اعظم طاہری تھے وہاں خان زمان مرزا نے بھی آپ کی شخصیت نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ اپنے اساتذہ کا بے حد احترام کرتے جن کی کاوشوں اور کوششوں سے آپ نے ایف۔اے کا امتحان امتیازی نمبرات میں پاس کیا۔ بی۔اے کے لیے انھی کے مشوروں سے آپ گورنمنٹ کالج اصغر مال راولپنڈی چلے گئے جہاں آپ نے خوب محنت کی اور ایک بار پھر اپنے اساتذہ اور والدین کے اعتماد پر پورا اُترے اور بی۔اے پاس کر کے لاہور چلے گئے جہاں آپ نے لاء کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ آپ نے ایف سی کالج لاہور سے ایم اے پولیٹیکل سائنس کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر تعلیم کو خیر باد کہہ کر عملی زندگی کا آغاز کیا اور وکالت کا پیشہ اپنایا۔

راجہ رفیع اللہ سلطانی نے جنوری 1977ء سے سہنسہ میں بحیثیت وکیل پریکٹس شروع کی جو 1997ء تک سہنسہ ہی میں جاری رہی۔ اس دوران میں آپ نے 1984ء میں ہائی کورٹ کا لائسنس حاصل کرلیا۔ پھر ہائی کورٹ میں بھی بحیثیت وکیل مختلف مقدمات کے سلسلہ میں پیش ہوتے رہے۔ آپ 1997ء میں کوٹلی شفٹ ہوگئے اور چودھری عبدالکریم ایڈووکیٹ چیمبر میں شامل ہوئے (چوہدری عبدالکریم ایڈووکیٹ جاٹ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور ضلع کوٹلی میں آپ کا شمار بڑے وکلاء میں ہوتا تھا۔ آج وہ زندہ ہوتے تو کسی اعلیٰ عدالت کے جج ہوتے)۔ آپ دوران وکالت اپنی اصول پسندی اور شرافت کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ نے کبھی تھانے میں جانے یا کسی جج سے میل ملاپ کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ اپنے پیشے میں ایمانداری اور محنت کو اپنا شعار بنایا۔ آپ کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آزاد حکومت نے آپ کو جنوری 2007ء میں ہائی کورٹ کا جج تعینات کیا اور 30 اپریل 2010ء کو آپ کو ایک عدالتی فیصلے سے اس عہدہ سے علیحدہ کردیا گیا۔

آپ نے زمانہ طالب علمی میں کبھی سیاست میں حصہ نہ لیا اور ایک لائق، ذہین اور ہونہار طالب علم کے طور پر جانے جاتے تھے۔ آپ ایک بہترین ڈبیٹر (Debato) تھے۔ آپ نے کالج میں دورانِ پڑھائی کئی مباحثوں میں حصہ لیا اور کوئی نہ کوئی پوزیشن ضرور لی۔ آپ نے اپنی پیشہ ورانہ عملی زندگی میں سیاست میں بھی قسمت آزمائی لیکن شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عملی زندگی میں آپ نے ابتدا میں پی پی میں شمولیت اختیار کی اور ذوالفقار علی بھٹو سے بہت متاثر تھے۔ اس دوران آپ کو دو مرتبہ جیل بھی جانا پڑا۔ پہلی بار 1979ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی اور دوسری بار 1983ء میں۔ آپ 1987ء تک پی پی سے وابستہ رہے اور اس دوران آپ سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔ آپ نے 1983ء میں ڈسٹرکٹ کونسلر کا الیکشن لڑا لیکن اس میں کامیاب نہ ہوسکے۔ آپ نے 1987ء میں مسلم کانفرنس میں شمولیت اختیار کی اور کئی بار الیکشن میں ٹکٹ کے لیے درخواست دی لیکن آپ جماعت کا اعتماد حاصل نہ کرسکے، اس لیے آپ نے 1996ء میں سیاست سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار کرلی۔

آپ کی زندگی کا یادگار اور انقلابی لمحہ 1988ء میں قبلہ حضرت پیر صادق صاحب مدظلہ علیہ آف گلہار شریف کوٹلی والوں سے بیعت تھا۔ آپ قبلہ حضرت صاحب مدظلہ علیہ کے حکم سے آپ کے فرزند ارجمند جناب حضرت حاجی پیر صاحب مدظلہ علیہ سے جہلم میں بیعت ہوئے۔ قبلہ حضر

ت پیر صادق صاحب  مدظہ علیہ جب گلہار شریف تشریف لائے تو یہ علاقہ ویران تھا جہاں آج کل درس شریف ہے۔ آپ کی آمد تھی کہ جنگل میں منگل ہو گیا۔ حضرت صاحب  مدظہ علیہ نے یہاں تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا کیوں کہ علاقہ کی کثیر آبادی مرزائیت اختیار کر چکی تھی۔ کوٹلی شہر میں مرزائیت کا پرچار بابا نگِ دُھل جاری تھا۔ آپ کی آمد کے باعث اس میں ٹھہراؤ آیا۔ لوگ آپ کے کردار اور تبلیغ سے متاثر ہو کر دائرہِ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ شہر کے سبھی بڑے آڑھتی سُود کا کاروبار کرتے تھے۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اُنھوں نے اس لعنت سے توبہ کر لی۔

آپ نے نہ صرف ضلع کوٹلی کے اندر بلکہ پورے ملک میں ہزاروں مساجد تعمیر کروائیں۔ ان مساجد میں دینی تعلیم کے لیے تدریس کا نظام شروع کروایا۔ مختلف مدارس سے فارغ التحصیل حفاظِ کرام ہزاروں میں ہیں۔ یہ حُفاظِ کرام رمضان المبارک میں مختلف علاقوں کی مساجد میں نمازِ تراویح پڑھاتے ہیں اور امامت کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

قبلہ حضرت پیر صادق صاحب مدظہ علیہ کا فیض گھر گھر پہنچا۔ آپ کی برکت سے مرزائیت کا خاتمہ، سود سے نجات اور مساجد تعمیر ہوئیں اسی لیے کوٹلی شہر کو مدینۃ المساجد کہتے ہیں (اس سے پہلے ڈھاکہ شہر میں مساجد کی تعداد پوری دنیا میں سب سے زیادہ تھی لیکن اب یہ اعزاز کوٹلی شہر کو حاصل ہے)۔ جب حضرت صاحب مدظہ علیہ کا وصال ہوا تو لاکھوں لوگ آپ کے جنازے میں شریک تھے۔

آج کل قبلہ حضرت پیر صادق صاحب کے پسرِ خورد حضرت پیر زاہد سلطانی صاحب مدظہ علیہ درس شریف گلہار میں دین کی تبلیغ و اشاعت اور دیگر فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس دربار گوہرِ بار کے معتقد راجہ رفیع اللہ سلطانی باقاعدگی سے گلہار شریف درس میں حاضری دیتے ہیں۔

# راجہ محمد زبیر خان ایڈووکیٹ

راجہ محمد زبیر خان ایڈووکیٹ 6 جنوری 1965ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد راجہ حکم داد خان ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور علاقے میں ایک کاروباری شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔آپ کی پیدائش پرانھوں نے گھر میں خوشی منائی۔

راجہ محمد زبیر خان نے پرائمری تعلیم راجہ بازار سہنسہ سے حاصل کی۔آپ میٹرک کے بعد انٹرمیڈیٹ میں داخل ہوئے اور گورنمنٹ ڈگری کالج سہنسہ میں ایک ذہین طالبعلم کے طور پر جانے جاتے تھے۔انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد آپ گریجویشن کے لیے کوٹلی چلے گئے جہاں سے آپ نے ضلع کوٹلی کی مشہور درسگاہ گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سے گریجویشن 88-1987ء میں کی۔دوران تعلیم آپ نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور کالج سطح پر کشمیر فریڈم موومنٹ کے نام سے بننے والی تنظیم کے بانی کارکنان میں شمار ہوتے تھے۔

وکالت کے پیشے کو آپ پسند کرتے تھے اس لیے گریجویشن کے بعد آپ حصولِ علم کے لیے کراچی چلے گئے جہاں آپ نے ایس۔ایم لاء کالج میں داخلہ لیا۔آپ نے 1991ء میں لاء کی ڈگری لی اور اُسی سال آپ نے لائسنس حاصل کیا۔لاء کی تعلیم کے دوران میں آپ نے متعدد بین الاقوامی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ایک بھرپور جذبہ سے عملی پریکٹس کا آغاز کیا۔آپ کی تربیت میں آپ کے سبھی اساتذہ نے اپنا کردار ادا کیا لیکن پروفیسر راجہ عبدالطیف اور پروفیسر عمر فاروق سب سے نمایاں ہیں۔

1992ء میں آپ سہنسہ بار میں بحثیت جونیئر وکیل جسٹس راجہ رفیع اللہ سلطانی ایڈووکیٹ کے چیمبر میں شامل ہوئے۔اُسی سال آپ نے شادی کی اور باقاعدہ عملی زندگی کا آغاز ہوا۔کامیابیوں کے حوالے سے 1992ء کا سال آپ کے لیے بہت اچھا ثابت ہوا۔کچھ عرصہ سہنسہ میں پریکٹس کرنے کے بعد آپ میرپور چلے گئے جہاں پہلے آپ نے جسٹس چوہدری محمد تاج کے چیمبر کو جوائن کیا لیکن جلد ہی آپ نے اپنا چیمبر قائم کر کے کام شروع کر دیا۔2000ء میں آپ نے میرپور بار کے الیکشن میں حصہ لیا اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوگئے۔آپ نے وکالت کے پیشے میں جدوجہد جاری رکھی اور 2008ء میں سپریم کورٹ کا لائسنس حاصل کیا اور ابھی تک بحثیت سپریم کورٹ لائر کام کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی ہر خواہش پوری کی اور آپ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔آپ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔نوجوان نسل کے لیے آپ کا یہ پیغام ہے کہ ''حقائق کو مدِنظر رکھ کر مستقبل کی منصوبہ بندی کریں۔''

راجہ زبیر خان ایڈووکیٹ اور سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل راجہ فیاض نوابی راقم کے ہاں امریکہ میں دو ماہ تک قیام پذیر بھی رہے۔راقم سے ان دونوں شخصیات کے گہرے مراسم ہیں۔

# ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان

ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان 08 ستمبر 1958ء کو سہنسہ کے ایک گاؤں کٹھاڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام راجہ کریم داد خان ہے۔ ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان کا نسب گیارہویں پُشت میں راجہ سربلند خان عرف پہاڑ خان سے ملتا ہے۔

ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان کے والد بہت پڑھے لکھے نہ تھے۔ البتہ خواندہ ضرور تھے۔ آپ کے والد کی پیدائش 1915ء میں ہوئی اور وہ کوئٹہ میں بیکری کا ذاتی کاروبار کرتے تھے۔ 1935ء میں جب کوئٹہ میں زلزلہ ہوا تو آپ کے والد وہاں موجود تھے۔ تاریخ میں کوئٹہ کے اس زلزلے میں بہت نقصان ہوا جس میں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے تھے۔ آپ کے والد صاحب نے امدادی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت سے لوگوں کی جان بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان نے چوتھی جماعت تک ابتدائی تعلیم کوئٹہ کے کنٹونمنٹ (Cantonment) سکول سے حاصل کی۔ پانچویں سے ساتویں جماعت تک کٹھاڑ لوہر مڈل سکول میں زیرِ تعلیم رہے۔ آٹھویں جماعت میں آپ سنڈے مَن (Sunday Mun) ہائی سکول کوئٹہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے میٹرک 1976ء میں کنٹونمنٹ ہائی سکول کوئٹہ سے امتیازی نمبرات میں پاس کی۔ 1978ء میں آپ نے ایف۔ ایس۔ سی گینٹ پبلک کالج کوئٹہ سے پاس کی۔ 80-1979ء میں آپ میڈیکل کے شعبہ میں ضلع کوٹلی کی سیٹ پر نامزد ہوئے۔ آپ میڈیکل کی تعلیم کے لیے بولان میڈیکل کالج کوئٹہ میں داخل ہوئے جہاں سے آپ نے 1986ء میں ایم۔ بی۔ ایس مکمل کی۔ آپ تعلیم میں بہت ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ محنتی بھی تھے۔

1988ء میں آپ کی پہلی تعیناتی بحیثیت میڈیکل آفیسر بیسک ہیلتھ یونٹ (BHU) چھوچھ میں ہوئی۔ پھر یکے بعد دیگرے آپ کوٹلی، سہنسہ، سہرمنڈی، ہولاڑ اور پلیٹ سیداں میں بحیثیت میڈیکل آفیسر تعینات رہے۔ آپ کا شمار ضلع کوٹلی کے لائق ترین ڈاکٹرز میں ہوتا ہے۔ 91-1990ء میں آپ میڈیکل کی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے لاہور چلے گئے۔ آپ نے پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور سے چائلڈ سپیشلسٹ کا کورس مکمل کیا۔ واپس آکر مختلف جگہوں پر تعینات رہے اور لوگوں کی خدمت میں مصروفِ عمل رہے۔

2007ء میں آپ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال سہنسہ میں بحیثیت میڈیکل سپرنٹنڈنٹ تعینات ہوئے۔ آپ 2010ء تک یہاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سال 2010ء میں آپ کا تبادلہ ضلع میرپور کر دیا گیا۔ آپ اُس وقت سے اب تک پرنسپل پیرا میڈیکل سکول میرپور میں تعینات ہیں۔

ڈاکٹر راجہ شاہنواز خان ایک سخت گیر مؤقف رکھنے والی شخصیت کے طور پر پورے آزاد کشمیر میں جانے جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی کوئی کام آئین و قانون سے ہٹ کر نہ کیا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں اپنے اُصولوں پر ثابت قدم رکھے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

# ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان

ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان، راجہ اکبر داد خان کے گھر 15 اپریل 1955ء کو پیدا ہوئے۔ راجہ اکبر داد خان ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب بیٹے کی پیدائش ہوئی تو آپ نے اپنی بساط کے مطابق گاؤں والوں کو اپنی خوشی میں شامل کیا۔ آپ پاکستان آرمی سے ریٹائرڈ حوالدار میجر تھے۔ پوری زندگی بچوں کی پرورش اور سماجی خدمت میں لگے رہے۔

ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول سہنسہ میں حاصل کی۔ آپ ایک ذہین طالب علم تھے اور اساتذہ آپ پر بڑی محنت کرتے تھے۔ 1972ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے حصول کے لیے سہنسہ سے کوٹلی کا رخ کیا۔ آپ کے والد نے نامساعد حالات میں بھی آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کو متاثر نہ ہونے دیا۔ چنانچہ آپ نے خوب محنت کی اور 1973ء میں پوسٹ گریجویٹ کالج کوٹلی سے ایف۔ ایس۔ سی کی۔ دوران تعلیم آپ نے ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا لیکن ہمیشہ نصابی سرگرمیوں میں اعلیٰ اعزازات حاصل کیے۔

جب آپ نے ایف۔ ایس۔ سی پاس کی تو آپ کو بالکل بھی میڈیکل فیلڈ میں جانے کا کوئی خیال نہ تھا کیوں کہ آپ کو کوئی Idea نہ تھا کہ ایف۔ ایس۔ سی کے بعد میڈیکل کے شعبہ میں جانا ہوتا ہے۔ میڈیکل کے شعبہ میں جانے کے لیے آپ کے چچازاد بھائی راجہ امیر داد نے مائل کیا اور میڈیکل کے شعبے کی افادیت سے آگاہ کیا۔ اس سے پہلے آپ کو کوئی گائیڈ لائن نہ دی گئی تھی جب کہ بذات خود آپ وکالت کے شعبہ کی جانب مائل تھے۔

شومئی قسمت اُسی سال کوٹلی کو ضلع کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے کوٹلی ضلع کے لیے تین میڈیکل سیٹوں کا اعلان ہوا جس میں سے دو سیٹیں پہلے سے ڈویژن ایمپرورز (Division Improvers) طلباء نے حاصل کیں جب کہ تیسری سیٹ آپ کے حصے میں آئی اور آپ کا داخلہ چانڈ کا میڈیکل کالج لاڑکانہ میں ہوا۔ 1975ء میں آپ نے بحیثیت میڈکل طالب علم تعلیم شروع کی۔

1982ء میں آپ نے میڈیکل کی تعلیم مکمل کی۔ دوران تعلیم ذوالفقار علی بھٹو کی شہادت کا سانحہ پیش آیا جس کی وجہ سے کچھ عرصہ میڈیکل کالج بند رہا۔ جب حالات قدرے بہتر ہوئے تو آپ نے دیگر طلباء کے ساتھ چانڈ کا میڈیکل کالج کو خیر باد کہا۔ جب گاؤں واپس آئے تو جلد ہی آپ GDMO بھرتی ہوئے۔ تقریباً تین ماہ میرپور میں گزارنے کے بعد آپ کا تبادلہ سہنسہ کر دیا گیا، ایک سال اپنے گاؤں میں خدمات سرانجام دینے کے بعد آپ کو چھ ماہ کے لیے مظفرآباد بھیج دیا گیا۔ 1984ء میں ایک بار پھر تبدیل کر کے آپ کو سرساوہ واپس بلا لیا گیا جہاں کچھ عرصہ آپ بحیثیت میڈیکل آفیسر رورل ہیلتھ سنٹر سرساوہ میں تعینات رہے۔ 1988ء میں آپ ایک سالہ ڈپلومہ کے لیے لاہور چلے گئے جہاں سے آپ نے Diploma in Chest Diseases & T.B مکمل کیا اور واپس اپنی جائے تعیناتی رورل ہیلتھ سنٹر سرساوہ آ گئے۔

آپ نے سرکاری نوکری کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ پریکٹس بھی شروع کر دی اور سہنسہ میں پرائیویٹ کلینک شروع کر دیا۔ اسی دوران 1995ء میں آپ کو بحیثیت میڈیکل آفیسر فتح پور تھکیالہ (نکیال) تبدیل کر دیا گیا۔ آپ ابھی تک سرکاری شعبہ میں خدمات سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ سرساوہ میں پرائیویٹ کلینک میں بھی لوگوں کا علاج معالجہ کر رہے ہیں۔ آپ اپنی زندگی کی تمام کامیابیوں کو اپنے والدین کی دعاؤں اور اساتذہ کرام کی محنت اور کاوشوں کا مرہون منت سمجھتے ہیں۔ آپ کے نامور اساتذہ میں پروفیسر مسعود قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان نے اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز دورانِ طالب علمی کیا۔ آپ نے پہلی شادی گھر والوں کی مرضی سے 1979ء میں کی جب کہ دوسری شادی نومبر 1994ء میں اپنی پسند سے کی۔ آپ کے بیٹے ماجد شبیر ایبٹ آباد میڈیکل کالج سے MBBS مکمل کر چکے ہیں۔ وہ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر میڈیکل کے شعبے میں آئے۔

ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان نے جہاں دورانِ سروس پورے خطہ آزاد کشمیر کی سیر و تفریح کی۔ اُنھوں نے دو مرتبہ انگلینڈ وزٹ کیا۔ اُنھوں نے پورے انگلینڈ میں گھوم کر وہاں کی بود و باش اور رہن سہن کو قریب سے دیکھا۔ پہلی بار آپ 2006ء میں انگلینڈ گئے جب کہ دوسرا دورہ 2007ء میں کیا۔ آپ نے وہاں کے ماحول اور اپنے ملک کے بارے میں تقابلی جائزہ لیا۔ آپ کے خیال میں انگلینڈ میں ہر شخص گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ چلتا ہے جب کہ ہمارے ملک میں ٹائم کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اگر ہمارے ملک میں بھی وقت کو اہمیت دی جائے تو اس ملک کی قسمت کو بدلا جا سکتا ہے۔

سیاست میں بھی ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان بڑی گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ آپ سیاسی زندگی میں راجہ عبدالمجید خان (مرحوم)، راجہ فضل داد خان (مرحوم) اور راجہ نصیر احمد خان کے ہم رکاب رہے۔ آپ ان تینوں بڑی شخصیات کے بارے میں یوں لب کشائی کرتے ہیں؛

''سیاسی سُوجھ بوجھ میں راجہ عبدالمجید خان (مرحوم) کا کوئی ثانی نہ تھا۔ راجہ فضل داد خان (مرحوم) جیسا نرم دل اور شگفتہ لب و لہجے میں شاید ہی کوئی اور ہوا ہو۔ راجہ نصیر احمد خان سیاست میں اپنے آپ کو بہت اُوپر لائے، جب کہ ان کے لیے بے حد مشکلات تھیں، آپ نے پورے آزاد کشمیر میں بحیثیت ایک قومی لیڈر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔''

ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان نوجوان نسل کے لیے تعلیمی میدان میں محنت پر بڑا زور دیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں پندرہ بیس سالوں سے تعلیمی میدان میں کافی بہتری آئی ہے جب کہ ابھی بہت ترقی کرنا باقی ہے۔ آپ اتفاق و اتحاد پر یقین رکھتے ہیں اور آپ کے خیال میں ایک شخص کو ہمیشہ Compromising ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر راجہ محمد شبیر خان جیسے دانش مند شخصیات ہمارے لیے نعمت خداوندی ہیں۔ اللہ ان کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے۔

# میاں اعجاز نبی مرحوم

میاں اعجاز نبی مرحوم کا تعلق براٹلہ کے منگرال خاندان سے تھا۔ان کے جدامجد رائے عبدالواحد کے اکلوتے بیٹے رائے عبدالحکیم خان نے براٹلہ سے گجرات نقل مکانی کی۔رائے عبدالحکیم خان کے تین فرزند میاں کمال دین،میاں محمد اعظم اور میاں محمد مقصود مع اپنے دیگر اہل کنبہ نقل مکانی کی۔اس وقت سکھ حکومت پنجاب میں قائم تھی۔گجرات کی سکھ فوج میں کمال دین سپاہی بھرتی ہوگئے اور محمد مقصود نے منشی گیر کا کام شروع کیا۔میاں محمد اعظم حافظ قرآن تھے۔پنجاب کا حکمران جب گجرات میں قیام پذیر ہوا تو اس کا اس منگرال خاندان سے تعارف ہوا اور اس دوران اس نے محمد اعظم جو ایک خوبصورت جوان تھے،کو دیکھ کر شاہی خدمت گزاری کے لیے لاہور لے گیا۔اس خاندان کی سکھ حکمرانوں سے خاص قربت ہوگئی۔جب میاں محمد اعظم کا انتقال ہوا تو انکی اولاد مہارانی جندہ کی اجازت سے واپس گجرات آکر آباد ہوگئی۔

میاں محمد اعظم کے دونوں فرزند میاں رسول بخش اور میاں نور بخش تھے۔میاں رسول بخش کو لاہور حکومت کی طرف سے گجرات قلعہ کا کاردار مقرر کر دیا گیا اور آپ کو سکھ حکومت کی جانب سے یہیں پر کاشتکاری زمین الاٹ کر دی گئی۔جو رقبہ آپ کو دیا گیا آج بھی وہ محلّہ چابک سواراں کے نام سے مشہور ہے۔گجرات میں یہ خاندان کافی تعداد میں آباد ہے۔

میاں اعجاز نبی مرحوم اپنی قوم منگرال کے لیے تڑپ رکھتے تھے۔ان کی جستجو تھی کہ وہ اپنی قوم منگرال پر ایک کتاب مرتب کریں،چنانچہ انھوں نے 1977ء میں پہلی بار قوم منگرال پر باقاعدہ کتاب ''ہست وبود'' مرتب کی۔ان کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں درج کرنے کے قابل ہے۔

راقم کی ان سے پہلی ملاقات 1985ء میں منگرال ویلفیئر ایسوسی ایشن کے ایک منعقدہ اجلاس راولپنڈی میں ہوئی تھی۔راقم ایک باران کے ہاں گجرات میں مہمان بھی رہا اور ان سے خط وکتابت بھی رہی۔ان کے چندہ خطوط اب بھی راقم کے پاس محفوظ ہیں جو راقم کا سرمایہ ہیں۔

میاں اعجاز نبی کے والد کا نام محمد اقبال نبی تھا۔میاں اعجاز نبی کی تاریخ پیدائش 18 اپریل 1917ء تھی اور یہ میاں نور بخش خان کی اولاد میں سے تھے۔میاں اعجاز نبی نے 1935ء میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔تعلیم کے دوران ہم نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔طلبہ یونین کے صدر اور بانی رہے۔اپنی تعلیم مکمل کر کے محکمہ مال میں گرداور بھرتی ہوگئے۔1949ء میں نائب تحصیلدار ترقیاب ہوگئے بعدازاں مجسٹریٹ درجہ اول مقرر ہوئے،اس کے بعد بعض جگہوں پر بطور رائے سی بھی تعیناتی رہی اور 1971ء میں بطور سیکشن آفیسر تعینات ہوئے۔اپنے حسن کارکردگی کی وجہ سے ڈپٹی سکریٹری کے عہدہ پر بھی کام کیا اور اسی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کے خاندان کے لوگ اعلی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ سرکاری اعلی عہدوں پر فائز ہیں۔آپ کے ایک کزن میاں محبوب اختر منگرال راولپنڈی سے بطور پی ایس پی ریٹائر ہوئے جو خیابان سرسید میں رہائش پذیر تھے۔

راقم کے امریکہ جانے کے بعد آپ اس دنیا فانی کو خیرآباد کہہ گئے جب کہ آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔آپ قوم کا ایک سرمایہ تھے آپ کی کمی صدیوں تک محسوس کی جائے گی۔

# راجہ محمد سوار خان

راجہ محمد سوار خان قوم منگرال کے ایک عظیم سپوت ہیں جن کا تعلق چھجانہ مری کے ایک مشہور ومعروف منگرال خاندان سے ہے۔آپ کے آباءواجداد قلعہ تھروچی کے علاقہ سے کسی نامعلوم وعظیم انقلاب کی وجہ سے ہجرت کر کے مری کے علاقہ کوٹلی ستیاں میں سکونت پذیر ہوئے۔ جہاں پر آپ کے آباء نے جائیداد خرید کی۔آپ کا کنبہ آج بھی وہیں پر آباد وشاد ہے۔

قوم کے اس عظیم سپوت نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد محکمہ پولیس کے ایک حساس ادارے آئی بی میں شمولیت اختیار کی،جس سے یہ اب تک وابستہ ہیں اور بطور انسپکٹر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کے والد کا نام راجہ منشی خان تھا ایک کہ ایک عظیم انسان تھے۔منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن میں آپ کا نام احترام سے لیا جاتا تھا۔راجہ منشی خان کے گھرانے کی معیشت کا انحصار کاشت کاری پر ہی منحصر تھا۔آپ اپنے علاقہ میں سب سے زیادہ مالیہ ادا کرنے والے زمینداروں میں سے تھے۔آپ کے کنبہ کے پاس علاقہ میں سب سے زیادہ مال مویشی تھے۔

آپ کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ میاں الیاس ہاشمی کو اس بات پر مجبور کرنا تھا کہ وہ تاریخ منگرال راجپوت پر لکھیں جیسا کہ میاں الیاس ہاشمی مولف تاریخ منگرال راجپوت بعنوان ''حرف اول تا اختتام'' میں لکھتے ہیں'' یکم اکتوبر 2000ء کے دن بھائی راجہ محمد سوار خان کے پرزور مطالبہ پر کتاب تاریخ منگرال راجپوت کی تحقیق وتحریر کے لیے راقم نے قلم اُٹھایا، نہ دن دیکھا اور نہ رات دیکھی، نہ نیند بھر سویا تا آنکہ شب وروز کی لگا تار کوششوں کو بروکار لاتے ہوئے کتاب کا قلمی مسودہ سال 2004ء کے آخری دنوں میں مکمل کیا'' میاں الیاس ہاشمی مزید لکھتے ہیں'' چنانچہ راقم نے راجہ سوار خان کے اسرار کو مدنظر رکھا اور کتاب کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کے مراحل بھی سرانجام دینے لگا۔'' مزید صفحہ نمبر 309 پر فرماتے ہیں کہ ''اور تاریخ منگرال راجپوت تالیف کرنے کے لیے راقم کو مجبور کیا اور یہ ایک اہم فریضہ انجام دینے کی راقم کو ذمہ داری لگائی۔''

آپ کی تاریخ پیدائش 10 نومبر 1957ء ہے مگر آپ ان دنوں کافی بیمار ولاغر ہیں۔آپ کا ایک ہی لخت جگر ہے جس کا نام حافظ راجہ عبدالجبار خان ہے۔آپ نے اپنی زندگی میں بہت سے رفاہی کام کیے ہیں جن میں مساجد کی تعمیر،فلاحی اداروں کا قیام اور لوگوں کی بے لوث خدمت قابل ذکر افعال ہیں۔مولف الیاس ہاشمی تاریخ منگرال راجپوت کے صفحہ نمبر 309 کے آخر میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ'' راجہ سوار محمد خان ایک پکے سچے عاشق رسول اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔آپ بیماریوں کا روحانی علاج معالجہ بھی دم درود کے ذریعہ کرتے ہیں اور اکثر لوگوں کو شفاء کاملہ ملتی ہے۔آپ اپنی قوم کے علاوہ ستی خاندان میں بھی بڑے بااثر ہیں۔'' درج بالا اقتباس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک روحانی پیشوا بھی ہیں،جیسا کہ آپ ضیاء العلوم کی تنظیم کے نائب صدر بھی رہ چکے ہیں جو کہ ایک روحانی درس گاہ ہے۔

آپ کو شعروشاعری سے بھی اچھا ذوق ہے اور آپ بہت خوش آواز نعت خواں بھی ہیں اور ساتھ سیاسی بصیرت بھی رکھتے ہیں۔اللہ آپ کا سایہ آپ کے خاندان پر ہمیشہ قائم رکھے۔آمین

# پروفیسر راجہ نوید احمد

پروفیسر راجہ نوید احمد صوبیدار شہباز خان مرحوم کے گھر 15 جولائی 1977ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ مڈل سکول سرساوہ سے حاصل کی، میٹرک گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج پنجیڑہ سے 1994ء، میں، انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کوٹلی 1998ء میں، بی سی ایس الخیر یونیورسٹی آزاد جموں کشمیر سے 2003ء میں اور ایم سی ایس الخیر یونیورسٹی سے ہی 2005ء میں کیا۔ ایم ایس اقراء یونیورسٹی سے ابھی نامکمل تھا کہ آپ نے یورپ کی راہ لی۔ پیشہ ورانہ زندگی میں آپ 2014ء تک بطور لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج ڈڈیال اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے، جس کے بعد مستعفی ہوکر آپ یورپ چلے گئے، جہاں آج بھی آپ اسپین میں مقیم ہیں اور اپنا ذاتی کاروبار کرتے ہیں۔

پروفیسر راجہ نوید احمد داد و تحسین کے لائق ہیں جنھوں نے منگرال راجپوت قبیلہ پر کتاب مرتب کی اور اس مشکل کام کو سرانجام دینے کا بیڑا اُٹھایا۔ بیسیوں کتابوں کے گہرے مطالعہ اور طویل تحقیق وجستجو کے بعد اُنھوں نے قبیلہ کی تاریخ رقم کی اور درجنوں شجرہ ہائے نسب جمع کیے۔ راجہ نوید احمد ایک راست باز، سچے اور کھرے انسان ہیں۔ اپنی دُھن کے پکے اور عزم واستقلال سے کام کرنے والے لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

راجہ نوید احمد اپنے انھی اوصاف حمیدہ کے باعث وسیع حلقہ احباب رکھتے ہیں۔ جب آپ نے تاریخ منگرال راجپوت لکھنے کا آغاز کیا تو آپ کی راہ میں بہت سی رکاوٹیں آئیں۔ اس سفر میں انھیں ہمت دلانے والے کم تھے اور حوصلہ شکنی کرنے والے زیادہ۔ کسی نے اس منصوبہ کو دیوانے کا خواب قرار دیا، تو وہ ہنس دیئے، کسی نے اس کو ناممکن قرار دیا تو انھیں نیا حوصلہ ملا۔ یہ آپ کی خوش بختی تھی کہ اپنے والدگرامی کی حوصلہ افزائی اور مفید مشورے انھیں ہمیشہ حاصل رہے اور ان کی دُعائیں قدم قدم پر آپ کے ساتھ رہیں۔ وہ اپنے والد کی راہ نمائی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ مگر شومئی قسمت کہ وہ اپنے والد کی حیات میں اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے جس کا انہیں قلق ہے۔

قبیلہ کے شجرہ ہائے نسب کو اکٹھا کرنا اور ان کا حصول آسان کام نہ تھا۔ مگر راجہ نوید احمد نے ہمت نہ ہاری۔ کئی سالوں کی محنت شاقہ سے بالآخر وہ بنیادی اکثریتی و مصدقہ شجرے اکٹھا کرنے میں کامیاب رہے، گوکہ ان شجرہ جات کا زیادہ تر تعلق سرساوہ وسہنسہ ہی سے تھا جو مسلمان منگرال خاندانوں کی جنم بومی بھی ہیں۔ منگرال قبیلہ کی تاریخ صدیوں کو محیط ہے۔ مصنف نے قبیلہ کی مستند تاریخ جمع کرنے کے لیے کئی لائبریریوں کو چھان مارا، بیسیوں کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا۔ علمی وادبی شخصیات سے معلومات اکٹھی کیں اور جہدِ مسلسل کے بعد وہ قبیلہ کی مستند تاریخ قارئین تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

اس کتاب کو منصۂ شہود پر لاکر اُنھوں نے نہ صرف اپنی علمی پیاس بجھائی بلکہ اپنے والد محترم کی دیرینہ خواہش کو پورا کر کے ان کی رُوح کو بھی تسکین پہنچائی ہے۔ آپ کی کتاب منگرال راجپوت علاقہ کی بڑی علمی خدمت ہے۔ یہ کتاب لکھ کر آپ نے منگرال قبیلہ کو حیاتِ نو بخشی ہے۔ ان کا یہ کارنامہ لائق ستائش ہے۔ خدا انھیں جزائے خیر دے۔

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ یہ مستند شجرہ جات کی بنیاد پر لکھی جانے والی تصنیف ہے۔ کتاب ہٰذا اور راقم الحروف کا شجرہ بھی

پروفیسر راجہ نوید احمد ہی کی کتاب سے اخذ شدہ ہے۔اور اکثریتی منگرال آبادکاروں جن کا تعلق چاہے کہیں سے بھی ہو ان کی بنیاد آپ ہی کی کتاب میں شامل شجرہ جات ہیں۔آپ نے اپنی اس کتاب میں اپنے خطہ کی نمایاں سیاسی وسماجی شخصیات کے تعارف اور تفصیلی احوال سے کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔آپ کا اس سے بھی بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ نے قبلہ کو اپنی کتاب رونمائی کے دوران ایک جگہ پر اکھٹا کیا جو تاریخ میں ممکن نہ تھا اور راقم نے اس کا خوب دیکھا تھا۔بہرحال یہ سہرا پروفیسر راجہ نوید احمد صاحب ہی کو جاتا ہے۔

راجہ نوید احمد کے دادا راجہ امیر محمد خان مہاراجہ کی پولیس میں کانسٹیبل رہے جو 1956ء میں اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوئے جبکہ آپ کے والد صوبیدار راجہ شہباز خان علاقہ سرساوہ کے پہلے میٹرک پاس ہیں۔انھوں نے میٹرک کا امتحان 1954ء میں پاس کیا اور پاکستان آرمی میں بھرتی ہوگئے۔دوران ملازمت آپ نے اپنی علمی پیاس بجھائی اور 1967ء میں پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کی۔

پروفیسر راجہ نوید احمد پانچ بھائیوں میں منجھلے ہیں۔ان کے سب سے بڑے بھائی بی ایچ یو میں OTA ہیں۔ان سے چھوٹے راجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ درجہ اول مجسٹریٹ میونسپل کارپوریشن کوٹلی رہے۔انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ علاقہ سرساوہ میں منگرال قبیلہ کے پہلے درجہ اول مجسٹریٹ رہے ہیں۔پروفیسر راجہ نوید احمد کے چھوٹے بھائی راجہ توقیر احمد آزاد جموں کشمیر پولیس میں سب انسپکٹر ہیں اور تعلیمی لحاظ سے آپ ایم اے انگلش ہیں۔آپ کے سب سے چھوٹے بھائی راجہ ظہیر احمد ایم اے اردو ہیں۔انھوں نے کچھ عرصہ درس وتدریس میں گزارا اور بعد میں دیارِ غیر چلے گئے۔آپ اسپین میں حلال کھانے (ریسٹورنٹ) متعارف کرانے والے پہلے چند لوگوں میں سے ہیں۔پروفیسر راجہ نوید احمد کے ہاں دو اولادیں ہیں بیٹے کا نام راجہ زرنین احمد ہے اور بیٹی کا نام وافیہ احمد ہے۔

# راجہ نذیر احمد

راجہ نذیر احمد راولپنڈی میں صوبیدار محمد اسحاق خان کے گھر 18 اگست 1977 میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم فیڈرل گورنمنٹ پرائمری سکول کھنہ نئی آبادی سے حاصل کی جبکہ مڈل فیڈرل گورنمنٹ مڈل سکول کھنہ ڈاک اسلام آباد سے پاس کرنے کے بعد میٹرک (95-1994) تک تعلیم مسلم ہائرسیکنڈری سکول نمبر 1، سید پور روڈ میں پڑھتے رہے۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس (97-1996) سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے فوراً بعد آپ ایک نیم سرکاری ادارے سے وابستہ ہوگئے۔ گریجویشن تک آپ پنجاب یونیورسٹی سے بطور پرائیویٹ طالب علم وابستہ رہے۔ اس کے علاوہ کی تعلیم آپ کی محکمانہ ہے اور پوسٹ گریجویشن ابھی مکمل نہیں باوجود اس کے کہ آپ کا تعلق اردو ادب سے ہے آپ کی تعلیم کا محور انگلش رہا۔

راجہ نذیر احمد کا بنیادی خاصہ آپ کا اردو ادب سے لگاؤ اور آپ کی تحریریں ہیں جو بطور کالم اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔ اردو ادب میں آپ کی لکھت انشائیہ مضامین، افسانے اور حالیہ واقعات پر تبصرے ہوتے ہیں۔ ان کی تحریریں سیاست سے دور معاشرے کے ان عوامل اور معاملات کی نشاندہی کرتی ہیں جو گلی محلّہ میں یا سڑک پر پیش آنے والے وہ معاملات ہیں جو ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آپ اپنے اردگرد پھیلے ہوئے اس معاشرے کی بات کرتے ہیں جس کی اصلاح سے ہم فرد سے قوم اور قوم سے ملت بن کر بنی نوع انسان کی بھلائی کر سکتے ہیں۔ آپ کے موضوع میں کیلے کی چھلکے سے لے کر فضا میں اڑنے والا کبوتر بھی شامل ہوتا ہے اور ہمارے گھروں، گلیوں سڑکوں پر پھیلا تعفن زدہ وہ کوڑا کرکٹ بھی جس سے انسان اپنے ماحول کو بری طرح متاثر کر رہا ہے۔ آپ کے ان مضامین کو پڑھ کر انسان کو اپنے اندر جھانکنے کا موقع ملتا ہے۔

آپ کے مضامین وانشائیوں میں چاند میری زمین، تہذیب، کلرکی، غیر اخلاقی جلسے، پیراں دتہ، دہشت گردی اور اس کے علاوہ کئی ایک ایسے ہیں جو صرف گھر سے گلی تک جاتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ سبزی منڈی تک۔ جو آپکی معاشرہ پر گہری نظر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کے مضامین کئی ایک مقامی اخباروں مثلاً روزنامہ وائس آف پاکستان، جرائد مثلاً ماہنامہ راجپوت انٹرنیشنل، ماہنامہ سوہنی ڈائجسٹ، آن لائن ہماری ویب، اور ماہنامہ ادب وثقافت انٹرنیشنل میں شائع ہوچکے ہیں اور قبول عام کی سندر کھتے ہیں۔

سماجی شعبہ میں بھی آپ ایک فعال شخصیت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ تعلیم سے لیکر بنی نوع انسان کی ادنیٰ خدمت تک آپ ہر معاملہ میں لوگوں کی معاونت میں مشہور ہیں جو کہ اس خاندان کا خاصہ رہا ہے۔

آپ پیشے کے لحاظ سے اس وقت نیم سرکاری ادارے پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی لمیٹڈ میں بطور سپروائزر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، کتاب کی اشاعت تک آپ کی تعیناتی خیابان سرسید ایکس چینج راولپنڈی میں ہے۔ راولپنڈی میں آپ کا گھرانہ کسی تعارف کا محتاج نہیں آپ کے والد گرامی اپنے برادری میں ایک اچھی حیثیت رکھنے والے شخص تھے۔ آپ کے والد اپنی فوجی نوکری کے دوران کچھ عرصہ فرانس اور کافی عرصہ سعودیہ مقیم رہے، جہاں آپ کی خدمات کعبۃ اللہ پر کچھ باغیوں کا قبضہ چھڑانے کے لیے بھی قابل ستائش ہیں کہ آپ پاکستانی سکوارڈ کا حصہ تھے جنھوں نے کعبۃ اللہ سے غاصبوں کی گلوخلاصی کرائی۔

راجہ نذیر احمد آٹھ بہن بھائی ہیں جب کہ آپ اپنے والدین کی چوتھی اولاد ہیں۔ آپ سے چھوٹا بھائی راجہ صغیر احمد عرف بلا استاد کی بحریہ

ٹاؤن میں بوتیک ہے، راجہ گفتار احمد ایسوسی ایٹ انجینئر ہیں اور اپنی ذاتی فرم ایم بی ٹریڈرز کے نام سے چلا رہے ہیں سب سے چھوٹا بھائی راجہ زین العابدین اس وقت دوبئی میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور سپر وائزر کام کر رہا ہے۔ آپ کی دو بہنیں تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں جب کہ ایک بنک کار ہے۔ آپ کا ایک بھانجہ راجہ اویس علی ممبر و جنرل کونسلر وارڈ نمبر 2 یونین کونسل نمبر 24 راولپنڈی ہے۔ راجہ نذیر احمد کے تین بیٹے حسین احمد خان، حسن عبداللہ خان اور ذوالقرنین خان ہیں جبکہ بیٹی ایک ہی ہے جس کا نام قراۃ العین خان ہے۔ آپ کے بھائیوں میں سے راجہ صغیر احمد خان کا ایک بیٹا محمد علی خان اور راجہ گفتار احمد کا ایک بیٹا صارم خان ہے۔

راقم سے راجہ نذیر احمد کا تعلق ایک دھائی کو محیط ہے اور راقم کی کتاب کے اس سفر میں آپ کا ساتھ ایک کلیدی حیثیت کا حامل ہے جسے راقم کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ کوٹلی کے کسی مقام پر بھی راقم کا جانا ہوا تو کبھی ایسا نہیں ہو سکا کہ راجہ نذیر احمد کی شخصیت سے کوئی گاؤں واقف نہ ہو۔ راقم نے جب 2014ء میں کتاب کے سلسلے میں راولپنڈی کا دورا کیا تو وہاں پر پنڈی کوٹلی ریجن کے منگرالوں کی بیٹھک کرانے میں بھی راجہ نذیر احمد کا کلیدی کردار رہا۔ اس دعوت کا انعقاد میجر نعیم حنیف نے کیا تھا۔

راقم نے راجہ سہنس پال خان کے مرقد پر کتبہ نصب کروایا تو اس میں بھی راجہ نذیر احمد کی ہی معاونت شامل تھی۔ کتبہ کی کتابت سے لیکر بورڈ بن کر نصب ہونے تک آپ کا تعاون شامل رہا، اس کے علاوہ راجہ ظہور احمد آف نرناہ، راجہ وقار اختر آف چھلاڑ، راجہ نوید احمد خان آف سپین اور غازی اللہ دتہ خان جنجوعہ آف سائینلہ نے بھی راقم کی اس میں بھرپور معاونت کی جس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ راجہ نذیر احمد کو عمر خضر دے اور وہ قوم، ادب اور ملک کی اسی طرح خدمت کرتے رہیں۔

# راجہ علی اختر

راجہ علی اختر 15 جون 1936ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام راجہ محمد خان تھا جو ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔آپ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔راجہ علی اختر کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں راجہ شیر خان سے اور چودھویں پشت میں راجہ دان خان سے جاملتا ہے۔راجہ دان خان، راجہ سہنس پال خان کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔راجہ سہنس پال علاقہ سہنسہ، انوہی سرہوٹہ اور سرساوہ، پنجیڑہ میں آباد منگرال راجپوت قبیلے کے جدِاعلیٰ ہیں۔

راجہ علی اختر نے ابتدائی تعلیم کٹھاڑ سہنسہ سے حاصل کی، بعد میں آپ ڈڈیال میں داخل ہوگئے۔کچھ عرصہ بعد آپ کے والد صاحب نے آپ کو کوٹلی میں داخل کروادیا جہاں سے آپ نے ساتویں جماعت کا امتحان پاس کیا لیکن ایک دن استاد کی مار سے دل برداشتہ ہوگئے اور اسکول چھوڑ دیا۔اسکول چھوڑنے کی صرف یہی ایک وجہ نہ تھی بلکہ غربت نے بھی اپنا کردار ادا کیا تھا۔

اسکول چھوڑنے کے بعد آپ نے گاؤں میں ایک چھوٹی سی دکان رکھ لی اور والد صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔کچھ عرصہ دوکانداری کرنے کے بعد آپ 1963ء میں ووچر سسٹم کے تحت انگلینڈ چلے گئے جہاں آپ نے خوب محنت کی اور بہت سارو پیہ کمایا۔انگلینڈ سے واپسی پر آپ نے رزم بروزر (جیغن) کی ٹھیکیداری شروع کردی جہاں نہ صرف آپ نے پیسہ کمایا بلکہ اپنا ایک مقام بھی بنالیا۔آپ ایمانداری کی وجہ سے لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

آپ نے عملی سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو لوگوں نے آپ کی حوصلہ افزائی کی۔آپ نے 1979ء میں ڈسٹرکٹ کونسلر کے انتخاب میں حصہ لیا اور بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔آپ نے اس الیکشن میں بحیثیت آزاد امیدوار حصہ لیا لیکن بعد میں ووٹ مسلم کانفرنس کو دیا۔آپ نے اس الیکشن میں بہت بڑے بڑے بُرج گرائے جن میں چودھری حبیب، چودھری محمد حسین آف بھرنڈ، ذیلدار دلیر خان آف تڑالہ، سردار میجر رویل خان، سردار عارف خان، راجہ مطلوب ایڈووکیٹ اور راجہ رزاق خان آف پیاہی جیسے بڑے بڑوں کو شکست فاش دی۔

آپ نے سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لوگوں کے دکھ درد میں شریک رہے۔آج بھی لوگ آپ کو کسی بڑے فیصلے کے لیے شامل مشورہ رکھتے ہیں۔آپ تقریباً ہر سال انگلینڈ جاتے ہیں لیکن وہاں کی زندگی کو پسند نہیں کرتے۔

آپ کی اولاد میں دو بیٹے انگلینڈ میں رہائش پذیر ہیں جب کہ ایک بیٹا راجہ وقار احمد یہاں عملی سیاست میں ہیں جو اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سماجی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔راجہ علی اختر نہایت ہی شریف النفس آدمی ہیں۔انہوں نے پوری زندگی لوگوں کی خدمت کو اپنا شعار بنایا اور ہر مشکل میں لوگوں کے کام آئے۔آپ ایک بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔آمین!

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

# منگرال خاندان کی تاریخی شخصیات



راجہ سخی دلیر خان (فاتح راجوری)

مجاہد اول تحریک بخلاف مہاراجہ حکومت 1947ء



راجہ نصیر احمد خان (سابق وزیر بلدیات و MLA)

5 بار ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر

(1996, 2001, 2006, 2011, 2016) MLA



کرنل محمود خان آف تھروچی

فخر کشمیر و فاتح کوٹلی جنگ آزادی 1948ء

فادر آف 10 اے کے بٹالین پاک آرمی



راجہ فضل داد خان (سابق وزیر بلدیات)

تین بار ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد حکومت ریاست

جموں و کشمیر (1985,1990,1991)، وزیر حکومت

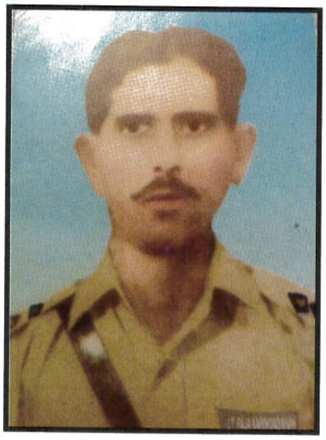


جسٹس راجہ رفیع اللہ سلطانی

جسٹس ہائی کورٹ 2007ء



راجہ اکبر داد خان
پہلے مسلم گریجویٹ تحصیل کوٹلی 1938ء



لیفٹیننٹ کرم داد خان
غازی جنگ آزادی کشمیر 1948ء



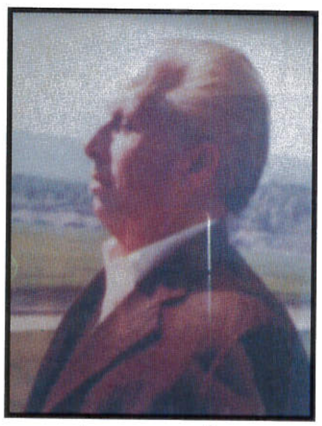
لیفٹیننٹ راجہ زمان علی خان
پہلے سردار بہادر اور OBI ایوارڈ یافتہ 1931ء



ذیلدار راجہ کرمداد خان (سہنسہ)
پہلے منگرال راجپوت ممبر پرجا سبھا 1942ء



راجہ محمد ایوب خان (کمشنر انکم ٹیکس)
پہلے ریاستی کمشنر انکم ٹیکس آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر



راجہ محمد اسلم خان ایڈووکیٹ
آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی میں پہلے منگرال ممبر اسمبلی



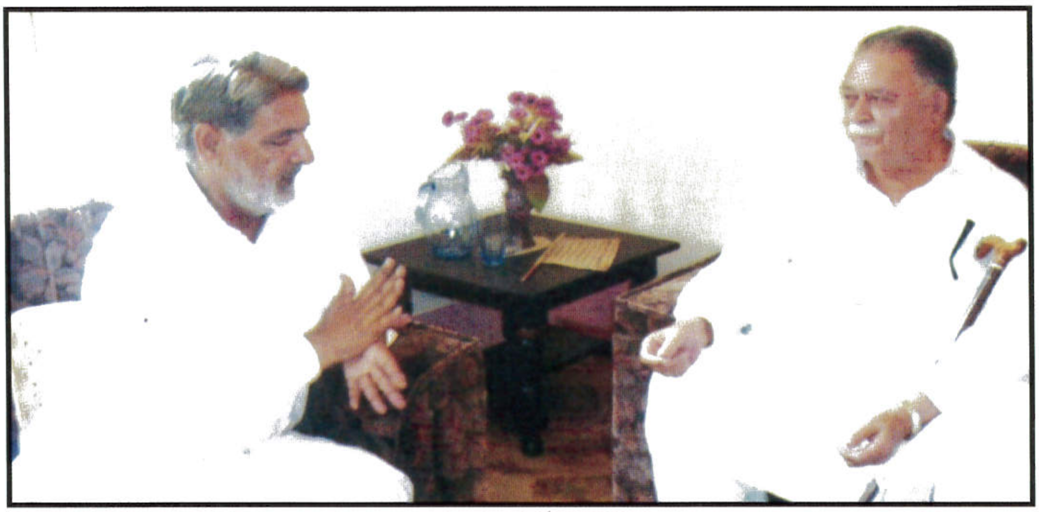
کیپٹن راجہ سردار خان
دوسرے سردار بہادر اور OBI ایوارڈ یافتہ 1945ء



ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راجہ شیراز احمد کیانی، راجہ شہناز ایڈووکیٹ، راجہ عبدالراؤف ایڈووکیٹ ودیگر وکلاء کے ساتھ




لارڈ میئر راجہ قربان حسین، راجہ پنوں خان، سابق وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان کے ساتھ لندن کی ایک تقریب میں



راجہ محمد عظیم خان، سابق وزیراعظم آزاد کشمیر سردار سکندر حیات خان سے محوِ گفتگو



سردار بہادر کیپٹن راجہ سردار خان کا OBI ایوارڈ کے بعد برٹش آرمی کے آفیسران کے ساتھ فوٹو (1945ء)

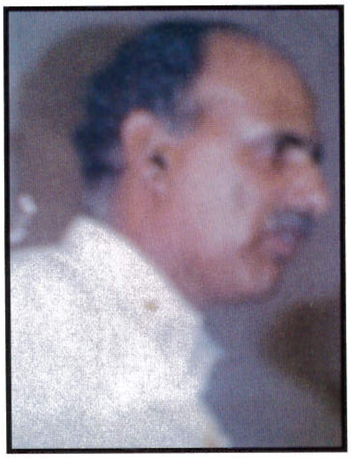


راجہ شہناز احمد ایڈووکیٹ کوٹلی بار کے وکلاء کے ساتھ

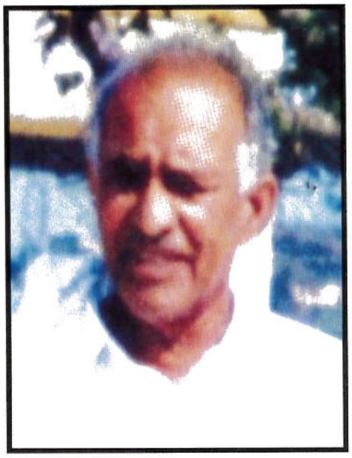


راجہ ریاس پٹواری، پروفیسر راجہ نوید احمد مصنف کے ساتھ

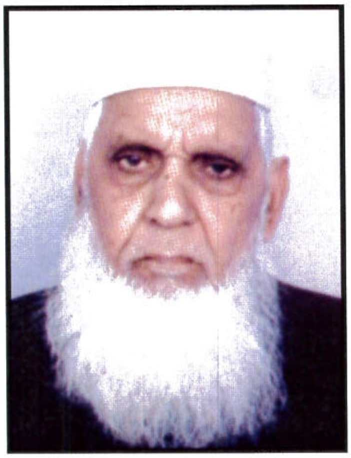

بریگیڈئیر راجہ ضیاء الحسنین

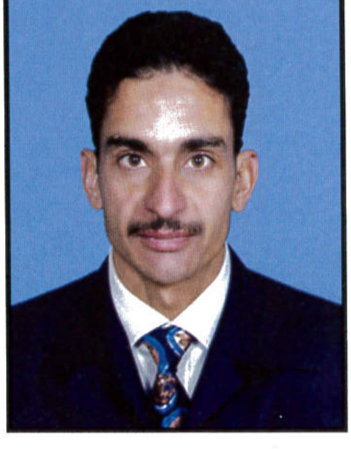

راجہ مطلوب خان ایڈووکیٹ


راجہ محمد الیاس خان


راجہ کرامت خان


راجہ محمد سوار خان


راجہ کالا خان


راجہ شکیل احمد ایڈووکیٹ


حوالدار راجہ محمد آزاد خان


راجہ محمد لال خان



راجہ عبدالمجید خان



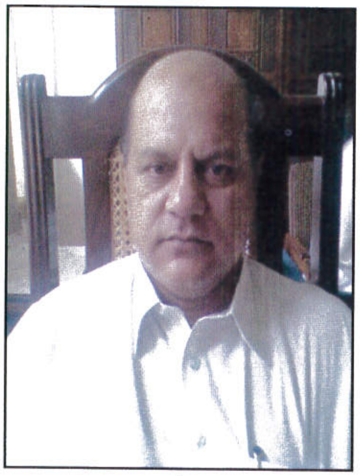
راجہ محمد عظیم خان



چیئرمین راجہ محمود داد خان



راجہ محمد لطیف خان (چیف آفیسر بلدیہ)



راجہ محمد سلیم خان



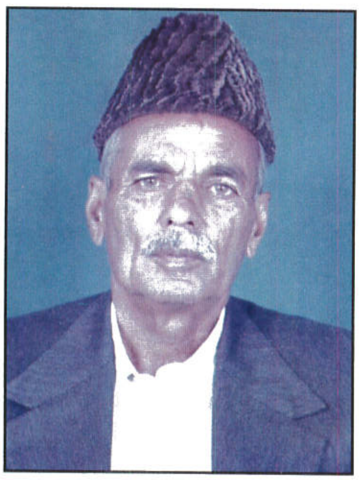

بریگیڈیئر راجہ محمد اکبر خان



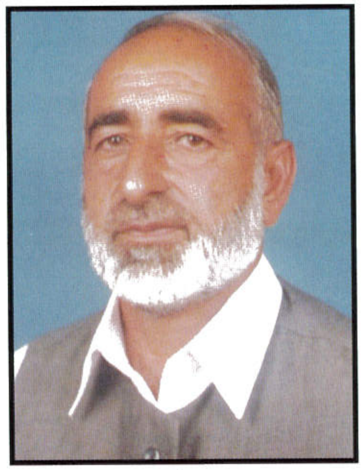
راجہ محمد زبیر خان ایڈووکیٹ



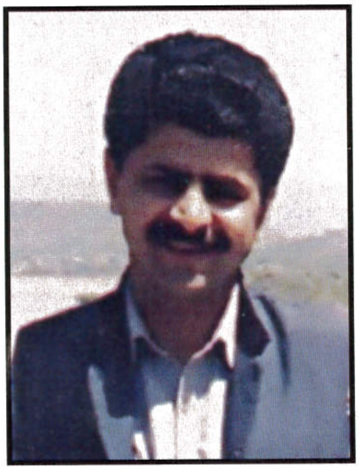

لیفٹیننٹ کرنل راجہ ابرار انور خان



راجہ علی اختر خان



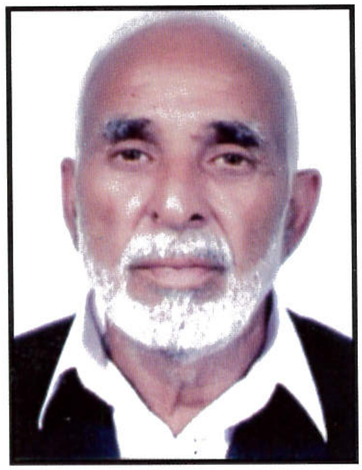
راجہ ضیاء الحمید خان



ڈاکٹر راجہ محمد شبیر



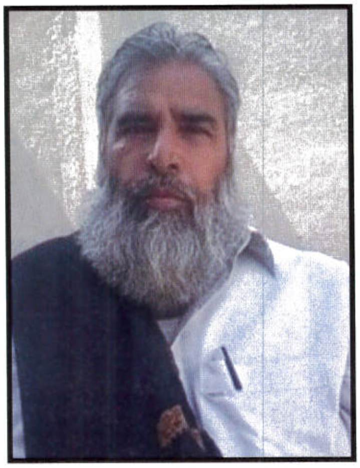
لیفٹیننٹ راجہ کرم داد خان



راجہ محمد نواز خان (اینٹی)



راجہ پرویز خان ایڈووکیٹ



راجہ حق نواز خان کمانڈر



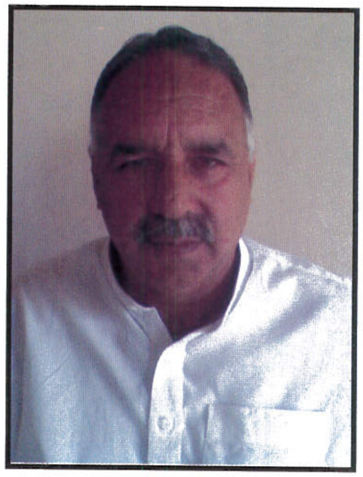
راجہ شاہ نواز خان (اینٹی)



راجہ محمد افتخار خان



راجہ نذیر احمد



راجہ عبدالحمید خان



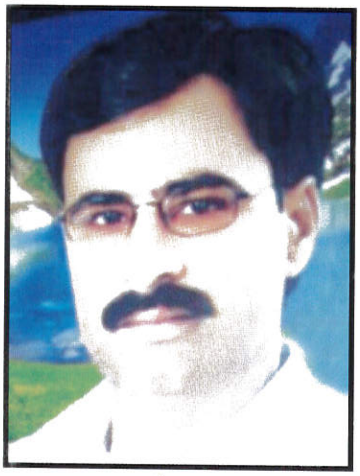
راجہ خالق خان



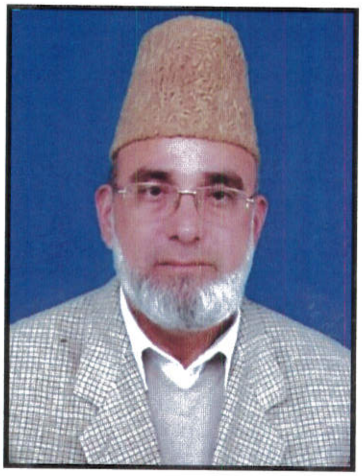
راجہ شاہ نواز خان (انوہی سرہوٹہ)



راجہ فیض اللہ خان



پروفیسر راجہ غضنفر علی



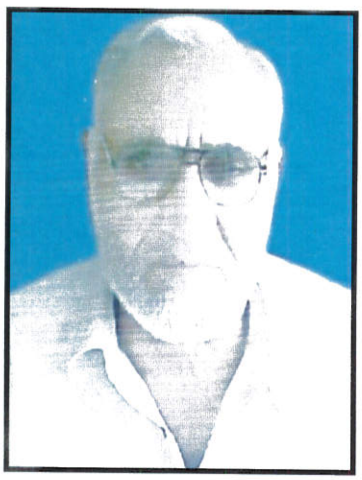
حاجی راجہ یعقوب خان



راجہ محمد وقار خان



راجہ ریاست خان



راجہ محمد نواز خان (انوہی سرہوٹہ)



راجہ محمد نواز خان، راجہ ضیاء الحمید خان، سردار سکندر حیات خان، ڈاکٹر راجہ شبیر خان اور ایڈووکیٹ وفا المجید خان




راجہ نوید احمد خان صاحب کی کتاب رونمائی پر دیا گیا استقبالیہ



راجہ آفتاب نمبردار تھروچی، راجہ محمد شفیق، راجہ اجمل سلطانی، راجہ ریاست خان اور چیئرمین راجہ محمود داد خان سہر منڈی
پروفیسر نوید احمد کی کتاب رونمائی پر لی گئی ایک تصویر




ایم ایل اے راجہ نصیر احمد خان، دوران تقریب رونمائی کتاب منگرال راجپوت

جبکہ مہمان خصوصی راجہ ضیاء الحمید خان، ڈاکٹر شبیر خان اور پروفیسر راجہ نوید احمد خان پیچھے تشریف فرما ہیں



فخر کشمیر و فاتح راجوری راجہ سخی دلیر خان، سردار سکندر حیات خان کے ساتھ




میاں اعجاز نبی منگرال مرحوم (مصنف کتاب ہست و بود)





راجہ حفیظ اللہ خان ٹونی بلیئر سابقہ وزیر اعظم انگلینڈ کے ساتھ




راجہ وسیم اللہ خان فیملی، راجہ اسحاق خان اور راجہ عارف خان یو کے
منگرال راجپوت کانفرنس 2009ء کے موقع پر



راجہ اسحاق خان وراجہ عارف خان کونسلر





منگرال کمیونٹی یو کے 2009ء منگرال راجپوت کانفرنس کے دوران



راجہ محمود قربان حسین، راجہ ضیاء الحق ومنگرال کمیونٹی کی طرف سے راجہ نصیر احمد خان اور راجہ افتخار احمد خان کو دیا گیا استقبالیہ (یو کے)



لارڈ قربان حسین ومنگرال کمیونٹی کی طرف سے دیا گیا راجہ نصیر احمد خان کو استقبالیہ (یو کے)



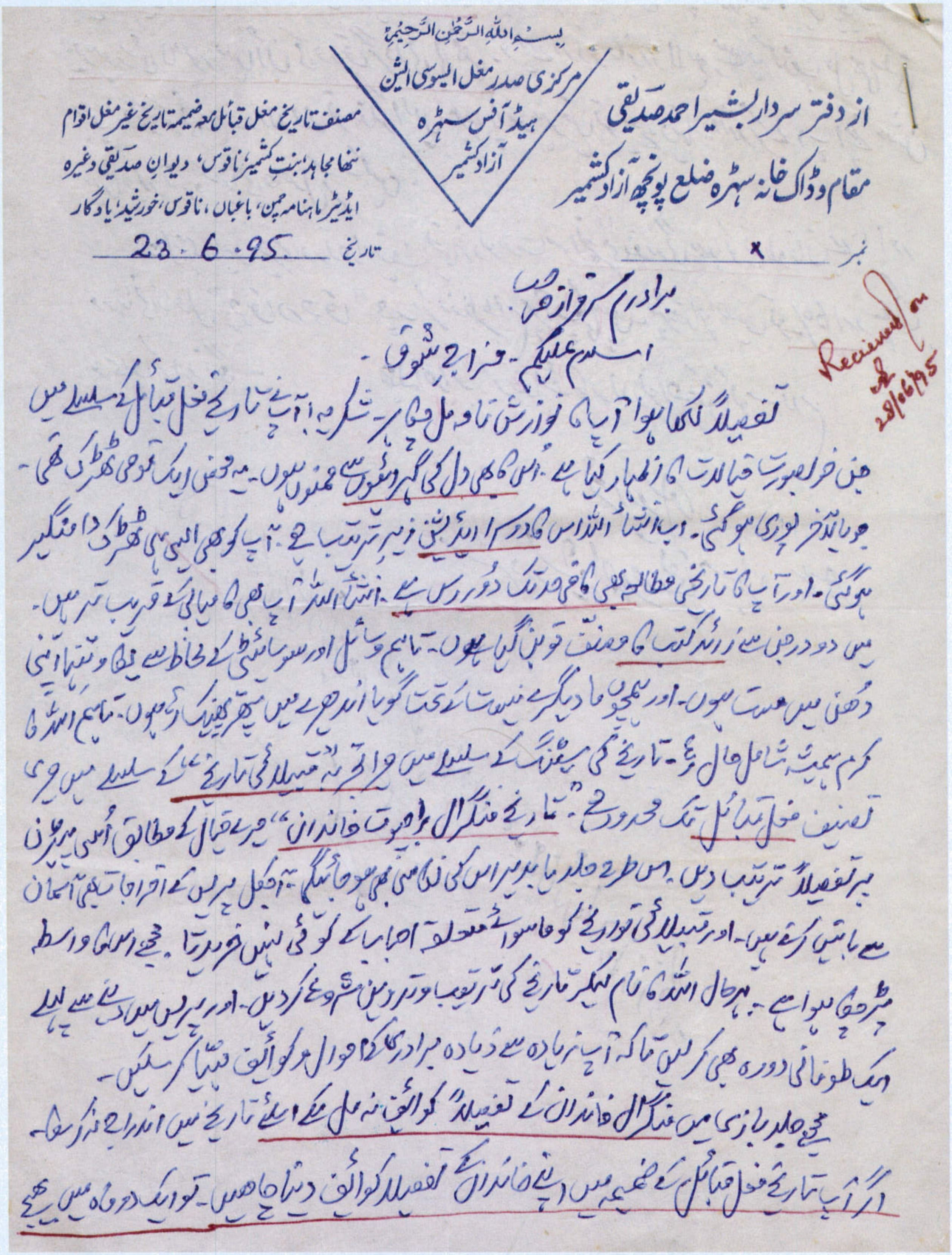
راجہ محمود خان، راجہ حق نواز جانباز، راجہ عبدالقیوم خان کی طرف سے دیا گیا راجہ ریاست وراجہ نصیر احمد کو استقبالیہ (یو کے)



راجہ سرفراز احمد خان منگرال




منگرال راجپوت ویلفیئر ایسوسی ایشن کا مونوگرام



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از دفتر سردار بشیر احمد صدیقی
مقام و ڈاکخانہ سہڑہ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

مرکزی صدر مغل ایسوسی ایشن
ہیڈ آفس سہڑہ
آزاد کشمیر

مصنف تاریخ مغل قبائل معہ ضمیمہ تاریخ غیر مغل اقوام
ننھا مجاہد بنت کشمیر ناقوس، دیوانِ صدیقی وغیرہ
ایڈیٹر ماہنامہ چمن، باغبان، ناقوس، خورشید یادگار

نمبر ۲

تاریخ 23.6.95.

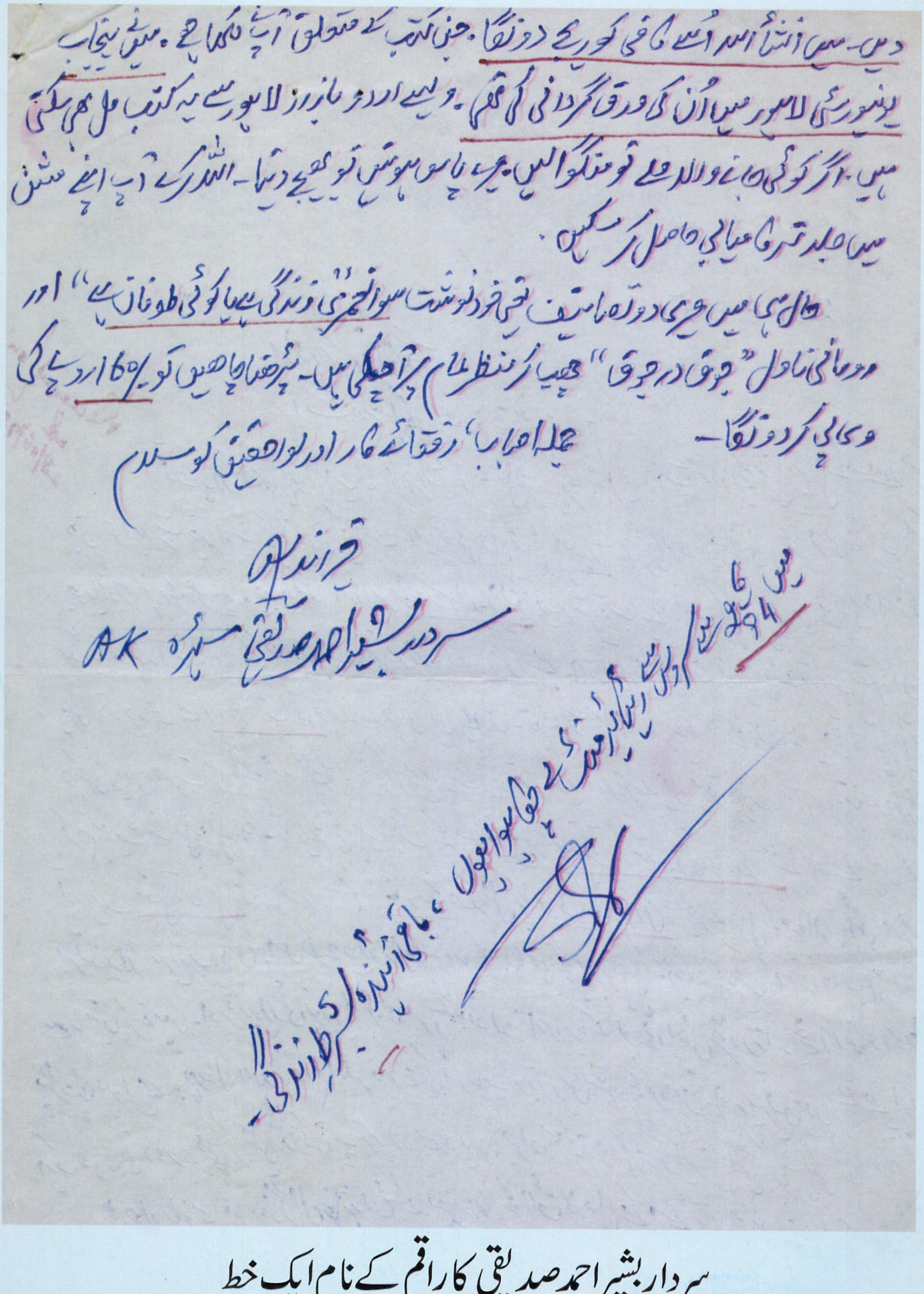
Received on 28/06/95

برادرم سرفراز صاحب

السلام علیکم۔ مزاج شریف۔

تفصیلاً لکھا ہوا آپ کا نوازش نامہ ملا۔ شکریہ۔ آپ نے تاریخ مغل قبائل کے سلسلے میں
جن خوبصورت خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں۔ یہ محض ایک قومی تڑپ تھی۔
جو بالآخر پوری ہو گئی۔ اب ان شاء اللہ اس کا دوسرا ایڈیشن زیر ترتیب ہے۔ آپ کو بھی ایسی ہی تڑپ دامنگیر
ہو گئی۔ اور آپ کا تاریخی مطالعہ بھی کافی حد تک دور رس ہے۔ ان شاء اللہ آپ بھی کامیابی کے قریب تر ہیں۔
میں دو درجن سے زائد کتب کا مصنف تو بن گیا ہوں۔ تاہم وسائل اور سوسائٹی کے لحاظ سے تنہا و تنہا اپنی
دھن میں مست ہوں۔ اور سمجھو کہ دیگر نسبت سے تحت گویا اندھیرے میں پتھر پھینک رہا ہوں۔ تاہم اللہ کا
کرم ہمیشہ شامل حال رہا۔ تاریخ کی ریسرچ کے سلسلے میں جو تجربہ قبیلائی تاریخ کے سلسلے میں وہ
تصنیف مغل قبائل تک محدود رہے۔ "تاریخ منگرال راجپوت خاندان" میرے خیال کے مطابق اصلی مدارج
پر تفصیلاً ترتیب دیں۔ اس طرح جلد یا بدیر اس کی نکاسی بھی ہو جائیگی۔ آجکل پریس کے اخراجات بھی آسمان
سے باتیں کرتے ہیں۔ اور قبیلائی تواریخ کو ماسوائے متعلقہ احباب کے کوئی نہیں خریدتا۔ مجھے اس کا واسطہ
پڑا ہوا ہے۔ بہرحال اللہ کا نام لیکر تاریخ کی ترتیب و تدوین شروع کر دیں۔ اور پریس میں دینے سے پہلے
ایک طوفانی دورہ بھی کر لیں تاکہ آپ زیادہ سے زیادہ برادری کے حوالہ جات کوائف حاصل کر سکیں۔
مجھے جلد بازی میں منگرال خاندان کے تفصیلاً کوائف نہ مل سکے اسلئے تاریخ میں اندراج نہ کر سکا۔
اگر آپ تاریخ مغل قبائل کے ضمیمہ میں اپنے خاندان کے تفصیلاً کوائف دینا چاہیں۔ تو ایک دو ماہ میں بھیج

سردار بشیر احمد صدیقی کا راقم کے نام ایک خط


دیں۔ میں انشاء اللہ اُسے کافی کوریج دونگا جس کتاب کے متعلق آپ نے لکھا ہے میں نے پنجاب
یونیورسٹی لاہور میں اُن کی ورق گردانی کی تھی۔ ویسے اردو بازار لاہور سے یہ کتاب مل بھی سکتی
ہیں۔ اگر کوئی جانے والا ہو تو منگوا لیں میرے پاس ہوتیں تو بھیج دیتا۔ اللہ کرے آپ اپنے مشن
میں جلد تر کامیابی حاصل کر سکیں۔

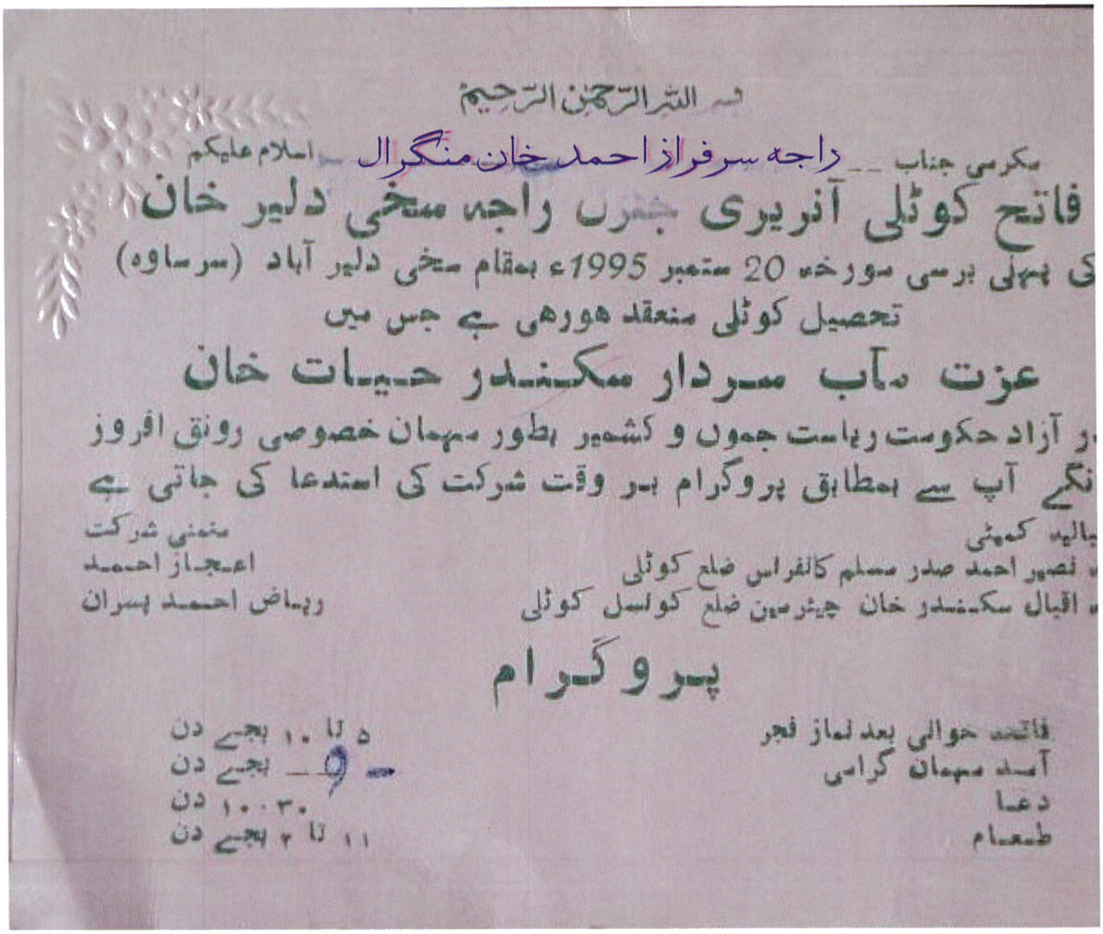
حال ہی میں میری دو تصانیف یعنی خود نوشت سوانح عمری "زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے" اور
رومانی ناول "جوق در جوق" چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ پڑھنا چاہیں تو ۔/160 روپے کی
وی پی کر دونگا۔

جملہ احباب، رفقائے کار اور لواحقین کو سلام

فرزند
سردار بشیر احمد صدیقی مسہرہ AK

مئی 6 / 94

سردار بشیر احمد صدیقی کا راقم کے نام ایک خط



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی جناب ... راجہ سرفراز احمد خان منگرال ... السلام علیکم

فاتح کوٹلی آنریری جنرل راجہ سخی دلیر خان

کی پہلی برسی مورخہ 20 ستمبر 1995ء بمقام سخی دلیر آباد (سرساوہ)

تحصیل کوٹلی منعقد ہو رہی ہے جس میں

عزت مآب سردار سکندر حیات خان

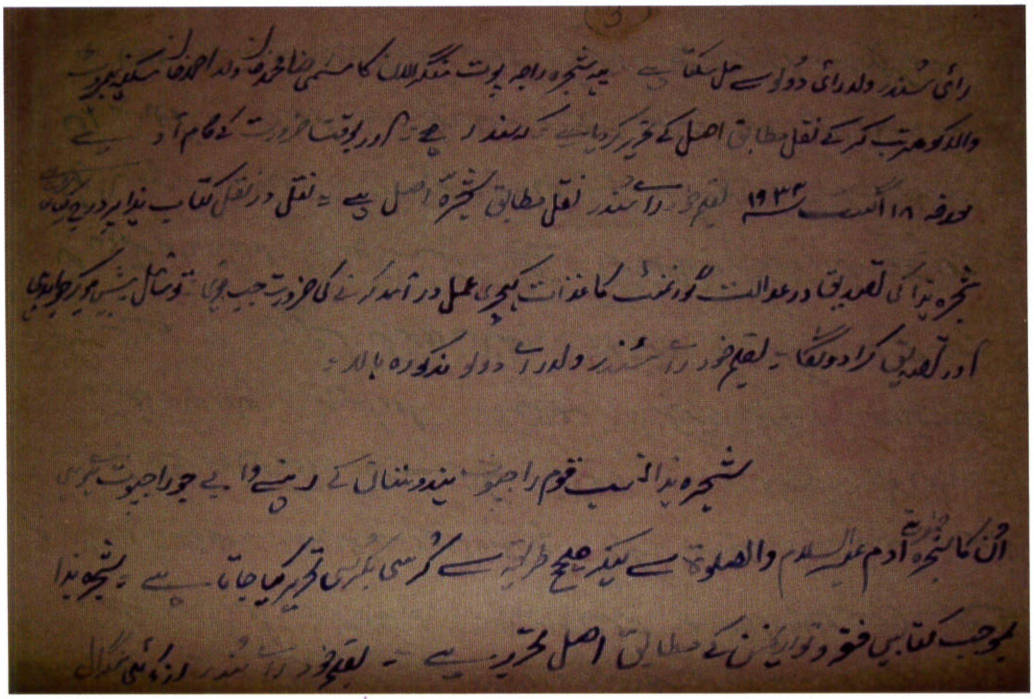
وزیر اعظم آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر بطور مہمان خصوصی رونق افروز

ہونگے آپ سے مطابق پروگرام بر وقت شرکت کی استدعا کی جاتی ہے

| | |
|---|---|
| استقبالیہ کمیٹی | متمنی شرکت |
| ... نصیر احمد صدر مسلم کانفرنس ضلع کوٹلی | اعجاز احمد |
| ... اقبال سکندر خان چیئرمین ضلع کونسل کوٹلی | ریاض احمد پسران |

پروگرام

| | |
|---|---|
| فاتحہ خوانی بعد نماز فجر | ۵ تا ۱۰ بجے دن |
| آمد مہمان گرامی | ۹ بجے دن |
| دعا | ۱۰:۳۰ دن |
| طعام | ۱۱ تا ۲ بجے دن |



رائی سندر ولد رائی دولو سے مل سکتا ہے۔ یہ شجرہ راجہ پوت منگرال کا مسمی رضا محمد ولد احمد خان سکنہ ہمروٹ

والا کو مرتب کر کے نقل مطابق اصل کے تحریر کر دیا ہے کہ سندر ہے اور بوقت ضرورت کے کام آوے

مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۳۲ء لقلم خود رائے سندر نقل مطابق شجرہ اصل ہے۔ نقل در نقل کتاب نیا پر درج ہے

شجرہ ہذا کی تصدیق در عدالت گورنمنٹ کا غذات ہیچ عمل در آمد کرنے کی ضرورت جب ہو تو شامل ہو کر جوابدہی

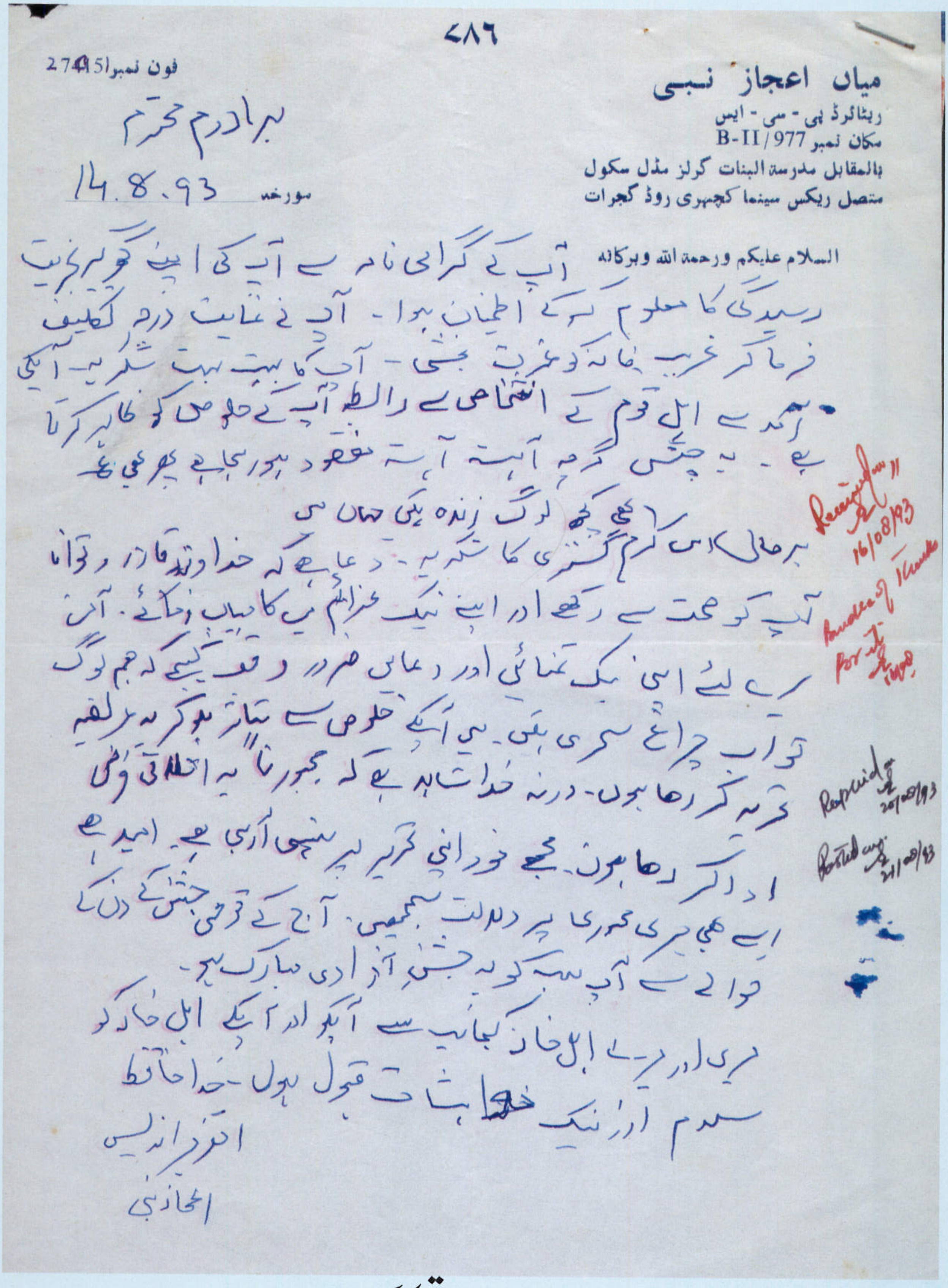
اور تصدیق کرا دونگا۔ لقلم خود رائے سندر ولد رائے دولو مذکورہ بالا۔

شجرہ ہذا نسب قوم راجپوت ہندوستان کے رہنے والے جو راجپوت ہیں

ان کا شجرہ آدم علیہ السلام والصلوٰۃ سے بہ تصحیح طریقہ سے کرسی بکرسی تحریر کیا جاتا ہے۔ شجرہ ہذا

بموجب کتابیں فخر و تواریخ کے مطابق اصل تحریر ہے۔ لقلم خود رائے سندر راجپوت منگرال

رائے دولو ورائے سندر کا لکھا ہوا ایک شجرہ



۴۸۶

فون نمبر 27415

**میاں اعجاز نبی**
ریٹائرڈ پی - سی - ایس
مکان نمبر B-II/977
بالمقابل مدرسۃ البنات گرلز مڈل سکول
متصل ریکس سینما کچہری روڈ گجرات

برادرم محترم

مورخہ 14.8.93

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے گرامی نامہ سے آپ کی اپنے گھر بخیریت رسیدگی کا معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ آپ نے نہایت درجہ تکلیف فرما کر غریب خانہ کو عزت بخشی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپکی آمد سے اہل قوم کے انتہائی سے رابطہ آپ کے خلوص کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ چیز اگرچہ آہستہ آہستہ مفقود ہو رہی ہے پھر بھی

ابھی کچھ لوگ زندہ ہیں جہاں میں

بہرحال اس کرم گستری کا شکریہ۔ دعا ہے کہ خداوند قادر و توانا آپ کو صحت سے رکھے اور اپنے نیک عزائم میں کامیاب فرمائے۔ آپ کے لئے ایسی نیک تمنائیں اور دعائیں ضرور وقف کیجئے کہ ہم لوگ تو اب چراغ سحری ہیں۔ میں آپکے خلوص سے متاثر ہو کر یہ رقعہ تحریر کر رہا ہوں۔ ورنہ خدا شاہد ہے کہ مجبوراً یہ اخلاقی فرض ادا کر رہا ہوں۔ مجھے خود اپنی تحریر پر ہنسی آ رہی ہے۔ امید ہے آپ بھی میری مجبوری کا پر دلالت سمجھیں۔ آج کے قومی جشن کے دن کے حوالے سے آپ سب کو یہ جشن آزادی مبارک ہو۔

میری اور میرے اہل خانہ کی جانب سے آپکو اور آپکے اہل خانہ کو سلام اور نیک خواہشات قبول ہوں۔ خدا حافظ

[illegible]

اعجاز نبی

Received 16/08/93
Replied 20/08/93
Posted 21/08/93

میاں اعجاز نبی مرحوم کا راقم کو لکھا ہوا ایک خط

حاصل کرنا بے سود ہوگا۔ جون آپ۔ ریاست بیکانیر (بھارت) جاکر
یہ تحقیق کرسکتے کہ مہاراجہ گنگا سنگھ نے جس زمین پر سنگرال قوم کا
نزد ان کو آباد ہوا تھا یا نہیں

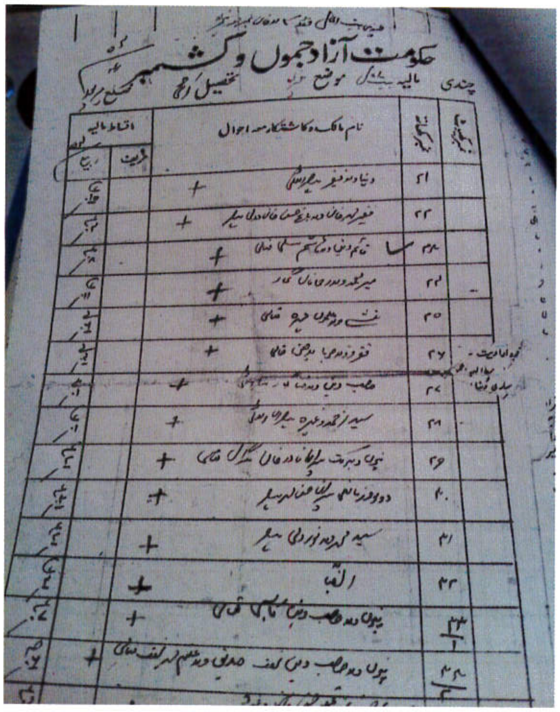
میں آپ کے کیس اور تحقیق کے سلسلے میں دعاگو ہوں کہ اللہ کریم آپ
کو اپنے نیک ارادوں میں کامیابی بخشے اور راجپوت قوم کی اصل
اور خدوخال آشکار ہوسکیں اور نقل اور ارتقاء کے بارے میں مکمل اور
مفصل تحقیق کرسکیں۔

برادرم میں آپکے ذریعہ بسنیا قوم کا احسان ہوں جنکے دروازے اپنے
اور پرائے ہر انسان کیلئے ہر وقت کھلے ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔
آپ جب بھی اپنی فرصت کے مطابق مجھے خوش آمدید کہنے والوں میں پائیں گے۔
آپکے احباب اور سنگرال بھائیوں کو جو عقیدت مند آپ کے ہوں سلام کہیں گے۔ شکریہ کے

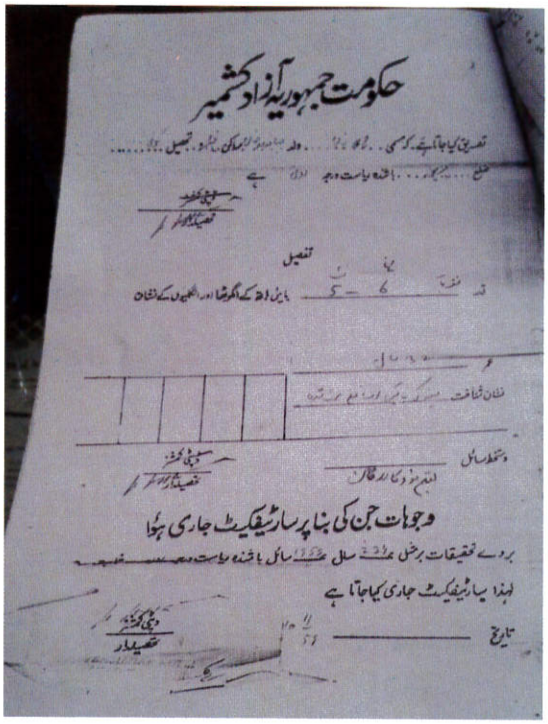
بہ دوستی کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

چشم براہ احقر
اعجاز نبی

میاں اعجاز نبی مرحوم کا راقم کو لکھا ہوا ایک خط


حکومت آزاد جموں و کشمیر

| | | | |
|---|---|---|---|
| اقساط مالیہ | نام مالک و کاشتکار معہ احوال | | |


حکومت جمہوریہ آزاد کشمیر

تفصیل

نشان شناخت

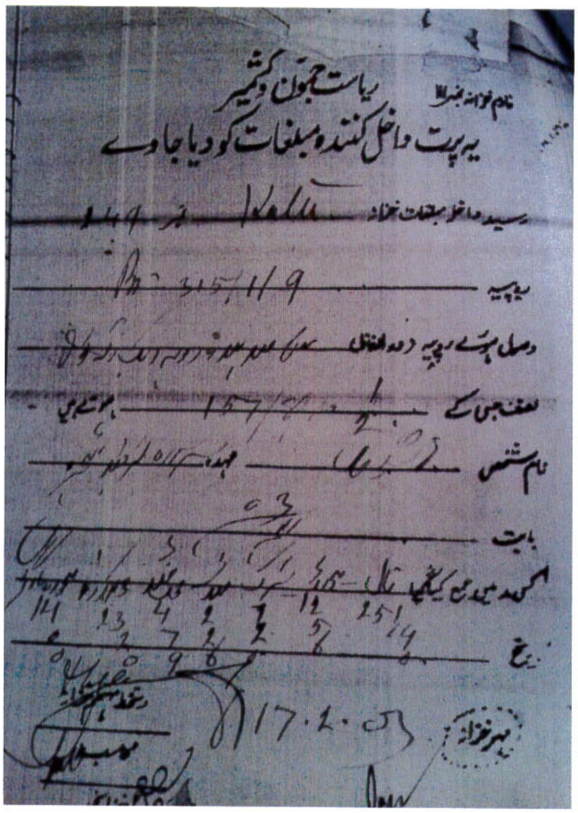
دستخط سائل

وجوہات جن کی بنا پر سارٹیفکیٹ جاری ہوا

بروئے تحقیقات برضی ... سال ... سائل باشندہ ریاست ...

لہذا یہ سارٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے

تاریخ


ریاست جموں و کشمیر

یہ رپٹ داخل کنندہ مبلغات کو دیا جاوے

رسید داخلہ مبلغات خزانہ ... نمبر

روپیہ

وصول ہوئے روپیہ در الفاظ

تفصیل جس کے

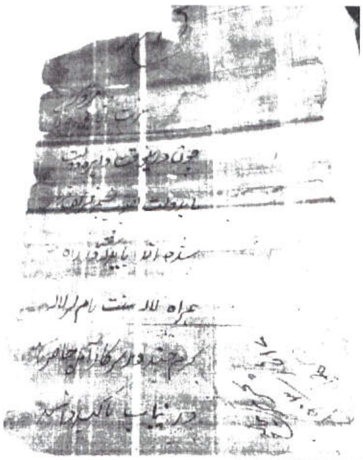
نام شخص

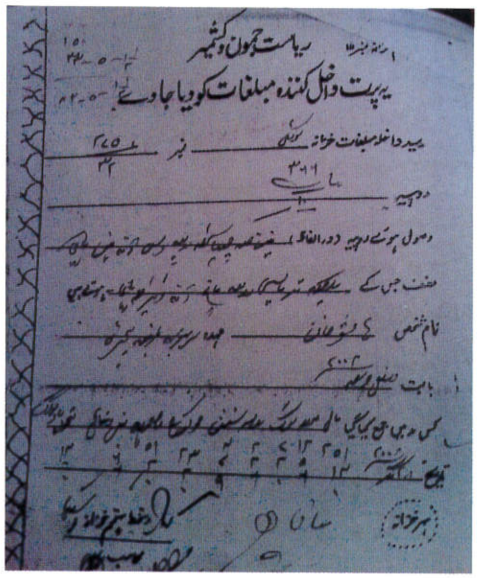
بابت

کس مد میں جمع کیا گیا

تاریخ

مہر خزانہ


ریاست جموں و کشمیر


ریاست جموں و کشمیر

یہ رپٹ داخل کنندہ مبلغات کو دیا جاوے

رسید داخلہ مبلغات خزانہ ... نمبر

روپیہ

وصول ہوئے روپیہ در الفاظ

تفصیل جس کے

نام شخص

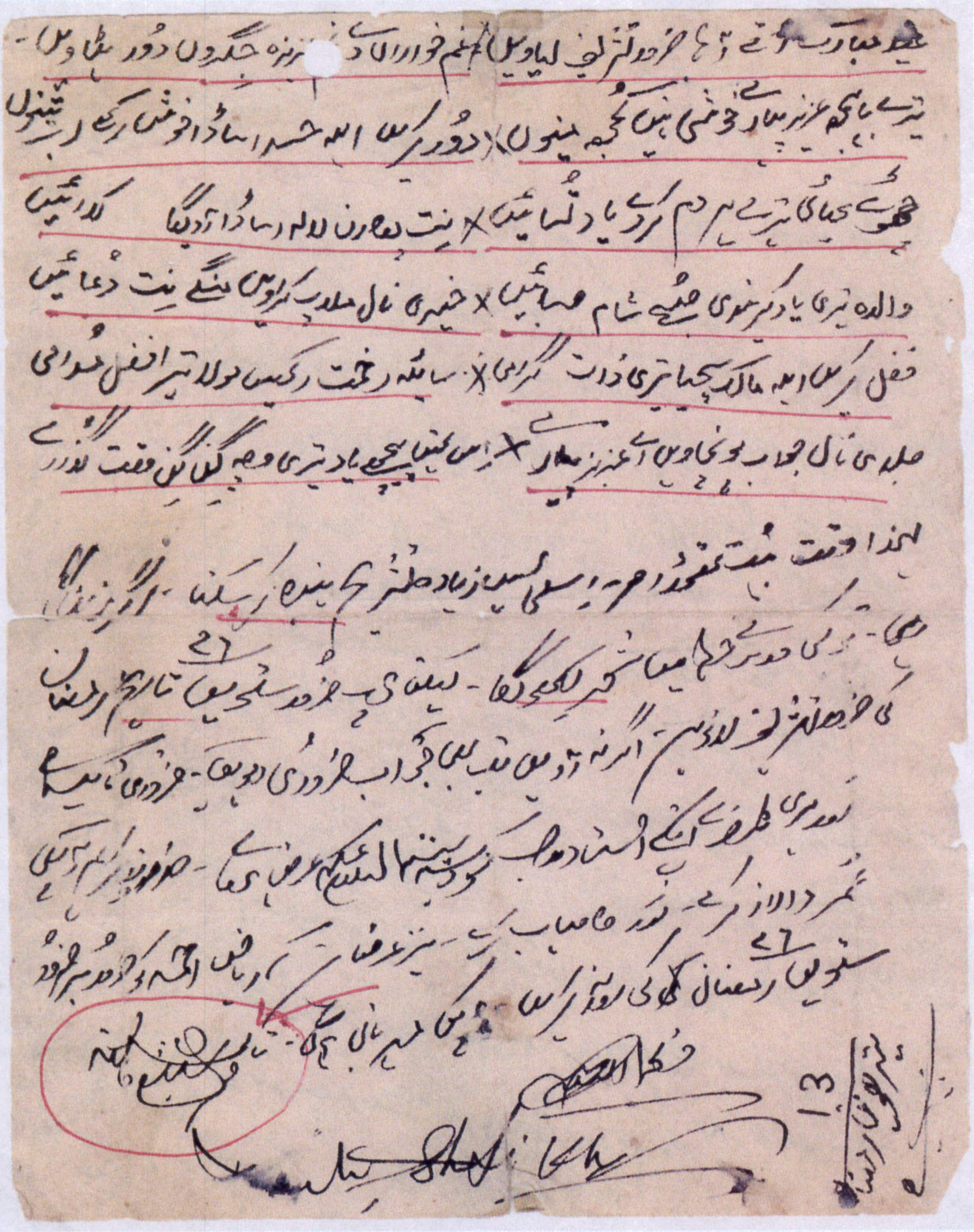
بابت

کس مد میں جمع کیا گیا

تاریخ

مہر خزانہ

راجہ کالا خان نمبردار پنجیڑہ کا نمبرداری ریکارڈ مالیا وغیرہ



راقم کے والد ماسٹر محمد شفیع خان کا تحریر کردہ ایک خط کا عکس جسے انھوں نے اپنے بیٹے راجہ ریاض احمد خان کو لاہور بمورخہ 16 جون 1965ء ارسال کیا۔ ماسٹر محمد شفیع خان پنجابی شاعری پر کافی دسترس رکھتے تھے۔
چند اشعار اس خط میں بھی موجود ہیں۔

# بخدمت جناب راجہ سرفراز احمد صاحب

السلام علیکم!

میری کتاب ''منگرال راجپوت، قبیلہ کی تاریخ شجرہ ہائے نسب واہم شخصیات کا تعارف'' جس کی تقریب رونمائی مورخہ 26 اگست 2012ء کو بمقام ریسٹ ہاؤس سہنسہ میں انعقاد پذیر ہوئی تھی۔ تقریب کے مہمان خصوصی ''راجہ نصیر احمد خان'' اور صدارت ''راجہ ضیاء الحمید خان'' نے کی تھی۔ آپ کے زر تعاون مبلغ -/25,000 روپے موصول ہوئے تھے۔ جس کے لیے ہم آپ کے انتہائی ممنون وشکر گزار ہیں۔

تفصیل اخراجات درج ذیل ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | ساؤنڈ سسٹم مع جنریٹر: | -/5,500 روپے |
| ۲۔ | ہار (مالا) برائے مہمان خصوصی: | -/2,000 روپے |
| ۳۔ | ریسٹ ہاؤس کرایہ: | -/1,000 روپے |
| ۴۔ | صحافیوں کی فیس: | -/3,500 روپے |
| ۵۔ | فلم میکر: | -/7,000 روپے |
| ۶۔ | فوٹو (اخبار کے لیے): | -/1,300 روپے |
| ۷۔ | بینر: 3 عدد: | -/1,500 روپے |
| ۸۔ | دعوتی کارڈ 500 عدد: | -/2,500 روپے |
| ۹۔ | کیٹرنگ: | -/245,000 روپے |
| | | **-/2,69,300 روپے** |

5.4.14

**والسلام**

**پروفیسر راجہ نوید احمد**
مصنف: (منگرال راجپوت، قبیلہ کی تاریخ شجرہ ہائے نسب واہم شخصیات کا تعارف)

**ڈاکٹر راجہ محمد شبیر**
(چیف آرگنائزر و چیئرمین استقبالیہ کمیٹی)

FAKHAR-E-KASHMIR
GHAZI-E-KASHMIR
EX. COMMANDER-IN-CHIEF
TEHREEK-E-AZADI FORCES 47

KHADIM-E-DIN
CHIEF CONVENOR
JAMMU & KASHMIR
HISTORICAL COMMITTEE
GOLD MADEL

# *Raja Sakhi Dalir Khan, Mangral*

راقم کو راجہ سخی دلیر خان صاحب نے یہ لیٹر پیڈ بذات خود عنایت فرمایا تھا

28-7-94

POST OFFICE : SARSAWA, DISTT. KOTLI A.K. TEL : 0574-7

1945
آزاد ہند فوج کے
میجر جنرل ایس ڈی خان خاکسار تحریک میں شامل ہونے کے بعد



فاتح کوٹلی جنرل راجہ سخی دلیر خان منگرال

نوٹ:
تصویر ہذا جناب راجہ سخی دلیر خان نے بذات خود
مجھ کو بمورخہ 28 جولائی 1994ء کو اپنی رہائش
گاہ پر سادہ میں حوالہ کی
28/07/94



نوٹ:
راجہ صاحب کی یہ تصویر بذریعہ ولاست
... بیگ حاصل ہوئی۔
19 اکتوبر 1995ء

Received 7/15/95

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ بسم اللہ کر کے ہتھ قلم نوں لایا -

بسم اللہ بسم اللہ ہویا فضل کمال خدا دا -

سِتّا سماں بیں مسجد اندر گُڈھ کے ترن جگایا -

خط پہچان لیا میں پہلے سینے مثال لگایا -

ایسی خوشی ہوئی اُس ویلے جس ویلے خط پڑھیا -

یا جیوں کسے پیاسے تائیں پانی نظری آیا -

خط مبارک وانگ دسالے ویکھو کر تساں لکھ بھجایا -

سچے موتی ریشم لڑیاں لعل جواہر پرو دیا -

ہر اِک نقطہ شبنم قطرا جگ مگ نظری آیا -

کی لکھاں میں لکھ نہ سکدا جو تساں لکھ بھجایا -

دیگر ویلے وقت کویلے یاد تساں میں آیا -

ہتھاں نوں ٹھکوڑ لگدے دند نہ دیا کوئی -

طفلی اور جوانی ویلے رب دی راہ بھلائی -

صبح سویرے کجھ نہ بنیا دیر نوں کی کرنا -

آخر ویلے اسلام علیکم حکم پٹھاں نوکر دا -

لا الہ اللہ دا ورد لکھائے حسن دین نوکر دا -

بسم اللہ بسم اللہ پڑھ کے پرت جواب لکھایا -

کیسی گھڑی مبارک اندر ہوتا خط تساں دا -

ایہو خط مبارک پڑھ کو جو تساں نوں آیا -

فیر مطالعہ کیا تساں پڑھ کر مطلب پایا -

جیوں نکر روزے دار بہانے عیدی دا چن چڑھیا -

یا جیویں جلوا لیلۃ القدر کالی رات نوں پایا -

جو تفصیل تساں نے لکھی پڑھ کر مطلب پایا -

سونا چاندی لکھی قدر قیمت ہر اک حرف ~~پایا~~ مبارک پایا -

جیویں آسمانی تاریاں اندر قطب ستارا آیا -

اُس مائی نوں لکھ سلاماں جیہنے دودھ پلایا -

عمر دراز بڑھاپے ویلے چہرے رنگ وٹایا -

انکھاں اندا کنو ڈورا عمر بڑھاپے پائی -

دھن مسجد اندر پڑھے نمازاں لیسی سجدہ وچ ہوئی -

جے سٹے وریاں جیوں کوئی اور کِس ایلدن خرما -

نکے وڈے سجناں تائیں گھر دا ڈبر سادا -

قوماں ذاتاں بخشش منہ ہی پڑھ کے ویکھو سیبادا -

نوٹ! مندرجہ بالا اشعار پنجابی جناب حسن الدین مرحوم نے ایک خط کے جواب میں مراحہ سرفراز احمد خان منگرال کو تحریر کیے۔ حاجی حسن الدین مرحوم صلاح مسلم کانفرنس کی حلقہ دھنواں تھے۔ اور ان کے آباؤ اجداد منگرالوں کی فوج کے لیے اسلحہ وغیرہ تیار کرتے تھے۔

از تاریخ منگرالاں - راجہ سرفراز امریکہ۔

منگرال

TEL : 843656 رہائش

آفس 426085

Ref. No.

Dated 26-4-95

جائیداد کی خرید و فروخت و کرایہ پر لین دین

منگرال کارپوریشن

# MANGRAL CORPORATION

PROPERTY DEALERS AND COMMISSION AGENTS

Prop. Raja Ajab Khan

محترم جناب سرفراز احمد خان صاحب السلام علیکم۔

بعد سلام آپ کا تحریر کردہ خط موصول ہوا۔ میں کاروبار کے سلسلہ میں کراچی گیا ہوا تھا کافی عرصہ بعد آفس آیا تو جناب کا خط وصول ہوا جسے پڑھ کر دلی خوشی ہوئی کہ آپ نے منگرال قبیلہ پر کتاب لکھنے کی جسارت فرمائی۔ میرا دلی خواہش ہے کہ آپ یہاں تشریف لائیں تو آپ کو مکمل تفصیل سے آگاہ کر سکوں انشاء اللہ آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ آپ سے ایک ملاقات ہوئی تھی جس سے نہ تو میں آپ سے واقفیت حاصل کر سکا اور نہ ہی آپ مجھ سے کوئی معلومات حاصل کر سکے اب آپ سے عرض ہے کہ آپ یہاں پر تشریف لائیں آپ کو مکمل معلومات دوں گا انشاء اللہ آپ کی صحیح راہنمائی بھی کروں گا۔

بقیہ اپنے تمام اہل خانہ اور دیگر عزیز و اقارب کو سلام عرض کریں

فقط والسلام

راجہ عجب خان منگرال

Convener & General Secretary
**RAJA AJAB KHAN**
Mangral Rajput Welfare Association
Registered Pakistan & A.K.

Received on 03/05/95

Replied on 03/05/95

Posted on 04/05/95

CHARAH ROAD, NEAR HAJI CHOWK, RAWALPINDI - PAKISTAN

منگرال

PHONE 426085

جائیداد کی خرید و فروخت و کرایہ پر لین دین

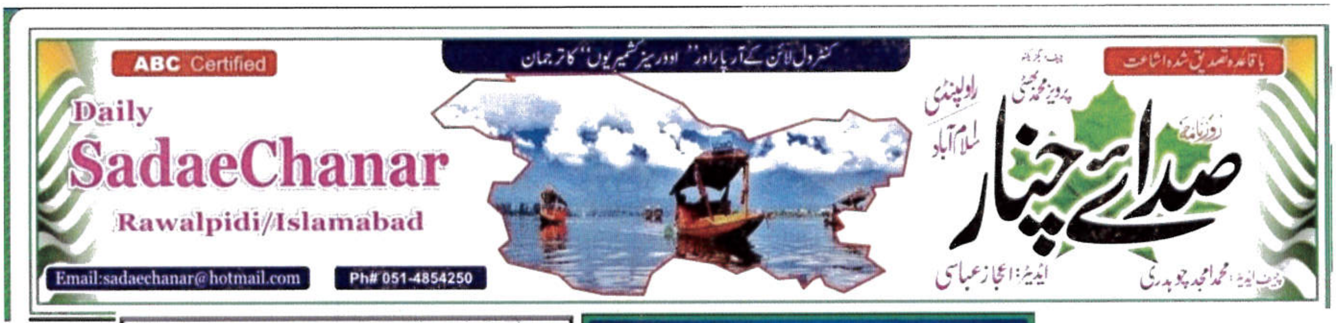
# MANGRAL CORPORATION

منگرال کارپوریشن

مرکنٹائل کمیشن ایجنٹس

راجہ عجب خان

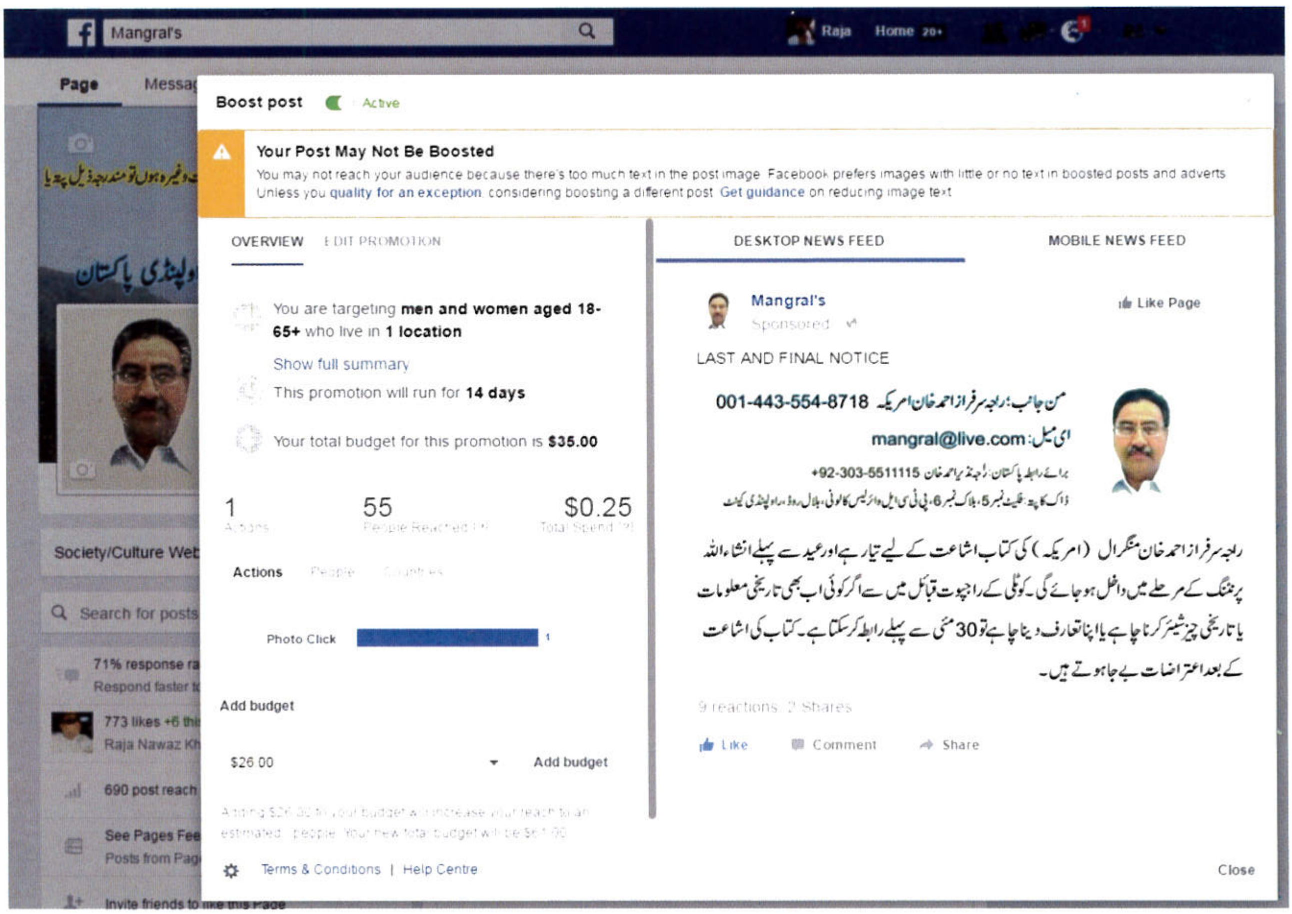
چارہ روڈ نزد حاجی چوک سلم ٹاؤن راولپنڈی










کتاب کی اشاعت کی بابت دیا گیا کچھ مواد



منصف راجہ نواز خان عرف ناز خان کے ساتھ پنجیڑہ میں

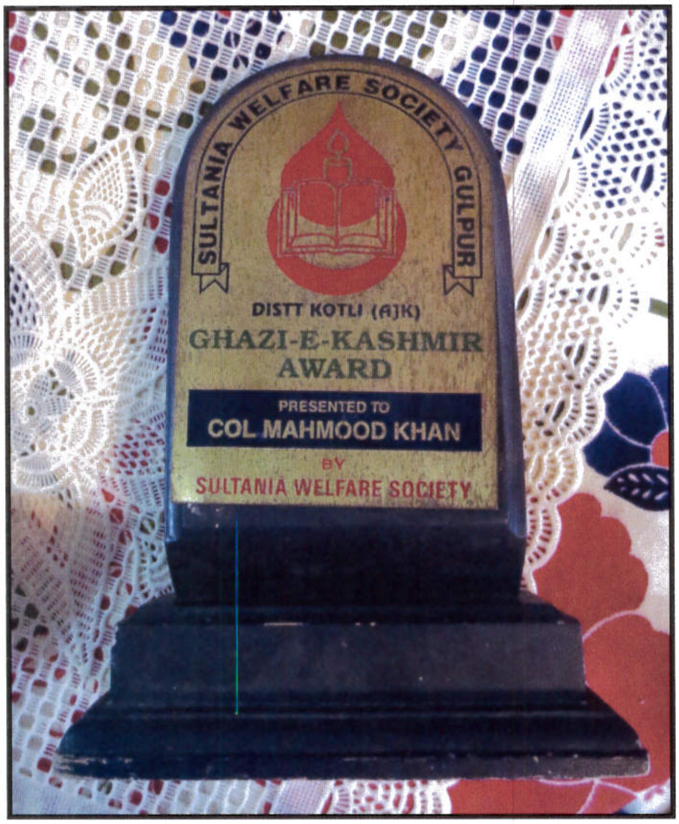


راجہ محمد اسرار الحق خان        راجہ فضل داد خان        حاجی راجہ محمد مقبول خان


لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان
فادر آف 10 اے کے بٹالین
غازی تحریک آزادی کشمیر، فخر کشمیر و فاتح کوٹلی



لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان
برٹش آرمی بطور لیفٹیننٹ



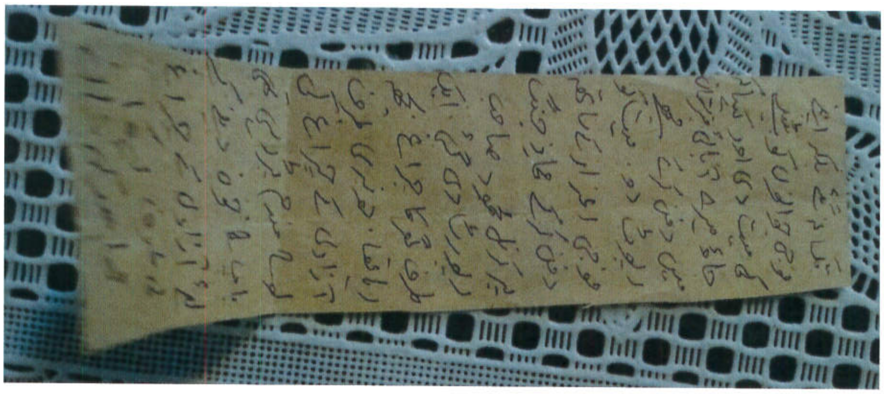

لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان
ایوارڈ غازی کشمیر

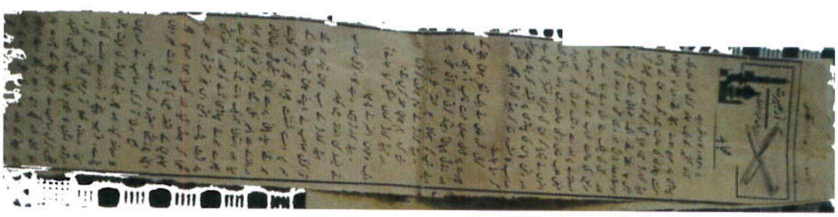


لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان
برٹش آرمی بطور لیفٹیننٹ



لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمود خان کے
استعمال کی چیزیں، بندوق وایوارڈز





فاتح کوٹلی کرنل راجہ محمود خان کے بارے میں ایک اہم اخباری تراشہ



# FOUNDER OF ZINDADILS

Lt Col Mahmud Khan FK, OBI the Father of Zinda dil Palton was born in Trochi (kotli). Lt Col then Hon Capt Mahmud Khan organized ex serviceman/locals of the area and led this group of freedom fighters, known as Mahmud Force in the War of liberaion, which was later on reorganized/named as 10th Kotli Battalion under his command during the war earning the unique distinction of going in to battle first and raised afterward. He led the unit in war of independence and defeated Indians at Jhangar, Dharmsal, Khatora Dhak, Kaladev, Trochi Fort and captured very sensitive post which had far reaching effects in the war. The Palton also repulsed innumerable en attacks inflicting heavy losses in terms of men and material including killing of Commander 50 Para Brigade under his towering command. The Palton under his triumphant command won laurels for motherland and achieved 49 operational awards in War of liberation 1947-48. The unit received battle honour of Kashmir 1948 (Battle of Bhimber 1948 and Battle of Dharmsal 1948). During this war on ni 8/9 May 48 unit was also given the sobriquet "GHAZNAVI". Then the unit was re designated as 10th Azad Kashmir Battalion in June 1948. His phenomenal leadership, impregnable gallant and devotion to cause rendered him the most vanquishing commander of War of Liberation 1947-48 and made him legend unforgettable.

Lt Col Mahmud Khan has incised his name as a marvel in the annals of history of war of liberation. Zindadil is gratified to reminisce him as founder of the unit.


A window into the past
10 AZAD KASHMIR REGIMENT (ZINDA DIL)

Lieutenant General Ashfaq Nadeem Ahmad shakes hand with Major Muhammad Hanif, Second in Command during visit to unit



**Right to Left** - Major Genral Sarfraz Sattar (DGMI), Lieutenant General Ashfaq Nadeem Ahmed, CGS (Col Comdt AK Regt), Lieutenant Colonel Mazhar Farid (CO), Major General Umar Farooq Durrani CGS (A), Brigadier Muhammd Gohar Kamran & Major Waqas Bin Nazir Khattak

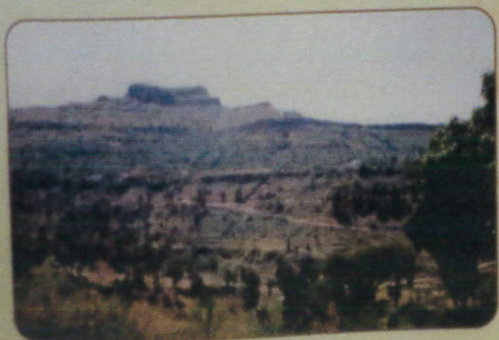
Lieuten
present
Ahmed

**Gro**
(CG
with
Reg

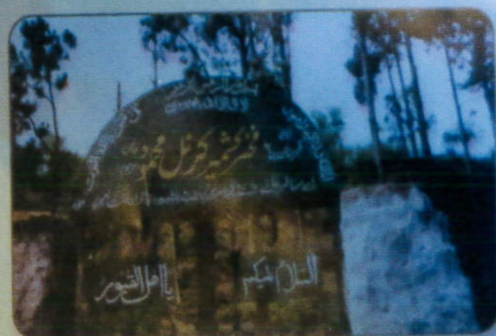
# FOUNDER OF ZINDA DIL



Lieutenant Colonel Mahmud Khan FK,OBI the father of **"Zinda Dil"** was born in Tharochi (Kotli). In 1947, Lieutenant Colonel Mahmud Khan (then Honarary Captain) organized ex servicemen/locals of the area and led his group of freedom fighters, known as Mahmud Force in the War of Liberation, which was later reorganized as 10th Kolti Battalion. Under his command, during the War, **unit earned the unique distinction of going into battle first and raised afterwards**. He led the unit in war of Independence and charged Indians at Jhangar, Dharmsal, Khatora Dhak, Kaladev and other sensitive posts like **Tharochi Fort** which had far reaching effects in the war. The Paltan also repulsed innumerable enemy attacks and inflicted heavy losses in terms of men and material including killing of Commander 50 Para Brigade. The Paltan under his Command won laurels for motherland and achieved **49 x Operational Awards and Battle Honour of Kashmir**, which is indeed an honour for unit and commanding officer of particular age. During the war on night 8/9 May 1948, unit was also given the sobriquet **"GHAZNAVI"**. Lieutenant Colonel Mahmud Khan has incised his name as a hero in history of Liberation War. Zinda Dils are gratified to recall him as Founder of the unit.





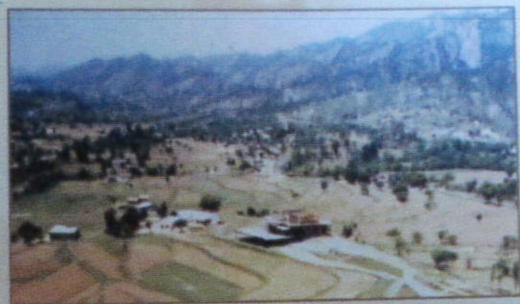



10 AK REGIMENT
14
COMMANDING OFFICERS GALLERY
LT COL MAHMUD KHAN
29 NOV 1947 TO 9 JUL 1949
LT COL MUHAMMAD AZAM KHAN
10 JUL 1949 TO 02 SEP 1952
LT COL ATTA ULLAH
3 SEP 1952 TO 11 DEC 1953
LT COL SAID SHAH
17 DEC 1953 TO 16 MAY 1955
LT COL SHER ALI
17 DEC 1955 TO 9 JAN 1958
LT COL IQBAL MOHI UD DIN SHAH
10 JAN 1958 TO 11 DEC 1960
LT COL ZIA UL LATIF KHAN
26 JUL 1962 TO 18 DEC 1963
LT COL ARSHAD SHAMIM WAYNE
19 DEC 1963 TO 10 MAR 1965
LT COL AHRAM KHAN AFANDI
11 MAR 1965 TO 11 APR 1966
LT COL MUHAMMAD DILAWAR
7 JUL 1966 TO 14 MAR 1968
LT COL MUHAMMAD AKBER
15 MAR 1968 TO 19 DEC 1968
LT COL HAQ NAWAZ KAYANI
20 DEC 1968 TO 9 FEB 1970
LT COL ZAFAR AHMED
24 DEC 1975 TO 16 SEP 1976
LT COL M. SALEEM ARSHAD
17 SEP 1976 TO 7 MAR 1978
LT COL MUHAMMAD SAFI
30 JUL 1978 TO 12 MAR 1980
LT COL SAJID MAHMUD JANJUA
13 MAR 1980 TO 5 MAY 1983



17
LEGIONNAIRES OF ZINDA DIL
10 AK REGIMENT
LT COL MAHMUD KHAN
LT COL MUHAMMAD AZAM KHAN
LT COL SHER ALI
LT COL MUHAMMAD HAMID UD DIN
LT COL ZIA UL LATIF KHAN
LT COL ARSHAD SHAMIM WAYNE
LT COL ARHAM KHAN AFFANDI
LT COL MUHAMMAD DILAWAR KHAN
LT COL MUHAMMAD AKBAR
LT COL HAQ NAWAZ KAYANI
LT COL MUHAMMAD SHER KHAN
LT COL MUHAMMAD SADDIQUE
LT COL ZAFAR AHMED
PA-6600 MAJ GEN M. SALEEM ARSHAD
BRIG Zulfiqar Ali Shah
LT GEN LEHRASIB KHAN
PA-7559 MAJOR MUHAMMAD SAFI
PA-8015 2/LT SAJID MEHMOOD JANJUA
LT COL MANZOOR AHMED
LT GEN WASEEM AHMED ASHRAF
Maj Rehmat Ali
Maj Sarwar Khan
Maj Muhammad Abdul Haq
Maj Muhammad Aziz Khan
Maj Muhammad Fazail Khan
Capt Muhammad Aslam
Capt Abdul Rashid
Capt Sikander
Capt Muhammad Kazim, SJ
Capt A H Afridi
Capt Abdul Majid
Capt Salah
Capt Muhammad Zafar
PA-9900 LT COL ATTA UR REHMAN
PA-10014 CAPT SARDAR MUNIR
PA-11108 LT COL MUHAMMAD NASEER SIAL
PA-11189 MAJ BASHIR AHMED
PA-11616 MAJ JAMGHAED CHOWNA
PA-13154 LT COL KHALID MEHMOOD
LT COL SYED GHAZANFAR ALI SHAH
PA-15195 MAJ MUHAMMAD ISHAQ JOHAR
PA-15296 2/LT MUSHTAQ GHAFFAR
PA-15749 MAJ MUHAMMAD ISMAIL
PSS-15828 MAJ MUHAMMAD NASIR UD DIN
PA-15857 MAJ MUHAMMAD IDREES

# Part-I
# 1947-1960








# 1947-1960
# Raising

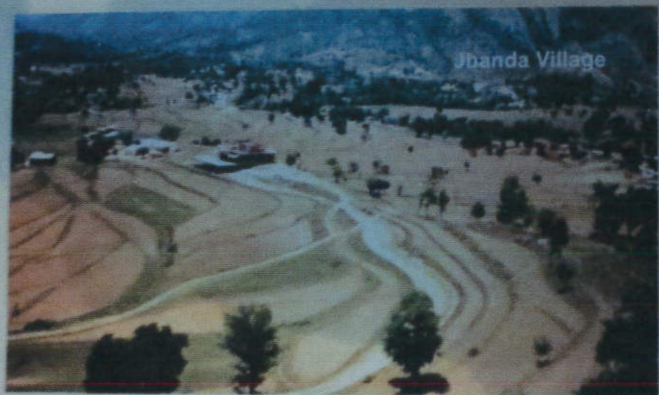
**RAISING**

a. 10 Azad Kashmir Regiment has two unique aspects of its raising and early history:-

(1) **Battalion is purely Pakistani origin as it was raised with the emergence of Pakistan.**

(2) **It is indeed a rare example in the history of armies, that unit went to war first and raised afterwards. Normally a unit is raised, trained and then sent to the battle field but it is vice versa in case of 10 Azad Kashmir Regiment.**

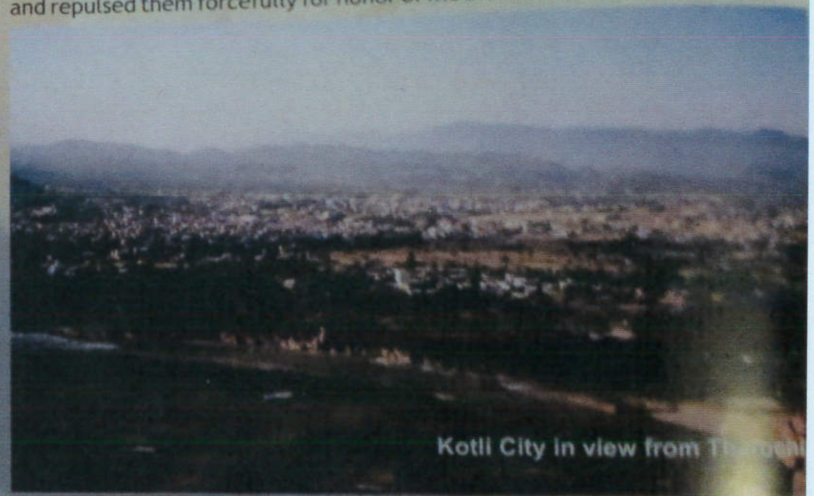
b. Mahmud Force was organized as 10[th] Kotli Battalion at Jhanda near Tharochi (Kotli) on November 29, 1947. Some other groups of freedom fighters were also merged with the Battalion. **Honorary**



Jhanda Village

**Captain (Later Lieutenant Colonel) Mahmud Khan** took over as the First Commanding Officer. At the time of its raising, it had 21 Junior commissioned officers and 604 other ranks. They were armed mostly with Darra-made rifles and captured weapons. The Mahmud force remained engage with enemy in four sectors. During these engagements, 120 x soldiers embraced Shahadat, where as, 271 were wounded.

10 Azad Kashmir Regiment was raised to give eternity to the names of its martyrs who sacrificed their blood to maintain the separate entity of muslims of sub continent named **"Pakistan"**. It was indeed a sheer dedication and struggle for cause by soldiers of newly raised **"Paltan"** that soon after its raising they fought with their adversaries with meagre or with out resources and repulsed them forcefully for honor of mother land.



Kotli City in view from

# 1947-1960 War Performance

mir Compaign - (1947-1949)

First Battle of Jhangar. The battalion, as part of the combined attacking force, attacked Saria ridge in the North of Matlasi pass (3,574 Feet) through Kotera-Narakot valley at 0330 hours on the




night 23/24 December,1947. The objective was well fortified. The advance of 10th Kotli (10 Azad Kashmir) Battalion was held up by accurate enemy machine-gun fire. A young Mujahid, **Qazi Muhammad Jan (Later Major)** and his two companions crawled forward & silenced the obstructing machine-gun post. The Battalion resumed advance towards Jhangar with fire support from the captured machine-gun, manned by Subedar Sultan Muhammad.



Zinda Dil troops during First Battle of Jhangar -1947

Two companies captured the airstrip at high ground and other two companies reinforced the Diris and the Sudhan's forces during the battle. All the groups captured area upto 5 miles beyond Jhangar. Battalion captured lot of arms, ammunition, vehicles and petrol. It enabled the Battalion to replace Darra-made rifles with the captured



*The steep and rocky hills at Jhangar which Zinda Dil troops captured from Indians in 1947 during first Battle of Jhangar*



*Zinda Dil troops captured the enemy truck during Operation Jhangar -1947*

weapons and to bring more manpower under arms. In recognition of this, **Captain Mahmud was awarded Fakhr - e - Kashmir** and **promoted to the rank of Major.**

b. Operation Around Naushehra. Battalion moved to Naushehra and took up defensive positions at Mohra with its Headquarters at Chowki Handan.



# 1947-1960 War Performance



Zinda Dil Fighting Patrol during minor operation - Kashmir War 1947-48

Fighting patrols were sent out to harass the Indians border out posts west of Naushehra. The Indians reinforced their strength with 50 Para Brigade & 19 Brigade and restored their line of communication between Beri Pattan and Naushehra. Meanwhile Azad Kashmir Government after realizing the sensitivity



Zinda Dil troops alongwith Kashmiri Mujahedeen after operation around Naushera

of situation, integrated all Azad Kashmir troops and Tribal Lashkars into one force and appointed Major Sarfraz Khan as Comd of Naushehra Sector. He assumed the code name of Salah Ud Din for himself with the rank of Brigadier and established his Sector Head Quarter at Kalsian about 10 miles west of

Naushehra. He appointed Captain Nawaz as his Brigade Major, Captain Azam as DAA&QMG and some other Azad officers on different staff appointments. 10 Azad Kashmir Regiment under Captain Mahmud Khan and 14 Azad Kashmir Regiment under Captain Rehmat Ullah Khan were placed in front of Kalsian to provide firm base. 3 Sudhan Brigade of about 1400 men under Major Sher Ahmed Khan was deployed in area Kot Patrari and Dandesar to watch and interrupt the enemy line of communication. As the Indians were consolidating their defensive positions, raids became less profitable. The tribal forces and irregular Mujahedeen thinned out because of starvation and weather hazards. The front side of defense nearly collapsed. The Indians, however, remained active and over-cautious because every night few rounds were fired into Naushehra by the remnants of Mujahideen posts to indicate that the area was still surrounded. On 22 January 1948, 10 Azad Kashmir Regiment under Captain Mahmud Khan provided a firm base to the lashkar of Subedar Haji Abudllah Khan, which attacked Kangrota and inflicted heavy losses to Indian reinforcement. By midday, the fall of Naushehra was imminent.

c. <u>Battle of Handan Chowki and Dhindheka</u>. On the night 25/26 February 1948, the Indians launched an attack on Handan Chowki and Dhindheka. They managed to close in at Tahliwali ridge, held by Bravo company under 2/Lieutenant Muzaffar Khan. The company was able to hold back two Indian attacks which caused heavy casualties on both sides. By dawn, the defenders were low in ammunition when another Indian attack was building up. Situation seemed to be serious when the Commanding Officer managed to send some ammunition and reinforcement. A determined counter-attack forced the Indians to withdraw over a field littered with their dead bodies and abandoned arms. **It seemed that the Indians had about 500 casualties including 200 killed. 2/Lieutenant Muzzaffar Khan and 8 Junior Commissioned Officers along with other ranks were decorated for bravery.**

# 1947-1960 War Performance



Zinda Dil troops alongwith Mujahideen providing Logistic Support to Tahliwali Ridge

d. **Gaikot and Saria -Kotli Road Action**. At 0600 hrs on 15 March 1948, two companies of the Indian Army attacked Gaikot held by a platoon under



Zinda Dil troops alongwith Mujhadeens while reinforcing Gaikot Ridge

command Jem Fazal Dad Khan. After fierce fighting, the attack was repulsed but the platoon suffered considerable casualties. Captain Mahmud re-inforced it with another platoon. The Indians tried to resume their advance but held up due to arrival of timely reinforcement. In this action, an Indian air craft was shot down by own force. The Indians suffered 80 casualties including 23 killed. 10 Azad Kashmir Regiment put up a spirited fight but was forced to withdraw




owing to shortage of men and ammunition in the afternoon of 18 March 1948, when the Indians recaptured Jhangar. The next day on the arrival of reinforcements and stabilization of front, the battalion was pulled out for 10 days for rest and re-organization. On 30 March 1948, the battalion took over the Kala Dev-Panjan front. Soon after this, at 0600 hours next day, Indian column supported by Artillery launched attack on Saria-Kotli road to capture the Khuiretta valley. Battalion surprised the Indians by repulsing them with massive fire power. Ultimately, they were forced to withdraw to their original positions.

e. **Attack on Keri and Kaladev**. On 21 May 1948, an Indian battalion supported by 4 tanks and two armed cars, captured a post in Keri area. Own battalion launched a determined Counter attack within half and hour and recaptured the lost post. On the following day, the Indians attacked Kaladev, held by Diris, who put up spirited resistance but were forced to withdraw. Diris were re-inforced by a company ex 10 Azad Kashmir Regiment which caught the Indians in open. After fierce fighting, the Indians were forced to retrieve with heavy losses.

# 1947-1960 War Performance

f. Battle of Keri. On night 22/23 August1948, while Major Mahmud Khan, the Commanding Officer, besides his dangerously ill son, Azmat Ullah, was given the urgent information that the Indians had captured Keri ridge. The commanding Officer immediately gathered all available manpower and led a determined counter-attack in rain and pitch darkness over difficult slopes and completely surprised the enemy. A fierce fighting ensued which forced the Indians to withdraw in disorder. By 0330 hours, Keri ridge had been recaptured and the defence was reorganized. Next morning, **Major Mahmud was informed that his son had passed away. He did not attend the funeral but preferred to stay at front to meet any counter-attack. "Duty to the country comes first" he is reported to have told his officers.** This was display of exemplary reaction by Commanding officer to raise the morale of his subordinates.



KERI

g. Capture of Tharochi Fort. Major Nasrullah Khan along with a platoon of Mahmud Force attacked Tharochi Fort at 0630 hours on 27 October 1948. They found that the Gorkhas which were earlier hiding in the fort, abandoned it and escaped towards Dadyal. Gorkhas were caught up by Mahmud Force near Palak inflicting considerable casualties upon them. On 30th October 1948, Mehmud Force took up defensive position in Panjan area where they raised another platoon by combining the locals of area.


THAROCHI FORT

h. Brief Account of Re- Organization-1949. After cease fire on 6 May 1949, 10 Azad Kashmir Regiment moved from DHARAMSAL to POONA and stayed there till 26 May 1949. Next day, battalion came at JATLI, a small town in Mirpur (Azad Kashmir) District, where it was re-organized on 10th of June 1949. Lieutenant Colonel Muhammad Azam Khan was its 2nd Commanding Officer. All the veterans who had gone in the Kashmir War from various Azad Kashmir Regiments and the locals of area were collected as the manpower of this unit. Soon the battalion emerged out in good shape as all the soldiers, Junior commissioned Officers and officers who brought laurels for the mother land joined the unit again.



JATLI (MIRPUR)

# 1947-1960 War Performance

i. <u>Name of Officers and Junior Commissioned Officers 1947-48</u>. Captain (later Lieutenant Colonel) Mahmud Khan, FK, OBI raised, commanded and stayed with the Zinda Dil Battalion. Following officers and Junior Commissioned Officers were present in the unit until the end of Kashmir War:-

(1) Lieutenant Alif Din (Shaheed)
(2) 2/Lieutenant Fateh Haider Khan
(3) 2/Lieutenant Ali Akbar Khan
(4) 2/Lieutenant Muzaffar Khan Sher-i-Jang and Bar (Shaheed)
(5) 2/Lieutenant Sher Ahmed
(6) 2/Lieutenant Wali Dad Khan
(7) 2/Lieutenant Karam Dad Khan
(8) 2/Lieutenant Bagh Ali Khan
(9) 2/Lieutenant Muhammad Iqbal
(10) 2/Lieutenant Sher Muhammad
(11) Subedar Pehlwan Khan
(12) Subedar Ali Akbar Khan
(13) SubedarFaiz Talib Khan
(14) Naib Subedar Jalal Muhammad Khan
(15) Naib Subedar Rang Baz Khan
(16) Naib Subedar Lal Shah
(17) Naib Subedar Sajawal Khan
(18) Naib Subedar Nazir Muhammad
(19) Naib Subedar Sher Muhammad
(20) Naib Subedar Fateh Alam Khan
(21) Naib Subedar Bostan Khan
(22) Naib Subedar Rangezeb Khan
(23) Naib Subedar Muzaffar Khan
(24) Naib Subedar Wali Dad
(25) Naib SubedarAtta Muhammad

j. <u>Name of Officers and Subedar Major on Re-Organization</u>.

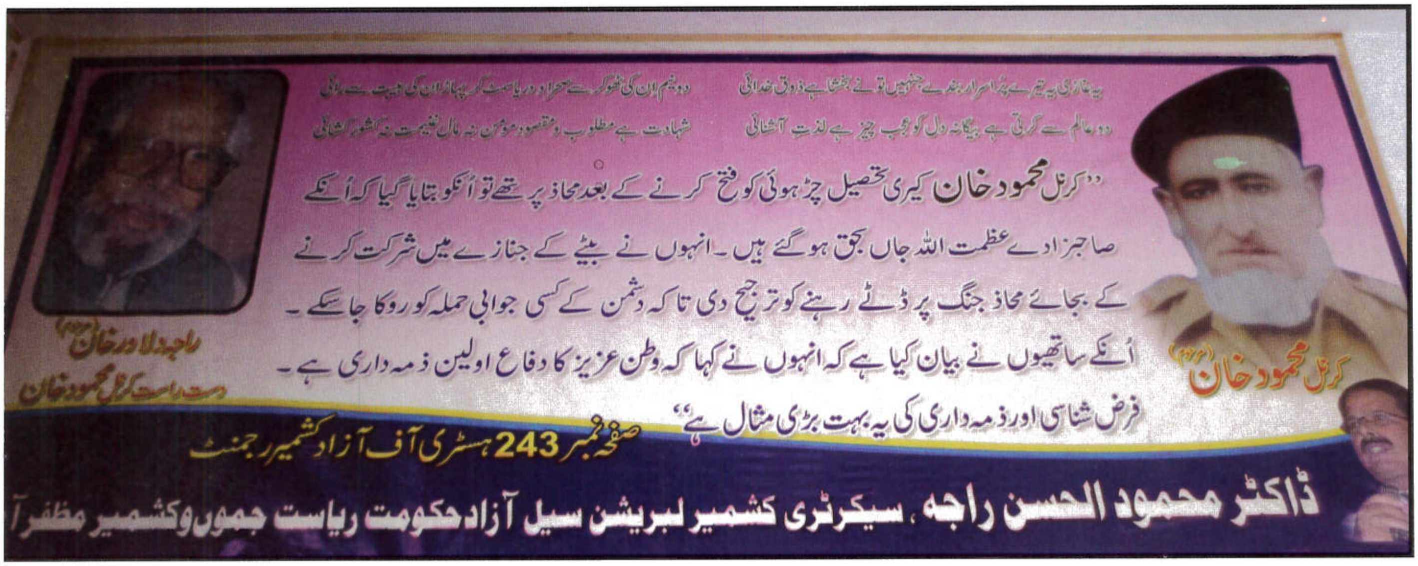
(1) Lieutenant Colonel Muhammad Azam Khan, FK
(2) Captain Saeed Hussain Shah
(3) Lieutenant Muhammad Dilawar Khan
(4) Lieutenant Abdul Aziz
(5) Lieutenant Muhammad Nazir
(6) Lieutenant Muhammad Razzaq
(7) Lieutenant Fateh Haider Khan
(8) Lieutenant Sher Ahmed
(9) Lieutenant Muhammad Jan
(10) Lieutenant Bostan Khan
(11) Lieutenant Karam Illahi
(12) Lieutenant Muhammad Sarwar Khan
(13) Subedar Major Fateh Muhammad



کرنل محمود گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گل پور




فخر کشمیر۔
فاتح کوٹلی
جناب کرنل محمود خان
فرزند ارجمند
جناب راجہ رحمت اللہ خاں (مرحوم)
(صاحبزادگان)
راجہ آفتاب حسین
راجہ لیاقت خان UAE
راجہ محمد شفیق خان






راجہ آفتاب حسین پوتا، ملک یاسین کے ساتھ



راجہ شہر یار خان، راجہ آفتاب حسین پوتا اور مصنف




مصنف راجہ آفتاب حسین پوتا کے ساتھ

# اختتامی کلمات

لکھنا ایک آرٹ ہے، ایسا آرٹ جو قاری کو یا تو بیزار کرتا ہے اور یا اپنے سحر میں گرفتار کرتا ہے۔لکھنا اور اس پر تاریخ لکھنا ایک بہت ہی جان گسل کام ہے اور جوئے شیر لانا ہے۔تاریخ لکھنے کے آرٹ سے روشناس ہونے کا بنیادی قائدہ مصنف کا خود صاحب قِرات ہونا ہے، یعنی وسیع المطالعہ ہونا مورخ ہونے کے لیے ضروری ہے۔مصنف اس آرٹ سے نہ صرف واقف ہے بلکہ اس نے اس تجربہ گاہ سے صحیح نتیجے نکالنے کی کوشش کی ہے جو قابل تحسین ہے۔کہنہ مشق مطالعہ، تحقیق اور اس سے نتائج اخذ کر کے سچ تحریر کرنا مورخ کی اصل پہچان ہے۔کسی بھی مصنف یا مورخ کی تحریر کو بغیر عمیق مطالعہ کے نہ تو پذیرائی ملتی ہے اور نہ ہی اس کو تنقید کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے یعنی مطالعہ شرط ہے بے شک قاری بیزار ہو۔

اس کے بعد تحریر کو سند عام حاصل ہونا مصنف کا انعام ٹھہرتا ہے اور اس کی ناپسندیدگی منفی تنقید کی صورت میں سامنے آتی ہے۔مورخ کے خلاف تنقید زیادہ تر ذاتیات پر مبنی ہوتی ہے اور جہاں صرف ایک ہی قبیلہ کو موضوع بحث رکھا جا رہا ہو وہاں پر اس کا امکان زیادہ ہوتا ہے جس کی بنیادی وجہ قبیلہ کا پھیلاؤ ہے جس میں اکثریت انفرادی ذکر سے محروم رہ جاتی ہے مثلاً ایک لاکھ افراد کو سو صفحات میں تفصیلاً تحریر کرنا ممکن نہیں۔

اس لیے اگر آپ نے کتاب پڑھ لی ہے تو مبنی بر حقیقت حالات کو صفحہ قرطاس پر لائیں اور مصنف کو اس سے آگاہ کریں تا کہ آئندہ کا مورخ اس سے بدرجہ اتم واقف ہو اور غلطیوں کی تصحیح ہو سکے۔میں نے مصنف کی معاونت کتاب کے حصہ ''حال'' میں کی ہے۔مجھے جو مواد میسر آیا مصنف تک پہنچا دیا۔مصنف راجہ سرفراز احمد خان منگرال نے ایک ایک لفظ کو جانچا، پرکھا اور پھر اس کو صفحہ قرطاس پر صف بستہ کیا۔اس مقدس اور عظیم کام کو مصنف نے پایہ تکمیل پہنچا کر قوم کے لیے ایک گراں قدر تحفہ اس کتاب کی صورت میں چھوڑا جو ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

بطور معاون راقم الحروف کا مصنف کے ساتھ تعلق گزشتہ دس سال سے ہے جس کی شروعات ایک ای میل سے ہوئی تھی۔بطور معاون اتنا تجربہ ضرور ہو گیا کہ تاریخ کو حالات حاضرہ کے تناظر میں لکھنا دشوار کام ہے۔راجہ سرفراز احمد خان کا معاون راقم نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حالات حاضرہ و ماضی بعید کے گوشوں سے معلومات راقم کو فراہم کیں اور راقم نے مصنف تک پہنچائیں۔

ان میں سب سے پہلا نام بلا شبہ کمانڈر راجہ حق نواز خان کا ہے جنھوں نے ہمیشہ مجھے کوٹلی میں خوش آمدید کہا اور اپنی گوں نگوں مصروفیت میں سے نہ صرف قیمتی وقت دیتے رہے بلکہ ان کی لائبریری سے مستفید ہونا ایک اچھا تجربہ رہا۔اس کے بعد پروفیسر راجہ نوید احمد سرساوہ، پہلوان راجہ سکندر حیات خان کرتوٹ، راجہ وقار اختر خان چچلاڑ، راجہ ظہور نرناہ، راجہ زاہد تھروچی، سابق ایڈ منسٹریٹر راجہ شفیق خان تھروچی، راجہ گلبہار تھروچی، راجہ اسجد کھجولی خواص، راجہ ارشد کھجولی خواص، راجہ زبیر جاوید ننگال، راجہ وقار سرساوہ، راجہ رمیض اختر گلپور، راجہ اشفاق گلپور، راجہ اکرم خان براٹلہ، ہیڈ ماسٹر راجہ ریاض خان براٹلہ، فیض اللہ خان براٹلہ، رحمت اللہ خان سہنسہ براٹلہ، راجہ طارق منگرال ناڑہ کوٹ، راجہ ارلیس ناڑہ کوٹ، ماسٹر راجہ یعقوب خان کالا ڈھب، راجہ ساجد مختار سہر منڈی، راجہ علی اختر کٹھاڑ، راجہ عربی کاریز کٹھار، ماسٹر راجہ حبیب کٹھاڑ، راجہ آفتاب حسین پوتا گلپور، راجہ ریاست خان گلپور، راجہ فاضل خان سہر منڈی، راجہ نواز خان کیری گڑھوتہ، غازی اللہ دتہ خان سائینلہ، راجہ کامران غازی، راجہ نصیر احمد خان سائینلہ، راجہ اعجاز عارف گلہوٹیاں، مرحوم خان عبدالطیف خان گلہوٹیاں، نمبر دار راجہ عظیم خان گلہوٹیاں، راجہ قربان حسین چھوچھ، راجہ نواز خان منور پنجیڑہ، راجہ رفیق خان منور پنجیڑہ، راجہ ناز خان منور پنجیڑہ، راجہ عبدالطیف خان پنجیڑہ، مرحوم راجہ محمد سلیم خان پنجیڑہ، راجہ توصیف عاصمی بنی انوہی سرہوٹہ، راجہ

اسرار کاشمیری گگنا ڑہ، کونسلر راجہ عارف خان انگلینڈ، راجہ شوکت عزیز ڈڈیال، ہیڈ ماسٹر راجہ سجاول خان باغ، ماسٹر راجہ سلیم خان باغ، راجہ عبدالرزاق کاشمیری راولاکوٹ، نہایت شفیق دوست بھائی راجہ نعیم نجمی راولاکوٹ، راجہ گلفراز خان باغ، راجہ عبدالقیوم خان کہوٹہ، راجہ اشفاق کلر، بریگیڈیئر راجہ ضیاء الحسنین خان فیصل آباد، راجہ یاسین اقبال خان ماندلہ، راجہ عبدالباسط مسکین للیال، راجہ شفیق الرحمان للیال، راجہ خالد محمود ڈھوک پراچہ اور راجہ احمد حسین مورگاہ وغیرہ میرے وہ دوست احباب ہیں جنھوں نے اس ضمن میں کلیدی کردار ادا کیا۔

میں مصنف راجہ سرفراز احمد خان کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے عزت دی اور دن رات کی محنت سے تیس سال کی ریاضت کو تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ مصنف کی کاوشوں کو سند عام دے۔ آمین

**راجہ نذیر احمد**

SC-111 گلی نمبر 5، شاہین کالونی

نیو شکریال، راولپنڈی پاکستان

فون +923035511115

# کتابیات


| نمبر شمار | نام کتاب | نام مصنف | اشاعتی ادارا |
|---|---|---|---|
| 1 | دست حنا (کوٹلی سے کوٹلی تک) | گلزار حسین ساگر کاشمیری | گلزار لائبریری ہانگ کانگ |
| 2 | تاریخ گکھڑاں | راجہ محمد یعقوب طارق | سویرا آرٹ لاہور |
| 3 | مضمون وادی سہنسہ از ماہانہ نظام تعلیم سیالکوٹ 1955ء | راجہ محمد یعقوب طارق | سویرا آرٹ لاہور |
| 4 | تاریخ جنجوعہ | راجہ محمد انوار خان جنجوعہ | چیچہ وطنی ساہیوال |
| 5 | ہست و بود | میاں محمد اعجاز نبی | درسی کتب خانہ گجرات |
| 6 | طبقات ناصری جلد اول | منہاج سراج مترجم غلام رسول مہر | - |
| 7 | تاریخ فرشتہ | محمد قاسم فرشتہ مترجم غلام رسول مہر | - |
| 8 | تزک بابری | ظہیر الدین بابر | - |
| 9 | تزک جہانگیری | نور الدین محمد جہانگیر | - |
| 10 | قصص الانبیاء | - | - |
| 11 | راج ترنگنی | پنڈت کلہن | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 12 | شباب کشمیر | محمد الدین فوق | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 13 | تاریخ سیالکوٹ | - | - |
| 14 | شاہان گجر | مولانا عبدالمالک | گوجرا کیڈمی 28 پرانی انار کلی لاہور |
| 15 | تاریخ جموں | مولانا حشمت اللہ لکھنوی | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 16 | تاریخ راجور | مرزا ظفر اللہ خان | - |
| 17 | قدیم تاریخ ہند | وی اے سمتھ مترجم پروفیسر محمد جمیل الرحمان | تخلیقات، علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ لاہور |
| 18 | تاریخ اقوام پونچھ | محمد الدین فوق | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 19 | تاریخ اقوام پونچھ (اول و دوئم) | محمد الدین فوق | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 20 | پہچان | محمد الیاس مرزا | مغلیہ تعمیر نو پبلی کیشنز لاہور |
| 21 | تاریخ منگرال راجپوت | راجہ محمد سوار خان (مولف مولوی الیاس ہاشمی) | آرٹ میکس پاکستان راولپنڈی |
| 22 | منگرال راجپوت | راجہ نوید احمد | شرکت پرنٹنگ پریس لاہور |
| 23 | تواریخ ملکاں جموں و کشمیر مع تواریخ ترک ملک راجگان | ڈاکٹر محمد صادق ملک | ملک عرفان برادرز میر پور |
| 24 | شہاب نامہ | قدرت اللہ شہاب | - |
| 25 | تاریخ اقوام کشمیر | محمد عبداللہ قریشی | - |
| 26 | تاریخ ہندو پاک حصہ اول | شیخ محمد اقبال صافی | کتاب فروشی چشمہ صافی جناح پارک قلعہ شیخوپورہ |
| 27 | قدیم ترین جغرافیہ جموں کشمیر | پنڈت کلہن مترجم ٹھاکر اچھر یہ چند شاہ پوریہ | ویری ناگ پبلی کیشنز میر پور |
| 28 | میر پور قبل 1947ء | سید سلطان علی شاہ | کاظمین پبلی کیشنز میر پور |
| 29 | مکمل تاریخ کشمیر | محمد الدین فوق | ویری پبلی کیشنز میر پور |
| 30 | کشمیر میں اشاعت اسلام | سلیم خان گمی | یونیورسل بکس 40-A اردو بازار لاہور |
| 31 | مغربی جموں میں جنگ آزادی 1947ء تا 1948ء | محمد لطیف ایم اے بی ٹی | مقبول اکیڈمی شاہراہ قائد اعظم لاہور |
| 32 | لاہور لاہور اے | اے حمید | الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور |
| 33 | تاریخ راجگان راجور حصہ دوم | کلیم اللہ خان | کلیم اللہ خان لاہور |
| 34 | علاقہ کھڑی (تاریخ و ثقافت کے تناظر میں) | راجہ خضر اقبال | مجید بک ڈپو لاہور |
| 35 | تاریخ لاہور | کنہیا لال | مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور |
| 36 | تاریخ پنجاب مع حالات شہر لاہور | سید محمد لطیف | مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور |
| 37 | گلگت و بلتستان کی آئینی حیثیت | جی ایم میر | شعبہ نشر و اشاعت جموں کشمیر محاذ رائے شماری میر پور |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 38 | ارض وسماء کی تخلیق (قرآن اوسائنس کی روشنی میں) | - | - |
| 39 | تاریخ راجپوت آریہ ورت | راؤ مظفر حسین | راؤ محمد امتیاز ڈیرہ غازی خان |
| 40 | جموں کشمیر کی جغرافیائی حقیقتیں | جی ایم میر | شعبہ نشرواشاعت جموں وکشمیر محاز رائے شماری میرپور |
| 41 | چین اور کشمیر | جی ایم میر | مکتبہ رضوان میرپور |
| 42 | تاریخ سکھ راج | سردار بلونت سنگھ | دارالشعور، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور |
| 43 | تاریخ خوارزم شاہی | پروفیسر غلام ربانی عزیز | مجلس ترقی ادب، کلب روڈ لاہور |
| 44 | تاریخ پنجاب 1815ء تا 1885ء | سید محمد لطیف | اصل کتاب |
| 45 | تاریخ راجپوت قبائل | کاہن سنگھ بلادریہ | نامعلوم |
| 46 | ذوالقرنین | مولونا ابوالکلام آزاد | - |
| 47 | آب کوثر | شیخ محمد اکرم ایم اے | - |
| 48 | الانساب | علامہ سمعانی | - |
| 49 | نامور تاریخ پاک وہند حصہ اول | ایم اے عزیز | - |
| 50 | تاریخ کا ایک ورق | شیخ سراج الدین احمد | - |
| 51 | جموں وکشمیر | انجم سلطان شہباز | - |
| 52 | پوٹھوہار | عزیز احمد | - |
| 53 | تاریخ پنجاب | سید اصغر علی شاہ جعفری | - |
| 54 | کرشن مہاراج | لاجپت رائے | 6 ستمبر 1900ء |
| 55 | جہاد کشمیر | محمد امین قاسمی | - |
| 56 | تاریخ کشمیر حصہ اول | سید محمود آزاد | سیادت پبلی کیشنز اپر چھتر مظفرآباد |
| 57 | راول دیش | عزیز ملک | - |
| 58 | تاریخ ملک عراق | پروفیسر محمود دہلوی | - |
| 59 | امیر تیمور | ہیرلڈم مترجم گلزار احمد | - |
| 60 | پاک وہند کی اسلام تاریخ | - | - |
| 61 | آخری معرکہ | نسیم حجازی | - |
| 62 | یاداشتیں وذاتی ڈائری | حاجی حسن الدین مغل (دھنواں) | قلمی تحاریر (المعروف مستری حسن الدین دھنواں) |
| 63 | اقوام پاکستان کا انسائیکلوپیڈیا | انجم شہباز سلطان | - |
| 64 | آئینہ کشمیر | محمد عبداللہ قریشی | - |
| 65 | تاریخ مغل قبائل | سردار بشیر احمد صدیقی | - |
| 66 | پاکستان ودنیا کے مغل قبائل | محمد الیاس مرزا | منگول اکیڈمی لاہور |
| 67 | اسلام آباد کا تاریخی پس منظر | پروفیسر انور بیگ اعوان | روزنامہ جنگ 9 اکتوبر 1984ء |
| 68 | ٹیکسلہ تاریخ کے آئینہ میں | محمود خان واہ کینٹ | نوائے وقت راولپنڈی |
| 69 | پوٹھوہار کی عسکری روایات | سلطان ظہور اختر | نوائے وقت راولپنڈی |
| 70 | پاکستان کے پہاڑی سلسلے | تیمور احمد خان | روزنامہ جنگ |
| 71 | زمین | ڈاکٹر عبدالرحمان مترجم محمد یاسین فہدو | - |
| 72 | چنگیز خان | ہیرلڈم مترجم عزیز احمد | - |
| 73 | تاریخ اسلام (چھٹی کتاب جلد سوم) | - | - |
| 74 | اشتراکی چین | ارشاد احمد | - |
| 75 | ریڈ انڈین | - | فیروز سنز پرنٹر لاہور |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 76 | کنفوشش کی کتاب (شورکنگ کا ترجمہ) | سید علی انوری وزیر آبادی | - |
| 77 | چنگیز خان کے سنہری شاہین | ریٹارچی مترجم اشفاق احمد | - |
| 78 | روس | - | - |
| 79 | حقائق ترکیہ | مترجم شریف فاروق وطارق فاروق | - |
| 80 | ہندو جاتی کا اچھوتوں کے ساتھ سلوک | - | نوائے وقت 26 جنوری 1996ء |
| 81 | مردان تاریخ کے آئینے میں | - | نمائندہ پکار |
| 82 | دنیا کی زبانیں | - | جنگ فیچر |
| 83 | سوہن سے دریافت شدہ سکے | عبداللہ خان دریا | روزنامہ جنگ 18 نومبر 1986ء |
| 84 | پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء | سبط الحسن | مکتبہ دانیال کراچی |
| 85 | سدھن قبائل | سردار محمد عارف سدوزئی | - |
| 86 | کشمیر کی رانیاں | محمد اسمعیل ہاتف بھوپالی | ویری ناگ پبلی کیشنز میرپور |
| 87 | کرالا راجپوت | مولانا شہزاد آزاد سمبڑیالی | - |
| 88 | انساب راجپوت | راجہ سرفراز احمد خان منگرال | قلمی دستاویز |
| 89 | متفرق تاریخی کتب سے اخذ کردہ تحقیقی مضامین | راجہ سرفراز احمد خان منگرال | قلمی دستاویز |
| 90 | کتاب پیدائش (پرانا اور نیا عہد نامہ) | - | - |
| 91 | تاریخ اقوام پونچھ (جلد دوم) | محمد الدین فوق | - |
| 92 | وسط ایشیاء (نئی آزادی، نئے چیلنج) | آصف علی جیلانی | سنگ میل پبلی کیشنز لاہور |
| 93 | تاریخ روہتاس وحالات قلعہ | منیر محمد صفدر حسین | جہلم پرنٹنگ پریس جہلم |
| 94 | چنار کشمیر (مطالعہ کشمیر) | ایم نذیر تشنہ | گلوب پبلی کیشنز لاہور |
| 95 | رحمتہ العالمین (جلد دوم) | قاضی محمد سلیمان | - |
| 96 | تاریخ پشاور | - | - |
| 97 | مغلان جموں وکشمیر | ایم نذیر تشنہ | گلوب پبلی کیشنز لاہور |
| 98 | اردو انسائیکلو پیڈیا | - | فیروز سنز لاہور |
| 99 | پرانی تہذیبیں | - | - |
| 100 | یگانہ کشمیر | - | - |
| 101 | آزادی کشمیر | الطاف پرویز | - |
| 102 | سفرنامہ بخارا | برنیر | - |
| 103 | اصحاب کہف اور یاجوج وماجوج | مولانا ابوالکلام آزاد | مکتبہ جمال لاہور |
| 104 | تاریخ سلہریا | راجہ محمد سرور سلہریا | - |
| 105 | بدر سے پانی پت تک | مختار احمد گیلانی | ایس ٹی پرنٹرز راولپنڈی |
| 106 | البیرونی کا جغرافیہ عالم | مولانا ابوالکلام آزاد | طیب پبلی کیشنز لاہور |
| 107 | مدینۃ المساجد | محمد خالد جوناوی | - |
| 108 | النساب القبائل | - | - |
| 109 | راجہ تخی دلیر خان | کتاب ملکیت مرزا فاروق جرال پل کنڈا میرپور | از جی ایچ کیو راولپنڈی |
| 110 | تاریخ راجستان جلد اول ودوم 1818ء | کپتان جیمز ٹاڈ | انڈس پبلی کیشنز ہارون روڈ کراچی |
| 111 | مقالہ مسئلہ کشمیر اور اقوام متحدہ | راجہ سرفراز احمد خان منگرال | گورنمنٹ ہائی سکول چک گھیاں میرپور |
| 112 | مکمل تاریخ جموں وکشمیر مع علاقائی، قبیلائی، مذہبی ومعاشی تعارف | ڈاکٹر محمد صادق ملک | غیر مطبوعہ |

-

# راجپوری سے کوٹلی منگرالاں تک

پال راجگان وادی کشمیر، لاہور وملتان، بھمبر، راجوری، پونچھ اور راجگان کوٹلی